

ردِ قادریانیت

رسائل

- جناب ماهر قادری
- جناب نام محلب تحفظ ختم بونی
- جناب پروفیسر محمد اسماعیل
- وفاقی حکومت پاکستان
- جناب میان محمد نو شہر وی
- الحاج یحییٰ ریس ارڈینیشن نجح
- جناب ڈاکٹر نظیف صوفی
- جناب باو تاج مختار نجفی
- مولانا عبد المجید سوہنروی

احتساب قادریانیت

جلد ۵۰

عَالَمِيِّ مَجْلِسُ تحْفِظِ الْخَمْرِ بِبُوقَةٍ

پسواطی العالیۃ الرحمۃ الرحمۃ!

نام کتاب : احباب قاریانیت جلد پہاڑ (۵۰)

مصنفین : جناب ماهر القادری

جناب پروفیسر محمد اسماعیل

جناب میاں محمد نو شہر وی

جناب ڈاکٹر نظیر صوفی

جناب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنزی

د فاقی حکومت پاکستان

الحاچ رحیم بخش ریاضۃ رسیشنج

جناب ہادی تاج محمد گودری

مولانا عبدالجید سوہروڈی

صفحات : ۵۱۲

قیمت : ۳۵۰ روپے

طبع : ناصر زین پرنس لاہور

طبع اذل : فروری ۲۰۱۳ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باعث روڈ لمان

Ph: 061-4783486

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست رسائل مشمولہ..... احساب قادریانیت جلد ۵۰

			عرض مرتب☆
۲	حضرت مولانا اللہو سایا			
۱۱	جتاب ماہر القادری		قادیانیت	۱.....
۳۷	جتاب پروفیسر محمد اسماعیل		قذف بالحق علی الباطل	۲.....
۹۹	جتاب میاں محمد لوہروی	جتاب اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا غلام احمد)	۳.....	
		قادیانی کے غلط اقوال والہامات کی تجزیع)		
۱۶۱	جتاب ڈاکٹر نظیر صوفی	ختم نبوت افروز اظہار الحق		۴.....
۱۶۷	جتاب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کفری	جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں		۵.....
۱۷۷	جتاب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کفری	امن الملک ہے سچھ بہادر کرشن گوپال، مرزا غلام احمد قادری محبر اسود کے اوپر تین خادم فضل الدین مرزا آئی کے تینوں پھلوٹوں کا جواب، ہمچنین مناظرہ		۶.....
۱۹۳	وفاقی حکومت پاکستان	ختم نبوت پر قوی اسلوبی کا منفرد فعلہ		۷.....
۲۰۳	وفاقی حکومت پاکستان	مع آڑ دشمن کا اجراء (قادیانیوں کی اسلام و شیعہ سرگرمیاں)		۸.....
۲۰۹	قادیانیت اسلام کے لئے سمجھنے خطرہ وفاقی حکومت پاکستان	(قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات)		۹.....
۲۲۵	وفاقی حکومت پاکستان	قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توہین)		۱۰.....
۲۲۷	الحج رحیم بخش رٹائرڈ پیش جع	اہن مریم		۱۱.....
۳۲۹	جتاب باذناج محمد گوری	مرزا غلام احمد قادری کی ایک پیش گوئی کا تجزیہ (عمر مرزا)		۱۲.....
۳۸۷	مولانا عبدالجید سوہنروی	داستان مرزا		۱۳.....
۳۹۵	حضرت مولانا اللہو سایا	احساب قادریانیت..... اشاریہ جلد اتنا ۵۰		۱۴.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض مرتب

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!

قارئین کرام! لیجھے الشرب العزت کے فضل و کرم و احسان سے احساب قادیانیت کی

جلد پچاس (۵۰) پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں سب سے پہلے:

۱..... قادیانیت: معروف صحافی جناب ماہر القادری ایڈیٹر "ماہنامہ قاران" کراچی کو لاہوری مرزاںیوں نے چند پھلفت بھیجے جس کا انہوں نے یہ جواب تحریر کیا۔ اسے کتابی شکل میں سید عبدالرحمن شاہ صاحب نے فیصل آباد سے شائع کیا۔

۲..... قذف بالحق على الباطل (مبادیہ بر موضوع رفع، وفات عیسیٰ علیہ السلام و نزول ابن مریم): پروفیسر محمد اسماعیل پرہل گورنمنٹ کالج ایک اور قادیانی مناظر قاضی نذیر کے درمیان مکالہ و مباحثہ ہوا۔ بعد میں زیری قادیانی نے پھلفت شائع کیا۔ اس قادیانی پھلفت کا جواب پرسالہ ہے۔

۳..... اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط اقوال والہمات کی تشریح): جناب حضرت مولانا میاں محمد نو شہروی کا یہ رسالہ ہے۔ جو انتہائی عقلی و نقی و لائل سے بھرپور ہے۔ ایک خوبصورت قابل ستائش ولاائق حسین دستاویز ہے۔ ۱۹۵۳ء سے پہلے کام مرتب کروہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا میاں محمد نو شہروی کے مزید تین رسالہ کا اسی کتابچہ میں ذکر ہے۔ ۱۔ قرآن اور مرزا صاحب، ۲۔ حدیث اور مرزا صاحب، ۳۔ مرزا صاحب اور سچائی۔ یہ تینوں رسالے دستیاب نہ ہو سکے۔ خدا کرے مل جائیں تو بہت ہی خوب بلکہ خوب ترین ہو گا۔

۴..... ختم نبوت افروز اظہار الحق: جناب ڈاکٹر نظیر صوفی سیا لکوئی نے ۲۲ مارچ ۱۹۷۲ء کو مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مدعا نبوت، لعنی، کذاب، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

..... جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں: ۱۹۶۵ء کے لگ بھگ جمادیت بانی رہنا
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کفری ضلع تحریک کر سندھ میں رحمت
عالیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کے عنوان پر خطاب کے دوران آپ ﷺ کے وصف خاص عقیدہ ختم
نبوت پر بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی ملعون کے تین حوالے پیش کئے۔ جس میں اس نے
مسلمانوں کے خلاف بذریعی کی۔ آٹھ ماہ بعد کفری کے قادیانی فضل الدین نے ایک پھلفت
میں جمیع کیا کہ یہ حوالہ جات دکھائے جائیں تو تین صدر و پیغمدینے کے لئے میں تیار ہوں۔ اگلے
دن ڈگری جامدہ اشاعت القرآن کے نظام عمومی مولانا اکرام الحق الخیری کتب مرزا لے کر کفری
مکث گئے اور پسیکر پر جمیع کیا کہ آڑھوالے دیکھو۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ قادیانیوں کو سانپ سوگھ کیا۔
فضل الدین قادیانی، مرزا قادیانی کے خودج کی جگہ میں چھپ گیا۔ مولانا اکرام الحق الخیری ڈگری
واپس تشریف لے گئے۔ قادیانیوں نے کہا کہ پھلفت کا جواب پھلفت سے دیا جائے۔ چنانچہ یہ
پھلفت ”جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں“، نظام مجلس تحفظ ختم نبوت کفری کی طرف سے شائع
کیا گیا۔

۲..... امین الملک جے سنگھ بہادر کرشن گوپال، مرزا غلام احمد قادیانی مجراسود کے
اویٰ ترین خادم فضل الدین مرزا لی کے تینوں پھلفتوں کا جواب، بمعجم جمیع مناظرہ:
پھلفت سابقہ ”جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں“ کے شائع ہونے پر فضل الدین مرزا لی نے
تین پھلفت سائیکلوٹائل تقيیم کئے۔ ان تینوں سائیکلوٹائل پھلفتوں کا جواب اس رسالہ میں دیا گیا
جو ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کفری نے شائع کیا۔

..... ختم نبوت پر قوی ایبلی کا متفقہ فیصلہ: ۱۹۷۳ء کو روہ (چناب گر)
بلوے اشیش پر چناب ایک پھر لیں سے سفر کرنے والے نشتر میڈی یکل کالج ملتان کے طباء کو قادیانی
اوپاشوں نے تشدد، بربریت، ظلم و ستم کا شانہ بنایا۔ جس کے روعل میں ملک کیر تحریک ختم نبوت
۱۹۷۴ء چلی۔ تب پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ انہوں نے یہ مسئلہ
پاکستان کی قوی ایبلی کے پروگرام پوری قوی ایبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔

قادیانی ناقوسِ مرزا ناصر، لاہوری مہنت صدر الدین قوی اسیبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ ان گواہان پر پاکستان اداری جزل بھیجی بختiar نے جرج کی خصوصی کمیٹی کی کارروائی کمکل ہونے کے بعد ۱۹۷۲ء کو قوی اسیبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں قوی اسیبلی میں اس وقت کے وفاقي وزير قانون عبدالحقیظ پیرزادہ نے متفقہ طور پر دوسری ترمیم کا مل پیش کیا۔ اس کی متفقہ منظوری کے بعد قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قوی اسیبلی میں خطاب کیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق ترمیم کا متن اور ۱۹۷۲ء کے قادیانی مسئلہ سے متعلق جناب بھٹو صاحب کی تقریر کا متن حکومت پاکستان پر لیں، فلم اینڈ مطبوعات فشری (وزارت اطلاعات) نے ”ختم بہت پر قوی اسیبلی کا متفقہ فیصلہ“ کے نام سے شائع کیا۔ احساس قادیانی کی جلد ہدایت ہیں کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

..... ۸ نے آرڈیننس کا اجراء (قادیانیوں کی اسلام و من سرگرمیاں): جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقدار میں ۱۹۷۳ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس پر قانون سازی نہ ہو سکی۔ جناب جزل محمد فیاء الحق صاحب کے زمانہ میں اس پر قانون سازی ہوئی۔ اس آرڈیننس کے اجراء پر حکومت نے پاکستان آرڈیننس کا مکمل متن شائع کیا جو اس جلد میں شامل کیا جا رہا ہے۔

..... ۹ قادیانیت اسلام کے لئے تکمین خطرہ (قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات): جزل محمد فیاء الحق صاحب نے اتنا قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ اس پر قادیانیوں نے واویا کیا۔ حکومت پاکستان نے قادیانیت اسلام کے لئے تکمین خطرہ کے نام پر یہ وسٹاویز مرتب کر کے شائع کی جو بہت معلومات افزاء ہے۔

..... ۱۰ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توہین): حکومت آئینی ترمیم یا آرڈیننس کے ذریعہ قانون میں تبدیلی کرتی ہے۔ مثلاً ایک حکم ہوتا ہے کہ یوں کرو یا جائے۔ جب ہو گیا، گولی چلا گی، جمل گئی۔ اس نے اپنا عمل کمکل کر لیا۔ تو خالی خول کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ وزارت قانون اس طرح گاہے بگاہے ان حکم ناموں کو جن پر عمل ہو چکا اور وہ اپنے محل پر

فت اور مؤثر ہے ان جیسے حکم ناموں کو منسون کرتی ہے۔ دوسری ترمیم جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس کی رو سے آئین کی وفعہ ۲۰۲ اور ۲۰۳ میں ترمیم کی گئی۔ ترمیم موجود استقرار و مؤثر برقرار۔ لیکن ”یہ ترمیم کرو جائے“ یہ آڑ رمنسون ہوا تو بعض قانون و انوں نے کہا کہ اس کے کسی عیار نے الفاظ ایسے تیار کئے ہیں کہ کہیں ترمیم ہی نہ متأثر ہو جائے۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جalandhri نے اس کے لئے جدوجہد کی۔ تب حکومت سے یہ آڑ بیش جاری کر کے اعلان و توثیق کی کہ قادیانیوں سے متعلق ترمیم مؤثر و برقرار ہے۔ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔ یہ آڑ بیش ۱۹۸۲ء میں جاری ہوا۔ جو اس جلد میں شامل کیا جا رہا ہے۔

۱۱..... ابن مریم: ۱۳۵۶ھ میں ریڈارڈ سیشن جع الحاج خان بہادر رحیم بخش نے یہ کتاب لکھی۔ ابتداء قرآن مجید سے آخر تک جہاں کہیں سُج علیہ السلام کا ذکر ہے ان آیات قرآنی کو زیر بحث لا کر قرآن کے اعتبار سے سُج علیہ السلام کے مقام و منصب، حیات، رفع، نزول، علامت قیامت غرض ایک ایک مسئلہ کو قرآن کے حوالہ سے خوب بہرہن کیا ہے۔ بہت مددہ کتاب ہے۔

۱۲..... مرا اغلام احمد قادیانی کی ایک پیش گوئی کا تجزیہ (عمر رضا): مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہادر لکھر میں ایک بزرگ مدرس تھے۔ جنہیں باڈناج محمد عکوری کہا جاتا تھا۔ عکور خلیع جalandhri میں ہے۔ باڈناج محمد صاحب قادیان کے ہائی سکول میں پیچر بھی رہے۔ کئی قادیانی جو بعد میں قادیانی جماعت کے لیڈر بنے وہ آپ کے شاگرد تھے۔ باڈناج محمد صاحب قادیان میں رہائش کے حوالہ سے قادیانی جماعت کے خدو خال اور ان کے کروار و چال سے بخوبی واقف تھے۔ پوری قادیانی جماعت کے شب دروز ان کے سامنے تھے۔ تقيیم کے بعد آپ فقیر والی آئے اور پھر عمر بھر قاسم الحلوم کے درود بوار کو علم و عمل کے درس دیتے رہے۔ آپ خوب منجان مرغ انسان تھے۔ مخفی آپ کا وجود تھا۔ جسم کی طرح لکھنگو بھی مختصر کرتے تھے مگر پڑتی کی ہوتی تھی۔ بولتے کیا تھے موئی رولتے تھے۔ تحقیق کے خونگ، قلم و قرطاس کے دھنی اور کتاب بینی کے رسیا تھے۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کا نظر نسوان پر تشریف لانا عمر بھر کا معمول رہا۔ ان دنوں قادیانی جلسے

چناب مگر میں بھی انہیں تاریخوں میں ہوتا تھا۔ وہ چنیوٹ سے چناب مگر جاتے اور قادیانیوں سے سابقہ قیام قادیان کی وجہ سے جو تاریف پہلے سے موجود تھا اس سے فائدہ اٹھاتے اور قادیانیوں کی نئی مطبوعات خرید لاتے۔ عالمی مجلس تحفظ فتحم نبوت فقیر والی کے آپ امیر تھے۔ عالمی مجلس کے مرکزی رہنماء حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر بھی کتابوں کے رسیافتے۔ دونوں حضرات چنیوٹ کا فرنٹ پر صحیح ہوتے، سرجوڑتے، فہرست تیار ہوتی۔ شام کو تمام نئی قادیانی کتب مولانا عبدالرحیم اشعر کے بستر پر لا کر باڈ تاج محمد صاحب ڈھیر کر دیتے۔

باڈ تاج محمد صاحب کا کتب خانہ خود بھی قادیانی اور رودقادیانی کتب کے حوالہ سے دفعہ کتب خانہ تھا۔ ان کے پاس بعض قادیانی کتب الیکٹریکس جو مجلس کی مرکزی لائبریری کے لئے مولانا عبدالرحیم اشعر گرفتوں کرائی پڑیں اور بھی کتابیں تو میں تو ایک ایک کتابی میں جب قادیانی کیس پیش ہوا تو دہائی کام آئیں۔ باڈ تاج محمد صاحب کے ایک بھائی غالباً تاشیر نام تھامان میں ہوتے تھے۔ ان سے ملاقات کے لئے مٹان تشریف لاتے تو زیادہ وقت ان کا مولانا عبدالرحیم اشعر کے ہمراہ مٹان کی لائبریری میں گزرتا۔ خوب شریف نفس انسان تھے۔ شرم و حیاء، اخلاق و کرواری کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ قادیان ایسے قبیلے خانے مصیحوں کے گڑھ میں بھی سالہا سال رہے۔ لیکن دشمن بھی آپ کی پاک و امنی کا مترض رہا۔ ان کی اس ذاتی شرافت کا یہ عالم تھا کہ ان کے قادیانی شاگرد بھی ان کے وضو کے پانی سے اشناں کرنے کو سعادت گردانتے تھے۔ باڈ تاج محمد صاحب سے فقیر کو ذاتی نیاز مندی کا شرف حاصل ہے۔ فقیر والی، مٹان، چنیوٹ میں آپ سے بارہ ملاقاتیں ہوئیں۔ جب بھی ملاقات ہوئی ان کی طرف سے شفقت اور فقیر کی طرف سے نیاز مندی میں اضافہ ہو جاتا۔ آپ کا وصال ۱۹۸۹ء میں ہوا۔

ان کے بعد ایک بار ان کے ذاتی کتب خانہ سے بہت ساری کتابوں کا ڈھیر مٹان اٹھا لایا۔ فوٹو کرائے اور اصل واپس کرویں۔ قاری عبدالحق بجلہ بتیم والا واسطہ بنے۔ ارائیں برادری اور رشتہ داری باڈ صاحب کے عزیزوں سے قاری عبدالحق صاحب رکھتے ہیں۔ بھی کام آئی اور اعتمار کا ذریعہ بنی۔ مرحوم کا کتب خانہ ان کے صاحبزادہ برادرم شار صاحب کے پاس تھا۔ اس

سال جون، جولائی ۲۰۱۲ء میں فقیر کا بر طانیہ کا سفر تھا۔ والہی پر بھائی بھاگ چناب گور سالانہ ختم نبوت کو رس میں شویلت کے لئے آتا پڑا۔ ملکان کے کتب خانہ میں جانے کا موقع ہی نہ ملا۔ یہاں کو رس پر مولا نا محمد قاسم رحمانی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاؤ نکر لے۔ انہوں نے خوشخبری سنائی کہ بھائی ثار صاحب نے باڈ صاحب مرحوم کی قادریانیت در وقار قادریانیت کی جملہ کتب ملکان وفتر کی لاہوری کے لئے عنایت کی ہیں۔ یہ کہ وہ ملکان وفتر پہنچ چکی ہیں۔ اس خبر سے چونکا بھی ضرور، تجب بھی ہوا۔ خوشی تو خیر ہونا ہی تھی۔ باعث تجب یہ امر تھا کہ ثار بھائی تو ان کتابوں کو ہوانہ لگنے دیتے تھے۔ وہ کیسے آمادہ ہو گئے؟ معلوم ہوا کہ باڈ صاحب مرحوم کی وصیت تھی کہ میری یہ کتابیں عالمی مجلس کے مرکزی کتب خانہ میں جمع کرادی جائیں۔ تجب تو ختم ہوا۔ لیکن باڈ صاحب مرحوم سے عقیدت کے میٹر کی سوئی نے کئی چکر کاٹ لئے۔ خداوند کریم مرحوم کی تربت کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے ڈھانپ دیں۔ بہت ہی عقری غصیت تھے۔ وہ نام کے نہیں کام کے صاحب علم وفضل تھے۔ زیر نظر ان کی کتاب اس جلد میں شامل کر رہے ہیں۔ ”عمر مرزا“ پر مرزا کی پیش گوئی کے تجربی کے لئے اس سے بہتر اور معلومات کا خریزہ کتاب فقیر کی نظر سے نہیں گذری۔ آپ کی اور کتاب بھی ہے۔ غالباً ” قادریانیت کا پوسٹ مارٹم“ یا کیا اس کا نام ہے وہ آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ہفت روزہ ختم نبوت میں شائع ہوتے رہے۔ فقیر احتساب قادریانیت میں صرف کتب کو جمع کر رہا ہے۔ مضامین کو جمع نہیں کر رہا ہے اور وہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس جلد میں وہ شامل نہیں ہو رہی۔ لیکن اب حضرت مرحوم کی محبت غالب آرہی ہے۔ شاید کسی دوسری جلد میں اس خواہش کی بحکیم ہو جائے۔

۱۳..... داستان مرزا: حضرت مولا نا عبد الجید سودروی نے سوال وجواب کی صورت میں یہ کتاب جون ۱۹۳۳ء میں مرتب کی۔ اس پر حصہ اذل لکھا ہے۔ آخر میں ”دوسرا حصہ کا انتقال فرمائیں“ درج ہے۔ دوسرا حصہ میرے ہاتھ نہیں لگا۔ نہ معلوم کہ شائع بھی ہوا یا نہیں۔ مولا نا موصوف نے حصہ اذل کے ناشیل پر یہ تعارف درج کیا:

”مرزا غلام احمد قادریانی کا نام ہب اور ان کے عقائد اس خوبی اور صراحة سے بیان

کئے گئے ہیں کہ ختم کے بغیر چھوڑنے کو بھی نہیں چاہتا۔ لطف یہ کہ ہر بات مل اور معقول طرز بیان
نہایت صاف اور سلیمانیہ دلکش اور سمجھیدہ کہ خود بخوبی پڑھنے کو بھی چاہے۔“

فقیر سو فیصل اس تعارف کی تائید کرتا ہے۔ جیسے مناس سے ہزار درجہ بہتر پایا کام مظہری
کتاب ہے۔

لبخچے قارئین! اصحاب قادیانیت کی جلد پچاس (۵۰) میں مندرجہ ذیل حضرات کے
كتب و رسائل شامل ہیں:

۱	کا	رسالہ	حatab ماہر القادری
۱	کا	رسالہ	حatab پروفیسر محمد اسماعیل
۱	کا	رسالہ	حatab میاں محمد نوشہروی
۱	کا	رسالہ	حatab ڈاکٹر نظیر صوفی
۲	کے	رسائل	حatab ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کفری
۳	کے	رسائل	دولتی حکومت پاکستان
۱	کا	رسالہ	الخاچ رحیم بخش رینائزڈ سیشن نجع
۱	کا	رسالہ	حatab باڈتاج محمد گودری
۱	کی	کتاب	مولانا عبدالجید سوہروی

گویا ۹ حضرات کے کل ۱۳ رسائل و کتب

اصباب قادیانی کی جلد (۵۰) میں شامل اشاعت ہیں۔ فلحمدللہ علی ذالک!

محاذ دعاء: فَقِيرُ اللہ و سایا!

۲۶ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ، برطابق ۱۳ ستمبر ۲۰۱۲ء

درسہ ختم نبوت چناب مگر

الطبعة الأولى
الطبعة الأولى
الطبعة الأولى

قاديانیت



جناب ماہر القادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قادیانیت پر بہت کچھ لکھا گیا۔ بہت ہی محنت اور عرق ریزی سے لکھا گیا۔ مکار بھی قادیانیت کے خدوخال اتنے نمایاں نہیں ہوئے کہ ہر شخص اسے پہچان جائے۔ علمی کتبے یا کم فہمی کہ کچھ لوگ قادیانی علم کلام کے چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ ان تین حضرات کے مطالعہ اور معلومات کے لئے ہم نے مولانا ماہر القادری مرحوم و مخور کا یہ مفصل اور پرا معلومات اداریہ کتابی کل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ خدا سے مرید توفیق اور مدد کی دعا کرتے رہئے۔

والسلام! سید محمد عبدالرحمٰن مکتبہ سیدنا شرودتا جرکار خانہ بازار قیصل آباد

رسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا

خداوند تعالیٰ خالم کو مہلت دیتا ہے (یعنی اس کی عمر دراز کرتا ہے) تاکہ اس کے قلم کا پیان لبریز ہو جائے۔ پھر اس کو ایسا پڑتا ہے چھوٹ نہیں۔ (بخاری و مسلم)

ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا (یعنی خالم کو قیامت کے دن ہر طرف سے تاریکی ملے گی) (بخاری و مسلم)

جو شخص خالم کا ساتھ دے اس لئے کہ اس سے اس کو تقویت حاصل ہوا وہ یہ جانتا ہو کہ وہ خالم ہے۔ ذہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے (یعنی اس میں ایمان کامل نہیں رہتا) (بیہقی)

مسئلہ قادیانیت پر پھر لکھنے کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ لاہوری مرزا یوں کے مرکز لاہور سے تین کتابیجخ اور دو خط ہمیں وصول ہوئے ہیں۔ اس تمام شریک کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی ”لاہوری جماعت“ مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مجدد، امام اور سچ موعود مانتی ہے۔ ”نبی“ نہیں مانتی۔ ان رسولوں میں مرزا نے قادیان کے وہ اقوال بھی پیش کئے گئے ہیں۔ جن میں اس نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور مدحی نبوت کو کاذب اور کافر کہا ہے۔ عبد المناں عمر نے طویل خط میں اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہے۔

”میں سیدنا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ ابی و ای کو آخری نبی (خاتم النبیین) مانتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد کو آپ کا مخلوم، آپ کا خادم، آپ کے دین کو پھیلانے والا اور آپ

۱۔ سید المرسلین خاتم النبیین، سیدنا محمد ﷺ کے تحریف اور م مقابل مدعی نبوت کے لئے اکرام و تعظیم کا کوئی لفظ ہماری زبان اور قلم سے نہیں بکل سکتا۔ (م-ق)
۲۔ نقل نقل نہ کفر ہاشد۔..... علیہ ماءعلیہ

کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے والا اور آپ کی بعض پیشین گوئیوں کا مصدقہ سمجھتا ہوں۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کی اس مشہور پیشین گوئی کا "انَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأَمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مَائِةٍ سَنَةٍ مِنْ يَجْدِلُهَا دِينَهَا" پھر میرے نزدیک حضرت مرتضیٰ امیتی ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی غلامی اور محض قرآن مجید کی پیروی کے نتیجے میں انہیں بعض غیب کی خبریں عظام فرماتا تھا۔ جو اہم امور پر مشتمل ہوتی تھیں اور جن تک پوری کائنات میں بجز پیروی نبی اکرم ﷺ کوی مطلع نہیں کیا جاسکتا اور اس طرح آپ حضور علیہ السلام کی روحاںی ہارش سے حصہ پا کر اور آپ کے نور سے مستفید ہو کر اور آپ کی غلامی کا شرف پا کر مبشرات سے حصہ پائے اور بعض غیب کی خبریں دیتے اور شرف مکالہ و مقاطب المپاٹے تھے۔"

ایک کتابچہ میں جس کا عنوان ہے: "جماعت ربوبہ اور جماعت لاہور کے عقائد" صدر الدین صاحب لاہوری نے ربوبہ کی قادریانی جماعت والوں کو مقاطب کر کے ان کی اس غلط فہمی اور غلط اندازی پر منتبہ کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتا چھوڑ دیں۔ بلکہ انہیں مجد و زمان اور سُچ موعود مانیں.....!

لاہوری جماعت کے اس ملک کے وجہ و فریب، کندھ و جہالت پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔ سر دست بر سنبھل تزل (بغوان۔ لوفرنسنا) ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر لاہوری جماعت والے اپنے اس قول پر صادق ہیں تو انہیں ربوبہ کی قادریانی جماعت کے "کفر" کا سب سے پہلے اعلان کرنا چاہئے۔ کیونکہ مذکورہ بالا کتابچہ میں یہ عبارت بھی لگاہ سے گزری: "نبوت کی وحی جاری ہونے سے اسلام کا تختہ الثالث جاتا ہے۔ غرض انہوں (مرزا غلام احمد) نے نہایت شدوم سے یہ بیان کیا ہے کہ نبوت کا جاری ہونا اسلام کا خاتمه ہے۔"

اس کتابچہ میں اس کا ضرور اعلان کیا گیا ہے کہ "اہل ربوبہ اور جماعت لاہور" کے درمیان جو اختلاف ہے۔ وہ فروغی نہیں بلکہ اصولی ہے۔ مگر اس کتابچہ میں اس کا اعلان نہیں کیا گیا کہ غیر نبی کو، چاہے کہ وہ مجددی کیوں نہ ہو، جو کوئی فرد اور گروہ "نبی" مانتا ہے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور دائرۃ اسلام اور امت محمدیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کتابچہ میں تو قادریانوں کی جماعت ربوبہ کو امت محمدیہ میں شامل سمجھ کر "صلحت" کی دعوت دی گئی ہے اور یہ "صلحت" ظاہر ہے کسی ایسے عقیدہ سے متعلق نہیں جس پر کفر و ایمان کا دار و مدار ہے۔

۱۔ حالانکہ "ثتم نبوت" کا مسئلہ کفر و ایمان کا بنیادی مسئلہ ہے۔ یہ وہ جائز و ناجائز اور حرام و حلال نہیں ہے جو شخصی مذاہب کے اختلاف میں پایا جاتا ہے۔

پھر یہ انداز کس قدر ہمدردانہ ہے۔ جوان دنوں جماعتوں (لاہوری پارٹی اور ربوہ جماعت) کے درمیان تعلق خاطر، عقاں کی یک رنگی اور نرم ہی اختر کا پتہ دیتا ہے وہ یہ کہ ہماری دنوں جماعتوں، قرآن کریم و حدیث شریف کی نصوص کو مشعل راہ یقین کریں۔

(احمیڈ بلٹنگس لائلور کا کتاب پچس ۲)

صحیح اعداد و شمار تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ مگر ایک سرسری اندازے کے مطابق ہمارے خیال میں قادیانیوں کی تعداد ساری دنیا میں چار لاکھ سے زائد نہ ہوگی۔ مسلمان جو شتم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد اللہ کے فضل و کرم سے سائٹھ کروڑ ہے۔ یہ سب کے سب مسلمان مرزا قادیانی کو تجی کاذب اور مرد سمجھتے ہیں۔ پھر جو اقوال مرزاۓ قادیانی کی کتابوں میں ملئے ہیں۔ ان میں کسی درجہ تناقض، بے ربطی اور بعید از قیاس تاویلیں اور فریب کارانہ تو جیہیں پائی جاتی ہیں۔ لاہوری جماعت کا اگر وا نقی یہ عقیدہ ہے کہ "مرزاۓ قادیانی کے دعوائے اکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا تو پھر امت میں اختلاف برپا کرنے اور کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو اذیت پہنچانے کے لئے وہ غلام احمد قادیانی کی "مدد و ہمت" اور "امامت" کی طرف دعوت کیوں دیتے ہیں۔ ایسی مشتبہ اور مبغوض شخصیت جسے پوری امت مسلم انتہائی تا پسند کرتی ہو۔ کیا اس قابل ہے کہ اس کی ذات اور مشن کی طرف لوگوں کو بلا بیا جائے اور قرآن کریم کی تفسیروں تک میں اس کا ذکر کیا جائے۔ غلام احمد قادیانی کی کتابوں میں آخر دہ کون سی ایسی دینی بصیرت اور اخلاقی حکمت پائی جاتی ہے جس کی امت مسلم محتاج ہے اور اس کی شخصیت کی طرف رجوع کئے بغیر دین و اخلاق ادھورے رہتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو "مدد و ہمت" زیب دیتی ہے کہ آپ نے شاہان بنو امیہ کی بدعتوں اور زیادتیوں کو مٹا کر چھوڑا اور اسلامی دنیا بھوس کرنے لگی کہ جیسے خلافت راشدہ کا دور سعید لوٹ آیا ہے۔ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ جو "مدد والف ہلیٰ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی استقامت، عزیمت، صداقت اور حق گوئی نے خاص طور پر کے دور میں بعض دینی معتقدات و اعمال کی تجدید کی اور غیر دینی رسولوں کو مٹایا۔ یہاں تک کہ شہنشاہ جہانگیر کو اس فقیر بے نوام اور قلعہ گوالیار کے قیدی کے سامنے جھکنا پڑا۔ اخباروں میں صدی عیسوی کے آغاز میں حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے مشرکانہ رسوم و بد عادات کے خلاف زبان و قلم سے جہاد کر کے تجدید و احیاء ملت کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف تجدید و احیاء دین کی نسبت کی جاتی ہے اور کی جانی چاہئے۔ مگر ان میں سے کسی بزرگ کا یہ درجہ اور مرتبہ نہیں ہے کہ ان

کی "مجد دیت" سے انکار کو کفر سمجھا جائے اور نہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ ان نفوس قدسیہ کی طرف دعوت رہنے ہی کو ایمان و اسلام کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتا ہے۔ ایک طرف اسلامی تاریخ کی یہ عظیم شخصیتیں ہیں۔ دوسری طرف مرزا قادیانی ہے جس کا کوئی تجدیدی کارنامہ مظہر عالم پر نہیں آیا۔ مساواۓ اس کے کراس نے پہلے مجدد، پھر موعودؑ کو اور اس کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور امامت محمدیہ میں اتنا بڑا فرق و اختلاف پیدا کر دیا اور اس کے بعد اپنی ایک مستقل امت قائم کر دی۔ جواب پر علاوہ مسلمانوں (غیر قادریانیوں) کو کافر اور گمراہ سمجھتی ہے۔

لاہوری جماعت کا مرزا غلام احمد کی "مجد دیت" "امامت" اور موعود مسیحیت کی طرف مسلمانوں کو بلانا اس شخص کے نام کے ساتھ "حضور" لکھنا اس کی حق شناسی اور صداقت و تقویٰ کے تصدیق ہے پڑھتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بنیادی مقصد کے اعتبار سے یہ دونوں جماعتوں ایک جیسی ہیں۔ یعنی ایک ہی شخصیت اور ذات دونوں جماعتوں کی عقیدت و محبت کا مرکز ہے اور اسی شخصیت (یعنی مرزا) کو آیہ حق مان کر اسی محور کے ارد گردان کی جدوجہد اور تبلیغ و تعلیم کی تمام تر کوششیں جاری رہتی ہیں۔

اس صورت میں اکابر علماء امت کے نزدیک لاہوری جماعت اور جماعت ربہ کے مسلک کفر و ضلالت میں کوئی فرق نہیں۔ مولانا عبدالمajid دریابادیؒ مدیر مصدق جدید نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں ایک خط بیجھا تھا۔ جس میں یہ لکھا تھا:

"ایک "تراشه پیغام صلح" کا مخفوف ہے۔ یہ لاہور کی قادریانی جماعت کا پرچہ ہے یہ لوگ ٹھیکھ قاریانیوں کے مقابلے میں بہت غیبت ہیں۔"

مولانا دریابادیؒ کے اس استفسار کے جواب میں حضرت مولانا تھانویؒ نے تحریر فرمایا:

"میں اس میں موافقت کرنے سے اس لئے محفوظ ہوں کہ ان کے ضرر کو معتقد ہیں نبوت مرزا کے ضرر سے اشد سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ لوگ جب نبی کہتے ہیں، سب کو نفرت ہو جاتی ہے اور محفوظ رہتے ہیں اور یہ لوگ جب نبوت کی نسبی اور ولایت کا اثبات کرتے ہیں تو نفرت نہیں اور اشتیاق ہوتا ہے اس کی کتابیں دیکھنے کا..... اور پھر دیکھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔"

توحید کے بعد نعمت نبوت کا عقیدہ ان ایمانی مسلمات میں شامل ہے۔ جس کا انکار کرنے سے ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے اور اس کی صرف تھا بھی ایک "وجہ کفر" اسے کافر بنا دیتی ہے۔ چاہے اس میں اور ننانوے وجہ اسلام پائی جاتی ہوں۔ وہ ممکن جس میں "کفر یہ عقیدہ" کے بعد بھی کسی کو کافر دائرہ اسلام سے خارج نہیں دیا جا سکتا ہے وہ مسلمان جو نماز کو دین کارکن سمجھتا ہے اور

اس کی فرضیت کا قائل ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ ”یقین“ کا درجہ کامل ہو جانے کے بعد ”نماز“ ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدہ اگرچہ کفریہ ہے مگر اس عقیدہ رکھنے والے کو جو دوسرے ”وجہ اسلام رکھتا ہے“ گمراہ سمجھا جائے گا۔ مگر کافر دین اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جائے گا۔ یہی حال بعض مسلمان فلسفیوں کے کفریہ اقوال اور آراء کا ہے۔ بعض ایسے گمراہ کن عقائد بھی ہیں جن کے ”کفر“ ہونے میں اختلاف ہے۔ مثلاً فارابی اور بولی سینا کی حکیمی بعض شدید مذاالت آئیز عقائد اقوال کے سبب کی گئی ہے۔ مگر مجموعی طور پر تمام مسلمان فرقے ان فلسفیوں کو ”کافر“ اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔ مرزاز افلام احمد قادریانی کی حیثیت نہ طلاق جن میں منصور کی ہے اور نہ فارابی اور بولی سینا جیسی ہے۔ اس شخص (مرزا قادریانی) کا اور اس کے ماننے والوں کا ردہ اور اور کفر کھلا ہوا ہے۔ جس کے ہمارے میں مختلف الراء نہیں ہے۔ مرزا اور اس کی امت و معتقدین کے کفر پر سب متفق ہیں۔

قادیانی کی لاہوری جماعت کے لشکر میں بعض صوفیوں کے اقوال جو مثال میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ دین میں صوفیاء کے اقوال اور احوال کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ ہر کسی کے قول و عمل کے جانچنے اور پر کھنے کی کسوٹی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت ہے۔ اس کسوٹی پر جس کسی کا بھی قول پورا نہیں اترے گا، اسے رد کر دیا جائے گا۔ جہاں تک بعض لوگوں کے اقوال اور کلمات اور افکار و تصورات کا تعلق ہے۔ ہر قسم کی گمراہی اور کفر کتابوں میں ملتا ہے۔ مثلاً شیطان موحد عظم تھا..... فرعون کے ایمان کی تصدیق یہودیوں کی گاؤں سالہ پرستی کی تاویل بلکہ تحسین..... ہندوؤں کے عقیدہ تناخ ارواح کا اثبات امر و پرستی کو معرفت الہی کا ذریعہ قرار دینا..... اللہ تعالیٰ کے حلول و اتحاد کا عقیدہ..... اس قسم کے فلسفیات، نہیات اور ہنفیات کو دین کے کسی بنیادی عقیدہ کے جواز و عدم جواز کے لئے مثال دجھت کے طور پر پیش کرنا۔ دین دو انش سے جھالت و بے خبری کی دلیل ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے خدا ہونے کا اعلان کر دے تو اس کے اس ”کفر تمام“ کے جواز یا تاویل کے لئے بھیلی کتابوں سے ”شعر و تصوف“ کا ایک آدھ ایسا قول مل سکتا ہے، جس کو بنیاد بحث بنا کر گفتگو کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو انسان کی طرح مجسم مانا یا کفریہ عقیدہ ہے۔ علامہ اقبال، اللہ کے ”تجسم“ کے قائل نہ تھے۔ اس بارے میں ان کا عقیدہ اشاعرہ کے ملک کے مطابق تھا۔ یہ واقعہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے منزہ ہے۔ مگر کوئی شخص علامہ اقبال کے اس شعر کو:

فارغ تو نہ بیٹھے کا محشر میں جنوں میرا
یا میرا گریباں چاک، یا دامن یزداں چاک
اللہ تعالیٰ کے "جسم" پر دلیل لائے کہ علامہ اقبال اس کے بھی قاتل تھے کہ اللہ تعالیٰ کا
نہ صرف یہ کہ جسم ہے بلکہ وہ اپنے جسم پر لباس بھی پہننے ہوئے ہے۔ جبھی تو انہوں نے "یاداں
یزداں چاک" کہا ہے۔ تو ایسے گمراہ اور بے وقوف شخص کو سمجھا جائے گا کہ اقبال، اللہ کے "جسم"
کے ہرگز قاتل نہ تھے۔ یہ تو ایک شاعر انہی رایہ بیان اور "ناز طفلا نہ" جیسی بات ہے۔ وہ شخص اس
توجیہ کو بھی قبول نہ کرے گا تو ہم کہا جائے گا جو تم نے سمجھا ہے اگر اقبال کا بھی واقعی یہ مطلب تھا تو
اس شعر کو اور اس کے مرکزی خیال کو ہم سرے سے غلط سمجھتے ہیں اور ہمارے لئے دین میں جنت
کتاب و سنت ہیں، کلام اقبال نہیں ہے۔

کسی صوفی کے یہاں "فاتح الرسول" یا ولادت کے لئے علی نبوت کی اصطلاح ملتی
ہے تو رسول کی ذات میں فتا ہونے سے اس کا مقصد "رسول جیسا" ظلی یا بروزی نبی ہونا ہرگز نہیں
ہے بلکہ فتاحی الرسول کا مقصد ہے۔ اپنی تمام مرضیات اور خواہشات کو رسول اللہ ﷺ کے احکام
و مرضیات کے تابع بنا دینا اور اپنی شخصیت کو اطاعت رسول میں گویا کرنا اور گم کر دینا ہے اور علی
نبوت سے مراد سیرت نبوت کا فیضان اور اس کا اتباع ہے۔ یعنی صاحب ولادت کی اصل شان یہ
ہے کہ اس کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی مقدیس سیرت کا زیادہ عکس نظر آئے۔ یعنی اس کی پوری
زندگی اتباع رسول کا بہترین نمونہ ہو۔

"فاتح اللہ اور فتاحی الرسول" کی اصطلاح میں نہ تو کتاب و سنت میں بیان ہوئی ہیں اور
نہ فقہاء اور حدیثین کے یہاں ملتی ہیں۔ ان اصطلاحوں کی دین و شریعت میں کوئی اصل اور زدن
نہیں ہے۔ "فاتح الرسول" کتاب و سنت کی رو سے کوئی منصب اور عہدہ نہیں ہے۔ جس پر فائز
ہونے کا کوئی دعویٰ کرے جس طرح اردو زبان میں محاورے کے طور پر کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے
قوم کی خدمت کے لئے اپنے کو فتح کر دیا۔ اسی طرح یوں بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص اللہ اور رسول
کے لئے فتح ہو گیا۔ میرزا قادیانی نے "فاتح الرسول" کی آڑ لے کر جو دعوے کئے ہیں اور قرآن
کریم کی آیات کو سخ کیا ہے وہ علم و دانش اور عقل و بصیرت کی تربیت ہے۔ کوئی شخص جو نبوت کے
مفہوم کو جانتا ہو۔ قرآن میں تھوڑا اہبہت درک رکھتا ہو اور اس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت
اور عظمت ہو۔ اس قسم کی خرافات اور بذریعات نہیں بک سکتا:

”حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میر سکال پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسُل و نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہادفعہ۔“

(ایک غلطی کا ازالہ اس اخراج آنچ ۲۰۶ ص ۱۸)

لاہوری جماعت کے ارباب فکر سے ہم پوچھتے ہیں کہ مجدد یا امام وقت بر الہام ہوتا ہے یا ”وحی“ آتی ہے۔ وحی جب نبوت کے نام پر ہوگی تو ”مہبٹ وحی“ نبی ہی ہو گا اور وہ شخص خود یہ بھی کہہ رہا ہے کہ وہ نہیں سینکڑوں بارا سے رسول مرسُل اور نبی بھی خدا کی جانب سے کہا گیا ہے۔ اس کو حقیقت ولایت (حالانکہ یہ اصطلاح بھی مرزا کے دعوؤں کے پیش نظر بڑے بھکڑے اور دھوکے کی اصطلاح ہے) بھی نہیں کہہ سکتے۔ یہ توصاف واضح طور پر نبوت کا اعلان اور دعویٰ ہے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کہتا ہے:

چنانچہ وہ مکالمات الہمیہ جو برائیں احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے یہ وحی اللہ ہے ”هو الذی ارسَلَ رَسُولَه بالہدیٰ وَدِینِ الْحَقِّ لِيَظْهُرَهُ عَلَى الدِّينِ كَلَه“ (ص ۳۹۸ برائیں احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کے پکارا گیا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ اس اخراج آنچ ۲۰۶ ص ۱۸)

یہ آیت جب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو حضور اور تمام صحابے نے اس کا بھی مفہوم سمجھا کہ ”ارسل رسول“ سے ذاتِ محمد این عبد اللہ مراد ہے اور چودہ سو سال کی اس پوری مدت میں ساری امت اس کا بھی مفہوم سمجھتی رہی ہے۔ مگر مرزا نے قادیانی کہتا ہے کہ اس آیت میں اس عاجز کو رسول کہہ کر پکارا گیا ہے۔ کیا کوئی شخص جو اپنے دل میں اللہ کا خوف اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت و محبت رکھتا ہے اور قیامت کے محاسبہ پر ان کا ایمان ہے۔ قرآن میں اتنی کھلی ہوئی معنوی تحریف کا ارتکاب کر سکتا ہے؟

لاہوری جماعت نے مرزا غلام احمد کا رسالہ ”ایک غلطی کا ازالہ“ جو شائع کیا ہے۔ اس میں مرزا لکھتا ہے: ”نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی۔ یہ جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت ایک جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال

۱۔ رسالہ میں یوں ہی چھپا ہے مگر یہ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ صحیح لفظ سیرت ہونا چاہئے۔

کے لئے اسی لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخِ محمد ہی کو ملی۔ گورہ و ز طور پر مگر نہ کسی اور کو۔” (ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، بخارائی ج ۱۸ ص ۷۷۰، ۷۰۸)

آخِ راس و عوے کے لئے کتاب و سنت سے کیا کوئی دلیل ملتی ہے کہ ”خدائیک خبینے“ کے لئے ایک کھڑی کی فنا فی الرسول“ کی ہوتی ہے اور جو ”فنا فی الرسول“ ہوتا ہے۔ اس کو ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ ظلی اور بر و زی نبوت کی یہ تشریع و توجیہ مرزا نے قادیانی کے اپنے دماغ کی اختراں ہے۔ جسے کوئی صحیح الحقل انسان ایک منش کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتا۔ پھر اس کا یہ کہنا کہ ”محمد کی نبوت آخِ محمد ہی کو ملی، گورہ و زی طور پر مگر نہ کسی اور کو“ عبداللہ ابن سبأ کے اس حلالت آمیز عقیدہ کی صدائے بازگشت ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آنکھتے ہیں تو محبط اللہ کیوں نہیں آنکھتے! اور یہ جملہ کہ محمد کی نبوت آخِ محمد ہی کو ملی۔ کس قدر خطرناک اور گراہ کن ہے۔ اور سنئے: ”وَجْهُ الْهَمَّيْ مِنْ مِيرَاتِنَامِ مُحَمَّدٍ رَّحْمَانِيَاً وَرَسُولَ بَمْيَ.....“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، بخارائی ج ۱۸ ص ۷۷۰)

مرزا کا نام تو اس کے گھروالوں نے ”غلامِ احمد“ رکھا۔ وَجْهُ الْهَمَّيْ مِنْ اس کا نام ”محمد“ کس طرح رکھا گیا اور ساتھ ہی ”رسول“ بھی۔ پھر رسول نام ہے یا القب؟

”اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ باعث نہایت اتحاد و اورنی غیر یہت اسی کا نام پالیا ہوا اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ اس میں انکھاں ہو گیا ہو۔ تو وہ بغیر ہر توڑنے کے نبی کھلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے، گو ظلی طور پر.....“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، بخارائی ج ۱۸ ص ۷۰۹)

آخِ ریکس مذہب کا ”علمِ الکلام“ اور کس دین کا فالغہ ہے کہ کوئی امتی اپنے نبی میں ایسا گم ہو جاتا ہے کہ کمال و نہایت اتحاد کے سبب ان میں ”غیر یہت“ ہی باقی نہیں رہتی۔ اسلامی ادب اور کتاب و سنت میں تو اس قسم کے تصورات و عقائد اور نکتہ آفرینیاں ہیں نہیں ملتیں۔ ہاں! ہندو جو تاریخ اور ادیتا وغیرہ کے فاسد عقائد رکھتے ہیں۔ وہ اس طرز فکر کی شایدی دادوے سکیں۔

اگر بفرض حال (خاک بدہن مدی گستاخ) مرزا غلام احمد قادیانی بقول اس کے محمد علی

بن گیا تھا اور محمد مصطفیٰ ابن عبداللہ اور غلام احمد قادیانی ایں غلام مرتبے دونوں میں غیر یہت باقی نہیں رہی تھی تو دونوں کی صورت اور سیرت میں بھی اتحاد ہونا چاہیے۔ حالانکہ خاتم النبیین علیہ اصلوۃ والسلام ظاہری حسن و صورت اور فکل و شہائل کے اعتبار سے بھی اپنی جگہ بے مثال تھے اور مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں نے اسے معنوی خوبصورت آدمی بھی نہیں کہا اور اس کا جو فوٹو ہم نے کتابوں میں دیکھا ہے وہ ایک بد صورت آدمی کا عکس ہے۔ جس کی آنکھ ”چندی“ تھی اور چندی

آدمی (امش) خوبصورت نہیں ہوا کرتا۔ رسول اللہ ﷺ اصحاب العرب جن کو اللہ تعالیٰ نے ”جو امعن الکلم“ عطا فرمائے تھے۔ حضور کا ایک ایک جملہ فصاحت و ادب کا شاہگار ہے اور اس ”طلیلِ محی“؟ غلام احمد قادریانی کی اردو بھی درست نہیں ہے۔ خود اس کے زمانے میں ہزاروں لاکھوں اہل قلم اس سے بہت اچھی اردو لکھتے اور بولتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی شعر نہیں کہا اور مرزا قادریانی نے اپنا مستقل دیوان چھوڑا ہے۔ مگر شعر و ادب کی تدریخ میں اس کی شاعری کو اہل نظر نے کوئی مقام نہیں دیا۔ اچھا ”طلیلِ محی“ ہے جو اپنے اصل کے برخلاف شعر کہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حسن و جمال میں بے مثال ہونے کے علاوہ صحت جسمانی کے لحاظ سے بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور کوئی مرض یا کسی قسم کی کمزوری حضور کے جسم و صحت میں نہیں پائی جاتی تھی۔ مگر اس طلیل نبی (خاک بدہن کاذب) کی صحت کی داستان خود اسی کی زبانی سنئے:

☆ ”جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز چلتا ہے۔ مجھے یقین نہیں۔ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔“

(مکتب احمد یہج ۲۲، جدید یاہیش نمبر ۱۵)

☆ ”مجھے دو مرض دامن گیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں سر درد اور دوران سر اور دوران خون کم ہو کر ہاتھ ہی سر درد ہو جانا اور دورے جسم کے پیچے حصہ میں پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔“ (ٹیکم دعوت میں ۶۸ مصنفوں مرزا قادریانی، خزانہ امن ج ۹۹ ص ۳۳۵)

☆ ”میں ایک داکی المیض آدمی ہوں..... یہاڑی ذیابیطس ہے کہ ایک دست سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یادوں کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت سے پیشاب سے جس قدر عوارض وغیرہ ہوتے ہیں، وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔“

(ٹیکم اربعین نمبر ۲، ص ۲، مصنفوں غلام احمد قادریانی، خزانہ امن ج ۷، ص ۳۷۰، ۳۷۱)

☆ ”میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو۔ تو بھی بھول جاتا ہوں۔ یادو ہانی عدمہ طریقہ ہے۔ حافظہ کی یہ اتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔“

(کتبات احمد یہج ۲۲، نمبر ۲۷)

☆ ”رسالہ ربیو قادریانی ص ۱۰ اگست ۱۹۲۶ء سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا قادریانی کو مرض بھی لاحق تھا۔ مراق کا مرض حضرت مرزا قادریانی کو موروثی نہ تھا۔ بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا۔ مرزا کا بیٹا بشیر احمد قادریانی کہتا ہے: ”بیان کیا۔ مجھ سے میری والدہ

صلیپنے کر ایک دفعہ تمہارے دادا کی زندگی میں حضرت لعل (مرزا) کو سل ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ زندگی سے ناامید ہو گئی۔“ (سیرت المهدی حصہ اول ص ۵۵، روایت نمبر ۲۶)

رسول ﷺ کے طل اور بروز اور اتحادِ عینی غیر یہت کامی مرتaza قادیانی جو بیہاں تک دعویٰ کرتا ہے کہ: ”محمد کی نبوت آخ چھوٹی کوٹی۔“ فلک و صورت، کلام و گفتگو اور جسمانی صحت میں حضورگی بالکل ضمود واقع ہوا ہے۔ اصل اور علیل میں اختلاف۔ اس قدر مخالفت اور اختلاف۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ مراتقی ضعف ہاہ، سل اور زیبطن کا مریض، اس انسان کامل کا بروز اور علیل کس طرح ہو سکتا ہے جس کامیبی میں خیر مقدم ”اشرق البد ر علینا“ کے بغیر سے کیا گیا۔ بے فک حضور محسن و مجال کے ”بدر کامل“ اور اخلاق و نیکی کے مہر نیروزتے:

”من و جهک المنیر لقد نور القمر“

مرزا قادیانی اپنے ”ہوقات“ میں احمدی کا اس انداز سے ذکر کرتا ہے جیسے یہ قرآن، زیور، توریت اور انحصار کی طرح کوئی صحیفہ آسمانی ہے کہ اس میں جو کچھ درج ہے وہ الہام رہا ہی اور وحی الہی ہے اور وحی الہی پر ظاہر ہے ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

”ایسا ہی میری مقابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور وہ چونکہ نبی ہیں۔ اس لئے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہو گا جو مجھ پر کیا جاتا ہے۔ یعنی خاتم النبیین کی مہر صحیح ثوث جائے گی۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳۲، خواہائق ص ۱۸)

مرزا کی بے بصیرتی اس کے ان اقوال ہی سے ظاہر ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کے مفسرین اسی خدشہ کا صدیوں پہلے جواب دے پچے ہیں جس کا خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نئے نبی نہیں ہیں۔ ان کا ظہور تو حضور سے پہلے ہو چکا ہے۔ فتن نبوت توڑنے والی چیز نے نی کا ظہور ہے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اس حیثیت سے تشریف لائیں گے کہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔

لے ہاں! مرزا کا پیٹا اور جانشین مرزا محمود احمد اس کی اصطلاحات کے مطابق مرزا کا علیل اور مشیل کہا جاسکتا ہے کہ وہ جسمانی امراض کے معاملے میں بھی باپ کی مثل تھا۔ ”وہ کہتا تھا کہ میری صحت تو بچپن ہی سے خراب ہے۔ اس لحاظ سے تو میری پہلی شادی بھی نہیں ہوئی چاہئے تھی۔ بچپن ہی سے میری صحت خراب تھی اسی وجہ سے حضرت مرزا نے حساب کی تعلیم چھڑا وی تھی۔“ (خطبہ جمعہ محمود مندرجہ افضل قادیانی ۲۳ مارچ ۱۹۲۶ء)

یہ سامنے کی ہات اس شخص کے سمجھ میں نہیں آتی، جس کا دعویٰ ہے کہ: ”مجھے اللہ تعالیٰ غیب سے مطلع فرماتا ہے اور میں بروزی اور ظلی نبی ہوں اور مجھے نبوت جو تی تو وہ دراصل محمد ہی کی نبوت تھی۔“

قرآن کی تحریف اور دعوے

قرآن کریم کی آیات کے ساتھ مرزا قادیانی نے تحریف کا جو توہین آمیز سلوک کیا ہے وہ اس کی مظلالت کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ ہم دل پر جبر کر کے اس کے ہدایات یہاں نقل کر رہے ہیں۔

”چنانچہ وہ مکالمات الہیہ جو برائیں احمد یہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک وقی اللہ ہے: ”هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہره علی الدین کلمہ“ (برائیں احمد یہ میں ۳۹۸) ”اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔“ پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب یہ وقی ہے: ”محمد رسول الله والذین معہ اشداء علی الکفار رهماء بینهم“ ”اسی وقی اللہ میں میراثاً مم محروم کھا گیا ہے۔“

(ایک غلطی کا ازالہ میں، خزانہ حج ۱۸، ص ۲۰۶)

☆ ”قل یا یہا الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً“ ”اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔“ (البشری جلد دوم ص ۵۶، تذکرہ میں ۲۵۲ طبع سوم)

☆ ”وما رسلنک الارحمة للعلمین“ ”اور ہم نے دنیا پر رحمت کے لئے تجھے بھیجا ہے۔“ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۳، خزانہ حج ۱۷، ص ۲۰)

☆ ”وما ينطوق عن الھوی ان هو الا وحی یوھی“ ”اور یہ مرزا اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ تم جو کچھ سنتے ہو یہ خدا کی وقی ہے۔“ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۳، خزانہ حج ۱۷، ص ۲۲۶) قرآن کریم کی یہ آیات جن کا مصدق حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات قدسی صفات ہے اور اس بارے میں دو رائیں شہوئی ہیں اور نہ سوتکتی ہیں۔ مرزا کا اپنی ذات کو ان آیات کا مخاطب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور قرآن کے ساتھ مذاق، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی وقی اللہ کی معنوی تحریف اور کھلا ہوا دل و فریب نہیں تو اور کیا ہے؟۔

حد ہو گئی ”دل و تحریف“ کی کاظم نے ”واتخذو من مقام ابراہیم مصلی“ کی یہ تاویل و تحریف کی کہ: ”(یہ آیت) اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمد یہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے۔ تب آخر زمان میں ایک ابراہیم پیدا ہو گا اور ان سب فرقوں میں وہ نجات

پائے گا جو اس ابراہیم کا پیر و کار ہو گا۔” (ابتعین نمبر ۳۱، خزانہ حج ۷ ص ۳۲۰)

اسکی باتیں وہی کر سکتا ہے جو مراثی اور آسیب زدہ ہوا درت یا تخبطہ الشیطان کا پوری طرح مصدق ہوا درت ہے نہ خدا کا خوف ہوا درت ہے بندوں کی شرم۔

جو شخص اپنی شروع کی تحریروں میں لکھ چکا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا صحیح اور غلام ہوں اور حضور ہی کے واسطے سے مجھے سب کچھ طاہر ہے۔ پھر وہ اسکی کفریات بھی بنکے لگتا ہے:

”اس کے (یعنی نبی کریم کے) لئے صرف چاند گر ہن کا نشان ظاہر ہو اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا گر ہن اب کیا تو انکا رکرے گا۔“ (اعجاز احمدی ص ۱۷، خزانہ حج ۱۹ ص ۱۸۳)

اسی طرح ”آنحضرت ﷺ کے وقت کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی اور صحابہ کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی اور سچ موعود کے وقت میں اس کے روحانی

فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔“ (براءین احمدی حصہ چشم ۵۲، خزانہ حج ۲۱ ص ۲۶)

☆ ”ہمارے نبی ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجتماعی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہاء نہ ہوا۔ بلکہ اس کے کمالات کے سڑان جگہ کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں اس وقت پوری طرح جگلی فرمائی۔“

(خطبہ الہامیہ ص ۷۷، خزانہ حج ۱۶ ص ۲۶۶)

☆ ”اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کا زمانہ میں بدر ہو جائے خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی ٹھنڈی اختیار کر لے جو شمار کی رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو۔ یعنی چودھری صدی پس ان ہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔ خدا کے اس قول میں کہ: ”لقد نصرکم اللہ تَبَّدِّر“ (خطبہ الہامیہ ص ۸۲، خزانہ حج ۱۶ ص ۲۷۵، ۲۷۶)

مرزا نے قادریان کے ان اقوال میں قدر مشترک رسول ﷺ پر اس (مرزا) کی فضیلت کا پہلو ہے۔ ان اقوال سے ہم نے کوئی عکتہ پیدا نہیں کیا بلکہ اس کے بیٹے اور جانشین مرزا غلام احمد نے بھی ان اقوال سے بھی بات بھی ہے۔ وہ اپنی تقریر میں کہتا ہے:

۱۔ ایک چھوٹے سے جملے میں تین، چار بار کے آیا ہے، یہ قادریانی نبی کی انشاء پر اذی جس سے وہی والہام کو نسبت دی جاتی ہے۔

۲۔ قرآن کریم کو اپنی ہوائے نفس اور بزرگی جتنے کے لئے اس طرح مسخرہ بنایا کتنی تکلیف دہ خباثت ہے۔

”آنحضرت ﷺ مسلم ہیں اور سچ مسعود ایک شاگرد خواہ استاد کے علوم کا وارث پورے طور پر ہو جائے یا بعض صورتوں میں بڑھ جائے مگر استاد بہر حال استاد ہی رہتا ہے اور شاگرد، شاگرد ہی۔“

(تقریب محمود احمد خلیفہ قادریان حمدرجہ اخبار الحکم قادریان ۱۹۱۳ء جنول الیہدی نمبر ۲، ۲)

اس کے بعد ایک قادریانی کے دو شعر طاحظہ کیجئے جو مرزا قادریانی کے ان اقوال کا برداز

اور علی ہیں۔

محمد پھر اترائے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھنے قادریان میں

(قاضی ظہور الدین اکمل قادریانی، روز نامہ بدرا قادریان ۱۹۰۶ء اکتوبر ۲۵)

(نزوں اسحی مص ۹۹ خرداد ۱۸۸۳ء، ۲۷۷، ۲۸۸) میں مرزا قادریانی تمام انبیاء علیہم السلام

پر اپنی فضیلت کا اعلان کرتا ہے:

انبیاء گرچہ بودہ انہیے من بحر قاف نہ کترم زکے

آنچہ دادست ہر نبی راجام داداں جام رام را بہ تمام

کم نیم زال ہمہ بروئے یقین ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

ان اشعار سے اکابر قادریان نے کیا مفہوم لیا۔ اس کا اندازہ مرزا بشیر احمد قادریانی کے ان جملوں سے کیا جا سکتا ہے۔

”اس کے (آنحضرت) کے شاگروں میں علاوه بہت سے محدثوں کے ایک نے
نبوت کا بھی درجہ پایا اور نہ صرف یہ کہ نبی ہنا، بلکہ مطاع کے کیالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے
ادلو العزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔“ (حقیقت المیوہ مص ۲۵۷)

اد”پس سچ مسعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں۔ بلکہ خدا کی حتم اس نبوت نے
جهان آقا کے درجہ کو بلند کیا وہاں اس مقام پر کھڑا کر دیا جن تک انبیاء بنی اسرائیل نہ پہنچ سکیں۔“
(کلمۃ الفصل مدندرجہ رسالہ ریویا آف ریلوہ مص ۱۳۳، نمبر ۳۲ ج ۲)

مرزا کے بیٹے کے یہ الفاظ: ”اس نبوت نے جہان آقا کے درجہ کو بلند کیا“ غور طلب ہیں۔ یعنی مرزا کی ظلی نبوت کے سبب رسول اللہ ﷺ کے درجہ کو بلندی میسر آئی۔ لعنة الله على من قال هکذا و هکذا!!

”لہیں اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادریانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر

ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچالیا گیا ہے۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا کیا اور اس امت کے یوسف (مرزا قادریانی) کی برہت کے لئے بھیس برس پہلے ہی خدا نے آپ کو اپنی دے دی اور بھی نشان وکھانے مگر یوسف بن یعقوب اپنی برہت کے لئے انسانی گواہی کا محتاج ہوا۔“ (ہابین الحمدیہ حصہ بیجمص ۶۷، غزالہ حج ۹۹ ص ۹۹)

یہ مطلع خیر تماشہ بھی دیکھئے:

”اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ ”انا انزلناہ قربیامن القادیان“ اس جگہ مجھے یاد آتا ہے کہ جس روز وہ الہام نہ کوہہ بالا جس میں قادریان میں نازل ہونے کا ذکر ہے، ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر آپ از بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے فخرات کو پڑھا ”انا انزلناہ قربیامن القادیان“ تو میں نے سن کر بہت تجب کیا کہ قادریان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ واقعی طور پر قادریان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ اور تم شہروں کا نام قرآن مجید میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادریان۔ یہ کشف قائمی سال ہوئے مجھے وکھا لیا گیا۔“

(از ال اوہام ص ۵۷ تا ۸۷، غزالہ حج ۳ ص ۱۳۰ تا ۱۳۸)

ایک مراتی ہے کہ جو منہ میں آتا ہے، بکتا چلا جاتا ہے۔ ان احقوں اور جاہلوں کو کیا کہنے کہ جوان بذیافت کو الہام دی سمجھے ہوئے ہیں اور اس قسم کے خرافات پڑھ کر بھی مرزا نے قادریان کی عظمت کرتے ہیں اور اس کی ذات سے ان کی عقیدت میں کمی نہیں آتی۔ یہ کفر و مظلالت کا وہ آخری درجہ ہے ذہن و قلب سے حق شناسی اور اچھے بُرے کے جانے پہنچانے کی تیزسرے سے جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں پر مہر لگادی جاتی ہے۔
اس کفر مظلالت کی آخری صفائی یہ ہے کہ

☆ ”انت منی بعذلة ولدی“ ”توجھ سے بخولہ فرزند کے ہے۔“

(حقیقت الوعی ص ۸۶، ۸۷، غزالہ حج ۹۲ ص ۸۹)

☆ ”انت منی وانا منك ظهورك ظهوردى“ ”توجھ سے ہے، میں تجوہ سے ہوں، تیرظاہور میر ظہور ہے۔“

☆ ”يحمدك الله من عرشه ويعشى اليك“ ”خداعوش سے تیری (یعنی مرزا کی) تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔“ (اجام آقہم من ۵۵، غزالہ حج ۹۳ ص ۵۵)

☆ "خدا قادریان میں نازل ہو گا۔" (البشری جلد اول ص ۵۶، تذکرہ ص ۷۳۷)

☆ "میں نے تھے سے ایک خرید فروخت کی، یعنی ایک چیز میری، جس کا تو ماں ک بنا یا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا ماں ک میں بنا یا گیا تو بھی اسی خرید فروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے فروخت کی، تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد تو تو مجھ میں سے اور میں تھے میں سے ہوں۔" (تذکرہ مجموعہ الہامات و مکافات مرزا اس ص ۲۲۰، طبع سوم)

یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مرزا قادریان کے "برابری" کے تعلقات اور معاملات..... استغفار اللہ!

تمام اہل ایمان جانتے ہیں کہ صحیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہوں گے۔ مرزا قادریان نے تج موعود کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے لئے ابن مریم کا ثبوت ضروری تھا۔ سو وہ اس شخص کی خلافات پر وردہ ذہانت نے مہیا کر دیا، کہتا ہے:

"مریم کی طرح عیسیٰ کی رو روح مجھ میں لٹھ کی گئی اور استخارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ شہر ایا گیا اور آخ رکنی مہینہ کے بعد جو دسمہ مہینہ سے زائد نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنا یا کیا، ہیں اس طور سے میں ابن مریم شہر۔" (کشی نوح ص ۲۲، بخراں ج ۱۹ ص ۵۰)

کسی شریف، معقول اور سجادہ دار آدمی کے منہ سے بھلا ایسی بے تحکیم باتیں نکل سکتی ہیں؟ دیوانہ کی بڑیں بھی ایک طرح کی معموقیت ہوتی ہے مگر:

یہ خرافات تو وہ ہیں کہ جونہ دیکھے نہ نے

"ہر ایک پہلو سے خانے مجھے ابر و مند کیا۔ چنانچہ ہزار ہائی شکر کا یہ مقام ہے کہ قریباً چار لاکھ انسان اب تک میرے ہاتھ پر اپنے گھنی بھوپل سے اور کفر سے تو بہ کر چکے ہیں۔"

..... "م (نحوہ حقیقت الحق) ص ۲۲، بخراں ج ۱۹ ص ۵۵۳)

اول تو یہ تعداد انتہائی مبالغہ آمیز اور گمراہ کن ہے کہ چند ہزار کو چند لاکھ تک پہنچا دیا۔ پھر جن مسلمانوں نے مرزا کے ہاتھ پر تو بہ کی ان کو وہ "کافر" کہتا ہے۔ یعنی مرزا نے قادریان کو نبی ماننے سے پہلے وہ مسلمان کفر میں بدلاتھے۔ اس صورت میں لاہوری جماعت کی یہ بات غلط اور بے اصل ہوتی ہے اور خود ان کے صحیح موعود کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اگر مرزا نے قادریان کے زمانہ حیات میں چار لاکھ قادریانی تھے تو آج ان کی تعداد تقریباً پہچاس لاکھ ہوں چاہئے تھی۔ پھر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے غالب تعداد میں "مسلمان" نہیں ہونے چاہئیں۔ سکھ اور ہندو تو شاذ و نادر ہی قادریانی بنے ہیں۔

جماعت لاہور کے اعتقدات یہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود نبی اللہ نہیں ہیں۔ بلکہ مجدد ہیں اور یہ کہ ان کے دعوے کے انکار سے کوئی مسلمان کا فرنہیں ہو جاتا۔“

لاہوری جماعت کے اس دجل و فریب کا پردہ مرزا اس طرح چاک کر چکا ہے:

”کفر و طرح پر ہے ایک کفریہ کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت کو رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مشاہدہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں ایک ہی قیمیں داخل ہیں۔“ (حقیقت الواقع ص ۹، خزانہ انحصار ۱۸۵ ص ۲۲)

اقوال میں تناقض اور بذیانات میں درجہ بدرجہ ترقی
۱۸۹۱ء میں پیغمبر مرزا قادری کا یہ عقیدہ تھا:

☆ ”ان تمام امور میں میراد ہی نہ ہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا نہ ہب ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف اقرار کرتا ہوں اس خانہ خدا (جامع مسجد ولی میں) کہ جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا مکر ہوا سے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۵۵)

☆ ”ظاہر ہے کہ اگر ایک ہی وفہ وی کا نزدیل فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی قدرہ حضرت جبرائیل لادیں اور پھر چپ ہو جاویں، یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔“

(ازالہ اد بام ۷۷، خزانہ انحصار ۳۳ ص ۵۷)

اس صحیح صاف اور سچے عقیدہ کے بعد مرزا اولایت و مجددیت کا دعویٰ کرتا ہے:

”ان پر واضح رہے ہم بھی نبوت کے مدی پر لخت بھیتے ہیں۔“ لالہ اللہ محمد رسول اللہ ” کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہی نبوت نہیں بلکہ وہی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمد اور باقیانع آنجناب ﷺ اولیاء کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں، صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۲۹ ص ۲۲)

یہ ولایت کا دعویٰ کیا اور کیوں؟ یہیں سے دماغ کا فساد اور ذہن و فکر کی خرابی کا آغاز ہوتا ہے۔ ”وَجِي وَلَا يَتَ“ خود بڑے ٹھکرے اور خطرے کی بات ہے۔ اس کے بعد:

”نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا اور اس میں کیا لٹک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبد توبہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔“ (ازالہ اد بام ۲، خزانہ انحصار ۳۲۰) پھر کہنے لگا:

”مجھے سچ اہن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ ہی تاخن کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط ”مشیل سچ“ ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثین بوث سے مشابہ ہے ایسا یعنی میری روحانی حالت اہن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱۸ ص ۲۳۱) حالانکہ کسی فوج میں مرزانے اپنے کو ”اہن مریم“ تھہرایا ہے جس کا حوالہ اور پیدا یا جا چکا ہے۔ ہوائے نفس نے اور آگے بڑھایا اور وہ اس حد تک پہنچ گیا: ”میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ سچ موجود ہوں، جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گویاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو گا۔“ (تحفہ گلزاریہ ص ۱۸، خزانہ اعلان ج ۷ ص ۲۹۵)

سچ موجود کے دعوے کے بعد نبی ہونے کا اعلان کیا ہے۔

”میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں، پہلے بھی کوئی نبی گزرے ہیں جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہوں“ (خبر بدر صورت ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء) اس دعوے میں ”بروزی“ اور ”ظلی“ ہونے کا دام چلا۔ بھی اڑا دیا گیا اور گزشتہ انبیاء کرام کی مانند اپنے ”نبی“ ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔ ۱۸۹۹ء میں مرزاغلام احمد قادریانی کا یہ عقیدہ تھا: ”میرے لئے کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہ) کامداح اور خاک پا ہوں جو جزوی فضیلت خدا نے تعالیٰ نے انہیں دیتی ہے وہ قیامت تک اور شخص نہیں پاسکتا۔ (اعلان مرزاغلام احمد قادریانی مندرجہ اخبار الحکم قدیانی اگست ۱۸۹۵ء) اگر..... آگے جل کر کہا:

صد حسین است در گریبانم

(زدول اعلان ص ۹۹، خزانہ اعلان ج ۱۸ ص ۷۷)

پھر انبیاء کرام سے اپنے کو افضل تھہرایا اور رسول اللہ ﷺ کا پر خود کو فضیلت دی جس کے اقتباسات اور پوچھئے جا پکھے ہیں۔ جو شخص صحابہ کرام کی خاک پا ہونے پر فخر کرتا تھا، پھر یوں کہنے لگا: ”خدا عرش پر تیری تحریف کرتا ہے، ہم تیری تحریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بیجھتے ہیں۔“ (رسالہ و روشنی، ج ۲، نمبر ۲، خزانہ اعلان ج ۷ ص ۳۱)

☆ ”ان الہامات کے کمی مقامات ہیں اور اس خاکسار پر خدا کی طرف سے صلوٰۃ اور سلام (اربعین نمبر ۲۳ ص ۲۱، خزانہ اعلان ج ۷ ص ۳۶۸) ہے۔“

☆ سلام علی ابراہیم ابراہیم پر سلام (یعنی اس عاجز پر) (اربعین نمبر ۳۴ ص ۳۳، خزانہ اعلان ج ۷ ص ۳۲۳) اور مرزاق قادریانی نے فرمایا کہ ”پہلا سچ صرف سچ تھا۔ اس لئے اس کی امت گراہ ہو گئی اور موسوی سلسلہ کا خاتمه ہوا۔ اگر میں مہدی ہوں اور (محمد) ﷺ کا بروز بھی، اس لئے میری امت

کے دو حصے ہوں گے۔ ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے اور یہ تباہ ہو جائیں گے اور دوسرے جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے۔ ”(ارشار مرزا افلام احمد قادریانی مندرجہ اخبار الخلف ۱۹۶۰ء) اور پھر اس نبی کاذب نے اعلان کیا: ”آج سے انسانی جہاد جو تکوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم سے بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تکوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی تاریخی کا فرمائی کرتا ہے۔ سواب میرے ظہور کے بعد تکوار کا کوئی جہاد نہیں۔“

اب چھوڑ دو جہاد کا آئے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتل
و شمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
مکر نبی کا ہے جو رکھتا ہے یہ اعتقاد

(مجموعہ اشہارات ج ۳ ص ۲۹۷، ۲۹۸)

اور جھوٹی نبوت کی اس ”پتہ بازی“ میں ترپ کایا آخری پتہ: ”چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نبی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید یہ ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس دھی کو جو میرے اوپر ہوتی ہے، فلک یعنی کشتی کے نام سے موسم کیا۔ اب دیکھو خدا نے میری دھی میری تعلیم اور میری تربیت اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے معیار نجات نہ ہبھایا جس کے آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔“

(حاشیہ اربعین ۲، بخراں ج ۷ ص ۲۳۵)

۱..... جو شخص مانے اور بیعت کرنے والوں کو میری امت کہہ کر خطاب کرے۔
۲..... اس کی جانب سے اس بات کا اعلان کیا جائے کہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نبی بھی
۳..... اور جس کے حکم سے فریضہ ”جہاد“ منسوخ کیا جائے۔ ۴..... اور جس کا یہ دعویٰ ہو کہ ”صحیح
موعود“ کو نہ مانتا کفر ہے۔ ۵..... جوانبیاء کرام سے اپنے کو افضل سمجھتا ہوں۔ ۶..... یہاں تک کہ
رسول ﷺ پر بھی کسی نہ کسی جہت سے اپنی فضیلت ثابت کرتا ہو۔ اور قرآن کی متعدد آیات
کا اپنی ذات کو مخاطب اور مصدق جاتا ہو۔ اس کے بارے میں لاہوری جماعت کا مسلمانوں کو
اس طرح دھوکہ دینا کہ مرزا نے مجدد، امام اور صرف سچ موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ نبوت کا دعویٰ
نہیں کیا۔ کتنی جھوٹ اور غلط بات ہے۔ کشتی نوح میں مرزا نے قادیانی کی ابہام و تشبیہ کے بغیر کمل
کر کہتا ہے کہ:

”ہلاک ہو گئے وہ جنہوں نے ایک بُرگزیدہ رسول کو قبول نہیں کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانتا۔ میں خدا کی راہ ہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے نوروں سے میں آخری نور ہوں بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔“

(کشی فوج ص ۵۶، خزانہ حج ۱۹ ص ۶۱)

وہ جو کسی نے کہا ہے کہ ”دروغ گور احافظ نباشد“ تو مرزا کے دروغ گو اور جھوٹے ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کے کلام میں حد درجہ تناقض پایا جاتا ہے۔ کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ۔ اس کے اقوال اور احوال گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ اس کے یہاں ایسے اقوال بھی ملتے ہیں جن میں دعویٰ کا انکار ہے مگر بعض دوسرے اقوال میں اس کے نبی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ وہ خود کہتا ہے:

”جموٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔“ (خیبرہ برائین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۱، خزانہ حج ۲۱ ص ۲۷۵) تو اپنے نئی قول کی رو سے کلام میں تناقض ہونے کے سبب مرزا جھوٹا قرار پاتا ہے۔ یہی وہ جادو ہے جو سرچڑھ کر بولا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں جھوٹوں اور لپاڑیوں کے کذب و افتراء کا پروہ چاک کر دیتا ہے۔

انگریزی حکومت کی نیازمندی

مرزا افلام احمد قادریانی کی سیرت و کردار کی یہی جھلک اسے بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی وقارداری اور نیازمندی پر اس نے فخر کیا ہے:

مرزا نے لکھا ہے کہ: ”میں نے کوئی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں لکھا جس میں گورنمنٹ کی وقارداری اور اطاعت کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ نہیں کیا اور اس لئے میری فیصلت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی باوشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔“ (ضرورت الامام ص ۲۲، خزانہ حج ۱۳ ص ۲۹۳) جو شخص اپنے کونبوٹ کا غسل اور بزور کہتا ہے وہ قرآن کے اولی الامر سے یہ مفہوم اخذ کرتا ہے کہ انگریزی حکومت اس حکم میں داخل ہے اور اس کا غرض حکومت کی اطاعت منصوص ہے۔

”یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور بخاراب اور ہندوستان اور دیگر مترقب مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے جو دون رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے

خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔ گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام کی طرف سے اسی کا رروائیوں کا ہوتا ضروری ہے جس سے مسلمانوں کے دلوں میں منتوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے درحقیقت چشمہ فیض ہے۔” (قادیانی رسالہ ری بو آف بلپور ۱۹۰۲ء جلد اونہربر ۲)

جس شخص نے انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر ”فریضہ جہاد“ کو بیہودہ رسم کہا ہوا در حکومت انگریزی کو اسلام کے لئے چشمہ فیض سمجھا ہو۔ کیا وہ ولی، مجدد اور امام ہو سکتا ہے؟۔ اسلام کے مسلمہ فریضہ اور مخصوص رکن کو جس شخص نے منسوخ کر دیا۔ اس نے دین کی تجدید پر کی ہے یادِ دین کی بُنیادوں کو ڈھایا ہے؟۔ انگریزوں مسلمانوں کے جوشِ جہاد سے ڈرتا تھا اور سر عرب تھا۔ مرزا نے قادیانی نے انگریز کی دل دھی اور خوشنودی کے لئے دین کے اس عظیم رکن کی تفتیخ کا اعلان کر دیا۔ اس گرد اٹ، دن اب اٹ، بے شریٰ اور اقتدار پرستی پر دعویٰ یہ کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے شرف کلام سے نوازتا ہے۔ کیا مہبہ وحی کا ایسا کردار ہو سکتا ہے؟ اور سننے!

”اطلاع: بر اہین احمدیہ کے ص ۲۲۱ میں ایک پیش گوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ“ و ما كان الله ليعذبهم و انت فيهم اينما تولوا فتم وجه الله ” یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکالیف پہنچائے۔ حالانکہ تو اس کی عملدراری میں رہتا ہو جدھر تیرامنہ، خدا کا اسی طرف منہ ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پر امن سلطنت اور علی حمایت میں دل خوش ہے اور اس کے لئے میں دعائیں مشغول ہوں کیونکہ میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام، نہ ایران میں، نہ کابل میں! انگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لہذا وہ اس الہام میں ارشاد فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات سب تیرے سب سے ہیں۔ کیونکہ جدھر تیرامنہ ادھر خدا کامنہ۔ اب گورنمنٹ شہادت دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانہ میں کیا کیا فتوحات نصیب ہوئیں۔ یہ الہام سترہ برس کا ہے۔ کیا یہ انسان کافی ہو سکتا ہے۔ غرض گورنمنٹ کے بخوبی حزیر سلطنت کے ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۶۷، ۳۶۸)

۱۔ قرآن کریم کی ان آیات کا ترجمہ مرزا نے جن الفاظ میں کیا ہے اسی سے اس کی عربی و اپنی اردو انشاء پردازی اور ساختہ ہی نصیف نص کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

حکومت اگر بزری میںی خالم اور اسلام دشمن حکومت کے اقبال و شوکت اور فتوحات کو جو شخص اپنی دعا کا اثر نہ تاتا ہوا رکھتا ہو کہ ”میں گورنمنٹ کے لئے بھولہ جز رسلخت ہوں۔“ کیا ایسا شخص دین، طلت اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو سکتا ہے؟ اور حکومت کا اس درجہ خوشنامی اور کارسر لیں، جس نے شاعروں کو بھی پادشاہوں کی بھٹی اور قصیدہ خوانی میں منزلوں پیچے چھوڑ دیا ہو۔ حکومت کا سُحق ہے یا منقبت کا؟ اس نبی کا ذب کا ایک اور میب و غریب کارنا�ہ ملاحظہ کیجئے۔

عدالتی اقرار نامہ

”عدالتی اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادری بمقدمہ فوجداری اجلاس مشربجے، ایم ڈوی کی صاحب بہادر، ڈپلائی کمشنر و سرکٹ محکمہ بیٹھ ضلع گور واسپور، مرجونی ۱۸۹۹ انکیلہ ۱۸۹۹ء فروری ۱۸۹۹ء، نمبر بستہ قادریان نمبر مقدمہ ۳/۱..... میں مرزا غلام احمد قادری بحضور خداوند تعالیٰ با قرار صاحب اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱..... میں اسی پیش گوئی شائع کرنے سے پر بیز کروں گا۔ جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جائیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچ گی یا مسورد عتاب الہی ہو گا۔

۲..... میں خدا کے پاس ایک اکیل (فرباد یاد رخواست) کرنے سے بھی اعتکاب (ناطق سرگرد بیان کا سے کیا کہئے) کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (خواہ مسلمان ہو، خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ عتاب الہی ہے، یہ ظاہر کر کے نہیں مباحثت میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳..... میں کسی چیز کو الہام بتا کر شائع کرنے سے بختب رہوں گا۔ جس کا یہ نشان ہو، یا جو ایسا نشان رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت اٹھانے کا اور یا مسورو عتاب الہی ہو گا۔

۴..... جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے۔ میں تمام اشخاص کو جن پر کچھ بیرون اثر یا اختیار ہے، تو غیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اس طریقہ پر عمل کریں جس طریقہ پر کار بند ہونے کا میں نے دفعہ اتنا ۳ میں اقرار کیا ہے۔

گواہ شد

الجد

مرزا غلام احمد بقلم خود
خواجہ کمال الدین، بی اے، ایل ایل بی
و تخطیجے ایم ڈوی کمشنر و سرکٹ ۲۲ فروری ۱۸۹۹ء

سچ موعود اور نبی اپنے "الہام" کے شائع نہ کرنے کا "اقرار نامہ" اگر یہ مجرمہ کے حضور پیش کر رہا ہے۔ آخر یہ کیا تباہ، سو ایک اور ملحوظہ ہے؟

"پہلے میرا عقیدہ یہ تھا کہ میں حضرت صیلی علیہ السلام کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ رسول تھے۔ مگر بعد ازاں مجھ پر وحی کی بارش ہوئی۔ مجھے اپنا ساتھ عقیدہ ترک کرنا پڑا۔ اب اللہ مجھے رسول کہہ کر پکارتا ہے اور مجھے اس نے واضح طور پر انہار رسول مقرر کیا ہے۔"

(حقیقت الحق ج ۲۲ ص ۱۵۲، ۱۵۰، ۱۳۹، خزانہ اسناد ۱۴۷ ص ۱۵۲ ملحفہ)

کیا انہیاء اور رسول عقیدہ بھی بدل لیا کرتے ہیں؟ جھوٹ اور جل و فریب کی بجلادکوئی حد و انتہا ہے؟ اور جہاں تک شخص کا تعلق ہے، وہ فقیہ احکام میں واقع ہوا ہے، عقائد میں نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سعیج دمشق کے بیانارہ سفید کے پاس نازل ہوں گے۔ اس حدیث کے مفہوم کی شرح تفسیر مرزا نے قادریان کی زبانی بننے:

"اب یہ بھی جانتا چاہئے کہ "دمشق" کا لفظ جو "مسلم" کی حدیث میں وارد ہے۔ یعنی سچ بخاری میں جو لکھا ہے کہ حضرت سعیج دمشق کے بیانارہ سفید کے پاس اتریں گے۔ یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے۔ واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعمیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبه کا نام رکھا گیا ہے، جس میں ایسے لوگ رہتے ہوں جو زیادہ اطمعن اور زیادہ پلید کے عادات اور خیالات کے بیرو ہوں۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرمادیا کہ یہ قصبه قادریان یوجہ اس کے کہ اکثر زیادہ اطمعن لوگ اس میں سکونت رکھتے ہوں۔ دمشق سے ایک مناسبت اور مشاہدہ رکھتا ہے۔"

(حاشیہ ازالہ ادہام ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، خزانہ اسناد ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، حاشیہ ملحفہ)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

جاائزہ

مرزا غلام احمد قادریانی علی کے اقوال اور تحریروں سے اس کی جو شخصیت سامنے آتی ہے وہ ایک ایسے پست و عامی شخص کی شخصیت ہے جو مرافق، ضعف باہ، سل، ذیابیض اور سوء حفظ کا مریض رہا ہے۔ پھر یہ شخص شروع شروع میں ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۹ء تک مناظر اسلام اور مبلغ اسلام بن کر منظر عام پر آتا ہے۔ پھر بھی وحی ولادت، مجدد وقت اور ما صور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ساتھ ہی سعیج علیہ السلام سے اپنی مہا ثمت کا اظہار بھی تقریباً دو تین سال (۱۸۸۸ء تا ۱۸۹۰ء) یہی

سلسلہ چلتا ہے۔ پھر ۱۸۹۱ء میں وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا اعلان کر کے خود اپنے مسیح موعود ہونے کا مدعا بنتا ہے اور اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں اپنے نبی اور رسول ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اس اعلان کے بعد قادیانی میں ”جدید نبوت“ کا باقاعدہ انسٹی ٹیشن اور محدثہ قائم ہو جاتا ہے۔ وہ خود ”علیہ السلام“ ہے اور اس کے ساتھی صحابہ اور ”رضی اللہ عنہم“ ہیں۔ اس کی بیوی ”ام المؤمنین“ ہے۔ اس کے اقوال میں تضاد اور تناقض کا یہ عالم ہے کہ:

”کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا اور سیدنا مولانا محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعا نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر بناتا ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہواں کو بے دین اور دائرہ اسلام سے باہر سمجھتا ہوں۔“ (مجموعہ اشتہارات حج ص ۲۵۵) مگر وہ پھر ”یروز“ اور ”طل“ کی اصطلاحات کو میں ڈال کر اپنی ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس میں امر بھی ہے اور نبی بھی۔ یہاں تک کہ ایک مستقل نبی اور رسول کی حیثیت سے فریضہ جہاد کی تفہیخ کا اعلان کر دیتا ہے اور اس طرح اپنے قول کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ میں فتنی الرسول ہوں اور مجھے جو کمالات ملے ہیں وہ محمد رسول ﷺ کے فیض اور واسطہ سے ملے ہیں۔ مگر اس کے بعد وہ اپنے کو تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ حضور خاتم النبیین ﷺ سے بھی افضل قرار لیو رہتا ہے۔

کبھی کہتا ہے کہ میں ابراہیم اور موسیٰ ہوں۔ کہیں دعویٰ کرتا ہے کہ میں عی محمد اور احمد ہوں اور اس کی فساد زدہ طبیعت نے جو جبر جبری لی تو یہ بھی کہہ دیا کہ ہندوؤں کا اوپر کرشن بھی میں ہی ہوں۔

مرزا قادیانی کہیں یہ کہتا ہے کہ مجھے تھج این مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تاخن کا قائل ہوں۔ مگر اس کی تزوید اس کی اپنی تحریر میں، ان الفاظ میں ملتی ہے:

”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں تھج کی گئی اور استوارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ نہ ہوا دیا گیا اور آخر کمی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زائد نہیں، مجھے بذریعہ الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنادیا گیا۔ پس اسی طور سے میں این مریم نہ ہرا۔“ (کشی ذوق حص ۲۷، خزانہ حج ۱۹۰۱ص ۵۰)

۱۔ مرزا نے قادیانی کی تحریروں کے اقتباسات اور دینے جا چکے ہیں۔ ان کا اعادہ طوالت کا باعث ہو گا۔

اس حکایت کی بھلا کوئی حد انتہا ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیتیں جن کے مخاطب اور مصدق نبی کریم ﷺ کی مقدس ذات ہے، انہیں اپنے اوپر پوشیدگی کرتا ہے:

☆ "میں وحی کے بغیر نہیں کہتا۔" (اربعین نمبر ۳۷، خزانہ حج ۱۶۸)

☆ "اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ اللعینیں بنا کر بھیجا ہے۔"

(اربعین نمبر ۲۳، خزانہ حج ۱۶۹)

☆ "اللہ تعالیٰ نے مجھے کو اثر عطا کیا ہے۔" (اتحاد آلم ۵۸، خزانہ حج ۱۶۸)

یہ کفر و حکایت اس حد تک پہنچی کہ اس نبی کا ذب نے الہیت کا دعویٰ کر دیا:
 "میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں ہی خدا ہوں اور میں نے ہی یہ زمین آسمان پیدا کئے ہیں۔" (آئینہ کمالات ص ۵۶۲، ۵۶۵، ۵۶۷)

مرزا غلام احمد قادریانی نے کبھی یہ کہا کہ قرآن میں قادریان کا ذکر آیا ہے۔ کہیں شہر دمشق کی قادریان سے مشاہدہ دیتا کہ مرزا کے دعویٰ صحیح منوعوں کے لئے ثبوت میرا سکے۔ وہ جو نبوت بلکہ الہیت تک کا دعویٰ کر دالتا ہے۔ اگر بیزی حکومت کی نیازمندی اور وقار اور اپنے فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حکومت اگر بیزی کو جو شان و شوکت اور فتوحات نصیب ہیں۔ ان کا سبب میری ذات اور دعا گوئی ہے اور میرا جو اگر بیزی کو نہیں کر سکتے لئے ہمیں حرز سلطنت ہے۔ یہی شخص اگر بیزی مجھ سے بیٹھ کی عدالت میں اقرار نامہ داخل کرتا ہے کہ لوگوں کی روائی جن سے ہوتی ہے۔ میرے وہ الہامات اب شائع نہیں ہوا کریں گے اور میں خدا کے پاس اسکی درخواست کرنے سے اجتناب کروں گا۔ جس سے کوئی شخص ذلیل یا مورد عتاب الہی ہوتا ہو۔ "خانہ ساز نبوت" کا بھی مزاج اور عمل ہونا چاہئے۔

ایسے گھنیا درجہ کا آدمی اس پست کروار اور جاہلوں جیسی سمجھ بوجھ کا انسان۔ جس کی تحریروں میں شدید تاقض پایا جاتا ہے۔ جس کے دعوے مجدوب کی بڑے بھی فردوڑیں اور جس کے ہفوات وہنیات کفر و ارتداد سے لمبریزی ہیں کیا اس قابل ہے کہ اس کو اصل نبی یا بروزی وظیلی نبی یا صحیح منوع و اور مہدی منتظر یا مجدد و امام کا مقام دے۔ اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔

۱۔ جو شخص انبیاء کرام کی تتفییض کرتا ہو وہ اپنے قول کی صدائے بازگشت اور اپنے کرتوں کے عمل سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔

جماعتِ ربہ مرزا غلام احمد قادریانی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتی ہے اور لا ہوری جماعت اس کی مجددیت اور امامت کی طرف مسلمانوں کو بلاتی ہے۔ دونوں جماعتوں کی عقیدت و محبت کا مرکز ایک ہی شخصیت ہے۔ اس لئے دونوں جماعتوں ایک ہی جیسی ہیں اور ایک ہی طرح کی مظلومات میں بنتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادریانی کی تحریر کا اقتباس اور درج ہو چکا ہے کہ:

”میں اپنے کام کو نہ کہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ ایران میں، نہ کامل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے اللہ سے وعا کرتا ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۲۷ ص ۳۰)

مکہ، مدینہ، روم و شام اور ایران و کامل میں مسلمانوں کی حکومتیں تھیں۔ مرزا غلام احمد قادریانی کو یہ حکومتیں اس لئے تاپنڈ تھیں کہ ان میں اس کی جھوٹی نبوت کی تبلیغ نہیں ہو سکتی تھیں۔ قادریانیت کافروں کی حکومت میں پنپ سکتی ہے۔ اس لئے قادریانی کسی ملک میں بھی مسلمانوں کی حکومت کو دل سے پسند نہیں کرتے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت پاکستان نے ان کی وفاداری اور تعلق خاطر کے معاملے میں ان کے دلوں کا کیا حال ہو گا؟ قادریانی جو اپنے مشن کی تبلیغ بڑی سرگردی سے کر رہے ہیں۔ ان کے وجل و فریب سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ہم نے بھی قادریانیت کے خدوخال نمایاں کر دیے ہیں تاکہ مسلمان ان کے دام تزویر میں آنے سے محفوظ رہیں۔ انہیں قادریانیت کی تبلیغ کا حق حاصل ہے تو ہمیں اسلام کی مدافعت سے کون روک سکتا ہے۔

اے ہمارے غم و غصہ کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب قادریانیوں کا ایسا لشیپڑ ہمارے پاس آتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے حریف نبی، کاذب کے نام کے ساتھ ”حضرت اقدس“ جیسے تعظیم و تکریم کے لقب و آواب لکھے جاتے ہیں۔ جس شخص نے انبیاء کرام اور ذات خاتم الانبیاء پر اپنی فضیلت و برتری کا اعلان کیا ہوا اور بعض انبیاء کی تتفیص کی ہو۔ اس کے لئے ہماری زبان اور قلم سے تکریم کا لفظ نہیں نکل سکتا۔ جھوٹے نبی کے لئے وہی الفاظ استعمال کئے جائیں گے جو اس کے لائق ہیں۔ مرزا نے قادریان نے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزادی کی پرواہ نہیں کی اور اس کی وہ کتابیں قادریانی برابر شائع کر رہے ہیں۔ تو اس صورت میں چند لاکھ قادریانیوں کی ولد ہی کے لئے حریف نبوت کا احترام و تکریم کرنے سے ہم مذدور ہیں۔

النَّسْيَانُ الْمُجْعَلُ

قذف بالحق على الباطل



جناب پروفیسر محمد اسماعیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لانتي بعده!

شعبہ نشر و اشاعت بفاتر اشاعت لٹریچر و تینیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربودہ نے ایک رسالہ موسومہ "مباحثہ بر موضوع رفع و دفات عیسیٰ علیہ السلام و نزول ابن مریم" حال ہی میں شائع کیا ہے۔ ایک احمدی احتجاج علی زیری کیمبل پوری کی کاوشوں سے یہ رسالہ مختصر عام پر آیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قاضی محمد نذیر فاضل لاہل پوری کے ساتھ حیات تک پر میرا مناظرہ ہوا تھا لیکن زیری صاحب نے میری اجازت کے بغیر میرا خط شائع کرو دیا۔ اگر وہ مجھے مطلع کرتے کرہ میرے دلائل چھپوانا چاہتے ہیں تو میں انہیں مناسب مواد مہیا کرتا۔ لیکن انہوں نے مطلقاً مجھے اطلاع نہیں دی اور رسالہ چھپوا کر میرے ہاتھ میں تھا دیا۔ اس رسالے کے اندر اقتباسات تو میرے خط سے ضرورت کے مطابق لئے گئے ہیں۔ لیکن میری ایک بھی ولیل عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مرتضیٰ ا glam احمد کے دعویٰ نبوت کے کذب کے متعلق نہیں دی۔ حسب عادت تلمیس، تاویل اور تحریف سے کام لیا ہے۔ اصل حقیقت مٹکش کرنے کے لئے اور فریب دہی اور کذب بیانی کا پول کھولنے کے لئے خاک سار کی ایک تقریبی کوشش ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے۔ وعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گم کرو دہ راہوں کے لئے شمع ہدایت بنائے اور روز قیامت بندہ کو خاتم المرسلین کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمين!

محمد اسماعیل عفی عنہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

احتجاج علی زیری کیمبل پوری نے ایک رسالہ بعنوان "مباحثہ بر موضوع رفع و دفات عیسیٰ علیہ السلام و نزول ابن مریم" ربودہ سے شائع کرایا ہے۔ پہلے زیری صاحب کے دلائل سے متعلق اقتباسات ہیں اور بعد میں زیری صاحب کے دلائل کے جواب میں خاک سار کے دلائل ہیں۔ صفات کے نمبر اسی رسالے کے ہیں۔ ص ۶۲۷ پر لکھتے ہیں:

"وفات تک ثابت کرنے کے لئے زبانی بحث میں آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیامت کے دن بیان والی آیت "وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلما توفیتني" کی تفسیر سمجھانے کے لئے سورہ زمر کی آیت "اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ موتُهَا وَالَّتِي لَمْ

تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الأخرى (ذمر: ۴۲، ۴۳) ”جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نفس انسانی کی توفی موت کے وقت کرتا ہے اور جس نفس کو موت نہ آئی ہو اس کی توفی نیند کی حالت میں کرتا ہے۔ میں جس نفس پر موت دار وہا سے روک کر رکھتا ہے اور دوسرا صورت میں نیند کی حالت میں توفی یعنی قبض روح کرے تو اس روح کی ایک مدت مقررہ کے لئے واپس بھیجا رہتا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے نفس یعنی روح کی توفی ہی ہوتی ہے اور اس کی دو صورتوں میں حصہ کیا گیا ہے۔ پہلی صورت موت کے وقت قبض روح کی ہے اور دوسرا صورت نیند کے وقت قبض روح کی ہے۔ جس نفس پر موت دار وہا سے خدا تعالیٰ روک لیتا ہے اور دنیا میں واپس نہیں بھیجا اور جس نفس پر موت دار وہا ہونی ہو، خواہ وہ کوئی ہو یا عیسیٰ اور ہو، اس کو توفی صرف نیند کی صورت میں ہوتی ہے اور اس کی روح صرف جسم کے اندر ہی قبض رہتی ہے۔ پھر بیداری پر خدا تعالیٰ اسے واپس کر دیتا ہے۔

سوال نمبر: ۱..... یہ آیت پیش کر کے محترم قاضی محمد نزیر صاحب نے آپ سے پوچھا تھا: ”فلما توفيقنى“ کے الفاظ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں آتے ہیں۔ کیا ان سے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نیند کی صورت میں توفی دار وہ ہونے کے قائل ہیں؟ آپ نے اس سے انکار کیا۔ اس پر آپ کو قاضی صاحب نے کہا پھر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کے لئے صورت کی صورت تھیں ہو گئی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں فلما توفيقنى کے بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بارے میں یہ آیت نص صریح اور ولیل قطعی ہے۔ جس میں کسی تاویل کی مجازیں کا احتمال نہیں۔ اس پر آپ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کی تیری صورت وقوع میں آئی اور یہ رفع اجسم مع الروح کی صورت کی توفی ہے۔ جو آیت ”ما قتلوه بل رفعه الله اليه“ سے ثابت ہے۔ آیت ”انی متوفیک ورافعک الٰی“ کے وعدہ کے مطابق خدا تعالیٰ نے ان کی توفی جسم مع الروح کے ساتھ آسان پر اٹھاییں سے کی ہے۔ اس پر آپ نے قاضی صاحب نے کہا کہ قرآن مجید تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کے ذریعے خدا کی طرف اٹھاییں کا ذکر کر رہا ہے۔ نہ آسان کی طرف اٹھاییں کا ذکر اور نہ خدا تعالیٰ کی طرف کسی کا روح مع اجسم کی صورت میں اٹھایا جانا تو امر حال ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کا جسم محدود الکان اور ذوجہت ہو نالازم آتا ہے اور یہ باقی خدا کی

شان کے لائق نہیں۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم کے ساتھ خدا کی طرف اٹھایا جانا ایک محال امر کو تلزم ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رفع والی توفی سے مراد یہی ہو سکتی ہے کہ سورہ زمر کی حصر یہ آیت کے مطابق ان کے اپنے بیان کی رو سے ان کی موت والی توفی ہوئی اور موت پر رفع الی اللہ سے مراد رفع روحانی ہی ہو سکتا ہے۔ نہ کہ رفع جسمانی جو مجال ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔“

جواب ص ۳ پر آپ نے توفی کے معنی قبض روح کے ہیں۔ حالانکہ توفی لفظ مفروہ ہے اور قبض روح مرکب، لہذا یہ معنے درست نہیں۔ اسی لئے سورہ زمر کی آیت میں صرف توفی نہیں کہا، بلکہ توفی الافس کہا۔ اگر مفروہ توفی کے معنے مرکب قبض روح ہیں۔ لفظ انس کی کیا ضرورت تھی؟ نہ ثابت ہوا کہ توفی کے حقیقی معنی مطلق قبض کے ہیں۔ نہ قبض روح کے۔ توفی کے دضی اور حقیقی معنی ”اخذ لشی و افیا“ یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہیں۔ توفی ایک جنس ہے۔ اس کی نوع کا تین کرنے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

سورہ آل عمران کی آیت ”انی متوفیک و رافعک الی“ میں غیر کامرح عیسیٰ ہیں جو کہ جسم اور روح کا مرکب ہیں۔ یہاں توفی کی نوع را فعالیٰ کے قرینے سے نہد متعین ہو گی۔ کیونکہ نہد اور رفع جسمی میں مناقات نہیں۔ ”رافعک الی“ کہنے سے خدا کا جسم، محدود المکان اور ذوجہت ہونا لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید میں ہے: ”وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مَهَا جِرَا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۱۰۰:۴)“ اور جو کوئی اپنے گھر سے لٹکے گا ہجرت کرتے ہوئے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف۔ ۷)

ہجرت کرنے والا جسم، محدود المکان اور ذوجہت ہے اور رسول اللہ بھی جسم، محدود المکان اور ذوجہت ہیں۔ لیکن ہجرت الی اللہ کہنے سے ہجرت کرنے والے کی طرح اللہ تعالیٰ کا جسم، محدود المکان اور ذوجہت ہونا لازم نہیں آتا۔ ظاہر ہے کہ ہجرت الی اللہ سے مراد اللہ کے راستے میں اور اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہجرت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ”وَقَرْبَنَاهُ نَجِيَا (۵۲:۱۹)“ ۸) ہم نے اس (موی) کو سرگوشی کرنے کے لئے قریب کیا۔ ۷)

اللہ کی شان تو یہ ہے کہ: ”نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ جَبَلِ الْوَرِيدِ (۶:۵۰)“ ۸) یعنی ہم اس (انسان) کے شرگ سے زیادہ قریب ہیں۔ ۸) موسیٰ علیہ السلام انسان ہیں۔ ان کو قریب کرنے سے قریب کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کا جسم، محدود المکان اور ذوجہت ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ موسیٰ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقریب ظاہر ہوتا ہے۔ ”رفع“، ”اللفظ“، ”وضع“ کے مقابل ہے۔

جس کے معنی یچھ رکھنے کے ہیں۔ سوراخ کے معنی اور اخانے کے ہیں۔ آیت قرآنی "بل رفعه اللہ الیہ" میں ضمیر کا مرتع عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کردوح اور جسم کا مرکب ہیں۔ پس یہاں رفع جسمانی علی مراد ہو گا۔ رفع روحانی نہیں ہو سکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع الی اللہ کا استعمال علم رتبت کے اظہار کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "أَمْنَتُمْ مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ^{۶۷}" یعنی کیا تم اس سے جاؤ سماں میں ہے اس میں ہو کر چھین زمین میں دھنادے ہے اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔ "عَوْشَانَ كَيْ وَجْهٍ سَعَ إِلَيْهِ أَسَانَ مُشْهَدٌ ہونا یہاں ہوا ہے اور چونکہ دہ آسان میں ہے۔ سواں کی طرف رفع، آسان کی طرف رفع ہو گا۔ پس رفع الی اللہ کے معنی رفع الی السماء ہی ہوں گے۔

سوال نمبر: ۲..... ص ۶ پر آپ نے رفع والی توفی کا ذکر کیا ہے۔ جواب اس سے واضح ہے کہ توفی ایک جس ہے اور رفع اس کی ایک نوع ہے اور یہی ہماری مراد ہے۔ لیکن آگے چل کر لکھتے ہیں: "سورۃ زمر کی حصر یہ آیت کے مطابق ان کے اپنے بیان کی رو سے ان کی موت والی توفی ہوئی۔" کیوں کہ آپ رفع اور موت کو ہم معنے قرار دے رہے ہیں۔ کیا عجیب لغت والی ہے؟

جواب ص ۹، ۱۰ اپر لکھتے ہیں: "پس جب توفی کا مضمون اثبات اور توفی کی ہر دو سورتوں میں دائرہ ہے تو خدا تعالیٰ کے نفس انسانی کی توفی کی کوئی تیسری صورت جو اس اثبات یعنی وفات والی توفی اور بصورت "لم تمت فی منامها" نہ نہیں دائرہ ہے تو اسے باہر ہو، تصور ہو یہی نہیں سکتی۔" قرآن مجید میں ہے: "وَتَوْفَى كُلُّ نَفْسٍ مَاعْلَمٌ" (۱۱۱:۱۶) ہے اور پورا دیا جائے گا ہر ایک نفس کو جو کچھ اس نے کیا ہے۔ پس یہاں توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول نفس انسانی ہے۔ تاہم یہ توفی نہ موت والی ہے اور نہ نہ نہیں۔

سوال نمبر: ۳..... ص ۱۰ اپر لکھتے ہیں: "پس توفی الگ ٹھل ہے اور رفع الگ اور دونوں کے معنے الگ الگ ہیں لہذا" اُنی متوفیک و رافعک الی "میں وہ توفی مراد ہو گی۔ جس کے موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ ہوا اور وہ سورۃ زمر کی آیت کے لحاظ سے موت کے وقت والی توفی ہی ہے۔ لا غیر۔"

جواب یہاں پر آپ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ مان رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ انسان ہیں۔ کیونکہ روح کا نام عیسیٰ نہیں ہو سکتا۔ جب عیسیٰ کا رفع ہوا تو یہ رفع جسمانی ہی ہو گا اور چونکہ یہ توفی کے موقع پر ہوا تو گویا آپ نے حلیم کر لیا کہ توفی ایک جس ہے اور رفع اس کی ایک نوع ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی توفی آسان پر زندہ اخھانے جانے سے ہی ہوئی۔

سوال نمبر: ۳ ص ۱۰، اپر لکھتے ہیں: "جناب من! آیت "انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج" میں خدا آپ نے حصر حقیقی نہیں مانا۔ بلکہ بظاہر حصر لکھا ہے۔ لہذا اس آیت میں صرف استزاق عرفی پایا جاتا ہے نہ کہ استزاق حقیقی۔ لہذا اس بحث میں یہ آیت پیش کرنے کا اول: تو آپ کو حق ہی نہیں پہنچتا۔ کیونکہ بظاہر حصر پر حقیقی حصر کا قیام نہیں کیا جاسکتا۔ دوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو بن ہاپ تھی۔ لیکن یعنی نطفہ امشاج سے۔ ان کی ماں ہی میں ان غذاؤں سے مرکب نطفہ پیدا ہوا۔ یعنی نطفہ امشاج جو نفیقانی تحریک سے بینہ انواعیت میں قرار پکڑ کر حمل کی صورت اختیار کر گیا۔ پس مریم ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہے اور وہی باپ۔

جواب پھر اگر آدم کی پیدائش اگر مٹی سے ہوئی ہے تو آیت "ان مثل عیسیٰ عند الله كمثل ادم خلقه من تراب (آل عمران: ۵۹)" کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے بلکہ آیت "خلقكم من تراب (۳۰، ۱۱)" کے مطابق ہر انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔ پس ہم اور آپ سب مٹی سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں انسان کی پیدائش تراب (مٹی) صلصال کا الفخار (بجھنے والی مٹی) طین (کچھر) طین لازب (یعنی دار مٹی) مسللة من طین یعنی مٹی کے خلاصہ سے ہوتی ہے۔ یہ وہ حالتیں ہیں جن میں سے ہر شخص کو گزرنما پڑتا ہے اور مسیح اور آدم کو بھی ان میں سے گزرنما پڑا۔ نطفہ امشاج بھی ایک طینی حالت ہی رکھتا ہے۔ مگر آیت "انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج" میں حصر حقیقی خود آپ نے نہیں مانا۔ لہذا اگر حضرت آدم علیہ السلام نطفہ امشاج سے فرض نہ کی جائے تو یوجہ آیت میں استزاق عرفی پایا جانے کے آپ کو سورہ زمر کی اس آیت کے حصر حقیقی کو توڑنے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ یہ حصر اثبات اور نثیٰ کے دونوں پہلوؤں میں گروش کر رہا ہے۔ ان دونوں پہلوؤں سے باہر خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کی توفی کا کوئی حل کسی تیسری صورت وقوع میں نہیں آ سکتا۔"

آیت "انا خلقنا الانسان الخ" میں انا کے لفظ سے ظاہر ہے کہ حصر حقیقی ہے اور آیت "الله يتوفى الانفس حين موتها الخ" میں لفظ ان موجود نہیں ہے۔ لہذا توفی کا بذریعہ موت اور نیند عمل میں آنا حقیقی حصر نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش نطفہ ہے جو مرد و عورت کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے۔ کسی انسان کی ماں کا اس کا باپ بھی ہونا آپ کے ذہن رسائی سمجھے تو سمجھے، ہم تو بہر حال سمجھنے سے قادر ہیں۔

سورہ آل عمران کی پوری آیت آپ نے نہیں لکھی۔ پوری آیت یہ ہے: "ان مثل

عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال له کن فیکون ”**﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾**“
کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا ہو جا، میں وہ انسان
ہو گیا۔**﴿۱۰﴾**

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام کا قابض اللہ تعالیٰ نے مٹی سے تیار کیا۔ پھر
اس سے کہا ہو جا، تو وہ ہو گیا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق لفظ ”کن“ کہنے سے ہوئی۔ عیسیٰ
علیہ السلام کی پیدائش کے پارے میں قرآن مجید کی آیت ہے: ”اللَّهُ أَحْصَنَ فِرْجَهَا
فَنَفَخَنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا (۹۱:۲)“**﴿۱۱﴾** اور (اے رسول) اس بی بی (مریم) کو (یاد کرو) جس
نے اپنی عفت کی حفاظت کی تو ہم نے ان (کے پیٹ میں) اپنی طرف سے روح پھوک دی۔**﴿۱۲﴾**
ہر انسان کی تخلیق مٹی سے نہیں ہوئی۔ قرآن مجید میں ہے:

”وَبِدَأْخَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سَلَّةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ
(۸:۳۲)“**﴿۱۳﴾** اور انسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے کی۔ پھر اس کی نسل ذیل پانی کے خلاصہ سے
ہوئی۔**﴿۱۴﴾** سورۃ قاطر کی آیت میں ”خَلَقْنَاكُمْ مِنْ قَرَابٍ“ سے آگے ”ثُمَّ مِنْ نَطْفَةٍ“ ہے۔
”خَلَقَ مِنْ تَرَابٍ“ کا تعلق نوع انسانی سے ہے۔ ”ثُمَّ مِنْ نَطْفَةٍ“ اس علق کا تعلق ہر ہر فرد سے
ہے۔

آپ کی بیان کردہ پانچ حالتوں میں سے ہر خص کو نہیں گزرا پڑتا۔ اس کا آپ نے کوئی
مبوت فراہم نہیں کیا۔ انسان کا مختلف آیات میں تراب، صلصال کا الفخار، طین، طین لازب
اور سللة مکن طین سے پیدا کیا جانا بیان ہوا ہے۔

آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں۔ ان پر ان میں سے کسی لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ لیکن
عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نہیں۔ نطفہ ام شاخ کا ایک طینی حالت رکھنا آپ نے کسی آیت سے
ثابت نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے نطفہ ام شاخ میں سے ہونے کے حقیقی حصر کو ضرور توڑا
ہے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش یقیناً نطفہ ام شاخ سے نہیں، ننان کی ماں تھی اور ننان کا باپ۔ عیسیٰ
علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔ لہذا ان کی پیدائش نطفہ ام شاخ سے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
ان کی پیدائش آدم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے لفظ ”کن“ کہنے سے ہوئی۔ جب یہاں تخلیق
حصر کو توڑا جاسکتا ہے تو توفی کے موت اور نیند میں وقوع کے حصر کو کیوں نہیں توڑا جاسکتا۔ اور آپ
کو مثال بھی نہیں کر دی گئی ہے کہ توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور نفس انسانی مفعول ہے۔ لیکن توفی
موت یا نیند کے ذریعے نہیں ہوئی۔

سوال نمبر: ۵ ص ۱۲ اپر لکھتے ہیں: ”پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ“ کنت انت الرقیب علیہم ”ان کے اپنی قول میں دوبارہ واحدہ نہ آنے پر بطور اشارہ روشن دلیل ہیں۔ کیونکہ توفی کا وامن قیامت تک محدث ہے اور اس وقت سے ان کی قوم خدا کی مگر انی میں چلی آری ہے اور قیامت تک انہیں مگر انی کا موقع نہ ملا ہوگا۔ لہذا اس جگہ وفات والی توفی تھیں ہو گئی۔ اس جگہ توفی کوئی اور معنی لینا ”کنت انت الرقیب علیہم“ کے الفاظ کے قریبہ کی رو سے حال ہیں۔ درمیان صاحب! آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر توفی سے اصالتاً و اس دنیا میں آئیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس بیان کو ہجوتا قرار دینا پڑے گا کہ اے خدا جب تو نے میری توفی کر لی۔ یعنی بقول آپ کے مجھے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ تو اس وقت سے لے کر اس دن تک جو قیامت کا دن ہے مجھے قوم کی مگر انی کا موقع نہیں ملا۔ بلکہ توفی اے خدا ان کا مگر ان چلا آ رہا ہے۔“ جواب یہ بات غلط ہے کہ توفی کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کی مگر انی کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ سورہ مائدہ کی آیت ”کنت انت الرقیب علیہم“ یعنی میں اپنی قوم پر گواہ تھا۔ جب تک ان کے درمیان رہا۔ پس جب تو نے میری توفی کر لی تو ان پر مگر ان تھا کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی توفی اس وقت ہوئی جب کہ وہ اپنی قوم کے درمیان موجود تھے۔ توفی کی صورت کیا ہوئی۔ اس کا جواب سورہ النساء کی آیت: ”ما قاتلوه یقیناً بل رفعه اللہ الیه“ ہے یعنی یہودیوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا کہ رفع ماضی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ واقعہ صلیب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ کیونکہ اس آیت سے پہلے کی آیت ”وبقولهم انا قتلنا المسبیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله و مقاتلوا و ماصلبوه“ سے ظاہر ہے کہ صلیب پر کوئی شخص قتل ضرور ہوا ہے۔ لیکن وہ شخص عیسیٰ نہیں تھے۔ سورہ النساء میں ہے:

”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْأَلْيُؤْمَنُ بِهِ قَبْلِ مُوْتَهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدٌ (۴: ۱۰۹)“ اور اہل کتاب میں سے کوئی ایمان نہیں ہوگا جو عیسیٰ پر عیسیٰ کی موت سے پہلے ایمان نہیں لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔“ لیکن من بن میں لہتا کیدی اور نون تقلیل مفارع میں خصوصیت کے ساتھ مستقبل کے معنی پیدا کرتے ہیں۔ جن اہل کتاب کا اس آیت میں ذکر ہے۔ وہ نزول قرآن کے بعد مستقبل میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا سیں گے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ آیت ”کنت علیہم شہیداً مَا دَمْتَ فِيهِمْ“ کے مطابق گواہ کا مشہود یعنی میں ہو نا ضروری

ہے۔ اگر قرب قیامت کے زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل نہیں ہو گے تو اپنی توفی کے بعد اپنے اور ایمان لانے والے اہل کتاب پر شہادت کیسے دیں گے؟

ذکر وہ آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ قوم میں واپس نہیں آ سکتے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں عدم موجودگی کے وقت قوم خدا کی گرفتاری میں رہی۔ توفی کا دامن قیامت تک امتد ہونے کا ذکر نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا قول جھوٹا نہیں ہو گا۔ خدا کی گرفتاری ان کے قوم میں موجود نہ ہونے کے وقت کی ہے۔ اگر دوبارہ قوم کے اندر موجود ہوں تو ان پر گواہ ہوں گے۔ جیسا کہ سورۃ الشاء کی آیت: ”وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا“ میں تصریح ہے۔

سوال نمبر: ۶ ص ۱۲ پر لکھتے ہیں: ”خدا کے قائم کردہ حصر حقیقی کو جو سورۃ زمر کی آیت میں توفی کے معنے موت اور نیند قرار دیتا ہے۔ قندھے سے آپ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“

جواب توفی کے معنی موت نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ”فَامْسَكُوهُنَّ فِي الْبَيْوْتِ حَتَّى يَتَوَفَّهُنَّ الْمَوْتَ“ ۔ ھم اپنیں گھروں میں روکے رکھو، حتیٰ کہ موت اپنیں قبض کر لے۔ ۴)

موت کو فعل توفی کا فاعل قرار دیا گیا ہے۔ فاعل اور فعل ایک نہیں ہوتے۔ کیونکہ فعل فاعل سے صادر ہوتا ہے۔ عین ذات فاعل نہیں ہوا کرتا۔ توفی کے حقیقی معنے موت ہرگز نہیں۔

سوال نمبر: ۷ ص ۱۳ پر لکھتے ہیں: ”جتاب میاں صاحب! یہ کیا بے علمی کی بات ہے کہ آپ توفی کے معنی زندہ آسمان پر اٹھایا کر کے اس لفڑا کو رفع الی السماء کے متراوف قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں خدا کے ان کو اپنی طرف اٹھایلنے کا ذکر ہے نہ آسمان پر اٹھایلنے کے الفاظ۔“

جواب توفی کو رفع الی السماء کے متراوف قرار نہیں دیا گیا۔ گزشتہ صفات میں گزر چکا ہے کہ توفی ایک جس ہے اور ان کی تیزین کے لئے قرینہ دیکھنا پڑتا ہے۔ آیت متن و فیک درافعک کے مطابق قرینہ رفع الی اللہ ہے۔ جو قرینہ کہ آیت ”بِل رَفِعَهُ اللَّهُ“ میں بھی موجود ہے۔ گزشتہ صفات میں یہ وضاحت گزری کہ رفع الی اللہ سے مراد رفع الی السماء ہی ہے۔ یہاں اس پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمَ كَانَ مَقْدَارَهُ خَمْسِينَ الْفَ سَنَةً (۱۰:۷۰)“ ۵) فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ ۶)

عروج اور پر کی جانب حرکت کو کہتے ہیں عروج سے مراد عالم بالا کے فرشتوں اور روحانی کے ملتها امر کی طرف چڑھنا مراد ہے۔ تفسیر مارک میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے: یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش اور ملتها نے امر کی طرف آئی ہے۔ سورہ قاطر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه (.....)“ گلمہ طیب اللہ کی طرف چڑھتا ہے اور نیک عمل اس (گلمہ طیب) کو اور پر اٹھاتا ہے یہ صعود اس حرکت کو کہتے ہیں۔ جو اور پر کی جانب ہو اسے عروج بھی کہتے ہیں اور خدا کی طرف گلمہ کے چڑھنے کے معنی ہیں۔ فرشتوں کا لوگوں کے اعمال کی کتابت میں لا کر آسان کی طرف چڑھنا۔ ان معنوں کی تائید حضرت ابن مسعودؓ میں مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

”ان العبد المسلم اذا قال سبحانه الله وبحمده والحمد لله ولا الله الا الله والله الکبر وتبarak الله قبض عليهن ملکه فضمون تحت جناحه ثم یصعد بهن الى السماء فلا يمر بهن على جمع من الملائكة الا استغفار لها كلهن حتى يحيى بهن وجه الرحمن ثم قره اليه یصعد الكلم الطیب . الاية“ ہبیک جس وقت کوئی مسلمان سبحان اللہ و محمدہ اخ پر ہوتا ہے تو ایک فرشتہ ان کلمات کو لے لیتا ہے اور اپنے بازوؤں کے نیچے لگا کر آسان پر لے چڑھتا ہے۔ یہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے وہ گزرتا ہے۔ وہ سب اس کے قاتل کے لئے دعائے استغفار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی جتاب پاک میں تھہہ پیش کئے جاتے ہیں۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث سن کر مجھ آئت ”الیہ یصعد الکم الطیب“ پڑھا۔ صحیح بخاری میں باب ذکر الملائکۃ میں کراما کاتبین کی نسبت ”ثم یعرج اليه الذين باتوا فيکم“ بھر جورات کو تم میں رہے۔ خدا کی طرف اور پر چلے جاتے ہیں، وارد ہے۔ عروج کا صدالی آیا ہے اور یہ صعود کا ہم معنی ہے اور مراد عروج حقیقی ہے۔ نہ کتنا نہ مجازی غرضیکہ عروج الی اللہ کے معنی صعود الی السماء یا آسان کی طرف چڑھنا ہی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے: ”یرفع اليه عمل اللیل قبل عمل النہار“ ہدن کا عمل صادر ہونے سے پہلے رات کا عمل خدا کی طرف مرفوع ہو جاتا ہے۔ یہ اس حدیث میں رفع کا صدالی آیا ہے اور اعمال کے رفع کی صورت اور کی مثال میں گزر چکی۔ امام نوویؓ نے اس حدیث کی شرح یوں فرمائی: ”فَإِنَّ الْمُلَائِكَةَ الْحَفَظَةَ يَصْعُدُونَ بِأَعْمَالِ اللَّيْلِ بَعْدَ انْقَضَائِهِ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ وَيَصْعُدُونَ بِأَعْمَالِ النَّهَارِ بَعْدَ انْقَضَائِهِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ“ ہجعاظ فرشتے

رات کے اعمال رات گزر جانے پر دن کے اول وقت میں لے چھتے ہیں اور اسی طرح دن کے اعمال دن گزرنے پر رات کے شروع میں لے چھتے ہیں۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جب رفع کا صد ای آتا ہے تو اس کے معنی شے مذکور کو اٹی کے مدخل کی طرف اخانا ہوتے ہیں۔ خواہ وہ شے جو ہر ہو۔ خواہ عرض سورہ قاطر کی آیت ”اللَّهُ يَصْدُدُ الْكَلْمَ الطَّيِّبَ وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ يَرْفَعُهُ“ کی تفسیر حدیث شریف سے اوپر مذکور ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رفع الی اللہ اور صعود الی السماء معنوں میں مساوی ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ یوسف کی آیت ہے: ”وَرَفِعَ أَبُو يُوسُفَ عَلَى الْعَرْشِ (۱۰۰، ۱۲)“ یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کوخت پر بٹایا۔ یہ اس آیت میں رفع کا مفہول والدین ہیں اور علی کا مدخل عرش ہے اور حقیقتاً والدین کا عرش پر مرفوع ہوتا مراد ہے۔ اسی طرح آیات قرآنی: ”أَنِي مَتَوفِيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ“ اور ”بَلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“ میں عیسیٰ علیہ السلام کا جسد غضری کے ساتھ آسان پر بٹایا جانا مراد ہے۔

معترض تفسیروں مثلاً معاجم، تفسیر کبیر، تفسیر حنفی، جلالیں، جامع البیان، مدارک، ان کثیر، بیضاوی، کشاف، سراج المنیر، خازن اور تفسیر عباسی نے ”رافعکَ إِلَيَّ“ سے رفع الی السماء ”مراد لکھا ہے۔

سوال نمبر: ۸..... ص ۱۵ پر لکھتے ہیں: جب آپ نے کہا ”مَادِمْتُ حَيَا“ اس جگہ نہیں۔ جیسا کہ اوصافی بالصلوٰۃ والرکوہ مادمت حیا میں حیا کا لفظ ہے۔ تجوہ میں قاضی صاحب نے آپ کو کہا تھا کہ ”مَادِمْتُ فِيهِمْ“ اور ”مَادِمْتُ حَيَا“ زندگی کے بیان کے لئے ہی دو اسلوب کلام ہیں۔ پس جتاب میاں صاحب اس بات کو تو ہر شخص جان سکتا ہے کہ ”وَكُنْتَ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَادِمْتُ فِيهِمْ“ کے جملہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاہد ہونے کا ذکر قوم میں موجود ہونے کے زمانے تک قرار دیتے ہیں۔ اور ”مَشْهُودٌ عَلَيْهِمْ“ میں ان کا موجود ہونا ان کے حیا یعنی زندہ ہونے کو ہی چاہتا ہے۔

جواب آپ کا یہ کہنا کہ ”مَادِمْتُ فِيهِمْ“ اور ”مَادِمْتُ حَيَا“ زندگی کے بیان کے لئے دو اسلوب کلام ہیں۔ صحیح نہیں۔ یہ تو درست ہے کہ جب تک قوم میں موجود رہے، زندہ رہے۔ لیکن اس بات کا امکان ہے کہ قوم میں موجود نہ ہوں لیکن زندہ ہوں۔ جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دوسرے آسان پر زندہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام قوم میں موجود تھے کہ ان کی توفی ہو گئی۔ ہم کہتے ہیں کہ ”رَفِعَ إِلَيَّ السَّمَاءَ“ سے ہوئی۔ آپ کہتے ہیں کہ وفات سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کوئی

ایسا لفظ استعمال نہیں کرتا کہ معاملہ بُک میں رہے۔ اگر ”فلماتوفیتنی“ سے وفات مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور ”مادمت حیا“ کہتے۔ جیسا کہ دوسری آئت ”او صانی بالصلوٰہ والزکوٰۃ مادمت حیا“ میں کہا اس کے دو وجہوں میں کمازو زکوٰۃ کی طرح شہادت کا فعل بھی زندگی بھر رہتا ہے۔ ”دمت حیا“ چاہئے۔ زندہ ہونے کی صورت میں شہادت کا فعل ان کے قوم میں موجود ہونے کو سلسلہ ہو گا۔ قوم میں موجودگی کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ دوسری نہایت اہم وجہ یہ ہے کہ ”مادمت حیا“ کہنے سے یا مکان ختم ہو جاتا ہے کہ قوم میں موجود نہ ہوں اور زندہ ہوں۔ اس صورت میں ”دمت حیا“ کے بعد ”فلماتوفیتنی“ میں توفی کی صورت موت معین کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہو گا جو آپ کی مراد ہے۔

چونکہ لفظ توفی کے معنی ہیں۔ اس کو ایک معنی میں معین کرنے کے لئے ضرور کوئی قرینہ موجود ہونا چاہئے۔ آیات ”رافعک اللہ“ اور ”بل رفعه اللہ الیه“ عیسیٰ کی توفی سے رفع آسمانی مراد لینے کے لئے قرآن قویہ ہیں۔ لہجہ ”فلماتوفیتنی“ کے معنی ”فلمارفتونی الی السماء“ ہوں گے نہ کچھ اور۔

سوال نمبر: ۹ ص ۱۶ اپر لکھتے ہیں: ”اگر ایک انسان زندہ تو ہو، مگر اپنی قوم کے اندر موجود نہ ہو۔ بالفرض اگر کسی اور جگہ اپنی قوم سے عیحدہ ہو کر گیا ہو۔ تو وہ اپنی قوم پر اس زمانہ حیات میں جس میں وہ قوم سے الگ ہوا۔ قوم پر گواہ نہیں ہو سکتا۔“

ص ۷۷ اپر لکھتے ہیں: ”کسی پر شہادت دینا اپنی زندگی میں اس کا حال دیکھنے پر ہی ممکن ہے۔ لہجہ شہادت کی مناسبت سے اس موقع پر اسلوب کلام ”مادمت حیا“ کہنے کو نہیں چاہتا۔ ”مادمت فیهم“ کہنے کو نہیں چاہتا۔

جواب سورہ مائدہ کی آئت ”وَكُنْتَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَادَمْتَ فِيهِمْ فَلَمَا تَوَفَّيْتَكُنْتَ لِأَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ“ کے مطابق توفی کے وقت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں موجود تھے۔ جن سے انہوں نے کہا تھا ”أَنْ أَعْبُدُو اللَّهَ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ“ یعنی عبادت کرو اللہ کی جو میر ارب ہے اور تمہارا بھی۔ ظاہر ہے کہ یا اہل فلسطین تھے۔ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام بھرت کر کے کشیر چلے گئے اور ستائی بر س کشیر میں رہنے کے بعد وہیں وفات پائی۔ آپ کے اپنے قول کے مطابق جب وہ کشیر میں تھے تو فلسطین میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اہل فلسطین پر گواہ نہ تھے۔ حالانکہ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ توفی کے وقت ان پر گواہ تھے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ”فِيهِمْ“ سے مراد اہل کشیر ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام ۸ بر س ان پر

گواہ رہے۔ تو ہمارا پ آیت ”کنت علیہم شهیدا مادمت فیہم“ سے کیسے نجیب ٹالتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ان کی زندگی میں نہیں بگزی۔ جب وہ اہل فلسطین میں موجود ہی نہیں تھے تو ان کو قوم کے بگڑنے کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مطیب سے حق کر شیری کی طرف بھرت کرنا ممکن ہے
نہیا دبات ہے۔ اگر والد ایسا ہوتا تو قرآن میں ”مادمت فیہم“ نہ آتا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام
۸۷ برس (آپ کے عقیدے کے مطابق) اہل فلسطین میں نہیں رہے۔ نعوذ باللہ در مت بحکم کہنا
کذب بیانی ہوگی۔ اس صورت میں موزوں لفظ ”دمت حیا“ نہیں ہوتا۔

سوال نمبر: ۱۰..... ص ۷۴ اپر لکھتے ہیں کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بلیغاء الفاظ“ وکنت
علیہم شہیدا مادمت فیہم ”ان کے جزا ہونے کو تلزم بھی ہیں اور ان کے زندہ ہونے کے
لئے کنایہ بھی۔“ لہذا ان کا اگلا نقرہ ”فلما توفيتنی کنت انت الرقيب عليهم“ ان کے جزا
ہونے کے مقابل میں واقع ہو کر ان کے وفات پا جانے کے لئے نص مرتع ہوا۔ کیونکہ توفی کا لفظ
اس جگہ جزا کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا وہ وفات کے حقیقت دیتا ہے۔“

جواب زیری صاحب! آپ کے اپنے قول کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام ۸۷
برس شیری میں رہے اور اس زمانے میں اہل فلسطین میں موجود ہونے کی وجہ سے ان پر گواہ نہ
تھے۔ درمت بحکم کو زندہ ہونے کے لئے کنایہ ہنانے کے لئے شیری کی طرف بھرت کرنے اور ایک
سویں برس کی عمر پانے کے عقیدے کو خیر پا دیئے جس کے لئے آپ غالباً تیار رہ ہوں گے۔ اگر
بالفرض حال آپ مان بھی لیں تو بھی آپ کی دال نہیں گلتی۔

سارے قرآن میں کہیں بھی توفی کا لفظ حیات کے مقابلے میں استعمال نہیں ہوا۔
ہمیشہ حیات کے مقابلے میں موت استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ”الذی خلق الموت والحیة
(۲:۶۷)“ ”وَلَا يملکون موتا ولا حیوة (۲۵:۲)“ ”فَاحبِّا بِ الارض بعد موتها
(۱۸:۲)“

سوال نمبر: ۱۱..... ص ۷۴ اپر لکھتے ہیں کہ حسب آیات: ”أَنْتَ مَتَوفِيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيْيَ“
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ اس پیشین گوئی کے مطابق ان کی وفات کے بعد یادوں
کے ساتھ ہی وقوع میں آیا اور اس توفی دالے رفع کا ذکر آیت ”ما قتلوه يقينا بل رفعه الله
الیه“ میں کیا گیا ہے۔“

جواب آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ لکھ رہے ہیں۔ مردہ جسم کو عیسیٰ

نہیں کہتے اور نہ جسم کے بغیر صرف روح کو عیسیٰ کہتے ہیں۔ آپ خود عیسیٰ یعنی جسد معمد روح کا ر斧 الی اللہ مان رہے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ رفع الی اللہ وفات کے بعد یادوں کے ساتھ ہی وقوع میں آیا۔ اگر پر روحانی رفع ہے تو وفات کے ساتھ ہونا چاہئے۔ وفات کے بعد کا کیا مطلب۔ توفی والے رفع کا کیا مطلب۔ رفع کی صفت توفی نہیں ہو سکتی۔ البتہ رفع والی توفی سے توفی جنس کی نوع رفع جسی مرادی جاسکتی ہے۔ اس آیت میں توفی کا ذکر نہیں۔ اس آیت سے پہلے ”قولهم انا قتلنا المسبیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله وما ماقتلواه وما صلبواه“ سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ کوئی اور شخص صلیب پر ضرور قتل ہوا ہے۔ اگر قتل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہودیوں کا قول نقل نہ کرتے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قتل صلیب کی فتنی اس لئے کی کہ جو شخص قتل ہوا وہ صلیب پر قتل ہوا۔ اسے تو ”وماقتلواه“ کافی تھا۔

کیونکہ اگر عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے تو صلیب پر نہیں چڑھے۔ اگر صلیب پر چڑھتے تو قتل ہو جاتے۔ گویا کہ قتل کی فتنی میں صلیب کی فتنی شامل ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد قادریانی یہ دعویٰ کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا تو گیا تھا لیکن صلیب پر مرے نہیں تھے۔ فتح گئے تھے۔ اس لئے ”ما صلبواه“ سے تصریح کردی کہ یہودیوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا ہی نہیں۔ رفع فعل ماضی ہے۔ اس کی ماضیت میں سے پہلے واقعہ صلیب کی نسبت سے ہے۔ واقعہ صلیب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف رفع ہو گیا جو روح کا رفع مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آیت ”بل رفعه اللہ الیه“ کے بعد ”وکان اللہ عزیزاً حکیماً“ فرمایا یعنی کہ اللہ تعالیٰ بڑی طاقت اور حکمت والا ہے۔ روحانی رفع تو سب کا ہی ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے غلبے اور حکمت والی کون کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ خرق عادت کے طور پر زندہ انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا مظہر ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ جو صلیب پر مرے نہیں، وہ مصلوب نہیں کہلوتا تو عیسیٰ صلیب پر چڑھایا گیا لیکن صلیب پر مرے نہیں۔ یعنی مصلوب نہیں ہوئے اور ۷۸۷ برس بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت کی موت دی۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو ”ما ماقتلواه یقیناً“ کی بجائے ”ما صلبواه یقیناً“ استعمال ہوتا۔ کیونکہ بلاعث کلام کا تقاضہ ہے کہ ایسا لفظ استعمال ہو جو حقیقت حال کو پوری طرح واضح کروے۔ یعنی صلیب پر چڑھائے تو مگر لیکن مرے نہیں۔ آپ کی تصریح کے مطابق یہ کیفیت ”ما صلبواه“ سے ہی بیان ہو سکتی ہے۔ اس لفظ کا مستعمل نہ ہونا آپ کے عقیدے کو روز

روشن کی طرح باطل ثابت کر رہا ہے۔

سوال نمبر: ۱۲..... ص ۴۰ پر لکھتے ہیں کہ آیت: "ماقتلوه یقیناً بَلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" میں اضراب ابطال نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ پہلے جملے "ماقتلوه یقیناً" کامل سے عطف کے ذریعے ابطال مقصود نہیں۔ کیونکہ ابطال کی صورت میں معنی یہ ہو جائیں گے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا کہنا تو باطل ہے اور رفع الی اللہ ثابت ہے۔ یہ بات تو میاں صاحب! آپ کو بھی مسلم نہیں ہو گی۔ پھر کس طرح آپ نے لکھ دیا کہ اس آیت میں اضراب ہے۔ جبکہ "ماقتلوه یقیناً" والا فقرہ بھی یہودیوں کی تردید میں مقصود بالذات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا اور مل کے بعد "رفعهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" کہنا بھی متكلّم کا، ہم مقصد ہے۔ یہ دونوں فقرے متكلّم کا مقصود ہیں۔ تو ان میں اضراب ابطالی اس کے واقعہوں میں پایا ہی نہیں جاسکا۔"

جواب اس جگہ مل ابطالیہ ہی ہے۔ "ماقتلوه یقیناً" کا ابطال مقصود نہیں۔ بلکہ قتل کے فعل کا ابطال ہے اور رفع کے فعل کا اثبات۔ علم اصول و نحو کی رو سے مل ابطالیہ سے پہلے ایک امر کی نظری اور بعد میں ایک دوسرے امر کا اثبات ہوتا ہے اور یہ دونوں متضاد فی الحکم ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جَنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ" (۷:۲۲) ۱ کیا یہ منکر کرتے ہیں کہ اسے یعنی (ہمارے غیر) کو جنون ہے۔ (نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے۔ ۲

ایک اور آیت میں ہے: "وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنَ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مَكْرُمُونَ" (۲۲:۲۱) ۳ اور یہ شرک کہتے ہیں کہ خدا نے رَحْمَنَ نے فرزند اختیار کیا۔ وہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔ ۴ چلی آیت میں ملہ مل سے رسول ﷺ کی نسبت مجنونیت کا ابطال اور آپ کے حق کے ساتھ آنے کا اثبات یا گیا ہے۔ دوسری آیت میں فرشتوں کے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہونے کا اثبات اور اس کا بینا اختیار کرنے کی نظری کی گئی ہے۔

پس "بل" سے پہلے نہ کو قتل اور بال بعد رفع میں منافات ہوئی چاہئے۔ اس لئے جب زندہ جسم کو آسان کی طرف اٹھایا گیا تو اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ چلی آیت سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ حق لے کر پہلے آئے۔ بعد میں کفار نے آپ کے متعلق جنون کا زعم کیا۔ اسی طرح "ماقتلوه یقیناً بَلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" میں واقع صلبی سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسان پر زندہ اٹھایا۔

سوال نمبر: ۱۳..... ص ۴۲ پر لکھتے ہیں، یہ آیت "ماقتلوه یقیناً بَلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" ۵

میں مل اسی امر کا فائدہ دے رہا ہے۔ یہ ”ماقتلوہ یقیناً“ کی وضاحت کے لئے لایا گیا ہے۔ جو ایک درست فقرہ ہے اور مقصود مکمل بھی اور مل کے بعد کے فقرہ پر پڑھا دیا گیا ہے کہ رفع کا رفع الی اللہ ہوا۔ یعنی اس لئے باعزت طبعی عزرا کر حسب آیت ”انی متوفیک و رافعک اللیٰ“ طبعی وفات پائی اور اس کے ساتھ ہی بلند ہو گئے۔

جواب خدا تعالیٰ کا یہ قول واقعہ صلیب سے ۶۰۰ سال بعد کا ہے۔ جبکہ قرآن مجید نازل ہوا اور مسیح کے عدم قتل اور اس کے رفع الی اللہ کے ذنوں فعل و قوع میں آپؐ کے تھے اور قصہ ماضی ہوچکے تھے اور عدم قتل کے فعل کا دامن ”رفعه اللہ الیہ“ کے وقت تک پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ واقعہ صلیب کے بعد بھی مسیح کے مرفوع الی اللہ ہونے تک یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے۔

حضرت انس بن مالک^{رض} خادم رسول ﷺ کی روایت کے مطابق ”رفعه اللہ الیہ“ کے الفاظ باعزت وفات کے لئے بھی آتے ہیں۔ چنانچا انہوں نے کہا کہ: ”اکرم اللہ نبیہ ان پیریہ فی امته مایکرہ فرفعہ الیہ وبقیت النفقۃ“ کہ خدا نے نبی کریم ﷺ کی عزت افرائی فرمائی کہ آپؐ کو امت کی مکروہ ہاتھیں زندگی میں نہ دکھائیں اور آپؐ کو اپنی طرف سماٹھا لیا۔ یعنی باعزت وفات دے دی۔ جس سے آپؐ کے مارچ بلند ہوئے اور خایاں بعد میں ظہور پذیر ہوئیں۔

انہی معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ ہوا کہ آپؐ نے باعزت طبعی عزرا کر وفات پائی اور آپؐ کے مارچ بلند ہوئے۔ ”ماقتلوہ یقیناً“ کی وضاحت نہیں۔ صلیب پر عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے کسی اور شخص کا قتل ہوتا۔ ”قولهم انا قتلنا المسیح“ اور ”ماقتلوہ وماصلبوہ“ سے ثابت ہے۔ پھر بھی ”ماقتلوہ یقیناً“ سے مزید تاکید کردی کہ عیسیٰ علیہ السلام یقیناً قتل نہیں ہوئے۔ غیر مسیح جس پر کسی کی شایستہ ذاتی گنی، کا قتل و صلب ”ولکن شبہ لهم“ میں مذکور ہے۔ مل ابطالیہ ہی ہے۔ اس سے ما قبل میں عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی نفی ہے اور ما بعد میں ان کے رفع الی اللہ کا بیان ہے ”رفعه“ میں غیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جو کہ جسد اور روح کا مرکب ہے۔ سورفہ میں رفع سے مراد جسمی کے علاوہ کچھ اور مراد لیتا جائز نہیں۔

مرزا غلام احمد قادریانی کے ذہب کے مطابق متوفیک و رافعک اللیٰ میں ترتیب ذکری ضروری ہے۔ اگر رفع کے معنی عزت پا نایا درجات کی بلندی ہے تو متوفیک کی رو سے وفات

سے پہلے نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ رفع بعد میں ہے لیکن آپ لکھ رہے ہیں کہ باعزت طبعی مرکز ارکر حسب آئیت "انی متوفیک و رافعک الٰی" "طبعی وفات پائی اور اس کے ساتھ ہی بلند ہو گے۔ یہ اعتقاد تو مرتضیٰ قادری کے خلاف ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی میں عزت پائی تو وفات کے ساتھ بلند ہونے کا کیا مطلب؟ اگر اس سے آپ کی مراد روح کا رفع ہے تو یہ توہرانسان کا ہوتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے پریشانی کے وقت یہ تسلی وینے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کو وفات وے کر آپ کی روح کو اور اٹھالیگا۔

سورہ آل عمران کی آیت ہے: "وَإِذْقَالُ اللَّهِ يَا عِيسَى أَنِّي مَتَوْفِيْكَ وَرَافِعُكَ الٰيْ وَمُنْظَهُرُكَ مِنَ الظِّنَّ كَفَرُوا وَجَاءُوكُمْ الَّذِينَ اتَّبَعُوكُمْ فَوْقَ الظِّنَّ كَفَرُوا إِلَيْيَ وَيَوْمُ الْقِيَامَةِ" ﴿٦﴾ (وہ وقت یا کرو) جب اللہ تعالیٰ نے کہا: اسے عیسیٰ میں تیرا وقت پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور کافروں سے تجھے پاک کروں گا اور تیری ہیروی کرنے والوں کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا۔

اس آیت مذکور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس وقت وحدے کے جب یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ رفع کا وحدہ مستقبل میں پورا ہونا تھا۔ اس وحدہ کا ایفاؤ آیت "بِل رَفْعِهِ اللَّهِ إِلَيْهِ" میں مذکور ہے۔ یہ رفع فعل ماضی ہے جس سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع عمل میں آگیا اور ایسا واقعہ صلیب سے پہلے ہوا۔ تو فی کا وحدہ بھی مستقبل کے لئے تھا۔ آیت "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي" میں اس کے ایفاؤ کا ذکر ہے۔ لیکن اس کا استعمال عیسیٰ علیہ السلام قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں کریں گے۔ کسی اور جگہ یہ لفظ فعل ماضی کے طور پر استعمال نہیں ہوا۔

سوال نمبر: ۱۳..... ص ۲۲ پر ہی لکھتے ہیں کہ: "واقعہ صلیب کے بعد بھی تج کے مرفاع الی اللہ ہونے تک یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے۔" یہاں آپ نے تج علیہ السلام کا مرفاع الی اللہ ہونا لکھا ہے۔ حسن جمد یا روح کو تج نہیں کہا جا سکتا۔ تج عبد من روح کا ہی نام ہے۔ سو آپ نے تسلیم کر لیا کہ رفع جسد مع روح کا ہی ہوا۔ گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع واقعہ صلیب سے پہلے وقوع پڑے ہوا۔

جواب آپ کا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے تو گئے، لیکن صلیب پر مرنے نہیں۔ سورہ النساء کی آیات "وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ" سے لے کر "وما قتلوه يقيناً" تک واقعہ صلیب کا ہی ذکر ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر لکھائے تو

ضرور گئے لیکن مر نہیں۔ گویا کہ آپ کے عقیدے کے مطابق ”وما قلواه یقیناً بل رفعه الیه“ کا مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام جو صلیب پر لک رہے تھے۔ قتل نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھایا۔ ان معنوں سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اور اٹھایا جانا ظاہر ہے۔ سوال نمبر: ۱۵..... آپ ص ۲۳ پر لکھتے ہیں: ”رفعه الله اليه“ کے الفاظ باعزت وفات کے لئے بھی آتے ہیں۔

جواب اگر آپ کے یہ معنی تسلیم کرنے جائیں تو آیت مذکورہ بالا کے معنی یہ ہوں گے اور یہودیوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو باعزت وفات دی۔ واضح رہے کہ آپ کے عقیدے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام جو سوی پر لک رہے تھے۔ باعزت وفات پا گئے۔ گویا کہ قتل ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کی نئی کی ہے۔ اس طرح آیت میں تضاد واقع ہو گا۔

پھر مرزا غلام احمد قادری کا قول ہے کہ یہودی صلیب کی موت کو ملعون قرار دیتے تھے۔ تو کیا یہ معنی کر کے نہ ہو بالذکر عیسیٰ علیہ السلام کو ملعون تھہرانا چاہتے ہیں؟ آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کی جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کا اکرام بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کی مکروہ باتیں انہیں زندگی میں نہیں دکھائیں۔ اکرام تو نبی کریم ﷺ کی ذات کا ہے۔ وفات کی عزت کیسے ہوئی۔

سوال نمبر: ۱۶..... آپ ص ۲۵ پر لکھتے ہیں: ”یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ”ان اقتلنا المسبیح“ یعنی بے شک ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ اس قول سے مقصود ان کا یہ تھا کہ مسیح بجهل ہونے کے ملعون ہوا۔ یعنی اس نے رفع الی اللہ والی موت نہیں پائی۔

جواب عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر قتل سے بچ گئے۔ انہوں نے رفع الی اللہ والی موت پائی۔ نبی کریم ﷺ کو صلیب کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ انہیں اللہ نے کیسے باعزت وفات دے دی اور پھر باعزت وفات سے معارض بلند ہونے کے کیا معنی۔ کیا وفات سے پہلے مارج بلند نہیں تھے؟ وفات کے بعد بھی درجے زندگی میں اعمال صالحہ اور اللہ تعالیٰ کی عنایت درجے کی اطاعت کی وجہ سے بلند ہوتے ہیں، نہ کہ باعزت وفات پانے سے۔

قرآن ﴿۱۹﴾ میں یہودیوں کے انہیاء کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مرتول ہونے کی وجہ سے ملعون قرار نہیں دیا۔ جب قتل کی موت باعث لخت ہے تو نہیں تو نہیں تو طبی حقیقت کیسے باعزت وفات قرار دی جاسکتی ہے؟

سوال نمبر: ۷۔۔۔۔۔ ص ۲۳ پر آپ نے علامہ زحیری کی تفسیر کشاف سے عبارت لفظ کیا ہے: ”ایے عیسیٰ میں تیری مدت عمر پوری کرنے والا ہوں۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ میں تجھے کافروں کے قتل سے بچانے والا ہوں اور تجھے اس مقررہ مدت تک مہلت دینے والا ہوں۔ جو میں نے تیرے لئے لکھ رکھی ہے اور تجھے طبعی موت دینے والا ہوں۔ تو ان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہو گا۔“

جواب یہ بات تو ہم بھی کہتے ہیں۔ اس کو پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کی اس تفسیر کشاف میں ”رافعک اللہ“ کے معنی اسے الی هماں و مقرر لائتی یعنی تجھ کو اپنے آسان اور اپنے فرشتوں کی قرارگاہ کی طرف اٹھانے والوں ہوں۔ نظر نہیں آئے۔ دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ بھی آپ نقل فرماتے۔

سوال نمبر: ۱۸۔۔۔۔۔ ص ۲۳ پر آپ لکھتے ہیں: ”حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں متوفیک کے معنی میہک کے لکھے ہیں کہ میں تجھے مارنے والا ہوں۔“

جواب کاش کہ آپ تجھ علیہ السلام کے رفع اور توفی کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا صحیح ذہب بیان کرتے۔ امام سیوطی التفسیر و منثور میں لکھتے ہیں: ”عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله انی متوفیک و رافعک اللہ“ یعنی ”رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان“ حضرت ضحاک تابعی حضرت ابن عباسؓ سے قول اللہ ”انی متوفیک و رافعک اللہ“ حم متعلق روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مراد اس جگہ یہ ہے کہ تجھے اخلالوں گا۔ پھر آخری زمانے میں وفات دوں گا۔ اسی طرح تفسیر الی المسوود میں ہے: ”والصحيح ان الله تعالى رفعه من غير وفاة ولا نوم كمقابل الحسن وهو اختيار الطبرى وهو الصحيح عن ابن عباس“ یعنی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر موت اور نیند کے اخليا۔ جیسا کہ حسن بصری تابعی نے کہا اور سہی امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا اور سہی حضرت ابن عباسؓ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔

تفسیر فتح البیان میں ہے کہ آیت ”وانہ لعلم للساعة (۶:۴۲)“ یعنی حقیقت وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کا ایک نشان ہے، سے حضرت ابن عباسؓ علیہ السلام کے نزول کو قرب قیامت کی ایک ثانی جانتے تھے۔ محدث ابن حریر لکھتے ہیں: ”عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الالیؤمنن به قبل موتہ قال قبل موت عیسیٰ“ یعنی آیت ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْأَلِيُّؤْمَنُنْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ“ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ایک روایت میں حضرت ابن

عہاں سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ قبیل موت میں ہے۔ ۴) کنز العمال میں حضرت ابن عباس سے مرفوع امر وی ہے کہ آخرت میں نے فرمایا: ”فَعِنْدَ ذَالِكَ يَنْزَلُ أخْرِيٌّ عِيسَى ابْنُ مُرْيَمٍ مِنَ السَّمَاءِ“ ۵) جس ان (مذکورہ) داقعات کے وقت میرا بھائی میسی بن مریم آسمان سے اترے گا۔ ۶)

سوال نمبر: ۱۹..... ص ۲۲۳ پر آپ نے امام فخر الدین راضی کی تفسیر کبیر سے حوالہ دیا ہے۔

جواب..... کاش کہ آپ ان کی مندرجہ ذیل تحریر میں بھی نقل کرتے: ”أَنَّ الْقَوْمِيَّ
أَخْدَى الشَّيْءِ وَأَفْيَا وَلَمَا عَلِمَ اللَّهُ أَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَخْطُرُ بِبَالِهِ أَنَّ الذَّيْ رَفَعَ
اللَّهُ لَا بَدْهُ ذَكْرُ هَذَا الْكَلَامِ لِيَدِلُّ عَلَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَفِعٌ بِتَامَهِ إِلَى
السَّمَاءِ بِرُوحِهِ وَبِجَسَدِهِ (تفسیر کبیر جلد دوم)“ ۷) توفی کے معنی ہیں کہ کسی چیز کو پورا
پورا لے لیتا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کا اٹھایا تھا اور جسم کو نہیں
اٹھایا تھا۔ اس نے اللہ نے یہ کلام ”انسی متوفیک“ فرمایا تاکہ اس امر پر دلالت کرے کہ اللہ
تعالیٰ نے آپ کو مجسم اور روح کے زندہ آسمان پر اٹھایا۔ ۸)

..... ۲ ”قَالَوْا إِنَّ قَوْلَهُ وَرَافِعُكَ الَّتِي يَقْتَضِي أَنَّ رَفِعَهُ حَيَا وَالْوَا وَلَا يَفْتَضِي
الْتَّرْتِيبُ فَلَمْ يَبِقْ إِلَّا إِنْ يَقُولُ فِيهِ تَقْدِيمٌ وَتَاخِيرٌ وَالْمَعْنَى رَافِعُكَ الَّتِي وَمَظْهَرُكَ
مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَتَوْفِيكَ بَعْدَ أَنْزَالِكَ فِي الدُّنْيَا وَمِثْلُهُ مِنَ التَّقْدِيمِ وَالتَّاخِيرِ
كَثِيرٌ فِي الْقُرْآنِ (تفسیر کبیر جلد دوم)“ ۹) قول الہی ”وَرَافِعُكَ الَّتِي“ تھا اکرنا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ اٹھایا اور واد (عاظم) ترتیب کی مقتضی نہیں۔ پس سوائے اس کے
اور کچھ نہ رہا کہ کہا جائے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور مقتضی یہ ہیں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے
والا ہوں اور کفار سے بالکل پاک صاف رکھنے والا ہوں اور تجھے دنیا میں نازل کرنے کے بعد
وقات دینے والا ہوں اور اس حکم کی تقدیم و تاخیر قرآن مجید میں بکثرت ہے۔ ۱۰)

سوال نمبر: ۲۰..... ص ۲۵ پر لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا کہ یہودی اسے
قتل کریں نہیں سکتے۔ جیسے کہ ”ماقتلوه“ ”کانفاد ہے۔“ بل رفعہ اللہ الیہ ”بل خدا نے صحیح
کو مروع ای اللہ واقعی وفات دی۔“ مرفوع ای اللہ وفات کی صفت ہے۔ یعنی اللہ کی طرف اٹھائی گئی
موت۔ اللہ تعالیٰ البتہ موت وارکرتا ہے۔

جواب..... موت اللہ کی طرف اٹھائی گئی ہیں جاتی۔ رفعہ میں ضمیر کا مرتعن صیلی علیہ السلام
ہے جو کہ جسم مع روح ہے۔ اسے ہی اللہ نے اوپر اٹھایا ہے۔

سوال نمبر: ۲۱..... ص ۲۵ پر لکھتے ہیں: ”آپ مل کے اتحاد کا بھی مقصد جانتے ہیں کہ مل سے پہلا واقعہ اور مل کے بعد کا واقعہ ہمیشہ ایک ہی وقت میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ گویا ان میں اتحاد آنی ہوتا ہے۔ ہم اس جگہ مل کا استعمال اتحاد آنی کے لئے نہیں بلکہ اتحاد زمانی کے لئے جانتے ہیں۔ ہمارے نزدیک رجسٹر کے صلیب سے نہیں کا واقعہ پہلے پیش آیا اور یہ وہ یوں کے باوجود سے عدم قتل کا فعل ان کی ساری زندگی پر محیط ہے۔ بہر طبعی عمر پا کر آپ کی وفات وحدہ انی خوبیک ہوئی اور حسب وحدہ ”ورافعک اللہ“ خدا نے ان کا ان کی وفات کے بعد اپنی طرف رفع کر لیا۔ اس لئے عدم قتل اور رفع الی اللہ میں اتحاد زمانی پایا گیا۔ جو اس جگہ الی کا تلاض ہے۔“

جواب گزشتہ صفات میں تصریح کی جا چکی ہے کہ رفع فعل ماضی ہے۔ اس کی ماضیوں مل سے پہلے مذکور واقعہ یعنی واقعہ صلیب کی نسبت سے ہے۔ صیلی علیہ السلام کو یہود نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ اٹھائیں کا واقعہ پہلے پیش آیا اور صلیب کا واقعہ بعد میں۔ یہ بھی مفصل ہی ان ہو چکا ہے کہ صلیب پر قتل کسی ایسے شخص کا ہوا ہے۔ جس پر کہیں علیہ السلام کی شاہستہ دل دی گئی۔ آپ کے عقیدے کے مطابق صیلی علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے۔ بہر حال آپ اس سے ان کا نہیں کر سکتے کہ ”ماقتلوه یقیناً“ کی آہت واقعہ صلیب کے پارے میں ہی ہے۔ آپ کے عقیدے کے مطابق صیلی صلیب پر لٹک رہے تھے۔ صلیب پر مرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف بانڈا لیا۔ چونکہ صیلی علیہ السلام صلیب پر مرے نہیں۔ پس زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اگر آپ رفع کے وضی اور حقیقی معنے اور اٹھانا مارا دئیں لیتے (حالانکہ ایسا کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں) تو ص ۲۵ کے مطابق رفع الی اللہ والی وفات ہی لے لیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ صیلی علیہ السلام صلیب پر قتل نہیں ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی روح اپنی طرف اٹھائی۔ بالفاظ دیگر صیلی علیہ السلام صلیب پر قتل ہو گئے۔

حالانکہ مل سے پہلے ان کے قتل کی نئی کی گئی ہے۔ تضاد کی وجہ سے رفع کا معنی مرفوع الی اللہ والی وفات کرنا باطل ہے۔ بہر حال رفع کا معنی کچھ بھی کریں۔ مل سے پہلے اور مل کے بعد مذکور واقعات میں اتحاد آنی ثابت ہے۔ گزشتہ صفات میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ مل ابطالیہ ہے اور اس سے متعلق اور بالبعد مذکورہ واقعات میں مناقافت ہوتی ہے۔ آپ کے اس عقیدہ کو کہ صیلی علیہ السلام صلیب پر لٹکائے گئے لیکن مرے نہیں۔ قرآن مجید کی نص ہاطل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ”وَاذَا كَفَّتْ بَنِي اَسْرَائِيلَ عَنْكَ (۵: ۱۱۰)“ اور (وَهُوَ ذَوُّ الْقُوَّاتِ يَادُكُّو) جب میں نے نبی اسرائیل کو تھوڑے دور روکے رکھا۔ یہ میں کا لفظ دروی کے لئے آتا ہے۔ صلیب

پرچھانا تو کجا یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے قریب بھی نہیں پہنچ سکے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے من جملہ احسانات میں سے یہ احسان بھی گنوائے گا۔ سو اس آیت میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتے۔ چونکہ صلیب پر نہیں لٹکائے گئے اور نہ قتل ہوئے۔ سو انہیں زندہ جسم مع روح آسمان پر اٹھالا گیا۔

سوال نمبر: ۲۲..... ص ۲۶ پر جو آپ لکھتے ہیں: ”آپ کی وفات حسب وعدہ انی متوفیک ہوئی اور حسن وعدہ ”رافق اللہ“ خدا نے ان کو ان کی وفات کے بعد اپنی طرف رفع کر لیا۔“ جواب یہاں اپنی طرف رفع کر لیا کیوں لکھتے ہیں۔ ص ۲۵ والے معنی ”خدا نے مسح کو مرفوع علی اللہ والی وفات دی“ کیوں نہیں کرتے۔ یا پھر ص ۲۳ والے معنی کیوں نہیں کرتے کہ خدا نے مسح کو باعزم وفات دے دی۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ تلمیس کر رہے ہیں۔

سوال نمبر: ۲۳ ص ۲۶ پر لکھتے ہیں: ”اب ہم کہتے ہیں کہ اگر میں سے پہلے ایک واقعہ کی نئی ہو تو یہیشہ اسی وقت ایک واقعہ کا اٹپات نہیں ہوتا۔ بلکہ نئی والے واقعہ سے کافی عرصہ بعد جا کر اٹپات والا واقعہ توقع میں آتا ہے۔ ہمارے اس بیان کی تائید قرآن مجید کی ذیل کی آیت سے ہوتی ہے اور یہ تائید جتاب میاں صاحب آپ کے تقدیر کی کلیت کو تزویہ ہے۔ وَكَيْفَ يَنْهَا اللَّهُ تَعَالَى قرآن مجید میں فرماتا ہے: ”وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَا عَبْدَنَا أَنْ نَخْذِلَهُ لَهُ لَا تَخْذِنَاهُ مِنْ لَدُنَّا إِنْ كَنَّا فَاعِلِينَ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاحِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مَعًا تَصْفُونَ“ کافر کہتے تھے کہ خدا نے یہ زمین و آسمان کھیل کے طور پر بنائے ہیں (الانبیاء: ۱۸، ۱۹) اس سے زیادہ ان کا کوئی مقدمہ نہیں۔ اس کی تزویہ میں اللہ نے فرمایا کہ:

وہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ کھلیتے ہوئے نہیں بنایا۔ اگر ہم نے اس کا اپراؤڈ کیا ہوتا تو پھر ہم اپنی طرف سے ایسا ہی کرتے۔ اگر ہم کرنے والے ہوتے (یعنی اگر ہمارے شان کے مناسب ہوتا) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تحقیق کو باطل پڑھاتے ہیں۔ تودہ حق باطل کا پچھوڑنا کال دیتا ہے اور تم لوگ خدا کا جو صرف بیان کرتے ہو (کہ اس نے بطور کھلیل انہیں بنایا ہے، نہ کسی اور مقصد کے لئے) تمہارے لئے ذاتی کاماعث ہے۔

اس آیت میں ”بل نفذ بالحق على الباطل فيدفعه فاذا هو زاحق“ کے الفاظ سے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان اشیاء بطور کھیل کے بنا پا جانے کی لفظ کا ہی ترجمہ بہوت مہیا کیا گیا ہے اور الله کے بنا پا جانے کا اہم مقصد بیان کیا گیا ہے کہ ہم نبیوں کو تسبیح کرنے

کا باطل سے اس طرح مقابلہ کر دادیتے ہیں کہ حق باطل کا کچھ مر نکال دیتا ہے اور باطل حق کے مقابلے میں بھاگ جاتا ہے۔

جتاب من دیکھو تجھے ان آیات میں ”وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بینَهُما لَاعْبِينَ“ کے جملہ کا مضمون منقی ہے اور ”بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاحِقٌ“ کا مضمون ثابت ہے۔ ان دونوں جملوں میں مل کے ذریعے عطف پر ہمیں آیت کے جملے کا حکم بھی قائم ہے اور دوسری آیت کے جملہ کا حکم بھی جملے کے بعد آیا ہے، قائم ہے۔ اس طرح دونوں جملے مکمل کا مقصود ہیں اور دوسرا جملہ پہلے کی تشریع کر رہا ہے اور ایک اشائی مقصد کا اس تشریع پر اضافہ بھی کر رہا ہے۔ جس کا بیان کرتا خدا تعالیٰ کے نزدیک مل کے بعد زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ویکھنے اس جملہ میں سے پہلے منقی جملہ اور مل کے بعد اشائی جملے کے واقعات میں اتحاد آنی موجود نہیں۔ بلکہ ہزارہا سال کا فرق ہے۔ کیونکہ حق کا باطل پر اخہمار نا خدا کی طرف سے آسانوں اور زمین اور ان کے درمیان اشیاء پیدا ہونے سے ہزارہا سال بعد میں شروع ہوا جب کہ خدا نے انبیاء کے سچینے کا سلسہ شروع کیا۔

پس جتاب من! اتحاد آنی کے متعلق آپ کے قاعدة کا کلیہ ہوتا باطل ہوا کہ مل سے پہلے ایک واقع کی نفی اور اسی وقت ایک واقعہ کا اثبات بھی ہے اور دونوں واقعات کے موقع کا وقت ایک نہیں بلکہ ان میں لمبا فاصلہ موجود ہے۔ پس جب مل پر مشتمل مضمون کے دونوں میں دونوں فلکوں کے موقع میں ہزارہا سال کا فاصلہ ہو سکتا ہے تو آیت ”مَا قَتْلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفِعَ اللَّهُ إِلَيْهِ“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلبی موت سے بچایا جانے کے فلک اور ان کے وفات پا کر مرفع الی اللہ کے فلک میں اگر ۷۸۸ برس کا عرصہ پایا گیا تو یہ امر کیوں کرتا ایضً ہو سکتا ہے؟ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ ان ۷۸۸ سالوں میں عدم قتل کا فلک چلتا رہا ہے اور آپ کی وفات اور رفع الی اللہ تک اس کا دامن وسیع ہے۔ اس لحاظ سے دونوں فلکوں عدم قتل اور رفع الی اللہ والی توفی جو ۷۸۸ سال بعد ہوئی۔ باہم اتحاد زمانی رکھتے ہیں۔ جیسے خدا کے آسانوں وزمین اور ”وَمَا بِنَهْمَا“ کے پیدا کرنے کے بعد اس کا کھیل کے طور پر پیدا نہ کئے جانے کا زمانہ انبیاء کے تھوڑتک مدد ہے اور ان دونوں فلکوں میں اتحاد زمانی موجود ہے، نہ کہ اتحاد آنی۔

جواب آپ نے ص ۲۲ پر جو ہمیں آیت قرآنی ”نَتَخَذِّلُهُوا“ لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مطلب بر ازی اور وحکومتی کی خاطر آپ نے ایسا کیا ہے۔ اول تو یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک آیت میں مل سے باقل اور با بعد کے واقعات میں اتحاد زمانی پایا جاتا ہے تو دوسری

آہت میں بھی ایسا ہی ہو۔ لیکن آپ کی متفوہہ آیات میں تو اتحاد زمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مل کا عطف تو مندرجہ ذیل و فقرہوں پر ہے۔

۱..... ”لوار دنا ان نقذذا له واللتخذناه من لدنا ان کنا فاعلين“ (اگر ہم چاہتے، کہ کھیل تھا شاہنامہ تو اپنے پاس سے ہایلیتے۔ مگر ہم ایسا کرنے والے نہ ہتے۔)

۲..... ”نقذف بالحق على ال باطل فيدفعه فإذا هو زاحق“ (ہم حق سے باطل پر چوت لگاتے ہیں۔ تو وہ باطل کا سر ڈالنے ہے اور اچانک اسے فا کرو دیتا ہے۔)

”وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لاعبين“ پر مل کا عطف ہے ہی نہیں۔ آپ اسے مقنی مضمون کا جملہ بتا رہے ہیں۔ درحقیقت ”لوار دنا ان نقذذا له واللتخذناه من لدنا ان کنا فاعلين“ کے جملہ کا مضمون مقنی ہے۔ کیونکہ ”ان کنا فاعلين“ میں ان قافیہ ہے۔ آپ اس کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ اسی پر مل کا عطف بھی ہے۔ آپ خود ہی لکھ رہے ہیں:

”ان دونوں جملوں میں مل کے ذریعہ عطف پر ہمیں آہت کے جملے کا حکم بھی قائم ہے اور دوسرا آہت کے جملہ کا حکم بھی جو مل کے بعد آیا ہے قائم ہے۔ اس طرح دونوں جملے مکالم کا مقصود ہیں اور دوسرا جملہ پہلے کی تشریع کر رہا ہے اور ایک اثباتی مقدمہ کا اس تشریع پر اضافہ بھی کر رہا ہے۔ جس کا بیان کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک مل کے بعد زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

ان جملوں سے مراد جملہ نمبر ۲۳ اور جملہ نمبر ۲۴ ہیں۔ تابیے ان میں اتحاد زمانی کی کہاں ہے؟ داقعہ میں حق کی چوت لگا کر باطل کو فدا کر دینا پہلے تحقیق ہوا۔ پیچے کھیل تھا شاہنامہ کا ارادہ نہ ہونے کا ذکر کیا۔ اسی طرح آہت ”ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیه“ میں بھی پہلے مذکورہ داقعہ صلیبی پیچے ہوا۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یعنی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ آپ خواہ خواہ تعالیٰ کر رہے ہیں کہ آپ کی پیش کردہ آہات نے آہت ”ماقتلوہ یقیناً الخ“ کے اروگرد بنا ہوا تا انہا تاریخ گفتہ سے کمزور ثابت کر دیا ہے۔ آپ اپنی تلسی سے دینا کو دھوکہ تو نہیں دے سکتے۔

سوال نمبر: ۲۳..... ص ۳۰ پر لکھتے ہیں ”خدا اور بندے کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں کیا جاسکتا۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فحن اقرب اليه من حبل الوريد“ کہ ہم انسان کی شرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور رفع جسمی اور ری کو چاہتا ہے اور خدا مجھ سے دور نہ تھا۔ پس جب خدا اور مجھ کے درمیان کوئی فاصلہ قرار نہیں دیا جاسکتا تو مجھ کے جسم کا رفع خدا کی طرف جو ہر نہیں کیا

جاسکتا۔ کیونکہ اس سے خدا کا مدد و المکان ہوتا لازم آتا ہے اور ذوالجہہ ہوتا بلکہ جسم ہوتا بھی لازم آتا ہے۔ مگر مجھ کے خدا کی طرف رفع جسمی کا خیال ہاصل ہے کہ رفع سے شان اور بلندی درجات عی مرادی جاسکتی ہے۔ ”لَا غَيْرَ فَنَدِيرٌ“ قرآن مجید کی آیت ہے:

جواب..... ”وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَبَنَا نَجِيَا (۵۲:۱۹)“ اور ہم نے موئی علیہ السلام کو کوہ طور کی وہی طرف سے آواز دی اور سرگوشیوں کے لئے اپنے سے قرب کیا۔ یہ آواز اللہ تعالیٰ نے دی۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا کوہ طور کی وہی طرف سے مدد و المکان ہوتا ظاہر ہوتا ہے اور اس خیال کو بعد کے الفاظ ”قربناہ نجیا“ سے مزید تقویت ملتی ہے۔ آپ کے قول کے مطابق خدا اور موئی علیہ السلام کے درمیان کوئی فاصلہ قرار نہیں دیا جاسکتا تو خدا نے موئی علیہ السلام کو جو جسم اور مدد و المکان ہیں۔ اپنے قرب کیوں کیا؟ قرب جانے والا جس کے قریب جا رہا ہے اس کی طرف فاصلہ طے کرے گا اور اس کو بھی جسم اور مدد و المکان تشکیم کرنا پڑے گا۔ لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ مدد و المکان۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کی طرف رفع ہو جانے کی وجہ سے خدا کا مدد و المکان ہوتا لازم نہیں آتا۔ مفصل بحث گزشتہ صفحات پر گزر جگی ہے۔ جہاں رفع نادی جسم ہو۔ جیسے آیت مل رفع میں عیسیٰ (جند مدد و روح) کا ہے تو وہاں اس جسم کو اور اخہانا یعنی مراد ہو سکتی ہے۔ شان اور بلندی مراد نہیں لی جاسکتی۔

مشہور:

”وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورِ (۹۳:۲)“ ہم نے تمہارے سارے پر طور پر ہماڑ کا اٹھایا۔ یہ ”اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عِدَمِ تَرْوِنَهَا (۲:۱۳)“ یعنی اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا اور تم دیکھ رہے ہو کہ کوئی ستون انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے۔ یہ جہاں رفع درجات مقصود ہوتا درجات کا لفظ رفع کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ مثلاً ”وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ درجات (۲۰۳:۲)“ یعنی ان میں سے بعض کے درجے بلند کئے۔ یہ ”وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَافَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ (۱۶۰:۲)“ اور وہی تو (خدا) ہے، جس نے زمین میں تھیں اپنا نائب بنایا اور تم میں سے بعض کے بعض پر درجے بلند کئے۔

سوال نمبر: ۲۵..... ص ۳۲ پر لکھتے ہیں: ”مَادِمْتَ فِيهِمْ“ اور ”مَادِمْتَ حِيَا“ یہ زندگی کے بیان کرنے کے ہی وسائل ہیں۔

جواب..... ان کے اس جواب سے ظاہر ہے کہ ان کے زندگی ”مَادِمْتَ فِيهِمْ“ کے الفاظ مشہود علیکم میں ان کے زندہ ہونے کو چاہیے ہیں۔ پس یہ الفاظ زندگی کے لئے کتابی

ہیں) اس پر مفصل بحث گزشتہ صفحات میں گزر جگی ہے۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ کتنا (فرضی) معنے یعنی کا جواز تب ہے جب حقیقی معنے لیما منوع ہو۔ جب حقیقی معنی مصنفوں توہم کیوں کہیں کہ ”اما دمت فیهم“ کے الفاظ ان کی زندگی کے لئے کتابیہ ہیں۔ یہ الفاظ صرف ”مشهود علیہم“ کے درمیان یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ان کے درمیان موجودہ ہونے کی صورت میں ان پر گواہ تو نہیں ہوں گے۔ لیکن اس میں موجودہ ہوتے زندہ توہر کئے ہیں۔ جیسے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت کے زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے۔

سوال نمبر: ۲۶..... ص ۲۱ پر آپ نے صحیح بخاری کی پوری حدیث نہیں لکھی۔ پوری حدیث یوں ہے: ”یو خذ برجال من اصحابی ذات الیمن و ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انہم لم یز الو امر تدین علی اعقابہم من ذ فارقتہم فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ ابن مریم وکنت علیہم شہیداما دمت فیهم فلما توفینی کنت انت الرقیب علیہم“ (ميری امت کے کچھ لوگوں کو دامیں باعیں سے کہدا جائے گا تو میں کہوں گا یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ تو مجھے کہا جائے گا کہ نہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جب تو ان سے جدا ہوا۔ یہ دین سے برگشہ ہو کر مرتد ہی رہے تو میں کہوں گا کہ جس طرح کہا ہو گا عبد صالح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے کہا ہی میں تو شاہدان پر اس وقت تک راجب تک میں ان کے نئے رہا۔ جب تو نے مجھے بھر لیا تو صرف توہنی ان پر تکہاں تھا۔

جواب فاقول کما قال کہنے سے یہ ضروری نہیں کہ کما سے پہلے اور بعد میں بیان کردہ واقعات ہر لحاظ سے ایک ہی ہوں۔ سورہ انبیاء میں ہے: ”کما بدأنا اول خلق نعيده (۱۰۴:۲۱)“ (جس طرح ہم نے تخلوقات کو ہمیں بار پیدا کیا تھا، اسی طرح دوبارہ پیدا کر کے چھوڑیں گے۔) ظاہر ہے کہ ہمیں پیدائش ماں کے پیٹ سے باپ کے نطفے سے ہوتی ہے اور قیامت کے روز اس طرح پر نہیں ہوگی۔ صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ جس طرح ہمیں دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ موت کے بعد بھی پیدا کرو دیا اس کی اقدرت سے باہر نہیں ہے۔ اسی طرح ”فاقول کما قال العبد الصالح“ میں کہا اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے شرک سے بری الذمہ ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ اپنی امت کے مرتدین کے ارتاد سے برأت کا اظہار کریں گے۔

باتی رہایہ سوال کہ جب آنحضرت ﷺ کی توفی موت سے ہوئی ہے تو عیسیٰ علیہ السلام

کی توفی کو رفع آسمانی سے کیوں تجویر کریں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ توفی جنس ہے اور موت، نیند، رفع وغیرہ اس کی انواع ہیں۔ ہمیں نوع کا فیض کرنے کے لئے قرآن اور خصوصی حالات پر نظر کرنی پڑتی ہے۔ ”ریب“ کے معنی ہر جگہ لشک کے ہیں۔ لیکن سورہ الطور میں رب المون سے حادث زمانہ مراد ہے۔ اسی طرح ”بروج“ سے مراد ہر جگہ ستارے ہیں۔ لیکن سورہ نساء میں بروج مشیدۃ سے اونچے اونچے چل مراد ہیں۔

اسی طرح گواہ ایک لفظ توفی و دنوں پیغمبروں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن ہر دو کے خصوصی حالات سے جو خارجی دلائل سے ثابت ہیں۔ نظر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ کی توفی رفع آسمانی سے ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی توفی موت سے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بوجب آیات ”أَنِّي مُوْفِيكُ وَرَافِعُكُ إِلَيْيَ“ اور ”بَلْ رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“ (۱۵۹: ۴)، آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے کے بعد ہوئی اور رسول اللہ کی توفی موت سے ہونے کی دلیل حدیث سے ثابت ہے۔ جو صحیح بخاری کے باب وفات ابن ماجہ میں ہے۔ پس آیت ”فَلِمَا تَوَفَّيْتَنِي“ سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے خلاف رفع آسمانی ثابت ہوا۔

سوال نمبر: ۲..... ص ۳۵ پر لکھتے ہیں: ”آپ نے اسلامی تاریخ کے خلاف یہ لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لے جانے پر مکہ والوں پر عذاب نہیں آیا تھا۔“ جتاب میاں صاحب! یہ بات آپ نے غلطی سے لکھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لے جانے پر آیت ”ماکان اللہ لیعذبہم و اذت فیہم“ کے مطابق مکہ سے مدینہ بھرت فرما جانے پر مکہ والوں پر ضرور عذاب آیا تھا۔ کیا جگہ بزرگ ستر کفار کا مuhan کے سردار ابو جہل کے مارا جانا عذاب نہیں تھا؟ جس سے کہ مکہ والوں کو ہمکلت فاش ہوئی؟ اگر مسلمانوں کے ہاتھوں کافروں کا جگہ میں مارا جانا عذاب نہیں ہوتا تو خدا تعالیٰ نے قرآن میں کیوں فرمایا ہے: ”قاتلوهم یعذبہم اللہ بایدیکم (توبہ: ۱۴)“ کہ مسلمانوں! ان حملہ اور کافروں سے جگ کرو۔ خدا تعالیٰ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا۔ پس آپ مکہ والوں میں یقیناً اس وقت موجود نہ تھے۔ جب بدر کے میدان میں مکہ والوں کے ستر پاہی مارے گئے۔“

آپ کی منقولہ آیت میں اللہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے کفار کو عذاب دینا مذکور ہے اور آیت ”ماکان اللہ لیعذبہم الخ“ میں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ عذاب بیان ہوا ہے۔ میں نے یہ صحیح لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے پر مکہ والوں پر عذاب نہیں آیا تھا۔ البتہ آپ تاریخ کے خلاف لکھ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کہ والوں میں یقیناً اس

وقت موجود نہ تھے۔ جب بدر کے میدان میں کہ والوں کے ستر پاہی مارے گئے۔ آپ کی موجودگی کے متعلق و قرآن میں نص موجود ہے۔ سورہ آل عمران میں ہے:

”ولقد نصر کم اللہ ببیدر و انتم اذلة فاتقو اللہ لعلکم تشکرون اذنقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یعدکم ربکم بثلاثة الاف من الملاکة منزلین“ (والتعییہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری اس وقت دفعہ ماں تھی جب تم ہے سرو سامان تھے۔ سو اللہ سے ذرائع رہا کرو تاک تمہیں ٹھرگزاری کی توفیق ہو۔ اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ سونوں سے فرمائے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروگار تین ہزار فوج تھے آسان سے نازل کر کے تمہاری دفعہ ماۓ۔)

اسی جنگ میں مغلی بھر کلکریاں ہاتھ میں لے کر آنحضرت ﷺ نے قرب کی طرف پہنچیں اور فرمایا: ”اللہ ان کے چہرے سخ کرے“ مشرکین میں سے کوئی بھی نہ بچا جس کی آنکھوں، منہ اور ناک میں مٹی نہ بھر گئی ہو۔ حق تعالیٰ نے آیت ذیل میں اسی طرح اشارہ فرمایا ہے: ”وَمَارْمِيْتَ اَذْرَمِيْتَ وَلَكِنَ اللَّهُ رَمَى (۱۷:۸)“ (جب آپ نے مشرکین پر کلکریاں پہنچیں تو آپ نے نہیں پکڑا اللہ نے بھیکی تھیں۔) کہ آپ قرآن کی شہادت کے باوجود یہ غلط بیان کرنے کی جرأت کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جنگ بدر میں موجود نہ تھے۔

سوال نمبر: ۲۸..... ص ۳۵ پر لکھتے ہیں: ”اسی طرح جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فلسطین سے بھرت و قوع میں آجائے پر اہل فلسطین میں پھنس نہیں موجود نہ تھے اور شہادت کے لئے پھنس نہیں موجود ہوا ضروری ہوتا ہے۔“

جواب آپ کے قول کے مطابق توفی سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا مشہود علیهم یعنی اہل فلسطین میں موجود ہونا ضروری ہے۔ لہذا اگر آپ توفی سے وفات مراد لیتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کی کشیر کی طرف بھرت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وفات سے پہلے وہ کشیر میں تھے اور آیت کی رو سے اہل فلسطین میں ان کی موجودگی توفی کے وقت ضروری ہے۔ لہذا کشیر کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کی بھرت ثابت نہ ہوئی۔

سوال نمبر: ۲۹..... ص ۷۳ پر لکھتے ہیں: ”یہ کون قادریانی مانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو صلیب پر لکھا یا ہوا تھا۔ اس کی موت صلیب پر واقع ہو گئی؟ اور یہ موت عزت والی تھی۔ جو اسے ملی؟ ہم تو والی صلیب سے ۸ سال بعد ان کی طبی وفات مانتے ہیں۔

جواب آپ نے خود ص ۲۳ پر ”رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ“ کے معنی باعزت وفات لکھے

ہیں اور ص ۳۰ پر باعزت وفات کے بعد بلند مارچ پانا، آپ اس سے تو انہیں کر سکتے کہ آیت ”ماقتلوه یقیناً بل رفعه اللہ الیه“ واقعہ صلیب کے متعلق ہے۔ کیونکہ قرآن میں اور کہیں واقعہ صلیب کا ذکر نہیں۔

آپ جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ لیکن مرے نہیں اور ”ماقتلوه یقیناً“ سے بھی ثابت ہے کہ صلیب پر قتل نہیں ہوئے۔ آپ کو اپنے عقیدے کی بنیاد پر متنے یوں ہی کرنے پڑیں گے۔

یہود یوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باعزت وفات دے دی۔ اب اپنے ہی معنوں میں آپ کو انکار ہے۔ اس لئے کہیں تو اسکے معنی لکھتے ہیں ”توفیٰ ولارفع“ (ص ۱۸)۔ کہیں طبعی وفات پائی اور اس کے ساتھ ہی بلند ہو گئے (ص ۲۲)۔ کہیں مرفوع الی اللہ والی وفات (ص ۲۵)۔ کہیں وفات کے بعد اپنی طرف رفع (ص ۲۶) اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ہو گیا۔ جو طبعی موت کے بعد ہوا۔ (ص ۳۹) کوئی وجہ تو ہے جو آپ کو ٹھیس سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مل بطالیہ ہونے کی وجہ سے قتل کی نظری اور ساتھ ہی رفع کا اشاعت ہونا چاہئے۔ اگر صلیب پر باعزت کی موت نہیں مانتے۔ تو یہ ان لیں کہ صلیب پر سے غشی کی حالت میں اتارے گئے۔ لیکن زندہ تھے۔ اسی وقت اللہ نے انہیں طبعی موت دے دی۔ یہاں اتحاد زمانی نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ اوراق میں آپ کی پیش کردہ اتحاد زمانی والی آیت کی بھی تردید ہو چکی ہے اور کشیر کی طرف ہجرت کرنے کے خود تراشیدہ افسانے کی بھی۔

سوال نمبر: ۳۰..... ص ۳۰ پر لکھتے ہیں: ”متوفیک“ کا لفظ طبعی عمر پا کر وفات پانے کو چاہتا ہے اور ”رافعک الی“ کا ذکر اس کے بعد ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی اللہ وفات طبعی کے بعد ہوا۔

جواب آپ نے ص ۳۰ پر رفع کے معنے باعزت وفات کے بعد بلند مارچ پانا لکھے ہیں۔ یہاں رفع الی اللہ کی بجائے یوں کیوں نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باعزت وفات کے بعد مارچ پاناطبعی وفات کے بعد ہوا۔ کیا یہ معنی یہاں صحیح بیٹھتے ہیں؟

سوال نمبر: ۳۱..... ص ۳۱ پر لکھتے ہیں ”اے عیسیٰ ایک جگہ سے دوسرا جگہ مختل ہو جاؤ۔ (فلسطین سے چلا جا) تاکہ تو پہنانہ جائے اور دکھنے دیا جائے۔“

جواب اس سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی اور باقی عمر کسی اور جگہ برسکی۔ آپ تسلیم کر رہے ہیں کہ واقعہ صلیب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کشیر

کی طرف بھرت کی اور ۸۷ء میں وہاں گزار کر طبعی وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آہت ”کنت علیہم شہید امامدہت فیہم فلما توفیتني کنت انت الرقیب علیہم“ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی توفی اس وقت ہوئی جب کہ وہ اپنی قوم سے اندر موجود ہونے کی وجہ سے اس پر گواہ تھے اگر آپ کی بات مان لیں تو چونکہ فلسطین سے چلے گئے اور وفات کے وقت کشیر میں تھے۔ لہذا فلسطین میں موجود ہونے کی وجہ سے قوم پر گواہ نہیں ہو سکتے۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ان کی توفی کے بعد بگڑی ہے اور ثبوت میں بھی آہت پیش کیا کرتے ہیں۔ یعنی ”وکنت علیہم شہید امامدہت فیہم“ یعنی میں ان پر گواہ تھا، جب تک ان کے درمیان موجود رہا۔ آپ کی یہ بات صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ توفی کے وقت عیسیٰ علیہ السلام اہل فلسطین میں موجود ہوں۔ جیسے کہ آہت میں تصریح ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا کشیر کی طرف بھرت کرنا اور وہاں ۸۷ء قیام کے بعد وفات پا کر مدفون ہونا باطل نہ ہوا۔

سوال نمبر: ۳۲: ص ۲۳ پر لکھتے ہیں: ”حدیث نبوی ان عیسیٰ اتنی علیہ الفنا کے مطابق آپ وفات پاچکے ہیں۔“

جواب یہ حدیث رائج سے مرسل اہمیان ہوئی ہے اور درمنثور جلد دوم ص ۳ پر ہے۔ اس میں آخری الفاظ یہ ہیں: ”قال المستم تعلون ان ربنا حیی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفنا قالوا ابلی“ ہمیں کریم ﷺ نے (نصاریٰ کے وفد نجران) سے فرمایا کیا تم یہ تعلیم نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ اس کو موت بھی نہ آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام کو موت آئی ہے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا اور کہا یہ لکھ ان کو موت تو آئی ہے۔ یہاں ”اتنی علیہ الفنا“ نہیں ہے۔ یاتی علیہ النفا یعنی عیسیٰ پر فنا آئے گی، آپ چکنہ نہیں۔ سوال نمبر: ۳۳: ص ۲۳ پر لکھتے ہیں: ”میں اگر آپ کو اتحاد آئی پر یعنی اصرار ہے تو ان کی بھرت ای الارض مان لیں“ اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتحاد زمانی کے عقیدے میں آپ متزلزل ہیں۔ ورنہ بالجملہ اس پر قائم رہجے۔

جواب سوال تو رفع الی اللہ کا ہے اور ہم مان لیں بھرت ای الارض کشیر کی طرف بھرت کے افسانے کا تیا پانچ کیا جاچا گا ہے۔

سوال نمبر: ۳۴: ص ۲۳ پر یعنی لکھتے ہیں: ”آپ کو علامہ یوسف علی کا ترجیح پیش کیا گیا تھا۔ وہی مان لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عدم قتل ان کے رفع الی اللہ یعنی رسول ہونے کا ثبوت ہے۔ آخراں معنوں سے آپ کو کیوں اکارا ہے؟ اسی لئے تو اکارا ہے کہ یہ تغیر حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے آسان پر اٹھائے جانے کے خلاف ہے۔

جواب کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی رسول قتل ہو جائے تو وہ رسول ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں یہودیوں کے انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔ مجھی علیہ السلام قتل ہوئے تو نعوذ بالله قتل ہونے والے انبیاء، کیا انبیاء نہیں رہیں گے؟ اس لئے آپ کی یہ تفسیر قابل قول نہیں۔ رفع الی اللہ کے معنی رسول ہونا کس لغت میں لکھے ہیں؟

سوال نمبر: ۳۵ ص ۳۲ پر لکھتے ہیں: ”آپ کاریاضی کا قاعدہ اس حدیث پر لاگو نہیں ہو سکتا۔ یہ تب لاگو ہو سکتا ہے اگر حدیث ہذاں یہ الفاظ ہوتے کہ ہر پہلے نبی کی عمر بعد آنے والے سے دُنی ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف آپ نے الفاظ حدیث کا ترجیح خود یہ لفظ کیا ہے کہ کوئی نبی نہیں گزرا جس کی عمر پہلے نبی سے آدمی نہ ہوئی ہو۔

جواب ان الفاظ سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے نبی نے پہلے نبی سے نصف عمر ضرور پائی ہے۔ اس سے کم نہیں۔ ان الفاظ کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ پہلے نبی نے بعد والے نبی سے دو گز عمر پائی ہے۔ پس ہر بعد والا نبی پہلے نبی سے اس حدیث کے مطابق نصف عمر ضرور پاتا رہا ہے۔ نصف عمر ضرور پائی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اگر ۵۰ سال تھی تو حضرت الحلق علیہ السلام نے ان سے نصف عمر ضرور پائی۔ خواہ ان کی عمر بھی ابراہیم علیہ السلام کے مساوی یا اس سے کم و بیش ہو۔ لیکن انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سے نصف سے کم عمر ہرگز نہیں پائی۔ سبی صورت عمر درسے انبیاء کی ہے جو اسحق علیہ السلام کے بعد ہوئے۔ پس اس حدیث سے پہلے نبی کے لئے بعد والے نبی سے دو گز عمر پانے کا غیر مقول استدلال درست نہیں۔ پس آپ کاریاضی کا حساب مردود ہے۔“

حدیث کا ترجیح میں نے نہیں کیا۔ سرزنشی الدین محمود نے کیا ہے اور یہ ترجیح غلط ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا عَاشَ نَصْفَ الْذِي قَبْلَهُ“ ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر پائی ہے۔ یہ اس کا ترجیح یہ نہیں ہو سکتا کہ ”کوئی نبی نہیں گزرا جس کی عمر پہلے نبی سے آدمی نہ ہوئی ہو۔“ اگر یہ مراد ہوتی تو ”الاعاش نصف او اکثر من نصف الذی قبله“ ہوتا۔ خواہ یوں کہیں کہ بعد والے کی عمر پہلے سے نصف ہوتی ہے یا یوں کہیں کہ پہلے کی عمر بعد والے سے دُنی ہوئی ہے۔ ایک ہی بات ہے اس لئے میرا استدلال درست ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھی علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام نبی ہیں۔ لیکن میں نے عمر بعض ہم عمر انبیاء کے نام نہیں لئے تھے۔ کیونکہ ان کا نام لئے بغیر بھی مقصود جاتا ہے۔ اس حدیث کا ضعیف ہونا تو اس

امر سے بھی واضح ہے کہ ایک ہی زمانے میں کئی انیاء موجود تھے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق اور لوط علیہما السلام ہم صورتے۔ ان میں اگلے پچھلے کی تینیں کیے ہو گی۔ اگر حدیث کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اسے ظاہری معنوں پر محول کرنا پڑے گا۔ یعنی پچھلے نبی کی عمر پہلے کی عمر کا نصف ہوئی۔ اس لحاظ سے اگر مرزا قادیانی نبی ہیں تو عمر نبی کریم ﷺ کی عمر کا نصف یعنی تقریباً ۳۲ سال ہوئی چاہئے۔ لیکن مرزا قادیانی نے ۷۰ برس کے قریب عمر پائی۔ یہ ان کے کاذب ہونے کی دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ کافر مان کر میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہونا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے الفاظ کے ظاہری معنی ہی لئے ہیں۔ کیونکہ ان سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال بیان ہوئی ہے۔ سوان کی عمر ۱۲۰ سال کا نصف یعنی ساٹھ سال ہوئی چاہئے۔ غرضیکہ حدیث کو صحیح تسلیم کرنے سے مرزا قادیانی کے دعویٰ کی بخوبی ہوتی ہے اور صحیح تسلیم نہ کرنے سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ یہ حدیث کی صحت یا عدم صحت آپ کو چندال مفید نہیں۔

سوال نمبر: ۳۶..... ص ۳۵، ۳۶ پر لکھتے ہیں: ”بھر قرآن مجید میں ”فلماتوفیتنی“ کے الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نص صریح ہیں۔ اور ”کنت انت الرقیب عليهم“ کے الفاظ ان کی دوسرا پار دنیا میں واپسی کے خلاف ہیں۔ یہ جب وہ اپنے بیان کی رو سے دوبارہ دنیا میں نہیں آئے ہوں گے اور ان کے اس اپنے بیان میں توفی کا ذکر ہے۔ جس کا دامن قیامت تک وسیع ہے۔ توفی کے معنے جسم مع الروح کے آسان پر اٹھالیتا کرنا آپ کو کیا فائدہ دے سکتا ہے؟ کیونکہ ”کنت انت الرقیب عليهم“ کی رو سے ان کی دنیا میں واپسی تو عال ہے۔ درستہ ان کے اس بیان کو جھوٹا فرار دنیا پڑے گا کہ میری توفی کے بعد ان کا توہی گران رہا ہے۔ یعنی مجھے پھر ان کی نگرانی کا موقع نہیں ملا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں اصلًا داپس آنا ہوتا اور توفی کے معنے ان کے نزدیک اس جگہ جسم مع الروح کے آسان پر اٹھالیتا ہوتے تو پھر وہ یہ جواب نہ دیتے کہ جب تو نے دوبارہ مجھے دنیا میں بھیجا تو میں نے اپنی قوم کو صلیب کا پھجاري اور گراہ پایا اور میں نے صلیب کو توڑ دیا اور سب کو مسلمان ہنادیا۔ گران کا ایسا بیان موجود نہیں اور مذکور توفی کا دامن قیامت کے دن تک پھیلا ہوا ہے۔

لہذا یہ توفی وفات والی ہو سکتی ہے۔ درستہ ان کی دوسرا توفی کا ذکر قرآن سے دکھائیں اور اپنے علم پر گھمنڈ کرنا چھوڑ دیں۔ جناب میاں صاحب! آپ کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہائل خدا نے کسی اور شخص کو دے کر صلیب پر مروا دیا۔ بالضرور۔

یہودیوں کے لئے ہدایت کا سامان نہیں رکھتا بلکہ گمراہی کا موجب ہے اور بے گناہ کو خدا کا صلیب پر چڑھا کر مراد یا ظالم عظیم ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی شان کے منافی ہے۔ ”ان الله لا یظلم مثقال ذرة (۴:۴)“ جب خدا کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا تو کسی دوسرے شخص کو بلا جرم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہٹکل دے کر مراد یا تو صرف ظلم ہی نہیں بلکہ دھوکہ وہی بھی ہے۔

”تعالیٰ شانہ عن مثل هذه الھفوات“

جواب گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ ” توفیت نی“ کے معنی ”رفعتنی الی السماء“ ہیں۔ لافیریہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ ”کنت انت الرقیب علیہم“ کے الفاظ ان کی دوسری بار دنیا میں والہی کے خلاف نہیں۔ یا انہوں نے کہیں بیان نہیں دیا کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے ہوں گے۔ ان کے دوبارہ دنیا میں آنے سے ان کا یہ بیان جھوٹا ثابت نہیں ہوتا کہ میری توفی کے بعد تو ہی ان کا گمراہ رہا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قوم میں ان کی عدم موجودگی کے وقت قوم اللہ تعالیٰ کی گمراہی میں رہتی ہے۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ عیسیٰ نے یہ کیوں نہ کہا کہ دوبارہ دنیا میں گیا تھا اور میں نے سب صلیب کے پوچھنے والوں کو مسلمان بناؤ یا تھا۔ تو یہ سوال چنانجاہ بگدم والی بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن یہ سوال ہو گا ”اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سواد و خدا بیانلو؟“ عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے، تیرے لئے پاکی ہے۔ میرے شایان شان نہیں کہ میں اسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوئی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے کہ میرے جی میں کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے اور تو غیب کی باتوں کو خوب جانے والا ہے۔ میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی۔ جس کا تو نے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تھہارا بھی اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک ان کے درمیان موجود رہا۔ پس جب تو نے میری توفی کر لی تو تو ہی ان پر گمراہ تھا اور تو ہر چیز پر تھیاں ہے۔ (المسند ع ۱۶۲)

سوال تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو اللہ کے سوامی بنا یا اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا مناسب جواب دیا ہے کہ میں نے تو صرف اللہ کی عبادت کی تعلیم دی تھی۔ اگر یہ سوال ہوتا کہ کیا آپ نے دوبارہ دنیا میں جانے کے بعد صلیب کے پیغمباریوں کو مسلمان بناؤ یا تھا۔ تو وہ آپ کا تجویز کردہ جواب دیتے۔ ان کے بیان میں مذکور توفی والی توفی ہے۔ اس کا وامن قیامت تک مدد نہیں ہے۔ بلکہ موت تک ہے۔

قرآن مجید میں توفی کا لفظ ایک خاص مصلحت کے پیش نظر استعمال ہوا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں موجود ہی تھے کہ ان کو توفی ہو گئی۔ اس توفی کے لئے قرینہ آیات قرآنی ”انی متوفیک و رافعک الی“ میں ”بل رفعہ اللہ الیه“ میں موجود ہے۔ واقعہ صلیب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام آسان پر امتحانے گئے۔

صحیح بخاری میں جو کہ ”اصح الکتب“ بعد کتاب اللہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے: ”والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یوضخ الجزیة“ (اس ذات کی قسم جس کے قبیلے میں مہری جان ہے۔ ایک وقت ضرور آنے والا ہے جب تمہارے درمیان اہم مریم نازل ہوں گے۔ پس صلیب کو تو زین گے۔ سور کو قتل کریں گے اور جزیرہ موقوف کر دیں گے۔)

اس حدیث میں قرب قیامت کے زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کا آسان سے نزول بیان ہوا ہے۔ اس کی تائید میں حضرت ابو ہریرہؓ نے سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت پیش کی: ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَا يُؤْمِنُنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ“ (اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہو گا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے ایمان نہیں لے آئے گا۔) ”لیوْمَنْ“ میں لام تا کیدی اور لون تقلیل مضارع میں خصوصیت کے ساتھ مستقبل کے معنی پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نزول قرآن کے بعد کسی زمانے میں تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ آیت عیسیٰ کے آسان پر زندہ ہونے کے بارے میں نص ہے اور صحیح احادیث میں صراحت ہے کہ نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے۔ ان کی اولاد ہو گی۔ ۲۵ رسال دنیا میں رہیں گے۔ اس کے بعد وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور نبی کریم ﷺ کے مقبرے میں دفن ہوں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے آسان پر امتحانے جانے کا ذکر ”فَلَمَا تَوَفَّيْتَنِي“ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ”مادمت فیہم فَلَمَا تَوَفَّيْتَنِي“ کے الفاظ کے اندر عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے چار مراضی موتیوں کی طرف سودیے ہیں۔ رفع آسمانی سے پہلے ۳۳ برس کی دنیاوی زندگی ”دامت فیہم“ میں آگئی۔ اس کے بعد رفع الی اللہ توبتی میں آگئی۔ نزول کے بعد دنیا میں ۲۵ برس کا قیام بھی ”دامت فیہم“ میں آگیا اور اس کے بعد ”قبل موتھے“ میں مذکور طبعی موت فلما توفیتی میں آگئی۔ تکمیل کرنے کے معنی وفات آتے ہیں۔

آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ صرف ”مادمت فیهم“ اور ”فلما توفیتني“ کے الفاظ استعمال کر کے یعنی علیہ السلام کی زندگی کے چاروں مراضل قرآن نے بیان کردیئے ہیں۔ یہ کلام اللہ کا اعجاز ہے۔ اگر ”فلما توفیتني“ سے وقت مراد ہوتی تو ضرور ”فلما اماتني“ کا لفظ استعمال ہوتا۔ کیونکہ آپ کا خیال ہے کہ ”دمت فیهم“ حیات کے لئے کنایہ ہے اور قرآن مجید میں ہمیشہ حیات کے مقابلے میں موت آیا ہے۔ حیات کا تقابل کہیں وفات سے نہیں ہوا اور جب ”قبل موتھ“ میں موت استعمال ہوا ہے تو یہاں کہوں نہیں ہوا۔ اگر ”مادمت فیهم“ کی بجائے ”مادمت حیا“ ہوتا اور ”توفیتني“ کی بجائے ”اماتني“ ہوتا تو آپ یعنی علیہ السلام کو وفات شدہ قرار دینے میں حق بجانب ہوتے۔

قرآن مجید کے فیصلے کے مطابق یہودی یعنی علیہ السلام کے صلیب پر قتل ہونے کے قائل ہیں۔ ان کو اصل صورت حال سے آگاہ کرنا گراہی کا موجب کیوں ہے۔ کسی بے گناہ کو اللہ تعالیٰ نے یعنی علیہ السلام کی شکل دے کر صلیب پر چڑھو کر نہیں مارا۔ برنا با کی انجیل کے مطابق یعنی علیہ السلام کے حواری یہودوں اسکریپتی نے یعنی علیہ السلام سے خداری کی اور یہودیوں سے رشوت لے کر یعنی علیہ السلام کو پکڑ دانا چاہا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ساتھ خداری جنم نہیں ہے؟ اسی یہودوں اسکریپتی پر یعنی علیہ السلام کی شایامت ڈالی گئی اور اسے یعنی صلیب پر قتل کیا گیا۔ گزشتہ صفحات پر منفصل بیان ہو چکا ہے کہ یعنی علیہ السلام کے بجائے کسی اور شخص کا صلیب پر قتل ہونا قرآن مجید کے حکم دلائل سے ثابت ہے۔

سوال نمبر: ۳۷..... ص ۲۸، ۳۷..... میں یہودی تو حضرت یعنی علیہ السلام کے یقیناً قتل ہو جانے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ گوہ آسمانی بیان کے مطابق خود درحقیقت شک میں تھے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت یعنی علیہ السلام کو صلیبی موت سے بچایا اور یہودیوں کی سازش ناکام بنا دی اور پھر انہیں طبعی عمر پانے کے بعد وفات دے کر ان کا اپنی طرف رفخ والا وعدہ پورا فرمادیا۔ لیکن ”مطہرک من الدین کفروا“ کا وعدہ متفاہی تھا کہ خدا تعالیٰ حضرت یعنی علیہ السلام کے اس نجاست سے پاک ہونے کا اعلان کرے، جس نجاست سے یہودی آپ کو ملوث قرار دے رہے تھے اور ان کے متعلق یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ لختی موت مرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو اس طرح پورا کیا کہ رسول کریم ﷺ پر وحی نازل کر کے اعلان فرمادیا ”ما قاتلوه یقیناً بل رفعه اللہ الیه“ کہ مسیح یقیناً یہودیوں کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا اور وہ لختی موت مر رہے۔ بلکہ خدا نے اسے باعزت وفات دے کر اس کے درجے بلند کئے۔ یہ تمہیر آہت قرآنیہ کے ذریعہ آپ کے

مرفوع الی ہونے کے بعد ہوئی۔ لہذا آیت میں ترتیب ذکری قائم رہی۔

جواب قرآنی بیان کے مطابق یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر قتل ہو جانے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ قرآنی بیان کے مطابق ملک میں نصاریٰ تھے۔ جو کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے بعد تیر سے روز قبر سے کل کرا سان پر مر فوجو ہو گئے۔ آپ ص ۲۷۴ پر جو لکھتے ہیں کہ انہیں طبعی عمر پانے کے بعد وفات دے کر ان کا اپنی طرف رفع والا وعدہ بھی پورا فرمادیا۔ یہاں آپ یوں کیوں نہیں لکھتے کہ انہیں طبعی عمر کے بعد وفات دے کر عزت کی موت دے کر درجات بلند کرنے کا وعدہ پورا فرمادیا۔ تاکہ عبارت کے بھوٹے پن سے آپ کے اس بیان کا پول کھل جائے کہ رفع کے معنے باعزت موت کے بعد درجات کا بلند ہونا ہوتے ہیں۔ سورہ آل عمران کی آیت ”انی متوفیک ورافعک الی“ کے وعدے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس وقت کئے جب یہود حضرت مسیح کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کر کے انہیں پکڑنے آئے۔ مرزاقادیانی (ازجن نبرہ مص ۸، غرائیں ج ۷، آس ۳۹۲) پر لکھتے ہیں: ”یہود یوں نے حضرت مسیح کے قتل و صلیب کا جیل سوچا تھا۔ خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچالوں کا اور تیرا اپنی طرف رفع کروں گا۔“

مرزا قادیانی بھی معنی ”متوفیک ورافعک الی“ کے عی کر رہے ہیں۔ لیکن اپنی ذمہ دار حقیقت کو چھپا رہے ہیں۔ ان کے زعم میں اس کے معنی ہونے چاہئیں ”تجھے وفات دوں گا اور تجھے عزت کی موت دے کر تیرے درجات بلند کروں گا۔“ لیکن خدا تعالیٰ نے ان سے حق اگلوں لیا۔ ان کے بیان سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل و صلیب دونوں سے بچانے کا وعدہ تھا۔ آیت ”مطہرک“ یعنی تجھے کفار سے پاک رکھوں گا۔ اس کی مریدتا کیہ کرتی ہے ”مطہرک“ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ تو تطہیر کا وعدہ ان عی سے متعلق ہے اور تطہیر ان کا فروں سے ہے جو ان کو پکڑ کر صلیب پر لٹکانا چاہتے تھے۔ اس وعدہ کا ایسا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کا فروں کی زندگی میں عی ہونا چاہئے۔ جس کا اعتراف مرزا قادیانی کے ذکر در بالا بیان میں کیا گیا ہے۔

آپ کی عقل کہاں کھو گئی کہ چھ سو برس بعد قرآن میں دھی کے نزول کے ذریعے اس وعدہ کے اینفاء ہونا لکھ رہے ہیں۔ تطہیر کا وعدہ صلیب کے داقعے سے پہلے ہوا۔ اس وقت جب مسیح علیہ السلام مصلوب ہی نہیں ہوئے تھے تو انہیں لطفی موت میں ملوث کرنے کا کیا مطلب؟ جب ایسا ہوا ہی نہیں تو اس سے تطہیر چشمیتے، پریشانی کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے وعدے سے کیا اطمینان ہو گا جو چھ سو برس بعد ایک آیت کے نزول سے پورا ہونے والا تھا۔ ذرا ہوش کے ناخن لیں۔

تفسیر سراج منیر میں ناسیٰ اور مردویہ کی حضرت ابن عباس سے روایت ہے:
”فاجتمت اليهود على قتلها و اخبره الله بانه يرفعه الى السماء ويظهره من صحبة اليهود“ ۔ (جب یہود مسیح کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا اور کفار یہود کی محبت سے پاک رکھوں گا۔)۔

(اینہ کملات ص ۲۶۷، خراش ج ۵۴، اینا) پر مرزاق ادیانی لکھتے ہیں: ” وعدہ کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے۔ اس میں پہنچ تو قف نہیں۔“
اس جگہ اگر توفی کے معنی موت اور رفع الی اللہ سے وفات کے بعد درجے بلند ہونا مراد لیا جائے تو یہود ناسحود کی تدبیر کامیاب تھی تھی ہے اور نسوز باللہ کفار سے تطہیر کا وعدہ جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ توفی کے معنی سبکی ہو سکتے ہیں: ”الْتَّوْفِيُّ الْخَذَاشِيُّ وَافِيَا“ (یعنی توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا لینے کے۔)

تفسیر معاجم میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے: ”فبعث الله جبرائيل فادخله في خوخة في سقفها روزنة فرفعه الى السماء من تلك الروزندة فالقى الله شبه عيسى فقتلوه وصلبوه“ (جب یہوداہ اسکریپٹی مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل کو تصحیح کر مسیح کو آسمان پر اٹھایا اور اسی بدجنت کو سعی کی شکل پر بنا دیا۔ پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر پہنچا ہایا۔)

اسی روایت کو (درمنثور) میں ناسیٰ و ابن مردویہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر، امام سیوطیٰ اور امام ابن جریر نے بھی اسے لعقل کیا ہے۔ تطہیر سے مراد کفار کے ہاتھ سے صاف بچالینا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو بخس اور پلید قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ”انما المشركون نجس (۲۸:۹)“ (یعنی مشرکین نجس ہیں۔) محدث ابن جریر اپنی تفسیر جلد ۲ ص ۱۲۷ اپر ابن جریر رویٰ نے نقل کرتے ہیں: ”عن ابن جریج قوله انى متوفيك ورافعك الى ومطهرك من الذين كفروا قال فرفعه اياه اليه توفيه اياه وتطهيره من الذين كفروا“ (ابن جریر نے قول الہی ”انی متوفیک“ کے بارے میں کہا کہ خدا تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھایا ہی آپ کی توفی ہے اور سبکی کفار سے تطہیر ہے۔) ”مطهرك من الذين كفروا“ کے معنی یہ ہوئے کہ کفار کے شر سے تجھے صاف بچالوں گا۔

(ازالہ ادہام ص ۲۸۰، خراش ج ۳۴، اینا) پر مرزاق ادیانی لکھتے ہیں: ”پھر بعد اس کے سعی ان (یہود) کے حوالہ کیا گیا۔ تازیانے لگائے گئے۔ گالیاں سننا طرانچہ کھاتا، پسی اور خٹھنے میں

اڑائے جانا اس نے دیکھا۔ آخر صلیب پر چڑھا دیا۔“

ملاحظہ فرمایا مرزاقا دیانی کے فرمودات میں تضاد آپ نے! الیخین کی جوہرہ بالا محابرت میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل و صلیب سے بچانے کا وعدہ کیا اور یہاں لکھ رہے ہیں کہ ان کو یہود یوں نے صلیب پر چڑھا دیا اور سوا کن اور گستاخانہ حرکات ان کے ساتھ کیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں۔ مجملہ ان میں سے ایک مندرجہ ذیل آئت میں مذکور ہے: ”اذكفت بنی اسرائیل عنك اذجتهم بالبيينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الاسحر مبين (۱۱۰:۵)“ اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجوہ سے دور روکے رکھا۔ جب تو میجرات لے کر ان کے پاس آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا کہ یہ تو محض حکلم کھلا جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روکنے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یعنی فرماتا ہے۔۔۔

نحوہ باللہ! اگر یہود یوں کے ہاتھوں عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھا جائیں تو اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام سے یہود کو روکنے کو اپنا احسان بیان کرنا جھوٹ ہو گا۔ ایسا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ بعض صحابہ کے ہمراہ یہود کے قبلے نبی نصیر کے گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ یہود مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ فوراً ہاں سے نکل آئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود کے شر سے بالکل محفوظ رکھا اور اثاث یہود پر دہال جلاوطنی نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ پر یہ یعنی یوں یاد کرائی ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ يَبْطِئُونَ إِلَيْكُمْ أَيْدِيهِمْ فَكَفَّ أَيْدِيهِمْ مِنْكُمْ“ (۱۱۰:۶) اے مسلمانوں! تم اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی۔ جب قوم کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھے۔۔۔

”اذكفت الخ“ وسری آئت ”ومطهرک من الذين كفروا“ کی صحیح تفسیر ہے کہ اس میں تطہیر سے مراد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود یوں کے ہاتھ سے پاک رہیں گے۔ جملہ معتبر تفاسیر میں اس آئت کے ذیل میں یہی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ میں گرفتار نہیں ہونے دیا اور وہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔ تفسیر قرآن میں ہے: ”ولما اتى عيسى بهذه البيانات قصد اليهود بقتله فخلصه الله منهم ورفعه الى السماء“ اور جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ روش نشانات وکھائے تو یہود نے آپ

کے قتل کا قصد کیا۔ سو خدا نے آپ کو صاف نکال لیا اور آسمان کی طرف اٹھالا۔ یہاں ایک وقت
گتھے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَذَكَرْفَتْ بَنِي اسْرَائِيلَ عَنْكَ“ (اور جب ہمارکھا میں نے تجھے سے نبی
اسرا میل کو ہے) اور یہ نہیں فرمایا ”وَذَكَرْفَتْكَ مِنْ بَنِي اسْرَائِيلَ“ یعنی جب تم جو نبی اسرا میل
سے جیسے کہ دوسرے مقام پر نبی اسرا میل کو اپنی لمحت یاد کرائی ”وَذَكَرْجِينَاكُمْ مِنْ آلِ فَرْعَوْنَ
يَسْوُمُونَكُمْ سَوْءَ الْعَذَابَ (۴۹:۲)“ (اور جب بچایا ہم نے تم کو آل فرعون سے پہنچاتے
تھے تم کو بہت بڑا عذاب ہے) اس صورت میں وہم پڑ سکتا ہے کہ یہود نے میں علیہ السلام کو گرفتار کر لیا
ہوا گا اور آپ کو کچھ اذیت بھی پہنچائی ہو گی۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے ہاتھ سے بچایا
ہو گا۔

قرآن نے نجات (بچانا) کی بجائے کف (ہمارکھنا) استعمال کیا ہے۔ قرآن نے یہ
نہیں کہا کہ ”کف فتك عن بنی اسرائیل“ یعنی ہمارکھا تجھے کو نبی اسرا میل سے بلکہ یہوں کہا کہ
”کف فتك بنی اسرائیل عنك“ یعنی میں نے نبی اسرا میل کو تجھے سے روک رکھا۔ کیونکہ یہود
میں علیہ السلام کو ضرر پہنچانا چاہیے تھے لہذا ان کو ہمیں ہٹانے کا ذکر کیا۔ کف کا صدر عن ذکر کیا۔ جو
دوری کے لئے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اسرا میل کو میں علیہ السلام سے دور ہٹائے رکھا۔ پھر وہ
کیسے انہیں کوئی اذیت پہنچا سکتے یا سولی پر چڑھا سکتے ہیں۔ ترتیب ذکری اس صورت میں قائم رہ
سکتی ہے کہ ”متوفیک“ کے معنی تجھے پورا پورا لے لوں گا، یا تیرادقت پورا کر کے طبعی موت دوں
گا، کئے جائیں۔ ”رافعک“ کے معنی اپنی طرف اٹھا لوں گا مراد ہوں اور ”مطہرک من الذین
کفروا“ کے معنی تجھے کافروں یعنی کفار کے ہاتھ سے بچا لوں گا، کئے جائیں۔

سوال نمبر: ۳۸..... ص ۳۹ پر لکھتے ہیں : ”ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت شمع صلیب پر لکھا
تھا۔ مگر صلیب پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کو صلیب سے اتنا را گیا تو وہ غشی کی حالت
میں تھے۔ جسے یہود یہوں نے موت کی حالت سمجھ کر یہ دعوی کر دیا کہ انہوں نے شمع کو صلیب
پر مار دیا۔ صلیب پر لکھا تو صلیب کی کارروائی میں پہلا کام ہے اور انتہاء اس کی موت کا واقع ہوا
ہوتا ہے۔ جب تک موت کی حالت وقوع میں نہ آئے صلیب کا نعل پورا نہیں ہوتا۔ اسی لحاظ سے ہم
کہتے ہیں کہ شمع مصلوب نہیں ہوئے۔ کیونکہ صلیب پر لکھا یا جانے کے بعد ہماری تحقیق کے مطابق
ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ لہذا صلیب کی کارروائی انجام نہیں پہنچی اور صلیب دینے کا نعل
پورا نہیں ہوا۔ صرف ابتدائی کارروائی ضرور ہوئی ہے کہ انہیں صلیب کی لکڑی پر لکھا گیا اور اس کے

حمدہ سے وہ بے ہوش ہو گئے۔“

جواب پچھلے صفحات میں تصریح گز رجکی یہ کہا یات قرآنی مطہرہ من الذین کفروا اور وکفت بنی اسرائیل عنک واضح طور پر علیہ السلام کے صلیب پر چڑھنے کی تردید کر رہی ہیں۔ قرآن نے یہودیوں کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ اگر یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی غشی کی حالت کو موت سمجھا ہوتا۔ تو ان کا عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول بیان کرنا خلاف واقعہ ہوتا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ ان کے قول نقل نہ کرتا یا پھر وضاحت کر دیتا کہ یہود کا عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول قرار دینا جھوٹ ہے۔ بلکہ وہ غشی کی حالت میں صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ ”ماقتلوه“ اور ”وصلبیوہ“ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قتل اور صلب کی غشی کی گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صلیب سے کوئی شخص قتل ضرور ہوا ہے۔ لیکن وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھا۔ یہ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ صلیب پر لٹکانا صلب کی کارروائی میں پہلا کام ہے۔ ”وصلبیوہ“ میں صلب کی کارروائی کی غشی کی گئی ہے۔ کارروائی کی بحیثیت مجموعی غشی ہونے کی صورت میں اس کے ایک حصہ یعنی ابتداء کا اثبات کیسے ہو گیا۔ آپ کے قول کے مطابق جو صلیب پر چڑھ جائے اور صلیب پر مرے نہیں وہ مصلوب نہیں کھلا تا۔ تو ازراہ کرم یہ بتادیں کہ ایسے شخص کے لئے عربی زبان میں کونسا الفاظ موضوع ہے۔

قاموس عصری میں صلب کے معنی ”علق علی الصلیب“ میں لکھتے ہیں ”ما صلبوہ“ کے معنی ہوں گے ”ما علقوہ علی الصلیب“ یعنی اسے صلیب پر نہیں لٹکایا۔ جو شخص غیر ارشح صلیب پر قتل ہوا۔ اس کا ذکر سورہ النساء کی آیت ”ولکن شبہ لهم“ میں ہے۔ یہ شخص عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنایا گیا تھا۔ تفسیر کشاف قرآن مجید کی فضاحت و بلاغت بیان کرنے میں مانی ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے ”ولکن شبہ لهم من قتلوا“ لیکن ہمیہ بنایا گیا داسٹے ان کے جس کو قتل کیا انہوں نے۔

تفسیر رحمانی میں ہے ”ولکن قتلوا وصلبیوہ من القی علیہ شبہ“

﴿لیکن انہوں نے اس کو قتل کیا اور صلیب دی جس پر سچ کی شبہت ذاتی گئی تھی۔﴾

سوال نمبر: ۳۹..... ص ۵۲ پر لکھتے ہیں: ”کپڑے کا کھوٹی پر لٹکانا تو کپڑے کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور کسی کا صلیب پر لٹکایا جانا اس کی موت کے لئے۔ کیونکہ صلب موت کی سزا کی ایک قسم ہے۔ جب تک موت واقع نہ ہو۔ صلب کی کارروائی پوری نہیں ہو سکتی۔ آپ کی اس بحث میں لکھست روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ صلب کی کارروائی موت کے لئے لٹکانے کا مستلزم

ہے ”ماساصلبوہ“ کے کہی متنی ہوں گے کہ یہود نے صیلی علیہ السلام کو مارنے کے لئے نہیں لٹکایا۔“

جواب یہ بات آپ کو ذہن شین رکھنی چاہئے کہ جو الفاظ افعال کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ وہ صرف ان کی ابتدائی صورت کے لئے ہیں۔ نتیجہ ان میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے صاحب قاموں الحصری نے صلب کے معنی ”علق علی الصليب“ اور Haug on a cross کے لئے ہیں۔

سوال نمبر: ۲۰ ص ۵۲ پر لکھتے ہیں: ”مسیح اور مهدی کو دفتر اردینے میں بھی آپ ٹکست کھاچکے ہیں۔ آپ نے مهدی اور مسیح دو قرار دیے۔ ہم نے احادیث بنویہ سے موعود ابن مریم کا امام مهدی ہونا ثابت کر دیا اور آپ نے مان بھی لیا کہ مسیح موعود امام مهدی بھی ہے۔ اب آپ اپنی ٹکست کو چھپانے کے لئے لکھتے ہیں کہ مهدی اور صیلی علیہ السلام آپ کے نزدیک الگ الگ ہیں اور امام مهدی کے ظہور کے متعلق جو احادیث ہیں۔ ان کو متواتر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا بیان سراسر غلط ہے۔ آپ کو زبانی بھی میں بتایا گیا تھا کہ علامہ ابن خلدون نے مهدی کی تمام حدیثوں پر جرح کی ہے اور ان میں سے قلیل القل کوہی ثابت نہیں ہے۔“

جواب یہ آپ کی کذب بیانی ہے کہ مسیح اور مهدی کو دفتر اردینے میں ٹکست کھاچکا ہوں۔ یہ میں نے تسلیم کیا تھا کہ صیلی ابن مریم علیہ السلام کو اماماً عادی اور اماماً مهدی کا کہا گیا ہے۔ لیکن یہ میں نے نہیں مانا کہ امام مهدی صیلی ابن مریم علیہ السلام سے الگ شخصیت نہیں۔ مرزا قادریانی انجام آئھم کے (ص ۱۸، خداوند اس ایضا) پر لکھتے ہیں:

”میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مهدی کا منتظر۔“ اس تحریر سے ظاہر ہے کہ مسیح اور مهدی دو مختلف اشخاص ہیں۔ رسالہ (کشف الخطاء ج ۱، خداوند اس ۱۹ ص ۱۹۲) میں مرزا قادریانی لکھتے ہیں: ”اور مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مهدی کا انتظار ہے جو نبی فاطمہ اور حسین کی اولاد سے ہو گا۔ تجھیے ہے کہ نبی فاطمہ سے کوئی مهدی آنے والا نہیں۔“

کتاب ”غلام احمد قادریانی“ مؤلف محمد داؤد مطبوعہ ربوہ کے ص ۸۲۳ پر مرزا قادریانی لکھتے ہیں: ”اور اس امر سے قطعاً منکرنیں ہوں کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کے لئے مسیح نازل ہو گا اور کوئی شخص مهدی کے نام سے جو نبی فاطمہ سے ہو گا، بادشاہ وقت ہو گا۔“

ذکرہ بالآخریوں میں مهدی کے نبی فاطمہ سے ہونے کا انکار کیا ہے اور مسیح اور مهدی کا الگ الگ شخصیت ہونا تسلیم کیا ہے۔ مرزا قادریانی (ایک علمی کا ازالہ کے ص ۵، خداوند اس ۲۲ ص ۲۲۸) کے

حاشیہ پر لکھتے ہیں: ”ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور نبی قاطمہ میں سے تھی اور یہ حضرت قاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔“

چونکہ مرزا قادیانی نبی قاطمہ میں سے نہیں، سو مهدی بننے کے لئے مهدی کے نبی قاطمہ میں سے ہونے کا انکار کیا۔ لیکن حدیث صحیح کی تزوید کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور اپنا نبی قاطمہ میں سے ہونا ثابت کرنے کے لئے مذکورہ بالا کشف بیان کیا اور سلسلہ مادری سے نسب کو محترر کھا۔ حالانکہ نسب سلسلہ پوری سے محترر ہوتا ہے۔ (ازالہ ادہام ص ۱۲۵، خزانہ ح ۳۲۵) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”آنحضرت ﷺ پیشگوئی فرماتے ہیں کہ مهدی علیق اور خلق میں میری مائند ہوگا۔ میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا۔ میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام۔“

اگر ابن خلدون نے مهدی کی تمام حدیثوں پر جروح کی ہے اور مرزا قادیانی کو ان کی صحت کا انکار ہے تو یہ حدیث نقل کیوں کی ہے۔ حالانکہ اس کی رو سے مهدی موجود کا نام محمد بن عبد اللہ ہوتا چاہئے اور مرزا قادیانی کا نام غلام احمد بن غلام مصطفیٰ ہے جو ان کے دعویٰ مهدویت میں کاذب ہونے کی دلیل ہے۔

امام مهدی کے ظہور سے متعلق احادیث کو میں نے بلا سند متواتر قرار نہیں دیا۔ حافظ ابن حجر ”فتح الباری“ میں لکھتے ہیں: ”تو اتر الاخبار بان المهدی من هذه الامة و ان عيسى يحلّي خلفه“ یعنی احادیث رسول اللہ ﷺ اس پارے میں تو اتر کوہنی بچکی ہے کہ مهدی اس امت میں سے ہوں گے اور عیسیٰ علی السلام ان کے پیچے نماز پڑھیں گے۔

ابن خلدون کا ظہور مهدی سے انکار صحیح نہیں۔ کیونکہ معتر علمائے حدیث نے مروفا بعض احادیث کو نقل کیا ہے۔ جو ظہور مهدی پر جماعت قاطلہ ہیں۔ محمد بن السنوی اپنی کتاب مناقب شافعی میں لکھتے ہیں: ”فقد تواتر الاخبار من رسول الله ﷺ بذكر المهدی وأنه من أهل بيته“ یعنی حضور ﷺ سے بذریعہ تو اتر ثابت ہو چکا ہے کہ مهدی ظاہر ہوں گے اور وہ خاندان نبوت میں سے ہوں گے۔ شارح عقیدہ سفارتی نے امام مهدی کی تشریف آوری کے متعلق معنوی تو اتر کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

”امام مهدی کے خود ج کی روایتیں اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ اس کو معنوی تو اتر کی حد تک کہا جاسکتا ہے اور یہ بات علمائے اہل سنت کے درمیان اس درجہ مشہور ہے کہ اہل سنت کے عقائد میں ایک عقیدے کی حیثیت سے ثابت کی گئی ہے۔ ابو حیم، ابو داود، ترمذی، نسائی وغیرہ ہم نے

صحابہ و تابعین سے اس باب میں مתחور و احتیں بیان کی ہیں۔ جن کے مجموعے سے امام مهدی کی آمد کا قطبی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا امام مهدی کی تشریف آوری پر حسب بیان علماء اور حسب عقائد مسلم ملت والجماعت یقین کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی یہاں تواتر معنوی کا دعویٰ کیا ہے۔ حافظ ذہبی سخت
منہاج النبی کے ص ۵۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں: "الاحادیث التي يتحجج بها على خروج
المهدى صحاح رواه احمد و ابو داود منها حديث ابین مسعود و ام سلمة
وابي سعيد و على" ۔ یعنی جن حدیثوں سے امام مهدی کے خروج پر استدلال کیا گیا ہے وہ
صحیح ہیں۔ ان کو امام احمد، امام ابو داود اور امام ترمذی نے روایت فرمایا ہے کہ ان میں سے ابین
مسعود، ام سلمة، ابو سعید اور علیؑ کی حدیثیں ہیں۔ ترمذی اور ابو داود کی روایت کا ترجمہ یہ ہے:
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کے فنا ہونے میں صرف
ایک دن باقی رہ جائے گا تو خدا تعالیٰ اس دن کو دراز کرے گا۔ یہاں تک کہ اب بزرگ و برتر
میرے خاندان میں سے ایک شخص کو بیسم جس کا نام میرے نام پر ہو گا اور جس کے باپ کا نام
میرے باپ کے نام پر ہو گا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے معمور کر دے گا۔ جس طرح کہ وہ اس
وقت سے پہلے قلم دستم سے معورقی۔ کہ ابو داود نے ام سلمة سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا
ترجمہ یہ ہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مهدی میری عترت یعنی اولاد فاطمہؓ سے ہو گا۔" ۴۶

مرزا غلام احمد قادریانی نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ مهدی بنی قاطلہ اور حسین کی
اولاد سے ہو گا۔ سودہ مهدی موجود نہیں ہو سکتے۔

سوال نمبر: ۲۱..... ص ۵۳۲ پر لکھتے ہیں: "صحیح مسعود کا امام ہونا اور امت میں سے امام ہونا تو
بخاری اور مسلم سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ بخاری میں نازل ہونے والے حق این مریمؓ کو "اماكم
منکم" قرار دیا گیا ہے اور صحیح مسلم میں "فامکم منکم"

جواب صحیح بخاری کی حدیث ہے: "كيف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم
واماكم منکم" ۴۷ تم کیسے ہو گے جب تھاڑے درمیان این مریم اتریں گے اور تھاڑا امام تم
میں سے ہو گا۔ کہ دنیا میں صرف ایک یعنی شخص ہوا ہے جس کی پیدائش بلا باپ ہوئی ہے اور وہ عصیٰ
علیہ السلام ہیں۔ لہذا اس سے کوئی دوسرا شخص مزاد نہیں لیا جا سکتا۔ جب تک کہ اس کے لئے قویٰ
قرینة صارف موجود نہ ہو۔ یہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں۔ پس اسرائیلی صحیح عیسیٰ علیہ السلام ہی
نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کے درمیان نازل ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں

کے درمیان موجود نہیں ہوں گے۔ نزول کے بعد ان میں آئیں گے۔ نزول رفع کے مقابلے میں ہے اور چونکہ ”رفع الى السما“ ہوتا ہے سوز نزول آسمان سے ہو گا۔ ”اما مکم منک“ مکمل فقرہ ہے اور پہلے فقرہ کے پرواؤ کے ذریعے اس کا عطف ہے۔ سو امام سے مراد ابن مریم نہیں ہے۔ اس لئے کتاب غلام احمد قادریانی مولانا محمد واؤ کے ص ۲۷ پر مرزا قادریانی لکھتے ہیں: ”اس کو صحیح بھی این میریم ہی نہ بکھلو نبیل ہوا مامکم منکم“

دیکھا آپ کے معنے کرنے کے لئے مرزا قادریانی کو ”بل ہو“ اپنے پاس سے حدیث میں داخل کرنا پڑا۔ آپ کے خلیفہ ہانی مرزا مشیر الدین محمود نے ”دعوة الامير“ کے ص ۲۷ پر حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے: ”تمہارا کیا حال ہو گا۔ جب تم میں این مریم نازل ہو گا اور تمہارا امام تھیں میں سے ہو گا۔“ انہوں نے تاویل سے کام نہیں لیا۔ صحیح ترجمہ کیا ہے۔ پس این مریم کا امت مجری میں سے ہونا ثابت نہ ہوا۔

قادیانی مرزا عبد الحق صاحب نے ”نزول سچ“ کے ص ۳۲ پر یہ حدیث نقل کی ہے:

”عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم فامكم منكم فقلت لا بن أبي ذئب ان الاوزاعي حدثنا عن الزهرى عن نافع عن أبي هريرة واماكم منكم قال ابن أبي ذئب هل تدرى ما امكم منكم قلت تخبرنى قال فامكم بكتاب ربكم عزوجل وسنة نبيكم صلعم“ ﴿ حضرت ابو هريرة سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ ”

کا کیا مطلب ہے میں نے کہا تو مجھے بتا۔ اس نے کہا ”تمہارے رب عزوجل کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے ساتھ تمہاری امامت کرے گا۔“ اور اوزاعی کی روایت مرزا عبد الحق نے نزول سچ ص ۲۹ پر نقل کی ہے: ”ان ابو هريرة قال رسول ﷺ كيف انتم اذا انزل ابن مريم فيكم واماكم منكم“ اسی لئے ولید بن مسلم نے این ابی ذئب نے کہا کہ اوزاعی نے فامکم منکم کی بجائے ”اماکم منکم“ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔ چونکہ احتمال تھا کہ ”فامکم منکم“ سے مراد کوئی امت محمدی کا فرد مٹلا (مرزا قادریانی) نہ لے لیا جائے۔ این ابی ذئب نے وضاحت کر دی کہ این مریم نزول کے بعد قرآن مجید اور سنت نبوی پر عمل پڑا ہوں

گے۔ ظاہر ہے کہ نزول سے پہلے کسی اور کتاب و سنت پر عمل ہوا ہوں گے۔ سو یہ اسلامی صحیح ہو سکتے ہیں۔ لاغیر!

سوال نمبر: ۳۲: مرزا عبد الحق نے نزول صحیح ص ۳۷ پر امام نوویؒ کے نوٹ کا ترجمہ دیا ہے: ”یعنی (صحیح مسند) تابع ہوں گے شریعت محمدیؐ کے اور ہمروئی کریں گے قرآن اور حدیث کی۔ جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ غیر ہیں۔ لیکن ان کی خبری کا زمانہ ہمارے خیبر کے ظہور پر ختم ہو گیا۔ اب جب وہ دنیا میں آئیں گے تو ہمارے خیبر کی امت میں شریک ہو کر قرآن اور حدیث کے موافق عمل کریں گے۔“

جب آپ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کے اجراء کے لئے فقہاء اور آئندہ کے اقوال پیش کرتے ہیں تو امام نوویؒ کے قول کو جو نبی کریم ﷺ کے ارشاد پاک کے عین مطابق ہے، تلمیز کرنے میں آپ ہم و پیش کیوں کرتے ہیں؟

(کنز العمال ج ۲ ص ۱۹۹) پر عبد اللہ بن معلقؓ سے مروی ایک مرفوع حدیث بیان کی گئی ہے: ”ثُمَّ يَنْزَلُ عِيسَى بْنُ مَرِيمٍ مَصْدِقاً بِمُحَمَّدٍ عَلَى مَلْتَهِ أَمَامًا مَهْدِيَا وَ حَكَماً عَدْلًا فَيُقْتَلُ الدِّجَالُ“ ہم پر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ ﷺ کی تصدیق کریں گے۔ ان کے طریقے سے چلیں گے۔ ہدایت یافہ امام ہوں گے اور منصب حاکم ہوں گے۔ وجہ قتل کریں گے۔“

اس حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کو امام مهدی کہا گیا ہے۔ لیکن جن امام مهدی کے پیچے نماز پڑھیں گے اس کا نام محمد بن عبد اللہ ہے۔

سوال نمبر: ۳۳: ص ۵۲ پر لکھتے ہیں: ”آپ لا جواب ہونے کے بعد اب ”لامهدی الاعیسیؓ“ والی حدیث کو ہی روکرنا چاہتے ہیں۔

اس حدیث کا کوئی راوی مجبول اور متروک الحدیث نہیں اور اس کا سلسلہ تابعی پر جو حسن بصریؓ ہیں، ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ صحابی تک اور صحابی سے رسول ﷺ تک چلتا ہے۔ حسنؓ نے یہ انس بن مالک صحابی سے روایت کی ہے۔ جس روایت میں صحابی کاذب کرنہ ہو۔ وہ مرسل کہلاتی ہے نہ منقطع۔ آپؓ نے ابن ماجہ سے یہ حدیث دیکھی تھیں۔ حافظ ابن قیم المنار میں لکھتے ہیں:

”حدیث لامهدی الاعیسیؓ بن مریم رواہ ابن ماجہ من طریق محمد بن خالد الجندي عن ابیان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالک عن النبی ﷺ و هو تفرد به عن محمد بن خالد شذاغیر معروف عند اهل

الصناعة من أهل العلم والنقل وقد تواترت الاخبار من رسول الله ﷺ
بذكر المهدى وانه من اهل بيته امام شیعیان اپنی شن میں لکھتے ہیں: تفردہ محمد بن خالد هذا "حاکم ابو عبد اللہ کا اس حدیث کے بارے میں اسناد یہ ہے "عن محمد بن خالد ابان بن ابی عیاش عن الحسن عن النبی ﷺ" وہ لکھتے ہیں: "فرجع الحديث الى روایته محمد بن خالد وهو مجہول عن ابان بن ابی عیاش وهو متروك عن الحسن وهو منقطع والا حادیث الدالة على خروج المهدی اصح اسناداً" اس حدیث کا مدار محمد بن خالد پر یہ جو نقاد ان حدیث کے نزدیک مجہول ہے۔ اسناد حدیث میں اختلاف ہے۔ این عیاش دوسرے اسناد میں داخل ہے۔ وہ محدثین کے نزدیک متذکر الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے حدیث اضعف ہے۔ دوسرے اسناد میں حسن تابی تک مخفی کر حدیث منقطع ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس درج اضعف سے بھی نیچے ہے۔

"میاں محمد افضل" کے نام آپ نے مهدی کے نام اور اس کے باپ کے نام کے بارے میں جو حدیث لکھی ہے۔ اس کا معمول جواب آپ کو قاضی صاحب کی طرف سے مل چکا ہے کہ ظل کامل اور آئینہ میں عکس اصل سے جدا نہیں ہوتا۔ پس صحیح موعد اور امام مهدی ظلی طور پر محمد بن عبد اللہ ہی ہے۔

جواب نامعلوم آپ کو ناقصوف پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اصل نبی کریم (محمد بن عبد اللہ) ہیں۔ ظل مهدی موعد (غلام احمد بن غلام مرتضی) ہے۔ یہاں اصل بھی جو ہر ہے اور ظل بھی جو ہر ہے۔ آئینے کے اندر عکس عرض ہے یہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ آئینہ میں عکس اصل سے جدا نہیں۔ کیا جو ہر اور عرض ایک ہو سکتے ہیں؟ اصل اور ظل دونوں جسم ہیں آئینہ کہاں سے آ گیا؟ سوال نمبر: ۳۳: ص ۵۵ پر لکھتے ہیں "شیخ عبدالقار جیلانی فرماتے ہیں: "هذا وجود جدی محمد لا وجود عبد القادر" کہ یہ وجود میرے داد محمد صلم کا وجود ہے نہ عبد القادر کا وجود۔ اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آپ بروزی ظلی طور پر محمد بن عبد اللہ ہیں۔"

جواب اگر بروزی اور ظلی طور پر عبد القادر محمد بن عبد اللہ ہیں۔ تو مهدی موعد تو شیخ عبد القادر ہوئے۔ مرزاق اقاضی کیسے مهدی موعد بن گئے؟ ظل اور بروز کے وجود کے لئے قرآن و حدیث سے کوئی سندا نہیں۔

سوال نمبر: ۳۴: ص ۵۵ پر لکھتے ہیں: "جتاب من اہم نے حضرت صحیح موعد علیہ السلام کا آپ کو یہ شعر لکھ سمجھا تھا:

فرماچکے ہیں سید کوئین مصطفیٰ عیسیٰ مسح جنگوں کا کروے گا التوا
جواب جناب مرزا! کیا التواہ کے معنی آپ کی لفظ میں ملتوی ہونے کے
نہیں؟ اور کیا التواہ کر دینے کے معنے ملتوی کر دینا نہیں؟
آپ نے وہ فرمان نبوی توصیل کر دیا ہوتا جس میں جنگوں کے التواہ کا ذکر ہے اور التواہ
عیسیٰ مسح کی طرف منسوب ہے۔ دنیا میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سوا کوئی بلا بار پیدا نہیں ہوا
اور ان کو یہ قرآن مجید میں مسح کہا گیا ہے۔ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام اسم علم ہے۔ لہذا کسی شخص غیر از
عیسیٰ کو عیسیٰ کہنے کے لئے کوئی قوی قرینہ صارف ہونا چاہئے۔

(از رسالہ اسلام طبع دوم ص ۱۹۰، خزانہ اسناد ج ۲ ص ۱۹۲) پرمرزا لکھتے ہیں: "اس عاجز نے جو مثل
مسح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسح موعود خیال کر رہی ہیں۔ میں نے ہرگز دعویٰ نہیں کیا
کہ مسح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ اسلام مجھ پر لگاتا ہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ میں مثل مسح
ہوں۔"

اس تحریر کے مطابق جو لوگ مرزا قادیانی کو مسح موعود خیال کرتے ہیں، وہ کم فہم ہیں۔
مسح موعود تو انہیں سارے احمدی جانتے ہیں۔ پس وہ سب کم فہم ٹھہرے۔ یہ بھی واضح ہے کہ مثل
مسح کی شخصیت مسح موعود سے مخالف ہے۔ مرزا قادیانی مسح موعود نہیں۔ کیونکہ کم فہم لوگوں نے غلطی
سے انہیں ایسا سمجھا ہے مسح موعود ہے جس کے نزول کی نبی کریم ﷺ نے صحیح بخاری کی احادیث
"لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم" اور "کیف انتم اذا نزل فیکم ابن
مریم" میں پیشگوئی فرمائی ہے۔ پس وہ اسرائیلی مسح عیسیٰ بن مریم ہیں۔ آپ کے منقولہ شعر میں
وہی مراد ہے، نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث میں "یضع الجزیة" کا لفظ آتا ہے۔ اگر آپ کے
کہنے کے مطابق "یضع الحرب" ہی مان لیا جائے تو پھر بھی یضع کے معنے موقوف کرنے کے
آتے ہیں، نہ کہ ملتوی کرنے کے۔ کیا آپ لفظ میں "یضع" کے معنی ملتوی کرنا دکھانکتے ہیں؟
سوال نمبر: ۳۶..... ص ۵۶، ۵۷، ۵۸ پر لکھتے ہیں: "حضرت مسح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا
ہے، اس زمانہ میں جہاد و حربی صورت پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد بھی ہے کہ اعلانے کلہ اسلام
کی کوشش کریں۔ مخالفوں کے الامات کا جواب دیں۔ دین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں
جب تک کہ خدائے تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔"

جواب آپ نے مرزا قادیانی کی (خطبہ الہام پرس ۳، خزانہ اسناد ج ۲ ص ۲۸) کا یہ قول بھی

نقل کر دیا ہوتا: "آج سے انسانی جہاد جو تکوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم سے بند ہے۔ میرے ظہور کے بعد تکوار کا کوئی جہاد نہیں۔"

سوال نمبر: ۲۷..... آپ کوں ۷۵ پر یہ لکھنے کی جرأت کیسے ہوئی: ”پس دشمن کے مذہبی جنگ چیخیر نے پر جہاد بالسیف کا حکم عور کرائے گا اور واجب العمل ہو جائے گا۔ کیونکہ اسلام میں جہاد بالسیف یعنی القتال مسلمانوں کی طرف سے اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ محلہ میں ابتداء کا فردی کی طرف سے ہو۔“

جب مرزا قادیانی کے ظہور کے توارکا جہاد ہے ہی نہیں تو جہاد کا حکم کیے عواد کر آئے گا۔ (ضمیر خلبہ الہامی سنت، خراشیج ۱۶ ص ۷۱) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”سواج سے دین کے لئے لاڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے توارث اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے۔ وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔“

(مجموع اشتہارات ج ۳ ص ۲۹۸، ۲۹۷، ۲۹۶، ۲۹۵، ۲۹۴، ۲۹۳، ۲۹۲، ۲۹۱، ۲۹۰، ۲۸۹، ۲۸۸، ۲۸۷) پر

مزما قادیانی کے یہ اشعار موجود ہیں:
اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ دقاں
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ وجہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
مکری کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
قرآن مجید میں جہاد کا حکم قیامت تک نافذ اعلیٰ ہے۔ اس قسم میں آخری احکام
سورہ توبہ کے اندر موجود ہیں۔ ان میں یہ پابندی نہیں کہ جہادی صورت میں فرض ہے کہ حملہ کی
ابتداء کفار کی طرف سے ہوا رہنے ہی ایسے حالات کا ذکر ہے جس میں کہ اسے بند یا ملتوی کیا جا
سکتا ہے۔ یہ آخری احکام ہیں جو آنحضرت ﷺ کے وصال کے قریب نازل ہوئے۔ سورہ توبہ
کے تیسرے روکع کی آیات کا ترجمہ یہ ہے ﴿اَللّٰهُ كَتَبَ مِنْ أَنَّ سَلَوةً جُونَةَ اللّٰهُ پَرِ اِيمَانَ رَكَّعَتْ
ہیں اور نہ روز آختر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا
ہے اور نہ سچے دین کو قول کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ رعیت ہو کہ جزیہ دیں اپنی پستی کا احسان کر
کے۔ ﴿ اس سورہ کے روکع ۹۶ میں ہے ﴿اَنَّمَا نَنْهَا عَنِ الْجَنَاحِ اُولَٰئِكَ هُنَّ الظَّالِمُونَ﴾ اور ان پر
محنت سمجھتے ہیں اور ان کا تمثیل نہ دوزخ ہے اور دوہری جگہ ہے۔ ﴿

اسی کے روکوں ایک ایمان والوں کا فرد سے جنگ کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر بخوبی یا ناچارے اور جانے رہو کے اللہ تو پر ہیز گاروں کے ساتھ

ہے۔ ۴

مرزا قادیانی اپنی کتاب (از الہ ادہام ص ۱۳۸، غرائیں ج ۳ ص ۷۰) پر لکھتے ہیں: "هم بخشن
یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک صفحہ یا
 نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور اب کوئی اسکی وحی اور الہام
 من جانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی تزییم و تفسیح یا کسی ایک حکم کی تجدیلی یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر
 کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور طبع اور کافر ہے۔"

قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ قرآن کے جہاد کے حکم کو منسوخ کر کے مرزا قادیانی
 اپنے یہ فیصلے کے مطابق کیا نہ ہوتے ہیں؟ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ "حرب" کے معنی مذہبی جگ
 کے نہیں ہو سکتے۔ میرا کہنا یہ تھا کہ حرب کے معنی مطلق جگ کے ہیں۔ اسی میں مذہبی جگ بھی
 شامل ہے۔

سوال نمبر: ۲۸ ص ۷۶، ۵۸ پر لکھتے ہیں: "سچ موعود کے زمانہ حیات میں کفار نے چونکہ
 مسلمانوں سے مذہبی لڑائی ختم کی ہوئی تھی اور جہاد بالسیف کی شرائط موجود نہ رہی تھیں۔ اس پر سچ
 موعود علیہ السلام نے حسب حدیث نبوی پضع الحرب کافروں کی مذہبی لڑائی آئندہ یہ کہہ کر موقف
 قرار دے دیا کہ اب ہمارا لڑاقم سے جائز نہیں رہا۔ کیونکہ جہاد بالسیف کی شرائط موجود نہیں لہذا امام
 تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑیں گے۔"

جواب گزشتہ صفات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے قول کے
 مطابق سچ موعود نہیں۔ لہذا پضع الحرب کی بحث لا حاصل ہے اور آپ کا راست باز نہ ہونا اس
 بات سے ظاہر ہے کہ ص ۵۶ پر آپ لکھتے ہیں: "آپ کو مرزا قادیانی کا جگنوں کو ملتی قرار دیا
 نظر آئے گا۔" ص ۵۸ پر لکھتے ہیں کہ: "مرزا قادیانی نے حسب حدیث نبوی پضع الحرب کافروں
 کی مذہبی لڑائی کو آئندہ یہ کہہ کر موقف قرار دے دیا۔"

آپ کے نزدیک ملتی کرنا اور موقف قرار دے وینا ہم معمنی ہیں؟ اللہ کے بندے
 جب مرزا قادیانی خود سچ موعود ہونے سے انکار کرچے ہیں۔ انہیں زبردستی سچ موعود کیوں بناتے
 ہو؟ ان کے دعویٰ کے مطابق انہیں مغلیل سچ کیوں نہیں کہتے۔ سچ موعود تو مرزا قادیانی کے اپنے
 قول کے مطابق سیٹی ابن حرمیم ہیں۔

سوال نمبر: ۲۹ ص ۵۹ پر لکھتے ہیں: "نزول سچ کی ایک حدیث میں جو "تضعع الحرب
 او زارها" کے الفاظ آئے ہیں۔ اگر الحرب سے مراد مذہبی جگ کی جائے جیسا کہ قرآن میں یہ

لقطان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تو مراد اس سے یہی ہے کہ سچ موعود کے زمانہ حیات میں نہیں جنگیں ختم ہو چکی ہوں گی۔ چنانچہ آپ کے دعوے کے وقت ایسا وقوع میں آپ ہے۔ اگر اس جگہ الحرب سے مراد مطلق لڑائی کی جائے تو ان معنوں کی توجیہ ہم اپنے تحریری جواب میں جو آپ کے ستر نکات کے جواب میں لکھا گیا، لکھ چکے ہیں۔ اسے دوبارہ پڑھیں۔ اس صورت میں قبضے الحرب اوزارہا کا تعلق زمانہ سچ موعود سے بخاطر قرون ہلاش کے ہے کہ اس زمانہ میں اسلام دنیا میں غالب آجائے گا اور دنیا کی اکثریت مسلمان ہو جائے گی اور ہر قسم کی لڑائی بند ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ اس سے پہلے پہلے مکمل لڑائیاں جاری رہیں گی۔ چنانچہ حدیثوں میں سچ موعود کے زمانہ میں یا جوں ما جوں کے خروج کا ذکر ہے جو قرآنی بیان کے مطابق یہوں بعضِ حکم فی بعض کا مصدق بننے والے تھے۔ یعنی ایک دوسرے کے خلاف انہوں نے سندر کی الہوں کی طرح ائمۃ رہنا تھا اور صحیح مسلم کی حدیث نبوی میں انہی کے متعلق وارد معلوم ہوتا ہے۔

”انی قد اخرجت عباداً لی لایران لا حر بتالهم“ کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہو گی۔

علامہ طبرانی نے اوسط والصغير حفص ۲۵ میں ایک حدیث نقل کی ہے: ”عن ابی هریرة قال رسول الله ﷺ الا ان عيسى ابن مریم ليس بيمنه وبينه نبی ولا رسول الا انه خلیفتی فی امتی من بعد يقتل الدجال ويكسر الصليب وتضع الجزیة وتضع الحرب اوزارہا، الامن ادرکه فلیقرأه منكم عليه السلام“ ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے مردی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ نے فرمایا یہیں میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں۔ سنو یقیناً وہ میری امت میں میرے بعد میر اخیفہ ہے۔ سنو یہیں وہ دجال کو قتل کرے گا اور صلیب کو توڑے گا اور جزیہ موقوف کر دے گا اور لڑائی اپنے اوزار کھو دے گی۔ سنو جو تم میں سے اسے پائے تو اسے السلام علیکم کہے۔

سوال نمبر: ۵۰ آپ نے ص ۵۶ پر لکھا ہے: ”سچ موعود جزیہ کو بھی تب ہی موقوف کر سکتا ہے جب لڑائی کے موقوف کردینے کا اعلان کیا جائے۔“

جواب گویا عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہر قسم کی جنگ ختم ہو جانی چاہئے۔ یہ بخاطر قرون ہلاش آپ نے کہاں سے نکلا اور پھر کہہ رہے ہیں۔ اس سے پہلے پہلے مکمل لڑائیاں جاری رہیں گی۔ لڑائی کے اوزار رکنے سے پہلے مکمل لڑائیاں جاری رہنے کا کہاں ذکر ہے؟۔ جزیہ موقوف کرنے کا ذکر سے اس اور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ جزیہ موقوف ہونے سے جنگ موقوف ہو جائے

گی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی جنگیں بند ہو جائیں گی۔ نہ کہ تم سوال کے بعد۔ گزشتہ صفات میں مرزا قادیانی کا قول قتل کیا جا چکا ہے کہ وہ سچ موعود نہیں۔ اس حدیث میں سچ موعود عیسیٰ بن مریم کی خدمات ملعوضہ کا ذکر ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں انہیں ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان کی امت جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ ان کو سچ موعود مانتی ہے۔ ان کے زعم باطلہ اور عقیدہ فاسدہ پر کاری ضرب لگانے کے لئے مرید تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ اس حدیث کے سچ موعود کا مصدق اگر مرزا قادیانی ہیں تو کیا انہوں نے دجال کو قتل کیا ہے؟۔

دجال تو ابھی ظاہر نہیں ہوا اور کیا مرزا قادیانی نے جزیرہ موقف کیا ہے؟ جزیرہ توبہ موقف ہو جب غیر مسلم باقی نہ ہیں۔ ابھی تورنے زمین پر کروڑوں غیر مسلم موجود ہیں اور جنگیں کب بند ہوئی ہیں؟ مرزا قادیانی کے فوت ہونے کے بعد متعدد ہولناک لڑائیاں لڑی جا چکیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حق کہنے اور قول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یاجوچ ماجوچ کے متعلق آپ نے پورا فقرہ کیوں نہیں لکھا جو کہ یوں ہے ”اذ او حی اللہ الی عیسیٰ انسی قد اخراجت عبادا الی لا یوانی لا حد بقتالہم الی الطور ویبعث اللہ یا جوچ و ماجوچ وهم من کل حدب ینسلون“ ۴ جس وقت وہ (عیسیٰ) اس طرح ہوں گے۔ دفۃ اللہ تعالیٰ ان کی طرف دھی کرے گا کہ پیک میں نے اپنے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ پس میرے بندوں کو کہہ طور پر لے جا اور اللہ تعالیٰ یاجوچ ماجوچ کو بھیجے گا اور وہ ہر پست زمین سے کل پڑیں گے ۵ آپ نے علق خدا کو دھوکہ دینے کے لئے ناکمل فقرہ لکھا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں یاجوچ ماجوچ کا خروج مقدر ہے۔ مرزا قادیانی کی طرف نہ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ نہ یعنی یاجوچ ماجوچ لکھے اور نہ ہی مرزا قادیانی اپنے ساتھیوں کو یاجوچ ماجوچ سے بچانے کے لئے کہہ طور پر لے کر گئے ہیں۔ لیکن آپ ہیں کہ پھر بھی ان کی صداقت کا ذہنڈ را پہنچ رہے ہیں۔ الحرب کے معنی نہ ہی جنگ ہوں یا نہ ہوں۔ مرزا قادیانی کا کاذب ہونا تو اظہر من المقصس ہے۔

سوال نمبر: ۵..... ص ۶۲ پر لکھتے ہیں: ”استخارہ صریحہ میں مشہر کا ذکر بالکل نہیں ہوتا۔ بلکہ مشہر بکا ذکر ہی آتا ہے اور قرینہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مراد اس سے مشتبہ وجود ہے۔ اس تعریف کی رو سے احادیث نبویہ میں ابن مریم کے نزول کی مشینیں گوئی بطور استخارہ کے ہے۔ اس میں مرزا قادیانی جو مشہر ہیں۔ نہ کوئی نہیں۔ بلکہ صرف مشہر بے ابن مریم کا ذکر موجود ہے اور مراد اس سے مشہر

کائن موعود ہو نا ہے اور اس پر قرینة "اما مک منک" صحیح بخاری اور "فامک منک" صحیح مسلم کے الفاظ ہیں۔"

جواب گزشتہ صفات میں ازالہ ادھام میں مرزا قادریانی کی تحریر ہیں کی جا سکتی ہے کہ ان کا دعوے مثل سچ ہونے کا ہے۔ جسے کم فہم لوگ سچ موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ جوانیں سچ این مریم کہتا ہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ حدیثوں میں سچ موعود عیسیٰ بن مریم ہیں اور مرزا قادریانی کائن سچ موعود ہونے کا دھوئی نہیں۔ سوزول کی پیشگوئی عیسیٰ بن مریم ہی کے بارے میں ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اسم علم ہے۔ دنیا میں عیسیٰ کے سوا کوئی اور بلا باپ بیدا نہیں ہوا۔ نزول کی پیشگوئی استخارہ نہیں ہو سکتی۔

ابوداؤد، حاکم اور امام احمد سے ایک حدیث مروی ہے:

"عن ابی هریرة أن رسول الله ﷺ قال ليس بيمني وبينه نبی
يعنى عيسى نبی وانه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربع الى الحمرة
والبياض بين مصرتين لأن راسه يقطرونان لم يصبه بلال فيقاتل الناس
على الاسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلک الله في
زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك المسيح الدجال (ابوداؤد ج ۲
ص ۱۲۵)" ۶) حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اور عیسیٰ
علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور بیکھ دہ (آسمان سے) اتریں گے۔ پس جب تم اسے
دیکھو پس اسے پیچان لیتا۔ میانہ قد کے مرد، سرخ پیدر گک دوز در گک کی چادریں اور ڈسے
ہوں گے۔ ایسا معلوم ہو گا کہ سر سے پانی پک رہا ہے۔ کوپانی نے بالوں کو چھوٹا ٹکٹ نہ ہو گا۔ پس
وہ لوگوں سے اسلام کے لئے جگ کرے گا۔ پس صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیرہ
موقوف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے زمانے میں اسلام کے سواتھ مذاہب کو مٹا دے گا اور سچ
دجال کو ہلاک کر دے گا۔ ۷)

اس حدیث کے اندر مشہد نہ کوئی نہیں۔ آپ کہتے ہیں مرزا قادریانی ہیں۔ میں کہتا ہوں
نہیں زیری صاحب ہیں۔ آپ کس دلیل سے میری بات کو روکریں گے؟ اگر آپ کی بات مان
بھی لیں کہ حدیث میں موعود عیسیٰ مرزا غلام احمد قادریانی ہے تو کیا اسلام کے لئے انہوں نے لوگوں
سے جنگ کی ہے؟ کسر صلیب اور قتل خنزیر میں تو آپ تاویل کر لیں گے۔ کیا ان کے زمانے میں
جزیرہ موقوف ہوا؟ کیا ان کے زمانے میں اسلام کے سواتھ مذاہب مت گئے؟ کیا ان کے زمانے

میں سچ دجال ہلاک ہوا؟ کچھ بھی نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی آپ کے نزدیک مرتاضا قادیانی کی مسیحیت و مہدویت کی فلک و شہر سے بالاتر ہے۔

سچ بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں ”اما مک منک و امک منک“ میں مرتاضا قادیانی کی امامت کے لئے آپ کو فرمائنا نظر آگیا۔ بے شمار احادیث میں ایسا کوئی ترجیح موجود نہیں۔ وہاں استخارہ کی تعریف کا اطلاق کر کے عیسیٰ بن مریم کے وجود کو مرتاضا قادیانی کا وجود کیسے قرار دیں گے؟ درمنثور درج دوم ص ۲۲۵ پر روایت درج ہے: ”عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ من ادرك منک عیسیٰ بن مریم فلیقرأه منی السلام“ ॥ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے جس شخص کی بھی عیسیٰ بن مریم سے ملاقات ہو وہ ان کو میری جانب سے ضرور سلام کہو دے۔ ۴

محمد ابن حاتم نے حضرت حسن بصریؓ سے روایت کی ہے: ”عن الحسن مرفوعا قال رسول اللہ ﷺ لیلیہودان عیسیٰ لم یمت اند راجع الیکم مرفوعا قال رسول اللہ ﷺ لیلیہودان عیسیٰ لم یمت اند راجع الیکم قبل یوم القيامۃ“ ॥ حضرت حسن بصریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے ارشاد فرمایا عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں اور قیامت سے پہلے ان کو لوٹ کر تمہارے پاس آنا ہے۔ ۵ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب روئے زمین پر نہیں الہذا آسمان پر ہیں اور چونکہ لوٹ کر آئیں گے۔ سو یہ دعیٰ ہیں جو اپنی قوم کے درمیان سے چلے گئے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام جو رسول الہی نبی اسرائیل تھے۔ قرب قیامت کے زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ ۶

(مندرجہ ذیل جبل حبل ص ۲۲۹) پر یہ حدیث درج ہے: ”عن عمران بن حصینؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تزال طلاقة من امتي على الحق ظاهرين على من نواهم حتى يأتي امر الله تبارك وتعالى وينزل عیسیٰ بن مریم“ ॥ عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی جو اپنے شمنوں کے مقابلہ پر غالب رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم اتریں۔ ۷ کنز العمال ص ۲۰۳ پر مندرجہ ذیل حدیث موجود ہے:

”عن ابن عمر مرفوعا کیف تھلک امة وانا فی اولها و عیسیٰ فی اخرها“ ॥ ابن عمر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مکملہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں تو میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہیں۔ ۸ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ

السلام کا نزول یقینی ہے۔ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں۔ اس امت کے اول میں عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن محدثین اس امت کے آخر میں شمار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ اس امت میں سے نہیں۔ ان کا مقام امت محمدیہ کے اول میں ہتی ہو سکتا ہے۔ امت محمدیہ کے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام کا ہوتا یہ ظاہر کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری بحیثیت رسول کے نہیں ہوگی۔ سوانح کا شمار امت محمدیہ میں ہوگا۔ کسی ختنی امت کی ابتداء نہیں کریں گے۔

ان احادیث میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کی خبر ہے اور ہر گز ہر گز کوئی قرینہ نہیں جس سے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا وجود غیر از سچ کا وجود سمجھا جائے۔

سوال نمبر: ۵۲..... آپ ص ۶۳ پر لکھتے ہیں: ”استعارہ صرف اس وقت کہلاتا ہے جبکہ مستعارہ (مشہر) کا ذکر بالکل پیش دیا جائے اور کلام کو اس سے خالی رکھا جائے۔“

جواب آپ کی اس تعریف کے مطابق مشہر کا ذکر کلام میں ہوتا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا احادیث میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کے ظہور کی پیشینگوئیاں بطور استعارہ کئے گئیں۔

سوال نمبر: ۵۳..... ص ۶۶ پر لکھتے ہیں: ”جتاب میاں صاحب! آپ نے آیت قرآنیہ: ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَيْهِ مِنْ بَهْ قَبْلِ الْمُوقَتِ“ سے یہ استدلال کیا تھا کہ آخری زمانہ میں جب ابن مریم نازل ہوں گے تو سب اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔ ہم نے اس کے جواب میں آپ کو قرآن کریم کی آیت: ”وَجَاعَلَ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ سے سمجھا تھا کہ آپ کے یہ معنی غلط ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے ظاہر ہے کہ یہود کا وجود جو مکر سچ ہیں۔ قیامت کے دن تک رہے گا۔ آپ اس کا کوئی محقق جواب نہیں دے سکتے اور پھر یہ لکھ رہے ہیں۔ ”آپ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ کل خلوق سچ موعود کے جہنم تسلی جمع ہو جائے گی۔ ہم نے آپ کو جواب دیا تھا کہ اگر ہم میں سے کسی نے ایسی عبارت لکھی ہے تو مراد اس کی یہ ہے کہ سچ موعود کے زمانہ میں اسلام کا کل ادیان پر غلبہ ہو جائے گا اور اکثریت اسلام میں واصل ہو جائے گی اور تین صد یوں میں ایسا ہو گا۔ کل کا لفظ ایسی عبارتوں میں ”الاکثر حکم الكل“ کے معنوں میں استعمال ہو گا۔ کیونکہ ناوار کا المعد وہم ہوتا ہے۔“

جواب میرے معنے غلط نہیں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو آپ محمد صدیق نانتے ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: ”دنبال شعوبتیج کس ازالہ کتاب البته ایمان آورہ بعیسیٰ پیش

از مردن عیسیٰ دروز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برائیاں، حاشیہ میں اس کا مطلب یہ لکھتے ہیں: ”یعنی یہودی کہ حاضر شوند زوال عیسیٰ را البته ایمان آرند۔“

مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول قادریان اپنی کتاب فصل الخطاب ج دوم کے ص ۸۰ پر لکھتے ہیں: ”نبیں کوئی اہل کتاب میں سے، مگر البته ایمان لادے گا۔ ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا وہ اس کے گواہ۔“ کیا آپ خلیفہ اول کے معنے بھی غلط قرار دیں گے؟۔

مرزا قادیانی کا ترجمہ ”الحق“، ولی کے ص ۳۲، خزانہ ج ۲۹ ص ۱۶۱ یہ ہے: ”کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نبی جو اپنی موت سے پہلے صحیح پر ایمان نبیں لائے گا۔ ویکھو یہ بھی تو غالباً استقبال ہی ہے۔ کیونکہ آئت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے۔ بلکہ ان محتویوں پر آئت کی دلالت صریح ہے۔“

مرزا قادیانی نے اعتراض کیا ہے کہ آئت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے۔ اگر ہر اہل کتاب نے اپنی موت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ہے۔ تو یہ آئت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر نزول قرآن کے زمانے تک مرنے والے تمام اہل کتاب پر حادی ہوئی چاہئے۔ لیکن مرزا قادیانی کے اعتراض کے مطابق یہ ان پر حادی نبیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا اطلاق نزول قرآن کے بعد مرنے والے اہل کتاب پر ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے موت کا مرجع کتابی نبیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ابی بن کعبؓ کی قرأت ”قبل موتهم“ مردود ہے۔

(از الہ ادہام ص ۲۷، خزانہ ج ۲۹ ص ۱۶۱) پر مرزا قادیانی ترجمہ یوں کرتے ہیں: ”کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نبی جو ہمارے اس بیان مذکورہ پر..... ایمان نہ رکھتا ہو (قبل موته) قبل اس کے کراس حقیقت پر ایمان لادے کر کج اپنی طبعی موت سے مر گیا۔“

یہ ترجمہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے ”مorte“ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری ہے۔ ”وهو العراد، الی یوم القيامة“ سے مراد یوم قیامت کو جھوٹا نہیں ہوتا۔

قرآن پاک میں ہے: ”قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القيامة لاریب فیه“ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو زندہ رکھتا ہے۔ پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ پھر وہی تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا۔

اس آئت سے ظاہر ہے کہ قیامت کے دن سے مراد وہ دن ہے جب مردے زندہ کے جائیں گے اور یہ دن دنیا کی بلا کث کے بعد آئے گا۔ اس دن یہود اور نصاریٰ کا وجود نہیں ہو گا۔

پس قیامت کے دن تک عیسیٰ علیہ السلام کے تبعین کے یہود پر غلبے سے مراد یہ ہے کہ جب یہود کا وجود رہے گا۔ مسلمان اور نصاریٰ ان پر غالب رہیں گے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے تو یہود کا وجود نہیں رہے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے تبعین کے ان پر غلبے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے:

”وَمِنْ أَضْلَلُ مَمْنُونَ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الْأَحْقَافُ ۵۰:۴۶)“ اور اس سے بڑھ کر گراہ کوں ہو گا۔ جو اللہ کے سو اکسی اور کوپکارے۔ جو قیامت تک بھی اس کے بات نہ سنے۔ بلکہ انہیں ان کے پکارنے کی خبر نہ ہو۔ پکارا جانے والا قیامت کے دن تک پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتا۔ ہم اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ پکارنے والا قیامت کے دن تک پکارتار ہے گا۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ پکارنے والا زندگی بھر پکارتار ہے۔ معبود ان باطلہ اس کی پکار کو نہیں سنتے۔ وہ موت تک ہی پکارتا ہے۔ لیکن اس عرصے کی پکار کو قیامت کے دن تک کی پکار بیان کیا ہے۔ اسی طرح سے مسلمانوں اور نصاریٰ کی یہود پروفیت یہود کے وجود تک ہے۔ پس آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد سب اہل کتاب ان پر ایمان لا آئیں گے۔ ضرور لا آئیں گے۔ ان ہی مکتفل فرمایا: ”وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا“ اور (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔“

گزشتہ صفات میں گزر چکا ہے کہ آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ گواہ کا مشہود ملیهم کے درمیان موجود ہو ناضر دی ہے۔ پس ”وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَيْهِ مِنْ بَهْ قَبْلِ مَوْتِهِ“ میں ”موته“ کی خیر کتابی کی طرف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر کتابی کی موت کے وقت صیہی علیہ السلام موجود نہیں ہوتے۔ سو بوجب سورہ المائدہ کی آیت ”وَكَنْتَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَادِمْتَ فِيهِمْ“ وہ اس بات پر گواہ نہیں ہو سکتے۔ سولا جمالہ خیر کا مر جمع عیسیٰ علیہ السلام ہی مانا پڑے گا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر نص ہے۔ قرب قیامت کے زمانے میں آسمان سے نزول کے بعد ان پر موت آئے گی۔ آپ خود ہی لکھ رہے ہیں کہ کج مسعود کے زمانہ میں اسلام کا کئی ادیان پر غلبہ ہو جائے گا اور ساتھ ہی یہ کہ تین صد یوں میں ایسا ہو گا۔ خدا اور رسول نے اس حدت کا تعین نہیں کیا۔ جب غلبے کی پیشگوئی انہوں نے کی ہے تو حدت کا اندازہ بھی انہیں ہی ظہرا نہ چاہئے۔ نہ کوئی مرزا افلام احمد قادریانی کو۔

گزشتہ صفات میں مند امام احمد بن حنبل ہی ایک حدیث کے یہ الفاظ نقل کے جا پچے

ہیں: ”یہاک اللہ فی زمانہ العلّل کلها غیرالاسلام“ ॥ یعنی اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسلام کے ساتھ تمام نہ اہب کو مٹا دے گا۔ یہاں تمیں صد یوں کا کوئی ذکر نہیں۔ ایسا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی زندگی میں یہی ہوتا ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ایسا نہیں ہوا۔ سو وہ اپنے دعویٰ مسیحیت میں کاذب ہیں۔

سوال نمبر: ۵۲ ص ۷۶ پر لکھتے ہیں: ”آپ بھی خاتم النبیین کے بعد ایک تابع اور امتی نی کے طور پر صحیح موعود آنے کے قائل ہیں اور ہم بھی ایک امتی کو آنحضرت ﷺ کے نائب الدوایت کے طور پر صحیح موعود مانتے ہیں۔ ہم خاتم النبیین کے ان معنوں میں کہ رسول کریم ﷺ شریعت لانے والے نی ہیں۔ ہم دونوں اصولی طور پر متفق ہیں۔ ہم میں اور آپ میں صرف صحیح موعود کی شخصیت کے تین میں اختلاف ہے۔ اس کے امتی نی کے منصب میں کوئی اختلاف نہیں۔“

جواب ہم نہ تو امت محمدیہ میں سے کسی شخص کے نی ہونے کے قائل ہیں اور نہ کسی کے طور پر صحیح موعود آنے کے گزشتہ صفات میں تصریح ہو چکی ہے کہ اسرائیلی صحیح عیسیٰ علیہ السلام اصلًا نی اکرم ہم کی امت میں طور خلیفہ آئیں گے۔ ایک حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ نی کریم ﷺ امت محمدیہ کے اول میں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے آخر میں۔ آخر میں اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ نزول کے بعد ایک نی امت کھڑی نہ کریں۔ یعنی طور نی کے نہ آئیں۔

گزشتہ صفات میں مرزا قادیانی کا یہ اعلان بھی نقل کیا جا چکا ہے کہ ان کا دعویٰ مثل صحیح کا ہے۔ جسے کم فہم لوگ صحیح موعود ہونے کا دعویٰ سمجھ بیٹھے ہیں۔ جب مرزا قادیانی کا صحیح موعود ہونے کا دعویٰ ہی نہیں تو آپ کو آنحضرت ﷺ کے نائب الدوایت کے طور پر صحیح موعود مانتے کے تکلف میں کیوں پڑتے ہیں۔ اس طرح تبعول مرزا قادیانی آپ کم فہم لوگوں میں شمار ہوں گے۔ ہم ان معنوں میں نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے کہ وہ آخری صاحب شریعت نبی ہیں اور ان کے بعد غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔ ہم مطلقاً نبوت کے نبوت محمدی کے ساتھ ختم ہونے کے قائل ہیں۔ نہ ان کے بعد کوئی تشریعی نبی آ سکتا ہے اور نہ غیر تشریعی۔ البتہ ایک سابق نبی آنحضرت ﷺ کے خلیفہ کے طور پر آ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بیشیت نبی اور رسول کے آ کر ایک نبی امت کو جنم نہیں دے گا۔

(حملۃ البشی م ۱۸۵ ص ۷۶) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”يقولون إن هذا الرجل لا يؤمن بالملائكة ولا يعتقد بنان محمد ﷺ خاتم الانبياء ومنتهى

المرسلین لانبی بعده و هو خاتم النبیین فهذہ کلہا مفتریات و تحریفات سبحان ربی ماتکلمت مثل هذا ان هو الا کذب والله یعلم انهم من الرجالین ”
”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ کو نہیں مانتا اور مخلوق کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا۔ حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ پس یہ مفتریات اور تحریفات ہیں۔ میرا رب پاک ہے۔ میں نے اسکی کوئی بات نہیں کی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ دجال ہیں۔“

(حقیقت المبوت ص ۹۶) پر لکھتے ہیں: ”اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کھلانے والا! دشمن قرآن نہ ہو اور خاتم النبیین کے بعد وہی نبوت کا نیا سلسلہ چاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔“ ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک نبوت اور رسالت آنحضرت پر ختم ہو گئی اور آپ کے بعد نبوت کا مدعی کاذب، کافر، مفتری اور وارثہ اسلام سے خارج ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۳۷۲، خزانہ ائم ج ص ۳۲۰) پر لکھتے ہیں: ”نبوت کا دعویٰ نہیں۔ بلکہ محدثین کا دعویٰ ہے۔ جو کہ خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔“ (حقیقت المبوت ص ۹۶) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ اصل میں زیاد لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ کرے جو بحاجات کیست اور کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں چیزوں کو نیاں کثرت سے ہوں۔ اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تعلیٰ نہیں جو کتاب اللہ کو منسون کرے اور نبی کتاب لائے۔ ایسے دعویٰ کو ہم کفر کر سکتے ہیں۔ نبی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی تھی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشتناک نبیاں کرتے تھے۔ وہ نبی کھلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا ہم نبی نہ کھلائیں تو اس کے لئے کون سا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہبوں سے ممتاز کرے۔“

(الوصیت ص ۱۱، خزانہ ائم ج ص ۳۱۱) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”اور جبکہ وہ مکالمہ اور مخاطبہ اپنی کیفیت اور کیست کی رو سے کمال درج تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ رہے اور کھلے کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس اس طرح بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔“ یہاں بعض افراد کے نبی ہونے کا لکھا ہے لیکن (تعمید الاذہان مارچ ۱۹۱۳ء) میں لکھتے ہیں: ”اس امت میں صرف نبی ایک ہی آ سکتا ہے جو مسیح

موعود (مرزا قادیانی) ہے اور کوئی قطعاً نہیں آ سکتا۔“

نبی کریم ﷺ نے ”لای بھی بعدی“ فرمائیں تو غیر تحریکی نبوت کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور مرزا قادیانی ”خاتم النبین“ ہونے کا دعویٰ کریں تو غیر تحریکی نبوت بھی ختم ہی کہاں کا انصاف ہے؟۔ ان تضادات کے باوجود مرزا قادیانی کو اپنے دعویٰ نبوت میں صادق سمجھنا عقل کا دیوالیہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟۔

سوال نمبر: ۵۵..... ص ۲۸ پر لکھتے ہیں: ”قاضی صاحب نے اپنی کتاب شان خاتم النبین کے ص ۳۴ پر حضرت شیخ محبی الدین ابن عربیؑ کی یہ عبارت ان کی کتاب فتوحات مکیہ سے نقل کر کے درج کی ہے: ”فالنبوة جارية الى يوم القيمة في الخلق وان كانت التشريع قد انقطع فاتشريع جزء من اجزاء النبوة فانه يستحيل ان ينقطع خبر الله واخباره من العالم اذلو انقطع لم يبق للعالم غذاء يتغذى به فيبقاء وجوده (فتوات مکیہ ج ۲ ص ۱۰۰ باب ۳۷ نومبر ۸۲)“ یعنی نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک منقطع ہو گئی ہے۔ پس شریعت نبوت کے اجزاء میں ایک جزو ہے۔ یہ امر عالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبار غیبیہ اور حقائق و معارف کا علم دیا جانا بند ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ بند ہو جائے تو پھر دنیا کے لئے کوئی غذا باتی نہیں رہے گی جس سے وہ اپنے روحاںی وجود کو باقی رکھے سکے۔“

جواب..... اگر نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے تو مرزا قادیانی کے قول کے مطابق صرف وہی امت محمدیہ میں نبی کیوں ہے؟ کوئی دوسرا قطعاً کیوں نہیں ہو سکتا؟ علاوہ ازیں وہ صرف سچ موعود کے آنحضرت ﷺ کے بعد نبی ہونے کے قائل ہیں۔ آئیے فتوحات مکیہ ہی کی ورقہ گردانی کریں اور ویکھیں کہ حضرت شیخ محبی الدین ابن عربیؑ سچ موعود سے کون مراد یتھے ہیں۔

(فتوات مکیہ ج ۲ ص ۱۲۵) پر لکھتے ہیں: ”ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل فی هذه الامة فی اخر الزمان ویحکم بشریعة محمد ﷺ“ (پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں اس امت میں نازل ہوں گے اور محمد ﷺ کی شریعت کے مطابق فصلے کریں گے۔) (فتوات مکیہ ج ۳ ص ۳۷) پر حضرت ابن عربیؓ لکھتے ہیں: ”انه لم یمت الی الان بل رفعه اللہ الی هذه السماء واسکنه فيها“ (ابن عربیؓ تک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) نہیں مرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان کی طرف اٹھایا اور انہیں اس میں سکونت پذیر کر دیا۔)

حضرت شیعہ ابن عربیٰ حیات مسیح کے قال ہیں۔ ان کے نزدیک صحیح مسیح موعودؑ عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں نبی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ چونکہ مرزا قادیانی آنحضرت کے بعد صرف صحیح مسیح موعودؑ کی نبوت کے قال ہیں اور ابن عربیٰ کے بیان کے مطابق صحیح مسیح موعودؑ نہیں۔ پس وہ اپنے نبوت کے دعویٰ میں کاذب بلکہ کذاب نہ ہے۔

سوال نمبر: ۵۶..... ص ۲۹ پر لکھتے ہیں: ”اس پر قاضی صاحب نے یہ نوٹ دیا ہے۔ مطلق نبوت جوان بزرگوں کے نزدیک بندہیں ہوئی۔ لمبشرات والی نبوت ہے۔ جسے رسول کریم ﷺ نے حدیث ”لَمْ يَبْقِ مِنَ النَّبُوَةِ إِلَّا مُبَشِّرَاتٍ“ میں باقی قرار دیا ہے۔ جسے بالفاظ دیگر لمبشرات والی نبوت یا نبوت غیر تشریعی کہا جا سکتا ہے۔“

جواب جب بمشرات والی نبوت کی صفت ہو گئی تو وہ مطلق کیے رہی۔ مطلق میں تو کسی فرم کی تقدیمیں ہوئی چاہئے۔ وہ بمشرات سے مشروط کیوں نکر ہو سکتی ہے۔ آپ نے جو حدیث نقل کی ہے۔ اس میں مذکور بمشرات آنحضرت ﷺ کی اپنی تصریح کے مطابق نبوت کا ایک جزو یا حصہ ہیں۔ ایک روایت میں بمشرات کو نبوت کا چھایا یا سوا حصہ قرار دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ بمشرات سے مراد رویائے صالح یعنی افچھے خواب ہیں۔ پس بمشرات کے باقی رہنے کو ہرگز ہرگز اجراء نبوت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سوال نمبر: ۵۷..... ص ۱۷ پر لکھتے مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریریں نقل کی ہیں:
۱..... ”اب بھر محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہوتے“ (تجلیات الہیہ ص ۲۵، خزانہ آن ح ۳۲۰ میں)
۲..... ”آنحضرت ﷺ کو ایک خاص خبر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرا یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرط مکالہ الہیہ ملتا ہے۔ وہ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے ملتا ہے اور وہی امتی کہلاتا ہے۔ نہ کوئی مستقل نبی۔“

(تحریر شریعت ص ۹، خزانہ آن ح ۲۲۳ میں)

جواب ان تحریروں میں مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ لیکن دراصل مستقل اور تشریعی نبوت کے مددی ہیں۔ (اعجاز احمدی ص ۱۹، خزانہ آن ح ۱۱۳) پر لکھتے ہیں: ”اور مجھے تلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينَ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَهُ عَلَى الدِّينِ

کلمہ ”اس عمارت میں مرزا قادیانی نے اپنی رسالت اور تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مرزا
قادیانی (اربیشن نمبر ۳۶، خزانہ حج ۱۷ اص ۳۶۷) پر لکھتے ہیں: ”خداوند ہے کہ جس نے اپنے
رسول یعنی اس عابز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب و اخلاق کے ساتھ بیجیا۔“

(اربیشن نمبر ۳۶، خزانہ حج ۱۷ اص ۳۶۵، ۳۶۶) پر لکھتے ہیں: ”اور اگر یہ کہو کہ صاحب
شریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے، مگر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے
افزار کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ سو اس کے یہ بھی تو سمجھو کر شریعت کیا چیز ہے۔ جس
نے اپنی دھی کے ذریعہ سے چدمار و نمی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا۔ وہی
صاحب شریعت ہو گیا۔ میں اس تعریف کی وجہ سے بھی ہمارے مخالفین لزم ہیں۔ کیونکہ میری دھی
میں امر بھی ہیں اور نمی بھی۔ مثلاً یہ الہام ”قل لله من يغضوا من ابصارهم ويحفظوا
فرووجهم ذالک اذکى لهم“، ”مراءہن احمد یہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نمی بھی ہے
اور اس پر نہیں بر س کی حدت بھی گزر گئی اور ایسے ہی اب تک میری دھی میں امر بھی ہوتے ہیں اور
نمی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے دشیریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے: ”ان هذالفی صحف الاولی صحف ابراهیم و موسیٰ“، یعنی قرآنی
تعلیم توریت میں موجود ہے۔“

اس عمارت میں مرزا قادیانی نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ (تریاق اللوب ص ۱۳۱،
خزانہ حج ۱۵ اص ۳۶۲) پر لکھتے ہیں: ”یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے
والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لائے
ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ہم اور محدث ہیں۔ گودہ کیسے ہی جناب الہی میں
اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت اور مکالہ الہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں
بن جاتا۔“

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مرزا قادیانی نے اپنے نہ مانے والوں کو کافر کہا ہے تو وہ اپنے
نہیں کے مطابق تشریعی نمی تھہریں گے۔ (حقیقت الوجی ص ۹۷، خزانہ حج ۲۲ اص ۱۸۵) پر مرزا قادیانی
لکھتے ہیں: ”کفر دشمن پر ہے۔ ایک کفریہ کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو
خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ شخص موعود نہیں مانتا۔ اس کو باوجود اتمام جنت کے
جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے مانئے اور سچا جانے کے بارے میں خدا رسول کی تاکید ہے اور پہلے
نبیوں کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ میں اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان نے مکر

نہے۔ کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں تم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔“
اس تحریر میں مرزا قادیانی نے اپنے نہ مانتے والوں کو کافر کہا ہے۔ پس مرزا قادیانی کا
دوسرا تشریحی نبوت کا ہے۔ گزشتہ صفات میں مرزا قادیانی کی تحریروں کے جواہر کی رچکے ہیں کہ
آنحضرت ﷺ کے بعد تشریحی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ پس اپنے ہی بیان کے مطابق مرزا
قادیانی تشریحی نبوت کا دھوئی کرنے کی بنا پر کذاب ہیں۔

سوال نمبر: ۵۸..... ص ۲۷ پر لکھتے ہیں لا جتاب من! آپ حضرت صیلی علیہ السلام کے اصلاحات
آنے کے قائل ہیں۔ جنہیں قرآن میں نبی اور رسول قرار دیا گیا ہے۔ پس آپ بھی آنحضرت کو
خاتم بمعنی آخری نبی نہیں مانتے۔ حق تباہیے اور خدا کو حاضر ناظر جان کرتا ہے کیا یہ عقیدہ رکھتے
ہوئے آپ کے زذیک آنحضرت ﷺ غیر مشروط آخری نبی نہیں؟۔

جواب آنحضرت ﷺ کے فرمان ”لانبی بعدی“ سے ظاہر ہے کہ بیحاڑہ زمانہ
وہ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ ان سے پہلے پیدا ہونے والا نبی زمانے کے
لحاظ سے آخری نہیں ہوگا۔ نبیوں کو ختم کرنے والے آنحضرت ﷺ ہی ہوں گے۔ اگر آپ کے کہنے کے
مطابق آنحضرت ﷺ کو مشروط آخری نبی ہی مان لیا جائے تو پھر مرزا قادیانی کی نبوت ثابت نہیں
ہو سکتی۔ گزشتہ صفات میں مرزا قادیانی کا یہ بیان گزرتچا ہے کہ وہ صحیح موعود نہیں۔ کم فہم لوگوں نے
انہیں ایسا سمجھا ہے۔ وہ تو مثلی صحیح ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد صحیح موعود صیلی علیہ السلام
کے نزول کی خبر دی ہے۔ کسی مثلی صحیح کے ان کے بعد کے زمانے میں پیدا ہونے کی پیش گوئی نہیں
کی۔ پس مرزا قادیانی صحیح موعود نہ ہونے کی وجہ سے نبی نہیں ہو سکتے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو تشریحی یا غیر تشریحی نبوت ملنے کا امکان نہیں۔ اگر نبی
کریم ﷺ کی مطابقت کی وجہ سے آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی تو حضرت عمر اور حضرت علیؓ
کو ملتی۔ جیسا کہ حدیث بھی ہے: ”لوگان بعدی نبی لکان عمر“ اور حضرت علیؓ کے بارے
میں فرمایا: ”انت منی بمنزلة هارون من موسى“ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ
آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؒ حضرت ابراہیم کے مشاہر قرار دیا۔ مگر وہ نبی نہیں بنائے گئے۔

آپ کے رسائلے میں جملہ جواب طلب امور کا حسب استطاعت جواب دے دیا گیا
ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول حق کے لئے آپ کا شرح صدر کرے:
جب کھل چکی خجائی پھر اس کو مان لیتا۔ نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ ہدی یہکی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اخلاق

اور

مرزا صاحب

(مرزا غلام احمد قادریانی کے غلط اقوال والہامات کی تشرع)



جناب میراں محمد نو شہروی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اعادہ

یہ تو یعنی بات تھی کہ مرزا قادریانی حق پر نہیں۔ مگر یہ بات کہ ان کے ہاں کس قدر جھوٹ ہے۔ اس میں ایک مسلمان کے ہاں دو رائے ہو سکتی ہیں اور جب اس موضوع کو جانچا پر کھا تو اندازہ سے پڑھ کر جھوٹ سامنے آیا۔ اس سلسلہ کی پہلی کتاب تھی "قرآن اور مرزا صاحب" اس میں مرزا قادریانی کی ان بہت سی باتوں کو لایا گیا جن کا حالانکہ ہوئے نے بڑی شدید کے ساتھ قرآن سے دیا گھرزوہ قرآن میں ہیں نہیں اور جو انہوں نے بیان کیا قرآن میں اس کے خلاف موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس آدمی کی دس بیس نہیں سینکڑوں باتیں قرآن کے خلاف صادر ہوں۔ اس کے تعلق اس کے نبی ہونے کا یادہ ہونے سے زیادہ اہم یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ کیونکہ قرآن کا فصلہ ہے کہ کافر ظالم ہیں اور سب سے بڑا ظالم خدا پر جھوٹ گھرنے والا ہے۔

دوسرے نمبر پر حادیث رسول ہے۔ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر رسول خدا کی طرف سے ایک بات بیان کرتا ہے تو حدیث کا فصلہ یہ ہے کہ وہ دوزخی ہے۔ یہ اس آدمی کی سزا ہے جو مجرد ایک حدیث یا حدیث کا ایک مسئلہ کسی کو جان بوجھ کر غلط بتائے۔ لیکن جو صرف حدیث کے خلاف بات بتانے پر عن اکتفانہ کرے۔ بلکہ اسے سچا منوائے اس کا پرچار کرے، اس پر اصرار کرے اور ایک فرض واجب کی طرف اس شلط بات کی تبلیغ کرے اور پھر اسی شلط بات کو قائم رکھنے کے لئے ایک جماعت اور تنظیم بھی بنائے۔ آپ اندازہ کریں کہ وہ کتنا بڑا دوزخی ہے؟۔ کتاب "حدیث اور مرزا صاحب" میں مرزا قادریانی کی بہت سی اور باتوں کو لایا گیا ہے جو انہوں نے حدیث کے حوالہ سے بتائی ہیں۔ یا تو حدیث میں ہیں نہیں یا حدیث میں اس کے الٹ بیان ہے۔

کفر اور دوزخ جس کے گلے پڑے اس سے کسی مسلمان کو سرد کا نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ سوال پھر باقی رہتا ہے کہ عام انسانی اخلاق میں وہ کس معیار کا انسان ہے۔ اس کی بات اور رائے میں کیا جاؤ گے۔ تضاد جھوٹ اور فضول گوئی سے اس کی باتیں کہاں تک پاک ہیں؟ یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس میں ان کی وہ بہت سی باتیں لائی گئی ہیں جو انہوں نے سچائی اخلاق اور بجھ بوجھ سے نکل کر لکھی یا کہی ہیں اور ساتھ ہی پہلی دو کتابوں کے موضوع سے جو کچھ رہ گیا ہے۔ وہ بھی بیان کرو یا گیا ہے۔ واللہ الموفق!

مرزا قادیانی اور اس کی امت کے خیال کو ہم ایک فرد کی رائے کا نام دے کر ایک دفعہ اس سوال کو بھی بیہاں دو ہر ان چاہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی جو پوزیشن بنائی ہے اس کے پیش نظر قرآن کا یہ حال کیوں ہو گیا ہے کہ وہ ایک آدمی کی بحث میں بیٹھتا ہے اور پوری مسلمان قوم اس کے فہم سے محروم رہ رہی ہے۔ ایک کتاب جو خدا نے تازل فرمائی ہے۔ اس کی رسائی اب اس انتہاء کو کیوں بخیج گئی ہے کہ نبوت اور ختم نبوت جیسے اہم عقیدہ میں بھی اس کا پیمان صاف اور واضح نہیں رہا۔ اس مفروضہ کے لئے کون سی بنیاد موجود ہے کہ ایک آج کے آدمی کی رائے درست اور صد یوں پہلے اور اب کے روئے زمین پر رہنے والے سب مسلمانوں کی بات غلط۔ اب تک تمام مسلمان مدحی نبوت کو کافر کہنے پر متفق چلا آئے ہیں۔ مگر قادیانی کہتے ہیں کہ وہ تشریعی مدحی نبوت کے حق میں تھا۔ بہت خوب! اگر پہنچتے مسلمانوں کے علم میں کیوں نہیں آ سکا؟

قرآن پر بہتان.....مشیلوں کا سیلا ب

”قرآن کریم و حدیث صحیح“ یہ بیمارت متواتر دے رہی ہیں کہ مشیل ابن مریم اور دوسرے مشیل بھی آئیں گے۔ (ازالادہام ص ۳۲، خواص ح ۳۲۳) ”قرآن صحیح بن مریم کو مارتا ہے“ اور حدیث شیش مشیل ابن مریم کے آنے کا وعدہ دیتی ہیں۔ (ازالادہام ص ۵۳۶، خواص ح ۳۹۹) جہاں ایک سائنسدان یا ڈاکٹر لوگوں کو ایسے جرأۃ ایم کا حال بتانا ہو جو درمیں سے نظر آتے ہیں یا بالکل نظر نہیں آتے تو بے چارے دور میں و خود میں سے نادا قف ہوتے ہیں وہ ان جرأۃ ایم کا وجود مان لیتے ہیں۔ ایسے لوگ بے شک سادہ دل اور ان پر ہوتے ہیں۔ مگر ایک شرط وہ بھی ان کے مانے میں لگاتے ہیں اور وہ یہ کہ انہیں جرأۃ ایم کا حال بتانے والے ڈاکٹر پہاڑوں، دریا دل اور ہائی اونٹوں کا انکار نہ کریں۔ اگر وہ جرأۃ ایم کا سارا غل نگانے کے ساتھ ان بڑی چیزوں دل کا انکار کرنے لگیں تو عوام اسے ڈاکٹر کی بجائے پاگل کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ جسے پہاڑ نظر نہ آئیں، وہ جرأۃ ایم کیا دیکھے؟

ہماری بحث یہ ہے کہ ایک شخص جو نبی، مجدد، صحیح، مہدی تمام انبیاء کا مظہر اور سب کچھ ہے۔ وہ جو بات قرآن کے متواتر مقامات پر پاتا ہے اور نہ صرف ایک حدیث میں۔ بلکہ درجنوں احادیث میں بتاتا ہے۔ وہ نہ ہمیں قرآن میں ہمیں دکھائی دیتی ہے اور نہ کسی حدیث میں۔ دوسری عبارت میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”قرآن عیسیٰ علیہ السلام کو مارتا ہے۔“ کتابیاں جھوٹ ہے یہ جو انہوں نے قرآن کے خلاف روکھا ہے اور اسے رسمیت رکھنے نہیں تھے۔

ہمیں ان تین آیات کی تعداد بھی معلوم ہے جن کے اندر مرزا قادریانی نے حضرت سعیج کی موت دکھائی ہے اور جن میں ہر ایک حضرت سعیج کی زندگی اور نزول کی زیر و موت دلیل ہے۔ مگر یہ کہہ دینا کہ قرآن فلاں کو مارتا ہے۔ یہ تو کسی بھی ولیل کا نام نہیں۔ اس طرح تو قرآن سب لوگوں کو مارتا ہے۔ مگر پھر بھی لوگ ہیں کہ وہ زندہ رہ رہے ہیں اور جو حدیث کی بات ہے کسی ایک حدیث میں بھی موجود نہیں کہ کوئی مثل سعیج آئے گا۔ یہ سب مرزا قادریانی کی دلماغی مخفی ہے۔

پھر آپ اس سوچئے کہ یہ مثل مجاز اور روز و غیرہ کا چکر کیا ہے اور یہ کس لئے پیش آیا ہے؟۔ پہلے جہاں فتح نبوت کا عقیدہ کسی اختلاف کے بغیر موجود تھا۔ وہاں مرزا قادریانی کو نبی پیغمبر کا شوق چڑھا گیا۔ اس کے لئے ظاہر ہے کہ مجازی نبی کی ایک انوکھی فتح کی اصطلاح ہی کارآمد تھی۔ اس وجہ سے آپ مجازی اور علیٰ نبی بن پیٹھے۔ اس کے بعد فتح نبوت کی تاریخی روست کا جائزہ لیا تو اس میں حیات سعیج اور نزول سعیج کا دھاف نظر آیا۔ حالانکہ ان سے پہلے بھی کسی کی نظر اس دھاف پر نہیں پڑی تھی۔ انہوں نے نزول سعیج کے خلاف فتح نبوت کی دہائی دینی شروع کی اور پھر خود ہی اس کا حاصل یہ حلاش کر لیا کہ سعیج تو نہیں۔ کیونکہ وہ چل بے البتہ ان کی مثل کسی اور کو آتا ہے اور آنا بھی کس کو ہے۔ میری خدمات اس کام کے لئے حاضر ہیں۔ یعنی "ستھری اندر کو گری اور میں باہر گر گیا"۔ اس سارے قصے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مثل اور روز جو کچھ بھی ہے۔ یہ سب ان کا اپنا کیا دھرا ہے اور اس کا بڑا اعمال ذاتی کمپٹ کا مسئلہ تھا۔

جہاں تک اس جملہ کا تعلق ہے کہ فتح نبوت کا عقیدہ نزول سعیج کے مسئلہ سے ٹوٹنے نہ پائے اور ان کے نزول کی بجائے ان کے کسی مثل کا آنمان لیا جائے۔ اس میں حقیقت کم اور تصنیع زیادہ ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلا کہ خود ان کے نزول میں وہ کیا خرابی ہے جو ان کے مثل آنے میں نہیں۔ جو خرابی مجاز اللہ ان کے نزول میں دکھائی گئی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں تو وہ ضرور ان کے مثل میں بھی ہوگی۔ پھر اصل کو چھوڑ کر مثل لانے کا حاصل کیا؟ خدا کے ساتھ اگر کسی اور کو خدا اننا کفر و شرک ہے تو خدا کی مثل کوئی اور فرض کرنا آخرون ساقو اب کا کام ہے؟۔ جہاں فتح نبوت کا عقیدہ موجود ہے وہاں اگر کسی مثل نبی یا مجازی نبی کو درآمد کیا گیا تو وہ ہرگز نبی کا کام نہیں دے گا اور نقصان اس کا یہ ہو گا کہ اس سے عقیدہ فتح نبوت باطل ہو کر رہ جائے گا۔ تمیک بھی کیفیت مرزا قادریانی کے عمل اقا نام کر کے دکھائی ہے۔ اس کے مانے والوں کے ہاں عقیدہ فتح نبوت ایک گالی ہے اور وہ ان تمام برکات سے محروم ہیں جو نبی کی محبت سے آدمی کے پلے پڑتی ہیں۔

ایک اور سوال یہاں یہ سامنے آتا ہے کہ جب مرزا جو شل نبی اور مشل سچ تھے۔ حقیقی نبی اور حقیقی سچ نہ تھے تو انہیں مسلمانوں سے الگ ختم نبوت کے معنے دکھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ان کے ہاں جب نبی کے مشل اور سچ کے مشل آنے سے ختم نبوت قائم رہتی تھی اور اس میں کوئی فرق نہ آتا تھا تو اس کے بعد انہوں نے امتی نبی یا غیر شرعی نبی کی اصطلاح کیوں نکالی اور یہ کیوں کہا کہ ختم نبوت کے معنے یہی ہے وہی مہر اور پھر اس پر بھی نہ رہے اور کہا کہ یہ مہر صرف غیر شرعی نبی تراش سکتی ہے نہ کہ دوسرے۔ اس طرز عمل کی بنیاد خدا کی شریعت میں تو کہیں نہیں پائی جاتی۔ داؤں اور پیشوں کی دنیا میں البتہ اس کا چلن ہے۔ سبھی وجہ ہے کہ جب بن جانے کا پھر چلا یا تو اس کے بعد تمام انبیاء اور سب شہیدوں صدیقوں کے مشل بن پیشے اور کہا کہ سورہ فاتحہ کی دعا اپنی بتاتی ہے اور ساتھ ہی پہنچانے والے شمارنبوتوں کے مالک ہو گئے۔

پھر اس بات میں کیا تک ہے کہ قرآن سچ کو مارتا ہے اور حدیث اس کے مشل کا وعدہ کرتی ہے۔ کیا حدیث کا قرآن کے خلاف جانے کے بغیر اور کوئی کام نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ قرآن نے ایک آدمی کو مارا اور حدیث نے دوسری طرف اس کے مشل ایک اور لاکھڑا کیا۔ اگر قرآن نے حضرت سچ کو مارا تھا تو حدیث بھی اس کو مارنے پر اکتفا کرتی۔ اس نے اس کی مشل کا اہتمام کا ہے کو کیا:

من چہ سرائیم۔ وظیبورہ من چہ سرا۔

غرض یہ سب دوے ہیں ایک دوسرے سے زیادہ بے سروپا۔ نہ ان کے حق میں کوئی دلیل ہے اور نہ مرزا قادری کے بغیر کوئی اور ان کا قائل ہے۔

نزول مسیح اور قرآن

”صحابہ کاندھ ہب دوبارہ نزول مسیح اجھا تھا۔ محل نزول مسیح بر معنے حقیقی خالف قرآن ہے۔“ (تحفہ بغدادی ص ۷، خزانی ح ۲۶۸) ”آیت قدخلت میں قبلہ الرسل پیش کر کے یہ غلطی دو رکروی اور اسلام میں یہ پہلا اجماع تھا کہ سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔“ (حقیقت الوعی ص ۳۲۲، خزانی ح ۲۲۲ ص ۳۶۴) ”معزز لیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔“ (حقیقت الوعی ص ۳۲۳، خزانی ح ۲۲۲ ص ۳۶۵) ”ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جہا ہوا تھا اور میرا بھی سبھی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نازل ہوں گے۔“ (حقیقت الوعی ص ۳۹۹، خزانی ح ۲۲۲ ص ۱۵۲) ”وہی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو تمام مسلمانوں کا تھا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ

میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی۔” (حقیقت الودی ص ۱۳۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۱۵۲)

حضرت مسیح کے نزول کے پارہ میں یہ مختلف و متفاہ خیالات ایک ہی شخص کے ہیں جو نہ صرف ایک شخص ہی ہے بلکہ ہمیں رسول ہونے کا مدعا رہا ہے۔ پہلے کہا کہ تمام صحابہ نزول مسیح کے قائل تھے۔ پھر اسی سانس میں کہا کہ ان کا نزول مسیح مانا تقرآن کے خلاف ہے اور اب اس اجمانی نزول میں مانا جائے۔ آپ سوچیں گے کہ یہ اجمانی نزول ماننے میں خوبی ہے جبکہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ ہم بتائے دیتے ہیں کہ اجمانی نزول مسیح ماننے سے مرزا صاحب کو نبی اور مسیح اور مثیل مسیح ماننے کی گنجائش پیدا کر لی جاتی ہے۔ خوبی اس میں یہ ہے۔

دوسرا عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ میت ”قد خلت من قبله الرسل“ ”محمد ﷺ“ سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں۔ مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات پر یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پڑھی تھی اور اس کے پڑھنے پر صحابہ نے اجماع قائم کیا تھا کہ پہلے انہیاء فوت ہو گئے ہیں۔ یعنی کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور پہلے بتایا تھا کہ نزول مسیح پر صحابہ کا عقیدہ تھا۔ گویا جن صحابہ کا نزول پر عقیدہ تھا انہوں نے اجماع کیا کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اسے اگر صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ صحابہ معاذ اللہ اش لطیف سے محروم تھے۔ ورنہ مرن گئے کے نزول پر ان کا عقیدہ کیسے ہو سکتا تھا۔ یہ عقیدہ لاکھ اجمانی سکی۔ مگر مر گئے کے حق میں اس کی کیا ضرورت تھی۔ سیدھی بات ہے ایک آدمی مر گیا ہے۔ اب اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ قرآن یا حدیث میں اس کے نزول کا بیان اور صحابہ کرامؓ کے ہاں اس کے نزول کا عقیدہ پایا جائے۔ ظاہر ہے کہ مرزا قادریانی کی غرض اس سے ابھی تھی۔

تیسرا عبارت میں وہ صحابہ کرامؓ کے عقیدہ نزول مسیح کو چھوڑ کر محتزلہ کے عقیدہ پر دیکھتے ہیں۔ خدا معلوم اب کوئی ہے بھی یا انہیں محتزلہ جب تھے تو ان کا یہ عقیدہ تھا بھی یا انہیں۔

چوتھی عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اس عقیدہ پر تھا کہ حضرت مصطفیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور پانچویں عمارت میں وہ بتاتے ہیں کہ میرے سے یہ سب مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔ یعنی اپر کی عمارت میں جو عقیدہ ایک گروہ کا تھا۔ وہ یعنی سب مسلمانوں کا عقیدہ ہو گیا اور پھر اسی عقیدے کو دو ہو کر بہانے کے لئے ان پر وحی کی بارش ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ پر وحی کی جو بارش ہوئی اور اس میں نزول مسیح کا فیصلہ دیا گیا۔ اس بارش میں کیا خرابی تھی کہ اسے نہ مانا جائے اور ان کی بارش کو مانا جائے۔ جسے خود

نہ مان سکتے تھے۔ ایک سچھدار آدمی کو تو کوئی اپنے جیسا انسان ہات کہے تو وہ مان جاتا ہے۔ مگر مرزا قادریانی پر خدا کی دعی کی بارش ہوئی تو خدا کا یہ حکم ان کے ہاں توجہ کے قابل ہوا کرتی تو ہے۔ اس کے بعد اوپر کی آیت کو لجئے جس کا حصہ انہوں نے دیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ لانے سے مفہوم یوں ہے: ”محمد بن اللہ کا رسول ہے، اس سے پہلے سب رسول گزرے ہیں۔“

مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ سب رسول مر گئے ہیں۔ تھوڑی دری کے لئے بھی ہات مان لجئے کہ سب رسول مر گئے ہیں۔ اس سے بھی مرزا قادریانی کے پہلے تو کچھ نہیں رہے گا۔ کیونکہ جب رسول سب وہی تھے جو محبہ اللہ سے پہلے مر گئے ہیں۔ تو پھر انہیں کیوں رسول مانا جائے۔ مگر آیت میں ”غلت“ کا لفظ ہے۔ مات کا نہیں۔ خلا کے معنے ہیں خلام جانا یا ایک جگہ سے گزر جانا۔ خود قرآن ہی میں ہے ”وَاذَا خَلَوَ الِّي شَيْطَنُهُمْ قَالُوا اَنْ مَعَكُمْ“ جب منافق اپنے سراغنوں کے ہاں تھا ہوتے ہیں تو ان کے سامنے کام بھرتے ہیں۔ یہ تو اس وقت ہے کہ غلت کے معنے گزرے اور خلام میں پہنچنے کے ہوں۔ جیسا کہ یہ اس کے حقیقی معنے ہیں اور اگر اس کے معنے موت کے لئے جائیں اور مفہوم ہو کہ سب نبی فوت ہو گئے ہیں تو بھی ان فوت ہونے والوں میں حضرت مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ بہر حال شامل نہیں۔ اس لئے کہ انہیں قرآن نے ایک دفعہ زندہ قرار دیا ہے اور موت کے ہر تذکرہ پر انہیں زندہ مانا جائے گا۔ محمد ﷺ کو تو اسی آیت میں زندہ تھریا گیا ہے اور ان پر ہی قرآن نازل ہو رہا تھا۔

ربنے حضرت سعیج قوان کے حق میں سورہ النساء کا بیان ہے کہ نہ یہود نے انہیں قتل کیا اور نہ سولی دیا۔ بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ نیز سورہ بقرہ کی دو آیات میں جن رسولوں کے گزر جانے کا بیان ہوا ہے ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نام شامل نہیں اور انہیں گزر جانے والوں سے الگ دکھایا گیا ہے۔ نیز سورہ النساء میں یہ بھی ہے کہ سعیج کی موت سے پہلے تمام الٰل کتاب ان پر ایمان لا نہیں گے اور وہ قیامت کے روز ان پر گواہ ہو گا۔ سورہ النساء کی آیت پر مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت مسیح کو اخیا نہیں بلکہ انہیں زمین پر رکھا اور ان کے مرتبہ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ آیت کے اس مفہوم پر ظاہر ہے کہ ان کا کوئی امتی ہی سر و محن سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے مرتبہ کو اپنی طرف اٹھانے کی خدا کو کیا پڑی تھی اور ان کے بلند مرتبہ کو دشمنوں کے قتل اور رسولی سے کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔

آیت کا بیان اس بارہ میں نص ہے کہ اللہ نے ان کو قتل و صلیب سے بچالیا اور انہیں اپنی

طرف اٹھا لیا۔ نص صریح اگر نہ مانی جائے تو جہاں ایمان کو خطرہ ہے وہاں یہ کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ نے ان کو قتل اور بولی سے کیسے بچایا تھا۔ ان کا یہ مفروضہ بھی خاصاً لمحپ ہے کہ تمام رسولوں کے مرجانے پر صحابہ کا یہ پہلا اجماع تھا۔ گویا انہیں کرنے کو کوئی کام نہ تھا یادہ اس کے بغیر کسی کام پر متفق نہ تھے اور یا بعد میں اس پر بہت اجماع ہوئے تھے اور وہ پہلا اجماع تھا۔ حیرت ہے کہ نزول سورج کی متواتر احادیث کو درجنوں صحابہ اور سنتکاروں ہزاروں تا بھین اور راویوں نے محدثین کو بتایا اور پھر لاکھوں مسلمانوں نے کتب حدیث میں انہیں پڑھا اور کروڑوں نے سن۔ مگر سوائے مرزا قادریانی کے کسی نے نزول سورج کو اجماع کے خلاف نہیں کہا۔ محتزلہ کا عقیدہ نامعلوم کہاں مرزا قادریانی نے پڑھا ہے اور کہا کہ وہ اب تک اس کے قائل ہیں۔ مرزا قادریانی کو یہ تک معلوم نہیں کہ محتزلہ کا اب کوئی وجود نہیں۔ بس صرف ان کا نام سن رکھا تھا۔ یا خود اپنی امت کو یہ لقب دیا۔ نزول سورج کے باوجود میں اس کثرت کے ساتھ احادیث وارد ہیں کہ ان کا انکار آج تک کسی نہیں ہوا اور جوبات رسول خدا سے یقین کے ساتھ ثابت ہوا ان کا انکار آپ کی نبوت و رسالت کا انکار ہوتا ہے۔ محتزلہ ہوں یا خوارج وہ رسول خدا کے مکر نہیں تھے۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ ایک گروہ کا نزول پر اعتقاد تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ سب مسلمانوں کا یہی عقیدہ تھا اور پھر مجھ پر بارش کی طرح وحی بری کہ تھی تو ہے۔ پہلے آپ اس پر سوچنے کے وہی کی بارش کا بھی کہیں رواج نہ گایا ہے۔ جب ایک شخص خدا کے اس حکم کو نہ مانے جو نبی کے ذریعہ اسے پہنچتا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن جسے خدا تعالیٰ برآ راست حکم دے اور وہ اس حکم کو نہ مانے اور وہی کی بارش کے انتظار میں رہے۔ تو وہ جرم ہے جو عالم واقعہ میں صرف ایسیں سے صادر ہوا ہے۔ اس بناء پر مرزا قادریانی کا جرم خود ان کے اقرار کے مطابق شیطان کا جرم ہے اور وہو ہے۔ سب انبیاء سے اونچا تھت ہونے کے دوسری طرف آپ نزول سورج کے عقیدہ کا ثبات دیکھیں کہ جب تک مرزا قادریانی وحی کی بارش میں بہ نہیں گئے۔ یہ عقیدہ ان کے دل کی گمراہیوں سے نہ سر کا۔ اب مسلمان بے چارے جن پر وحی کی اسکی بارش نہیں ہوتی۔ آخر بیجیت جا گئے اس قرآن اور سنت والے عقیدہ کو کیسے جواب دیں۔

وھی یا الہام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا مریم سے بطور الہام

خدا کا کلام کرتا۔ حواریوں سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا خود قرآن شریف میں مندرج ہے۔

(برائین احمد یوسف، ۲۱۹، جزء اول، ص ۲۲۳، ۲۲۴)

یہ تینوں باتیں جو مرزا قادریانی نے بڑی دلیری کے ساتھ قرآن کے حال سے پیش کی ہیں۔ قرآن میں ان کا کوئی اتہ پہنچ نہیں ملتا۔ ان کا کوئی احتی اگر یہ قرآن سے دکھادے تو منہ ماٹاً انعام پائے گا۔ جیسے تو یہ ہے کہ جو اللہ کی کتاب پر جھوٹ جلتا ہے۔ کچھ عقل کے اندر ہے اسے پیغمبر ماننے کو بھی آمادہ ہو جاتے ہیں اور نہیں سوچنے کو جو شخص دنیا میں سورج اور راجائے کی طرح عام پائی جانے والی حقیقت کے بتانے میں جھوٹ نے پر ہیز نہیں کر پایا وہ بھلا عالم بالا کی ہاتوں کے لئے سچائی کا کیا سامان کرے گا۔ جہاں کے متعلق اسے معلوم ہے کہ کوئی حقیقت کے لئے نہیں پہنچ گا۔ یہ کہنا بجا ہے کہ الہام کا لفظ قرآن میں موجود نہیں۔ صرف سورہ شہس میں اس کا میختہ نفس انسانی کے حق میں وار ہے جو بچوں اور بڑوں کے لئے یکساں ہے اور کہیں یہ کلمہ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔

حیات مسح

”اول: اذ موجود ہے جو خاص و اسطے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ
قصہ وقتِ نزول آیتِ ماضی کا ایک قصہ تھا۔“ (از الہ اوہام ص ۶۰۲، جزء اول، ص ۲۲۵)

اس عبارت میں مرزا قادریانی کا اشارہ سورہ مائدہ کی ایک آیت کی طرف ہے۔ اس کی
ابتداء میں ”اذ“ کا حرف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف ماضی کے لئے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ
نے حضرت عیلیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تجھے دنیا سے لوؤں کا اوزانی طرف اخھاؤں کا اور
کافروں سے پاگ کروں گا اور تیرے پیچے چلنے والوں کو کافروں پر روز قیامت تک فاقہ کروں
گا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس بیان کے شروع میں چونکہ ”اذ“ ہے جو صرف ماضی کے لئے ہوتا ہے۔ اس
لئے حضرت مسح کو خدا نے جو پانچوں وعدے دلاتے تھے۔ وہ گزشتہ زمانہ میں پورے ہوچکے
ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ”اذ“ بھی ماضی کے لئے سکی اور چاروں وعدے بھی کئے۔ یہ پانچوں وعدہ
جو قیامت کے دن کا ہے۔ کیا یہ بھی گزشتہ زمانے کا ہے اور قیامت نہیں آئے گی؟

آپ حیران ہوں گے کہ خود حضرت مسح کے قصہ میں ”اذ“ کا کلمہ دو جگہ مستقبل کے لئے
موجود ہے۔ کیونکہ اس کے اول و آخر قیامت کا بیان ہے۔ جو ابھی آئی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن
میں ”اذ“ کا جس قدر استعمال مستقبل کے لئے ہے۔ اس کا شمار ہونا مشکل ہے۔ مگر مرزا قادریانی

ہیں کہ اسے خاص ماضی کے لئے کہتے ہیں اور ذرا خدا سے نہیں ڈرتے۔ وہ سری طرف اگر اسے
ماضی کے لئے مانجاۓ تو فقط یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عذر گز شستہ زمانہ میں کیا گیا قانون کے گز شستہ زمانہ
میں پورا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اتنی عقل تو ہر آدمی رکھتا ہے کہ وعدہ ہمیشہ آنے والے معاملہ کا ہوتا
ہے۔ سو جو وہ اور گز شستہ ہات کا وعدہ نہیں ہوا کرتا۔ اس بنا پر جو آدمی صرف ”اُذ“ کی وجہ سے کہے کہ
 وعدے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو دیئے گئے وہ وعدہ دیتے وقت ہی پورے کر دیئے گئے تھے۔ وہ
کہتے ہیں بڑے مخالف ٹکڑا کار ہے۔ قرآن کے نزول کے وقت اللہ نے حضرت مسیح سے کے گئے
 وعدوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ وعدے پورے بھی ہو گئے ہیں۔ وہ مرزا قادری کا انہا
بیان ہے کہ قرآن میں یہ وعدے پورے ہو چکنے کا بھی بیان ہے۔

پہلا وعدہ پورا پورا لے لینے کا بیان

اب آپ ان پانچوں وعدوں کی نویت پر غور کرچے کہ وہ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے
پورے ہونے والے تھے بھی یا نہیں۔ پہلا وعدہ ان کے لئے لینے کا تھا۔ جس کے لئے قرآن میں
تو فی کا لفظ ہے۔ اس وعدہ کا مرزا قادری نے نبی بنخ سے پہلے مفہوم یہ بیان کہ: ”اے عیسیٰ! میں
تجھے پورا پورا انعام دوں گا۔“ اور نبی ہونے کے بعد کہا کہ: ”اے عیسیٰ! میں تجھے مارڈالوں گا۔“ اور
یہاں لئے کہ تم حضرت مسیح کو سولی چڑھانا چاہتے تھے۔ جو تواریخ میں لعنت کی موت بتائی تھی۔
ہو سکتا ہے کہ تواریخ میں اصل مجرموں کے سولی پر مرنے کی لعنت کی موت کہا گیا ہو گا۔ نہ کہ مطلق
سولی کی موت کو اس لئے کہ قرآن سے اس کی تقدیر نہیں ہوتی اور انہیں میں تو حضرت مسیح کا یہ
ارشاد تکیہ کلام کے طور پر متواتر پایا جاتا ہے کہ جو اپنی صلیب آپ اٹھائے وہ میرے ساتھ چلے۔ تو
کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لعنتی بنخے کا سبق دیتے تھے۔ اس وجہ سے یہ مفروضہ
باطل ہے اور پھر اگر اسے کسی درجہ میں مان لیا جائے تو خدا انہیں دیے ہی سولی سے بچا لیتا۔ کسی
 وعدے کی ضرورت توجہ ہوتی کہ وہی تھی کہ: ”میں تجھے سولی کی موت سے بچاؤں گا۔“ تاں وعدہ کی کہ:
”میں تجھے مارڈالوں گا۔“ اس لئے یہ معنے عقل اور واقعہ کے خلاف ہیں۔ صحیح معنے تو فی کے ہیں۔
پورا پورا بقہرہ میں لے لیا اور مطلب یہ کہ اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے لے لینے والا ہوں۔
یہ درست ہے کہ بیازِ توفی کے معنے نہیں کے اور اسی طرح موت کے بھی ہیں۔ اس لئے
کہ نہیں سے آدمی کے صرف حواس گم ہوتے ہیں۔ باقی سب کچھ موجود رہتا ہے اور موت سے آدمی

کی صرف جان جاتی ہے۔ جسم نہیں جاتا: ”پورا پورا اگر انسانی دکا کناتی و نیا میں خدا نے کسی کو لیا ہے تو وہ صرف حضرت سُج ہیں۔“ انہیں خدا نے جسم، حواس اور روح سمیت و نیا سے لے لیا ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ خدا کے ارشاد کو حقیقت سے نکال کر مجاز بنا کون سی پیغمبرانہ خصوصیات سے ہے؟۔ بلکہ یہ ایک مسلمان کا شیوه بھی کب ہے۔ اس صورت میں جسم بعیض روح پورے کا پورا لے لینے کا جو وعدہ خدا نے حضرت سُج سے کیا تھا۔ اس کے مطابق خدا نے ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔

دوسرے وعدہ انہیں اپنی طرف اٹھا لینے کا تھا

وہ بھی پورا ہو گیا ہے۔ جیسے اس کا مفصل بیان سورہ النساء میں موجود ہے اور اٹھانے کا نتیجہ لازم اتنا رہتا ہے۔ اس لئے خدا ان کو اسی و نیا میں وoba رہ نازل بھی کرے گا اور پھر انہی طبعی عمر پوری کر کے رحلت فرمائیں گے۔ چنانچہ سورہ النساء کی آیت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ان کی وفات سے پہلے تمام الٰ کتاب ان پر ایمان لا کیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ سہی بات انجیل میں بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے آگے آتا ہے۔ مرزا قادری اسی آیت کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا نے ان سے مارڈا لئے کا وعدہ فرمایا تھا اور پھر مرتبہ بلند کرنے کا سورہ النساء کی آیت کے پارہ میں وہ کہتے ہیں کہ الٰ کتاب خود انہی موت سے پہلے حضرت سُج پر ایمان لا کیں گے۔ مگر اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ مارڈا لئے کامڑوہ کسی وعدہ کی تعریف میں نہیں آتا اور اس میں کوئی خبریت کا پہلو نہیں۔ نہ تو یہ معلوماتی چیز ہے اور نہ بشارت ہے کہ حضرت سُج اس کے ضرورت مند ہوتے جہاں تک مرتبہ بلند کرتا ہے۔ وہ پہلے ہی ان کا بلند تھا۔ اللہ کے رسول تھے اور مرتبہ کوئی جسم چیز نہیں کہ اسے خدا کہیں سے اٹھا کر لے جاتا اور سورہ النساء کی آیت آدمی قرآن کے کسی ترجیح سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس میں موت والا ضمیر حضرت سُج کا ہے۔ کیونکہ ضمیر کا یہ خلاصہ ہے کہ وہ اپنے سے قریب اسم کے لئے ہوتا ہے۔ مگر اس کے بعد حضرت سُج کی قیامت میں گواہی کا بیان ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہوں تو آخری زمانہ میں وہ اپنے اوپر ایمان لانے والے الٰ کتاب کی گواہی دیں گے۔ بہر حال یہ وعدہ اسی صورت پورا ہو سکتا ہے جب حضرت سُج و نیا میں نزول فرمائیں اور سب الٰ کتاب ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوں۔

تیسرا وعدہ کافروں سے پاک کرنا

تیرا وعدہ اللہ تعالیٰ کا حضرت سُج سے یہ تھا کہ میں تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا۔

ان کے حق میں کافروں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک ان کے مکر۔ دوسرے ان کو ناجائز پاپ کا بینا کہنے والے اور تیسرا انہیں خدامانے والے۔ واقعات و حالات گواہ ہیں کہ یہ تینوں قسم کے کافر اس وعدہ کے وقت سے اب کہیں زیادہ ہیں۔ اس لئے کہ اس وعدہ کے وقت ان کو خدامانے والا ان کے قتل کا اور سولی پر ان کی موت کا کوئی قائل تھا۔ جس حد تک ان الزامات کو علیٰ اور اثابتی طور پر دھونے کا تعلق ہے۔ قرآن کو مانے والوں کے لئے وہ پاک ہیں نہ کہ دنیا کے سب انسانوں کے لئے۔ لیکن اللہ نے ان کو کافروں سے پاک کرنے کا وعدہ دلایا تھا نہ کہ کافروں کے الزام سے اس لئے جب تک کافر موجود ہیں۔ ان سے حضرت مسیح کو پاک کرنے کا وعدہ موجود ہے۔ جو ظاہر ہے کہ ان کے نزول کے بعد ہی پورا ہو گا۔ اس بناء پر اللہ کے وعدہ کو سچا مانے کے لئے حضرت مسیح کا نزول مانتا ضروری ہے۔ حیرت ہے کہ قاویانی اور لا ہوری آپس میں کفر و اسلام کا اختلاف رکھتے کے باوجود وفات مسیح پر تفتق ہیں۔

چوتھا وعدہ کافروں پر غلبہ

چوتھا وعدہ اس آہت میں حضرت مسیح سے یہ تھا کہ اللہ تیرے چیچے چلنے والوں کو کافروں پر غالب رکھے گا۔ اگر مسلمانوں کو حضرت مسیح کے چیچے چلنے والا مانا جائے تو یہ وعدہ کسی قدر پورا دکھائی دیتا ہے۔ مگر مسلمان ان سے زیادہ اور برآ راست مختار کے چیچے چلنے والے ہیں۔ یہ میانی اگرچہ کچھ زمانہ یہودیوں پر غالب رہے ہیں۔ مگر وہ انکے اٹھائے جانے کے بعد غالب ہوئے اور بعد میں وہ مسیح کے چیچے چلنے کی بجائے سینٹ پال کے چیچے چل کر تینیش پرستی میں بہر گئے۔ اس لئے یہ وعدہ بھی حضرت مسیح کے نزول کے بعد صحیح منتوں میں پورا ہو گا۔ آپ کے مانے والے اس وقت فائق ہوں گے اور نہ مانے والے تکوار کی وقار پر رکھے جائیں گے۔ جیسے حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ آپ کافروں سے جزیہ و محکومی کی بجائے فقط اسلام قبول کریں گے۔

پانچواں وعدہ غلبہ قیامت تک

پانچواں وعدہ یہ کہ آپ کے چیچے چلنے والوں کو کافروں پر جو فویت و فضیلت حاصل ہوئی وہ قیامت تک قائم رہے گی۔ کیونکہ ان کو مغلوب دکھانے والا کوئی نہ ہو گا۔ مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح توفوت ہو گئے۔ جس کے شہوت میں انہوں نے ایک نہیں دو جگہ کشمیر اور شام میں ان کی قبر بھی دکھائی ہے۔ جہاں کے کچھ لوگوں نے ان کو بتایا کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے۔ ایک مرہ تم بھی ان کے نام سے۔ کہتے ہیں کہ جب مسیح توفت ہو گئے تو اب مسیح میں ہوں اور میرے مانے والے

اور کسی طرح نہیں بلکہ حیثیت و برہان یعنی جھگڑا احتمالہ کر کے مفرکھانے سے میرے نہ مانے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے اور دونوں گروہ قیامت تک باتی رہیں گے۔
باقطہ مر بکریہاں کہ اے کیا کہا!

اب میں چہ ہے کہ ان کے امتی عجیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دھونکوہشم کر کے کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے سزا قادیانی کی خبر دی تھی کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت۔ اس افہمار سے اس موقع پر تین عدوں جموق ہوئے۔ اول: حضرت مسیح کو اللہ کی طرف سے جو وعدہ ملا۔ اسے اپنے حق میں لیا۔ دوم: حضرت مسیح نے جو صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت فرمائی تھی۔ وہ ان کے نام پڑی۔ سوم: حضرت مسیح سے اللہ کا وعدہ تھا کہ کافروں سے تجھے پاک کر کے انہیں منادوں گا۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ کافر قیامت تک رہیں گے اور وہ مجھے نہ مانے والے مسلمان ہیں۔ معاذ اللہ! یعنی موت کی بشارت حضرت مسیح کو اور فوقيت کی بشارت ہم کو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مسیح کو جن کافروں سے پاک کر دکھانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ ان کا بڑا حصہ ان کے اٹھائے جانے کے بعد وجود میں آیا ہے۔ مثلاً ان کے قتل کے قاتل یہودی اور صلیبی و ملکی یہ میانی اور ان کی موت کے قاتل یہ قادیانی ان سب عناصر نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے دامن عصمت و تقدس کو تاریخ کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر سرگرمی دکھائی ہے۔ اس طرح جن عناصر سے منشی کے لئے حضرت مسیح کو نازل ہونا ہے۔ ان میں سے ایک خطرناک عضری ہے۔

اب چوتھے اور پانچوں وعدہ کا حضرت مسیح کی ذات سے تعلق جوڑنے پر غور کیجئے۔ دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں پیغمبر گزرنے۔ اکثریت ان کی وہی تھی کہ خود ان کو اور ان کے مانے والوں کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ گران کی وفات کے اور خالفوں کی ایضاہ کے بعد لوگوں کو ان کی قدر و قیمت معلوم ہوئی اور ان کے پیچھے چلنے والے غالب ہو گئے۔ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متقلق روایات یہ ہیں کہ آپ کے ہاں متواتر دونوں پیغمبri جو لہاگرم نہیں ہوتا تھا۔ گر آپ کے بعد زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں رہتا تھا۔ اس طرح ہر نیکی کی کچھ خاص اور ساری کی ساری عام دلت آج تک جاری ہے۔ بعد والے نبی کا غالبہ پہلے نبی کی ان خصوصیات پر پڑا جو شریعت الہی میں باتی نہ رہیں۔ تھیک یہی پوزیشن حضرت مسیح کی تھی کہ ان کے مانے والے بعد میں غالب ہو گئے۔

اس حد تک سب کا حوالہ یکساں تھا۔ فرق صرف یہ کہ دوسرے انہیاء کے سب مکروں کو ان کی آنکھوں کے سامنے بلاک کر دیا گیا اور حضرت مسیح کے مقابل و بد خواہ ان کے اٹھانے

جانے کے بعد بھی باقی نہ رہے اور ان پر الزامات لگاتے رہے۔ ان الزامات کی وجہ سے انہیں کافروں سے پاک دکھانے کا وعدہ دلایا گیا اور ان کے مقابلوں کے ہاتھی رہ جانے کی وجہ سے ان کے پیچے چلنے والوں کو کافروں پر غالب کرنے کا وعدہ ہوا۔ اس سے یہ وجہ بھی میں آجائی ہے کہ کسی اور نبی کو ایسا کوئی وعدہ کیوں دلایا گیا جو حضرت مسیح کے ساتھ ہوا تھا۔ اب آپ سوچیں کہ اگر حضرت مسیح کے ویبا میں نہ رہتے ہوئے یہ وعدے پورے ہونے تھے۔ تمہلا انہیں کیوں تباہی اور انہیں ان وعدوں سے کیا وجہ پی ہو سکتی تھی؟ یہ کافروں سے پاک کرنے کا اور انہیں مقور کرنے کا عمل اگر ان کی قبر کو دکھانا تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس کا تذکرہ ان سے کیا جاتا۔ یہ وعدے ایک طرف وعدے تھے اور دوسری یہ آگاہی تھی کہ وہ الزامات آپ پر لگائیں گے۔ اب جو آپ کے مکار اور بد خواہ تھے۔ ان کی سزا تو قرآن میں بیان کروی گئی کہ خدا نے ان کو اپنی پاک اور حلال نعمتوں سے محروم رکھ کر ذلت و خواری کی زندگی وی اور جو بعد میں الزام لگانے والے تھے۔ ان سے آپ کو پاک دکھانے کا وعدہ دلایا گیا۔ چونکہ ان کا جرم مکروہوں سے زیادہ ہے۔ اس لئے ان کے وجود سے آپ کو پاک کرنے اور ان کو ختم کر دینے کا وعدہ دلایا گیا۔

یہاں اس نکتہ پر غور کرنا بھی بے محل نہیں ہو گا کہ انجیل میں حضرت مسیح کے زندہ اخھائے جانے کا اور پھر آپ کے نزول کا تذکرہ بڑے تکمیر کے ساتھ موجود ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر ان کا اخھایا جانا اور پھر نزول فرمادلوں باقی غلط تھیں تو قرآن میں ان کا رد کیوں نہ کیا گیا؟ انہیں خدا ائمے والوں سے بھی نہ کہا گیا کہ وہ مر گئے ہیں۔ یہ بات اگر قرآن میں رد کے بغیر چھوڑی جاتی تو بھی مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم آپ کے اخھائے جانے اور نزول فرمانے کو درست مانتے کے پابند تھے۔ مگر یہی نہیں کہ اسے روئیں کیا گیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قرآن میں ان دلوں باقوں کا صرتھ بیان نص کے طور پر موجود ہے اور قرآن وعدہ ہیٹھ میں ان سارے کاموں کی تفصیل وی گئی ہے جو نزول کے بعد حضرت مسیح کریں گے۔ آخر خدا کی کتاب و شریعت کو جھلانے کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔ اس طرح مرتضیٰ قادری کے ذمہ آئندہ وعدہ جھوٹ ہیں۔ قرآن کو جھٹالیا۔ حدہ ہیٹھ اور انجیل کو اور ان پاچ وعدوں کو جو خدا نے حضرت مسیح سے کئے ہیں۔ اور ایک عام جھوٹ کی سزا اللہ کی لعنت ہے۔

حدہ ہیٹھ پر بہتان..... میں مسیح ہوں!

”حدہ ہیٹھ کا مضمون یہ ہے کہ تم میں ابن مریم اترے گا اور پھر بیان کے طور پر کوئی دیا

کوہ ایک تھار الامام ہو گا جو تم میں سے ہی ہو گا۔” (ازالہ اوہام ص ۲۳، خزانہ ح ۳ ص ۱۲۲)

مرزا قادریانی کا کہنا یہ ہے کہ حدیث میں مسلمانوں کو فرمایا گیا ہے کہ تن بن مریم تم ہی میں سے ہو گا۔ کہیں آسان سے نازل نہیں ہو گا۔ اس پر ہمیں غور کرنا ہو گا کہ اس حدیث میں جن لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ ان میں مرزا قادریانی ہیں۔ جب ان سے پہلے کسی اور نے بھی اس حدیث کا یہ مطلب لیا تھا یا نہیں اور ان کے بعد ان کے امیتیوں کے بخیر کوئی اور عقل رکھنے والا بھی اس کا قائل ہے یا نہیں؟

سب کو معلوم ہے کہ صحابہؓ اس حدیث کے پہلے مخاطب تھے اور وہ بعد کے سب مسلمان انتطاع نبوت اور نزول مسیح کے معتقد تھے۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نعمت نبوت و نزول مسیح کو ان کا نوں سے نہیں سنا تھا۔ جن سے قادریانی سنتے ہیں۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر اس حدیث کی پکار پر مرزا قادریانی کو مسیح کی گدی کے امیدواروں میں شامل ہونے کا مشورہ کس حکیم نے دیا اور ان دو بنیادی عقائد میں مسلمانوں سے الگ راہ نکالنے کے بعد وہ ان میں شامل رہے۔ کب؟

اس کے بعد یہ دیکھئے کہ کسی اور نے بھی اس حدیث کا یہ مطلب لیا ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ کسی ایک کا نام بھی اس کے بخیر اس کے لئے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد حدیث کا مفہوم کیا ہے۔ خود مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ جہاں قرآن کی آیات میں تناقض ہو (معاذ اللہ) تو زیادہ آیتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ یہی حال مختلف احادیث کا ہو گا اور ایک حدیث کے مختلف معنوں کا۔ اس صورت میں مرزا قادریانی کی تین آیات کی تعداد سے مرعوب ہوئے بغیر آپ موازنہ کریں۔ سب نہیں تو اکثر آیات حضرت مسیح کی زندگی و نزول پر گواہ ہیں۔ یہی پوزیشن احادیث کی ہے اور پھر آخری درجہ میں یہی حال حدیث کے معنوں کا ہے کہ نزول مسیح کا مفہوم ان کے اندر غالب ہے۔ اس بیان کے بعد ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ مرزا قادریانی نے اس حدیث کے معنے ہنانے میں جھوٹ سے کام لیا ہے۔ وجہ یہ کہ علم حدیث کا اولین اصول یہ ہے کہ وہ قرآن اور اصول درایت کے خلاف نہ ہو۔ آدمی کی عقل میں سائے۔ اب ایک مرے اور وفات شدہ آدمی مثلاً زید کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کل تھمارے پاس آئے گا اور وہ تم ہی میں سے ہو گا۔ یہ صریح طور پر ایک پاگل کی بات و کھائی دیتی ہے۔ سہولت کے لئے ہم حدیث کے الفاظ اور معنے کروئیتے ہیں۔ آپ ان کا مطلب خود معلوم کر لیں۔

”کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم (بخاری ح ۱ ص ۲۹۰، مسلم

جس میں سے ۸۷) ”تم کیسے ہو گے جب تھا رے درمیان این مریم علیہ السلام نازل ہو گا اور تھا را امام تم میں سے ہو گا۔

اب اس حدیث کا جو مسلمانوں نے مطلب لیا ہے اس کی تائید میں ہم ایک اور حدیث دیتے ہیں۔ جو حضرت جابر سے صحیح مسلم میں ہے:

”لاتزال طائفة من امتی یقائقون علی الحق ظاهرين الى يوم القيمة قال فينزل عيسى بن مریم فیقول امیرہم تعال صل بنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ لهذه الامة (مسلم ج ۲۲، ص ۳۳۳، مسند احمد ۲۳۵، ص ۳۲۵) ”رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہ کر جنگ کرے گی۔ قیامت تک وہ لوگ غالب رہیں گے۔ فرمایا عیسیٰ این مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کا امیران سے کہے گا آئیے نماز میں ہماری امامت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں! تم آپس میں ہی ایک دوسرے کے امام ہو۔ اس بزرگی سے جو اللہ نے اس امت کو دی ہے۔

دیکھ لیں ہم نے دونوں احادیث کے الفاظ سے واضح کر دیا ہے کہ یہی حدیث کی تشریع دوسری سے ہوتی ہے۔ لگے ہاتھوں آپ دینی لٹلی اور جہاد کے حرام ہونے پر مرازا قادیانی کے فیصلہ دفعتوں کو بھی نگاہ میں رکھ لیں اور اس پر بھی سوچ لیں کہ جب ایک کروہ اور مباح کو حرام بتانے والا مسلمان نہیں رہتا تو فرض کو حرام ٹھہرا کس خبرانہ خصوصیت کا نام ہے؟۔

امتیوں کا کمال

۱..... ابو بکر اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ سو ائے اس کے کہ آئندہ کوئی نبی امت میں ہو تو اس سے افضل نہیں ہوں گے۔ علمی تبرہ.....!

۲..... ”ابو بکر میرے بعد سب انسانوں سے بہتر ہیں۔ بجز اس کے کہ آئندہ کوئی نبی ہو۔“ کوئی صاحب قاضی محمد نذری لاکل پوری قادیانی ہیں، انہوں نے مولا نام مودودی کے رسالہ ختم نبوت پر علمی تبرہ فرمایا ہے اور اس میں یہ دو احادیث بھی وہ لائے ہیں اور ترجمہ ان کا یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ بس اتنی کسر رہ گئی ہے کہ ترجمہ حدیث میں مرازا آف قادیان لکھتا وہ بھول گئے ہیں اور سب کچھ کھل ہے۔ اب ہم حدیث کے اصل الفاظ دے کر ان کا سادہ ترجمہ جو عام مسلمانوں سے بن آتا ہے۔ وہ دیتے ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ اور پر ترجمہ میں جو جھوٹ بھرا ہے۔ وہ حدیث کے کس گوشہ سے نکلا گیا ہے اور کس ڈھنڈی سے مرازا قادیانی کو سب سے افضل بنایا گیا ہے؟

”ابو بکر افضل هذه الامة الا ان یکون نبیا“ ابو بکر اس امت سے افضل ہے سوائے اس بات کے کہ وہ نبی ہو۔“

”ابو بکر افضل الناس بعدی الان یکون نبیا“ ابو بکر میرے بعد سب لوگوں سے اچھا ہے۔ سوائے اس بات کے کہ وہ نبی ہو۔“

سوچئے! یہاں ”آئندہ اور کوئی نبی اس امت سے ہو جائے تو اس سے افضل نہیں ہوں گے۔“ یہ کس لفظ کے معنے ہیں؟ اور پھر یہ کہ جہاں امت میں نبی آنے ہوں وہاں امت کیسی اور اس میں کسی کا افضل اور سب سے افضل ہونا کیا معنی؟۔ امت تو ہو گی بعد کے نبی کی اور افضل ہو گا امت کا نبی یادہ ہے بعد والانی افضل تھا رائے کا۔

اور ہو سکتا ہے کہ وہ سب پہلی امتوں کے افضل لوگوں سے بڑھ جائے۔ اگر بعد میں یا باہر کوئی اور نبی ہو سکتا ہو تو ایک بجھ کے نبی کے لئے پہ کہنے کا موقع نہیں آ سکتا کہ فلاں آدمی سب امت سے یا سب لوگوں سے افضل ہے۔ بھی وجہ ہے کہ پہلے کسی نبی کی طرف سے اس کے کسی صحابی کے حق میں اسکی فضیلت کا فیصلہ وقوع میں نہیں آیا۔ رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آتا تھا اور نہ کوئی امت ہوئی تھی۔ نہ افضل نہ غیر افضل۔ اس لئے آپ نے قطعیت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حق میں یہ ارشاد فرمایا کہ اس امت میں ابو بکرؓ سب سے افضل ہیں۔ گویا یہ حدیث کسی اور امت اور نبی کی آمد کی جڑ کاٹ رہی ہے۔ مگر ہمارے قادیانی قاضی اس سے مرزا قادیانی کا بھرم قائم کر رہے ہیں:

چہ دلا دراست دزوے کہ بکف چہار غدارو

پھر یہیں سے حضرت مسیح کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی اور ان کے امتی مسیح آئندہ کی نبوت کو بڑے زور و شور کے ساتھ منواتے ہیں۔ مگر ان کے نزول کا انکار کر کے ان کی نبوت کو مرزا قادیانی کے پڑھے میں ڈال دیتے ہیں۔ اس حدیث میں مطلقاً حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سب لوگوں سے افضل فرمایا گیا اور سب لوگوں میں حضرت مسیح کے زمانہ کے صحابی بھی شامل ہیں۔ اس لئے کہ جو نبی کی زیارت وہ حاصل کریں گے وہ ابو بکرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بھی حاصل تھی۔ اس کے علاوہ عقیدہ عمل میں وہ صحابہ سے کسی درجہ میں بھی نہیں پرہیز گے۔ حالانکہ نبی نبی کو مانئے والا ان سب سے بڑھے بغیر نہیں رہتا۔ گویا وہ پرانے نبی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا ضابطہ نبیوں کے لئے ہے کہ وہ نہیں آ سکتے۔ پہلے زمانہ کا ایک نبی جو آخری نبی کی آمد پر زمددہ تھا

اور اس کے مشن کا ایک حصہ باقی تھا۔ اس کا دوبارہ لوگوں کے پاس وارد ہونا ختم نبوت کے معنی نہیں۔ جس سے نئے نبی کا نیا عقیدہ لازم نہ آئے۔

اب آپ قاعدہ اور زبان کی طرف آئیے۔ دونوں احادیث کے آخر ترجمہ میں ”وہ“ کا لفظ موجود ہے۔ اسے ضمیر کہا جاتا ہے۔ اس کا قاعدہ ہے کہ یہ امام کے لئے آتا ہے اور اسم کے بعد آتا ہے۔ اگر اس قاعدہ کو نکالا میں رکھ کر دیکھیں تو اس عبارت میں ایک امام اور اس کی صفت ہے۔ یعنی ابو بکر اور یہ ضمیر اسی کا ہے۔ اس عبارت کو ذرا یہ تکل دیں اور دیکھیں:

”ابوبکر افضل هذه الا امة الا ان يكنون زيد“ ”ابوبکر اس امت سے افضل ہے۔ سوائے اس بات کے کروہ زید ہو۔“

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو اور زید ہوں گے وہ ابو بکر سے افضل ہو جائیں گے۔ بلکہ مفہوم یہ ہے کہ ابو بکر سب امت سے افضل تو ہے مگر وہ زید کے مرتبہ کا نہیں۔ اس زید کے مرتبہ کا جو پیدا ہو چکا ہے۔ مقصود یہ کہ ابو بکر سب کچھ ہے۔ مگر نبی نہیں۔ اس کے ساتھ (کوئی نبی ہو جائے گا تو ابو بکر اس کے برابر نہ ہوگا) یہ قصہ اگر ملا یا جائے تو مطلب یہ سامنے آتا ہے کہ جو بعد میں کوئی نبی ہو گا۔ ابو بکر اس سے افضل نہیں۔ دوسرا سب انبیاء سے تو افضل ہے۔ معاذ اللہ!

ایمانیات کا نذاق

”اگر ظاہر پر ان حدیثوں کا حمل کرنا ہے تو چند قبروں کو کھووادا وران میں سانپ اور پکھو دکھاؤ۔“ (ازالہ الدہام م ۲۵، خزانہ ح ۳۲۶ م ۲۱۶)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ اگر ختم نبوت اور زوال مجھ کی احادیث کے لفظی معنی ہی لوگ لیتے ہیں تو انہیں عذاب قبر کی احادیث کے بھی لفظی معنے قول کرنے چاہیں اور اگر حدیث میں قبر کے اندر سانپوں اور پکھوؤں کا عذاب سنایا گیا ہے تو کسی ایک آدھ قبر سے سانپ اور پکھوؤں وغیرہ کا مشاہدہ ہمیں کراو۔ اسے کہتے ہیں ”گھوڑے کی بلا طولیا کے سر۔“ مرزا قادیانی کو خود عذاب قبر کے بارے میں لٹک تھا اور لے چارے مولویوں کو اس محنت میں ڈالا کہ مجھے قبر کا عذاب دکھاؤ اور وہ بھی قبریں کھو د کر اور کھدائی کی مشقت بھی تم ہی اٹھاؤ۔ بھی دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ مشقت ایک آدمی اٹھائے اور لٹک دوسرا لے کاڑاں ہو۔ پھر جلد بازی یہ کہ نہ قبریں کھو دیں نہ یہ معلوم کیا کہ کس قبر کا مردہ سانپ اور پکھوؤں کے عذاب کا مستحق ہے اور کیوں ہے؟۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی کی قبر سانپوں کا گھر ہونا ہو۔ مگر وہ تو پر کر کے مرا ہو یا اس کے حقوق ادا کروئے ہوں۔ یہ سب کچھ سوچے سمجھے بغیر انہوں نے نہ صرف عذاب قبر کا انکار کیا بلکہ اس کا نذاق بھی اڑایا۔ ایک غیر بخبر کا کام سوائے

اس کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے کہ وہ اپنے سے بڑے نبی کا خول اڑائے اور لوگوں کو اس پر ہٹائے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ زadol سعی اور ختم نبوت کی احادیث میں آخراج اجاز کا کتنا حصہ ہے اور عذاب قبر کی احادیث سے ان کا کیا جوڑ ہے اور پھر عذاب قبر کی احادیث میں آج تک کسی مسلمان نے مجاز نہ مانا ہے۔ اگر قبر کے مکفر و غیر کو گئے بھیں کبھی سمجھا جاتا تو اس کے عذاب سے کوئی ڈرتا کب۔ وہ اور ان کے مشتری اس بات کا ذہول پینتے ہیں کہ اس وقت روحانی ترقی کے لئے بھتنی ضرورت ہے اور پہلے اتنی صدیوں میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بھی توبے سرو پا مفروضہ ہے کہ ضرورت نبی کا فلسفہ انسان تصنیف کرنے لگیں اور وہ معیار مانا جائے۔

حقیقت میں ضرورت نبی کی راگئی بالکل زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ اللہ کی طرف سے نبی ہو کر آنے والا کبھی نہیں کہہ سکتا کہ میں کسی کی ضرورت پوری کرنے آیا ہوں اور نہ مکفر کبھی یہ مان سکتے ہیں کہ اس نے فی الواقع کسی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ بجائے اس کے نبی یہ بتاتا ہے کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور اس بھیجنے کی ضرورت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ جا ہے کسی اور کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ پہلے اگر کسی نبی نے اپنی ضرورت کی دوہائی نہیں دی اور اب اس کا ذہن دراپیدا جاتا ہے تو یہ عقیدہ ختم نبوت کے ماحول پر اڑنے کیا تو اور کیا ہے؟ لوگ صدیوں سے عقیدہ ختم نبوت پر پختہ ہیں اور انہیں نئے نزے سے ضرورت نبی کا ورس دیا جاتا ہے تاکہ ان کی روحانی ترقی ہو اور پھر اس روحانی ترقی کا راستہ یہ تجویز کیا کہ حدیث اور قرآن اور اللہ و رسول کی تعلیمات کا نماق اڑایا جاتا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو دہریہ بنانا کہ ان کی روحانی ترقی کا سامان کیا جاتا ہے۔ نبی تو کیا یہ شیوه ایک مسلمان بلکہ ایک اچھی قسم کے بے دین کا بھی کب ہو سکتا ہے اور کیا اس حد تک قرآن و حدیث کی پھیلتی اڑانے کے بعد آدمی اس قابل رہ جاتا ہے کہ اسے مسلمانوں میں شمار کیا جائے۔

اس کے ساتھ آپ تھوڑا روحانی ترقی کے لئے نبی کی ضرورت اور خاتم النبیین کے روحانی فیض کا موازنہ کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا روحانی فیض امت میں نئے نبی بنانے کے لئے قیامت تک جاری ہے۔ یعنی وہی روحانی فیض دوسروں کو نبی بنانے گا جو امت کی روحانی ترقی کے لئے کار آمد نہیں اور اس کے لئے نئے نبی کی ضرورت ہے۔ یہ روحانی فیض نئے نبی بنانے کو موجود ہے اور امت کی روحانی ترقی کے لئے موجود نہیں۔

تحقیق اور حدیث

”مقررہ تاریخوں میں ہزار ہا عیسائی سال ببال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ سواں حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ عیسیٰ کی قبر ہے۔“ (ست پن منجہ خزانہ اسناد ۳۰۹) ”ہم نے کوئی

کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر بلده شام میں ہے۔ مگر اب تحقیق ہمیں یہ لکھنے پر مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو شیر میں ہے۔” (ست پنچ ص ۵، خزانہ حج ۱۰۰ ص ۳۰۷)

”سری گھر میں یہ واقعہ عام طور مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر ہے۔ اس مزار کا زمانہ تھینا دو ہزار برس ہتھاتے ہیں اور عوام اور خواص میں یہ روایت بکثرت موجود ہے کہ یہ نبی شام کے ملک سے آیا تھا۔“ (تریاق القلوب ص ۵۲، خزانہ حج ۱۵ ص ۲۲۵)

اس تحقیق و ضبط کی کون دادنہ ذرے گا۔ مرزا قادریانی کو ایک حدیث ہاتھی گلی کہ: ”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کے انیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر چھوڑا۔“ حدیث تو اپنے مضمون میں واضح تھی مگر برآ ہو اپنی کار مرزا قادریانی اس سے سمجھے کہ یہود و نصاریٰ تمام نبیوں کی قبریں پوچھتے ہیں۔ ان کی بھی جنمیں وہ نبی کی بجائے کچھ اور کہتے ہیں۔ کیونکہ یہود تو حضرت مسیح کو نبی نہیں کہتے اور ان کی بھی جزو نہ ہیں اور پھر اسی حدیث سے یہ بھی سمجھ لیا کہ جن قبروں کو وہ پوچھتے ہیں وہ انیاء کی قبریں ہوتی ہیں اور انہی انیاء کی ہوتی ہیں۔ جن کی وہ بتاتے ہیں۔ یہ تو تھا ان کے ہاں حدیث کا غہبوم۔ دوسرا طرف خارجی تحقیق نے ان کی حدیث و اُنی کا ساتھ نہیں دیا اور یہ حالت ہوئی کہ پارہار حضرت مسیح کی قبر کو بنانا اور مٹانا پڑا۔ مگر مسئلہ ہے کہ مل ہونے میں نہیں آیا۔

چنانچہ ہمیں عمارت میں بتایا کہ شام میں لوگ حضرت مسیح کی قبر کو پوچھتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو کر اسی قبر میں دفن ہیں اور حدیث کے یہ مطابق ہے۔ اس کے بعد تحقیق سے پتہ چلا کہ ان کی قبر تو شیر میں ہے اور وہ یوں کہ سری گھر میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ کوئی نبی دو ہزار برس پہلے شام سے یہاں آیا تھا۔ یہاں لیا اور حدیث کو جاتا کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے انہوں نے کسی کتاب میں شام کی قبر کا ثبوت پہنچایا تھا۔ اقتباس کو ست پنچ میں غلط تھا ایسا مگر دو صفحے بعد اسی کتاب میں شام کی قبر کو بنایا اور تمیزی کتاب میں پھر اسے باطل قرار دیا۔ یعنی دو دفعہ ثابت کیا اور دو مرتبہ باطل بھی کیا۔

پھر بات کا انداز کیا رالا ہے کہ یہ مشہور ہے۔ مشہور بھی یہ دونوں باتیں ہیں۔ کسی نبی کا شام سے آتا اور پھر دفن کے بعد اس کی قبر کا حضرت مسیح کی قبر ہو جاتا۔ اس بے مثال تحقیق سے وہ ختم نبوت و نزول مسیح کا عقیدہ باطل کر رہے ہیں۔ یا معلوم کہ شام و شیر میں جا کر دیکھا کر دو واقعہ مشہور ہے اور کن لوگوں کے ہاں مشہور ہے۔ مسلمانوں کے ہاں یا بے دینوں اور مرتضویوں کے ہاں۔ کیونکہ یہ ہوائی نہیں اسی عقیدہ کے مطابق ہے اور نہ اسلامی عقیدہ کے اور نہ عقائد کے۔ اگر کوئی نبی آیا تھا تو اس کی قبر بھی کسی نبی کی قبر کیوں نہ ہوئی۔ حضرت مسیح کی قبر کیوں ہو گئی؟۔

استدلال کا یہ کتنا دوستہ ہے کہ چونکہ حدیث میں الٰل کتاب کی قبر پرستی کا بیان ہے۔ اس لئے ہمیں مکتا کہ حضرت مسیح کی قبر نہ ہوا لوگ اسے نہ پوچھیں۔ مگر اس کے ساتھ وہ قرآن کا یہ بیان بھول جاتے ہیں کہ الٰل کتاب اپنے انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ اس بیان کے مطابق تو انہوں نے حضرت مسیح کو قتل کیا ہوگا۔ معاذ اللہ! پھر وہ کشمیر میں کیسے بخیج گئے؟

تینیں سے دو مسئلہ حل ہو جاتا ہے جو قادیانیوں کے لئے دروس ہنا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس میں الجھاتے رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے پڑھائے پر کہتے ہیں کہ اگر بنیوں کا آنا منقطع ہے تو حضرت مسیح کیوں نازل ہوں گے۔ ان کا نزول ختم نبوت کو توڑتا ہے۔ اس لئے اسے نہ مانا جائے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کا یہ بیان کہ وہ انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ اسے یہ بیان کیوں نہیں توڑتا کہ انہوں نے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا؟

امت سے یہودی

”حدیشوں سے ثابت ہے کہ اسی امت سے یہود یہود اہوں گے۔“

(حقیقت الواقع ص ۳۲، جزء اول ص ۲۲)

یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کہا جائے کہ بکریوں سے ہاتھی ہوں گے۔ بھلا کہاں یہ امت اور کہاں یہودی۔ یہ بات اگر کوئی اپنے طور پر کہتا تو پاگل قرار پاتا اور جو حدیث سے اس کا حوالہ وے تو سننے والے کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پاگل سمجھے یا بتانے والے کو دراصل مرزا قادیانی اپنے آپ کو صحیح بتانے لگے اور اپنے مکروہوں کو یہودی۔ اس مقصد کے لئے جس قدر بہتان بھی قرآن و حدیث پر باندھنا پڑا۔ اس سے انہوں نے دریغ نہیں کیا اور ہر ذریعہ سے کام لیا۔ تاکہ کی باتوں سے لے کر شاہنشاہی اور گلاب شاہ کی ٹیکھیں گوئیں اور حواریوں کی مرہم کو کام میں لائے بغیر نہیں چھوڑا اور مسیح، مهدی، ذوالقرنین اور سب کچھ بن کر رہے۔ یہ اللہ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں کہ کچھ ہیں بھی یا کچھ نہیں۔ حواریوں کی مرہم وہ ہے جو حضرت مسیح نے سوی سے اتر کر لگائی تھی۔ وہ مرہم مرزا قادیانی کے ہاں اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ اگر سوی پر آپ مرتے یا زندہ اٹھائے جاتے تو وہ مرہم بھی نہ لگاتے۔ جس کا مطلب ہے جو آدمی وہ مرہم لگائے۔ وہ مر جاتا ہے اور حضرت مسیح نے بھی وہ مرہم نے کی غرض سے لگائی تھی۔ یعنی خود کشی کر کے مرے۔ معاذ اللہ!

کلمات کفریہ..... ہم بڑے اور بہت بڑے

”اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا اور تمام انبیاء کے نام میری

طرف منسوب کئے۔“

(حقیقت الوقت مص ۷۲، خزانہ حج ۲۲ مص ۷۶)

* ”آسمان سے کئی تخت اترے۔ مگر میرا تخت سب سے اوپر بچایا گیا۔“

(حقیقت الوقت مص ۸۹، خزانہ حج ۲۲ مص ۹۲)

”خدا اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے سچ کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ شیطانی دسوں سے ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم سچ بن مریم سے اپنے تین افضل قرار دیتے ہو۔“ (حقیقت الوقت مص ۱۵۵، خزانہ حج ۲۲ مص ۱۵۹)

سب انبیاء کا مظہر

چلی عبارت میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میں سب انبیاء کا مظہر ہوں اور سب کے نام میرے نام ہیں۔ یہ بات قرآن کو مانے والے آدمی کے ہاں زبان پر لانا کفر سے کم نہیں۔ اسے تو جانے ہی دیکھئے۔ سو چنان یہ ہے کہ کسی کا مظہر بننے اور اس کا نام لینے کی ضرورت کیسے ہیں آتی ہے اور یہ کہ مظہر ہوتا کیا ہے؟۔ اس عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کوشیدہ مظہر کی حقیقت معلوم تک نہ تھی۔ ورنہ اللہ یا رسول کے حق میں اسے استعمال نہ کرتے۔ یقیناً مانیں کہ قرآن اور حدیث میں یہ لفظ کہیں وابد نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی دینی نہیں۔ دینی عقائد سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ جب حقیقت ہے کہ جو بات دین میں موجود نہیں کسی نبی نے نہیں بتائی اور کسی صحابی سے سننے میں نہیں آئی۔ وہ مرزا قادیانی کے حصہ میں کہاں سے آگئی؟۔ حالانکہ قرآن کو ماننے والا آدمی یہ عقیدہ رکھنے کا باندھ ہے کہ ایک غیربرابر اپنے نام اور صفت میں دوسرے تمام انبیاء سے نہ لالا نہیں ہو سکتا۔ ہر غیربرابر اپنے سے پہلے نبی کی تقدیم کے بغیر نبی نہیں ہوتا اور نہ اس کی خصوصیات سے الگ ہوتا ہے۔ جب یہ واقع اور حقیقت ہے کہ کوئی غیربرکس دوسرے غیربرک کا مظہر نہیں ہوتا تو مرزا قادیانی کس طرح ایک آدھ کے نہیں، سب انبیاء کے مظہر بن بیٹھے؟۔

اس کے بعد یوں سمجھئے کہ مادی چیز اور بے مثال چیز کا کوئی مظہر نہیں ہوتا۔ مادی چیزیں یہ زمین، آسمان، پہاڑ، دریا وغیرہ حواس میں آنے والی چیزیں ہیں۔ یہ سب چیزیں جہاں خود موجود ہیں۔ ان کے مظہر کی ضرورت نہیں رہی۔ بے مثال چیز تو اس کا جب مظہر تیار کیا جائے تو وہ بے مثال نہیں رہ جاتی اور صرف وہ چیز جو مثالی ہو لیکن مادہ کی جنس سے نہ ہو۔ اس کا مظہر ہو سکتا ہے۔ یہ طے کرنا ہمارا دور آپ کا کوئی فرض نہیں کہ مثالی اور غیر مادی چیز کون سی ہے۔ ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا وجود مثالی اور غیر مادی تھا کہ مرزا قادیانی ان کے مظہر بننے اور انگر خواہ نہ ہو وہ ان سب کے مظہر بننے ہیں تو ان کے اس وجود کے مظہر ہوئے جو زندگی میں

ان کا تھیا اس کے جواب موجود ہے اور پھر جس وجود کے بھی مظہر بنے۔ کس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بنے۔ اس ضرورت کے لئے جس کے تحت اللہ نے ان کو پیدا فرمایا۔ یا اس کے لئے جس کے تحت وہ فوت ہوئے؟۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے جس ضرورت کے لئے بھی وہ انبیاء کا مظہر ہوئے بے کار ہوئے۔ کیونکہ ان دونوں کو تو اللہ نے انبیاء کے ذریعہ پورا کر دیا ہے۔ یہ ہے اس عجیب و غریب دعویٰ کا عقلی پہلو۔

دوسری طرف اس دعویٰ کے مطابق وہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے اس قسم کا کوئی دعویٰ موجود نہیں اور پھر سب کا مظہر بنا دینے کے بعد خدا نے ان کو سب کے جو نام دیئے تو کس ضرورت کے پورا کرنے کو دیئے؟۔ نام تو ان کے خدا کسی ایسے آدی کو دیتا ہے جسے ان سب کا مظہر نہیں بتایا تھا۔ یہ سچا پھر بھی باقی ہے کہ کسی اور کوئی بھی یہ نام کیوں نہ کر دیتے۔ اس ایک تعریف ہوتا۔ گلے میں لٹکانے کے لئے اور جو لوگ مرزا قادریانی کو نبی یا رسول مان بیٹھے ہیں۔ وہ ان ناموں پر رسمیح ساختے تھے۔ شرطیکہ اس دعویٰ کے لئے کوئی بہوت موجود ہو۔ آسمانی تخت؟

دوسری عبارت میں ان کے دعویٰ کی تقدیق بھی واقعات سے نہیں ہوئی۔ اگر پہلے کسی پیغمبر نے کہا ہوتا کہ مجھے آسمان سے تخت ملا ہے تو ہم یہ سوچنے کے قابل ہوتے کہ ان کا تخت اس کے تخت سے اوپرچاہے یا ان کے لئے کوئی تخت ہے بھی یا نہیں۔ ان حالات میں تو ایسے دعویٰ کے لئے کوئی بنیاد نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ خود اپنے مضمون میں جھوٹ اور باطل ہے۔ اس میں ہے کہ آسمان سے کئی تخت اترے ہیں۔ مگر عالم واقعہ میں کسی نبی نے اپنے لئے تخت اترنے کا کوئی عقیدہ یا دعویٰ کسی سے کبھی نہیں منوایا۔ اس بناء پر یہ دعویٰ ساعت اور پر کھ کے قابل نہیں۔

قرآن کا معتمد صرف اس کوئی ماننے کا پابند ہے جو پہلے انبیاء کی تقدیق کرتا ہو اور ان سے کسی امر میں نرالا نہ ہو۔ جب پہلے کسی ایک نے تخت اتنے والا قصہ نہیں بتایا اور مرزا قادریانی بہت سے تخت اتنا نے کا بیان دیتے ہیں۔ تو یہ کسی طرح بھی ان کی تقدیق نہیں اور جب پہلے کسی نے اپنے تخت کا دعویٰ نہیں کیا اور مرزا قادریانی نے یہ دعویٰ کر دکھایا ہے تو یہ بالکل نرالا پن ہے اور نرالا دعویٰ ہے۔ جو پہلے کسی سے مبنی نہیں آیا۔

مسح سے افضل؟

تیسرا عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ اپنے ساتھ خدار رسول اور تمام انبیاء کو ملا کر کہتے ہیں کہ وہ حضرت مسح سے افضل ہیں۔ معلوم نہیں کہ حضرت مسح سے مرزا قادریانی کو کیا پڑھا ش ہوئی اور

یہ بھی بتانا بھول گئے کہ اپنے کارنامے کیا ہیں؟۔ انگریزوں کی قصیدہ خوانی میں بچاں الماریاں یا کوئی اچھا کام بھی ہے؟ اور یہ نہیں بتایا کہ یہ حضرت کا ذاتی الہام ہے یا قرآن و حدیث میں بھی اس کا کوئی سراغ موجود ہے؟۔ اگر پہلی بات ہے تو پھر اس کی درستی کی بحث بے کار ہے اور اگر دوسری بات ہے تو کسی اور کے علم میں کیوں نہ آسکی۔ جب ان کے بغیر کسی اور کے علم میں خدا رسول اور تمام انبیاء کرام کا یہ فیصلہ نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت کا ذاتی الہام ہے۔ اگر سہی بات ہے تو اس میں تمام انبیاء اگر گز شہنشہ غیر بروں کو بتایا گیا ہے تو مرزا قادریانی جھوٹے اور ان کا الہام جھوٹا اور اگر ان سے پہلے اور پچھلے انبیاء کو کہا گیا تو جو اگی آئے نہیں ان کا فیصلہ جب پیشگی سنایا گیا تو بھی مرزا قادریانی جھوٹے اور ان کا الہام جھوٹا۔ ایک طرف یہ مراتب ہیں اور دوسری طرف اپنے آپ کو خاک کا کیڑا بتایا۔ آدم زاد ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ میں آدمی کے جسم کا گندہ حصہ ہوں۔

خدا میر اپا بند

”میں نے اپنے لئے اور وہ ستوں کے لئے بہت سے احکام قضاۓ و قدر لکھے۔ جن کے ہونے کے لئے میں نے ارادہ کیا۔ وہ کافد جتاب پاری کے آگے گر کھدیا۔ خدا تعالیٰ نے سرخ سیاہی سے وتحطا کر دیئے اور قلم کی توک پر جو سرخی زیادہ تھی۔ اس کو جھاڑا اور معا جھاڑنے سے سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور میرے ایک تخلص عبد اللہ کے کپڑوں پر پڑے۔“

(تریاق اللقولب ص ۳۳، خزانہ حج ۹۵، ۷۹ صفحہ)

یہ مرزا قادریانی نے اپنا ایک الہام بیان کیا ہے۔ اب آپ کا الہام کی کیفیت پر نظر ٹانی کرنی ہوگی۔ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ الہام اللہ کی طرف سے اس کے بندہ کو کسی بات کی اطلاع و آگاہی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس بیان سے پہلے چلتا ہے کہ خدا نے ان کو بتایا کہ تو نے یہ کچھ ارادہ کر کے یہ کچھ حاصل کیا تھا۔ گویا الہام کے بغیر انہیں اپنے ارادہ اور کمائی کا کچھ علم نہ تھا۔ خیر سے چھوڑ کر آپ اصل واقع پر غور کیجئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شیطانی الہام تھا۔ کیونکہ شیطانی الہاموں کی شاخست کا طریقہ کا رقرآن و حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ جھوٹ اور گناہ والے ہوتے ہیں۔ اس بناء پر صاف ظاہر ہے کہ ان کا اپنے الہام شیطانی ہے۔

مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے لئے اور وہ ستوں کے لئے تقدیر کی جن باتوں کا ارادہ کر کے لکھا اس کی منظوري خدا نے دی۔ حالانکہ قاعدہ ہے کہ اللہ کا ارادہ اس کے بندہ کو ماننا لازم ہے۔ نہ کہ بندہ کا ارادہ خدا کو۔ یہاں معلوم ہوتا ہے گویا مرزا قادریانی تقدیر کے احکام جاری

کرتے ہیں اور خدا ان کے احکام کو مان رہا ہے۔ معاذ اللہ پھر انہوں نے سرخ سیاہی کی جو داستان لکھی ہے۔ وہ بھی خوب ہے اور ان کے ایک قلم کے کپڑوں پر جو سرخ سیاہی کے قطرے خدا کے قلم سے جھرے وہ کہتے ہیں کہ اس سے قلم لے کر اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ وہ سیاہی سرخ ابھی تک اس کے کپڑوں پر موجود ہے اور اس سے جو قلم لی جائے۔ اس کا نمونہ بھی انہوں نے دیا ہے۔ لیکن وہ اپنے بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر قلم اٹھائے۔ خوب رہا ان کا قلم جو بلا قلم ان کی کرامت لوگوں کو بتانے سے انکاری ہے۔ نامعلوم اسی قلم کا قرآن یا حدیث میں کہاں بیان ہوا ہے اور اس سے حاصل کیا ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قلم سی ہی ان کے روزاں الہامات اور بیشین گوشیوں کی کثرت سے بچ کر آگئے تھے یا پھر اپنے قلم کی انہوں نے تقدیر نہیں بنائی ہو گئی۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ پھر سیاہی جہاڑنے پر غور کیجئے۔ ایک سچھدار انسان جب قلم کو دوات میں ڈالتا ہے تو ایسے ڈالتا ہے کہ سیاہی ضرورت کے مطابق لگتی ہے اور جہاڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی یا جہاڑے بغیر لکھ لیتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔ معاذ اللہ! اور قلم جو جہاڑا تو ان کے قلم کے کپڑے سرخ کر دا لے۔ نامعلوم کاغذ اور قلم دوات کہاں گئے اور سرخ سیاہی کے ساتھ وہ کیوں نہیں پائے گئے۔

خدا سے بڑھ کر

”مجھے الہام ہوا کہ خدا تیر سے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔“

(تربیات القلوب ص ۲۵، خواص حج ۱۵، حج ۲۲)

”میں نے نو شریعت قادر کی نصف قید کو ہاتھ سے کاٹ دیا۔“ (ص ۳۲، خواص حج ۱۵، حج ۱۹)

یا احمد یتم ا سک دلا یتم اسی

(تقدیر بغدادیں ۲۳، برائیں میں ۲۳۲، خواص حج ۱۵، حج ۲۲)

پہلی عبارت میں جس الہام کا ذکر ہے۔ وہ شیطانی الہام اور کفر کی بات تو ہے ہی۔ عقلی افکار اس میں یہ ہے کہ مرزا قادری کے پیدا ہونے اور کھڑا ہونے کے بعد تو خدا کو معاذ اللہ اپنے کھڑا ہونے کا پتہ چل گیا۔ مگر جب وہ جنم کی دنیا میں نہیں آئے تھے اور نہ کھڑے ہوتے تھے۔ اس وقت خدا کہاں کھڑا بھا اور یہ کہ کسی اور کو ایسا الہام کیوں نہ ہوا۔ لیکن تو پیش الہام کی پرکھ ہے کہ وہ معقول و مشروع ہو۔

حضرت میران ہیر صاحب کے متعلق یہاں کیا جاتا ہے کہ انہیں آواز آکی اے عبد القادر! ہم تیری عبادت سے راضی ہوئے ہیں اور تجوہ پر تمام حرام چیزوں طلاق کر دی ہیں۔ یہ

آواز جب انہیں بار بار آئی تو انہوں نے خدا سے استغفار کی اور آواز بند ہو گئی۔ اس کے بعد انہیں ان کے قریب آیا اور کہنے لگا۔ مجھے بتائیے! آپ کو کیسے پاچل گیا کہ یہ شیطانی آواز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں نے سوچا کہ یہ عجیب حکم کا انعام رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں بھی نہیں آیا اور میں کیا چیز ہوں۔ اس سے پتہ چل گیا کہ یہ شیطانی الہام ہے اور شیطانی آواز ہے۔ مرزا قادیانی کو جب یہ انکھا الہام ہوا تو انہوں نے سوچا نہیں کہ میرے کھڑے ہونے کی وجہ خدا کے کھڑے ہونے میں خدا کی بزرگی ہے یا میری بڑائی۔ ہمارے میں گناہ گار تو خدا کے حق میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے الفاظ کا استعمال بھی کفر کے برابر بحثتے ہیں۔

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ ان کے ایک مرید پر مقدمہ چل رہا تھا اور خواب میں ایسا ہوا کہ خدا نے اس کے مقدمہ کے کاغذات مکمل کرنے کے بعد میرے پاس بیجے۔ نامعلوم کس نے۔ پوتال کے لئے یا منظوري کے لئے۔ جب کاغذات میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے وہ قید جو اس کے لئے خدا نے ثبت فرمائی تھی۔ نصف کاٹ دی اور نصف بحال رکھی۔ اسے کہتے ہیں کہ رضا بمقضاء مرزا قادیانی۔ گویا خدا کی حکومت میں پریم کورٹ کے نجت تھے۔ ایسا چیز حکومت سے بڑھ کر اس کے قانون کو بھٹکنے والا ہوتا ہے۔ گویا انہوں نے خدا کی حکومت کو انگریزی حکومت پر قیاس کیا۔ ایک مسلمان کو اگر ایسا بے ہودہ حکم کا خواب آئے تو اس کے ایمان کا تقاضا ہے کہ اس پر توبہ و استغفار کرے۔ کجا یہ کہ وہ کسی اور کے ہاں اس کا ذکر کرے یا اس صرخ کفریات و بغاوت کو خدا کا الہام کہنے لگے۔

تیسرا عبارت میں وہ اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کا سید حسام الدین مطلب تو یہ ہے کہ اللہ نے ان سے فرمایا۔ اے احمد! تیر ان تمام ہے اور میر ان تمام نہیں۔ قادیانی میختے اس کے یہ ہیں کہ چونکہ توفیقی ہے۔ اس لئے تیر ان تمام ہونے کا محتاج ہے اور میر ان تمام ہونے کا محتاج نہیں۔ پہلی بات کے کفر ہونے پر قادیانی بھی مسلمانوں سے متفق ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس الہام کے معنے بد لئے کی ضرورت بھی۔ ہم پوچھتے ہیں ہیں کہ ان کے اپنے معنوں میں کفر کے بغیر اور کیا ہے؟۔ یہ میختے رہت میں اپنا منہ چھپانے کے برابر ہی تو ہیں۔ اگر بات یہی تھی کہ ان کا نام ان کے وجود کی طرح قافی دن تمام تھا تو خدا نے یہ مرزا قادیانی کو اور انہوں نے لوگوں کو کس لئے بتایا۔ یہ کون سی بات ہے۔ اس کے اندر معلوماتی حکم کی۔ اگر کوئی بات نہیں تو یہ نکلا الہام ہے جو بہر حال شیطان ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اب شیطانی الہام کو خدا کا الہام کہنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟۔ دوسری طرف جب یہ ہو گیا کہ ان کا نام کامل ہونے کا محتاج ہے تو اس کے ساتھ یہ بتانے

میں کیا رکھا تھا کہ خدا کا نام تمام ہونے والا نہیں۔ ہر پہلو سے ہات کفر کی ہے اور اس کے زبان پر لانے کا کوئی جواز نہیں۔

میں سب سے بڑا

۱..... ”میری روح میں تمام روحوں سے زیادہ نیکی اور پاکیزگی ہے۔“

(چشمہ معرفت ص ۳۲۲، خزانہ حج ص ۳۳۹)

۲..... ”زمین و آسمان میری طرح تیرے ساتھ ہیں۔“

(براہین احمدیہ ص ۳۸۷، خزانہ حج ص ۵۷۹)

۳..... ”خداوند نے جو اسباب و سائل اشاعت دین کے اور برائیں تمام محبت کے محض اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو عطا فرمائے ہیں۔ وہ اسم سابقہ میں سے کسی کو آج تک عطا نہیں ہوئے۔“ (براہین احمدیہ ص ۵۰۲، خزانہ حج ص ۷۷)

۴..... ”جس مجرہ کو عقل شناخت کر سکے۔ اس کے مجانب اللہ ہونے کی گواہی دے۔ وہ ان مجہرات سے ہزار ہار درجہ افضل ہے جو صرف بطور کھایا قصہ کے متنقولات میں بیان کئے جائے ہیں۔“ (براہین احمدیہ ص ۳۲۸، خزانہ حج ص ۵۱۶)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میری روح سب لوگوں سے بڑھ کر پاک اور نیک ہے اور سب لوگوں میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ ان کے متعتوں کے ہاں ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ ورنہ اور تو اس کے حق میں کوئی عقلی اور شرعی ثبوت موجود نہیں۔ مجرد ایک دعویٰ اور مکاہرہ ہے۔

دوسری عبارت میں انبیاء الہام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین و آسمان میری طرح تیرے ساتھ ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جیسے زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں۔ میں بھی اسی طرح تیرے ساتھ ہوں۔ یہ بھی کفر کا بول ہے۔ اس لئے کہ اللہ پر مشابہت ہے۔ یہ بھی خلاف حقیقت و خلاف عقل ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ زمین و آسمان کے ساتھ چھٹا ہے نہ زمین آسمان اللہ سے ملنے ہیں۔ یہ زلاشیطانی الہام ہے۔

تیسرا عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ مجھے اشاعت اسلام کا جو گر حاصل ہوا ہے۔ وہ آج تک کسی کو میر نہیں ہوا۔ یہ بھی شاید وائی بات ہے اور محض ان کے متعتوں کے ہاں۔ ورنہ اپنے حق میں الہامات کا ڈھنڈو رہ پیش نگئے ہوں کاچھ چا، جھگڑا اور مبلہ۔ یہ کچھ مرزا قادیانی کا ذاتی سرمایہ ان کی امت کے دریش میں آیا ہے۔ کسی پادری اور سنتی وہری کا مناظرہ جیت لیا ہو گا۔

چوتھی عبارت میں وہ اپنی کارگزاریوں کو مجذہ ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مجذہ ان مجذات سے ہزارہا درجہ افضل ہے جو قرآن و حدیث میں انیاء کرام کی طرف سے پہان ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ تو معاذ اللہ کھاتا ہیں۔ مجذہ تودہ ہے جو میں و کھاتا ہوں۔ یہ صرخ طور پر قرآن کی تو ہیں، مجذات کا انکار اور انیاء کرام سے اپنی برتری کا دعویٰ ہے۔ جو کفر سے بڑا کفر ہے۔

چھوٹے میاں!

”فَرَزَندُ الْبَيْنَدِ الْغَرَامِيِّ ارْجَنَدُ مَظَهَرِ الْمُحْقَنِ وَالْعَلَامَ كَانَ اللَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ“ بیٹا بزرگ حق اور بڑائی کا مظہر گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔ (از الادب امام حسن عسکری ۱۵۶، خزانہ آن ج ۳ ص ۱۸)

مرزا قادیانی خود بھی صحیح مسعود بنے اور اپنے بیٹے کو بھی بنایا۔ نامعلوم و دنوں میں اصل کون ہے اور نقش کون؟۔ مشق کے مشرقی منازہ پر حضرت صحیح کے نزول کا جو بیان حدیث میں ہے اسے پہلے تو جھٹلا دیا اور یہ جھٹلا دینا ان کے ہاں مشکل کام نہیں۔ پھر خیال آیا کہ گھر تو ہمارا بھی مشرق کی طرف ہے اور کہا کہ قادیانی مشق ہے اور اس کی مسجد کا منازہ مشق کا منازہ ہے۔ یہ سب پڑھنے کا بعد بھی ضمیر کی طامت سے اور لوگوں کے خول سے بھک آئے تو کہا کہ مشق والی بات اور دوسرا پیشینگ تو میاں میرے بیٹے کے ہاتھوں پوری ہوں گی۔ کیونکہ وہ نہ صرف صحیح مسعود ہے بلکہ اس کا نزول اللہ کا نزول ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ! اب انتیوں سے ناہے کہ چھوٹے میاں نے خصوصی سفر کر کے مشق والی بات پوری کروی ہے اور وہاں سے منازہ پر اتر و کھایا ہے۔ لگے ہاتھوں آپ بیٹا بزرگ کی ترکیب پر غور کر لیں۔ والد بزرگ تو سنتے تھے۔ بیٹا بزرگ اب ناہے۔

حضرت صحیح کی تو ہیں

”عیسیٰ بن مریم مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوئے۔“

(برائین احمدیہ ۵ ص ۳۹، خزانہ آن ج ۲۱ ص ۵۰)

”خون جیسی کھاتارہا اور انسانوں کی طرح ایک گندی راہ سے پیدا ہوا اور کپڑا اگیا اور صلیب پر کھینچا گیا۔“ (ست پنجم ص ۲۷، خزانہ آن ج ۱۰ ص ۲۹۸ فتح)

یہ ہیں ہمارے صحیح مسعود کے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل بول جن سے وہ کہتے ہیں کہ اگر مردے زندہ نہ ہوں۔ اندھے اور کوڑھے اچھے نہ ہوں تو مجھے سچانہ مانا جائے اور جن پر اتنی جھوم جھوم کر رہے جاتے ہیں۔

یہ بات حضرت صحیح حضرت مریم کی منی سے پیدا ہوئے، اسے قرآن کو مانے والا آدمی تو زبان پر لانہیں سکتا۔ قرآن میں حضرت صحیح کی جو جسمانی ترکیب ہے وہ نہ اتنی ہے کہ وہ: ”اللہ

کے رسول ہیں۔ اس کا کلمہ ہیں جو مریم کو اس نے القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔“

اس ترکیب میں اور تو سب کچھ ہے۔ مگر مریم کی منی اور حیض کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔

یہی کچھ عقل اور مشاہدہ بتاتا ہے۔ قرآن میں انسانی تحقیق کا مادہ نظرے کو بتایا گیا ہے جو صرف اور صرف مرد کی منی کو کہا جاتا ہے اور مرزا قادیانی خود مانتے ہیں کہ حضرت مسیح کا باپ نہیں تھا۔ پھر حضرت مسیح کے لئے حضرت مریم کی منی کہاں سے آئی تھی۔ بلا مبادرت اگر کہیں عورت کو منی آئے بھی تو اس سے پچھاں پیدا ہوتا ہے۔

دوسری طرف حضرت مریم کی منی اور حیض کا تصور تک لانا بھی ایک مسلمان کے لئے کفر سے کہنیں۔ قرآن اس سے روکتا ہے۔ نیز بھی کوئی بھی عورت کے خون سے پیدا نہیں ہوا اور نہ کسی پچھے نے حیض کا خون کھایا ہے۔ ماں کے پیٹ میں پچھے کچھ کھائے تو کیا۔ وہ سانس بھی نہیں لیتا۔ جب وہ پیدا ہو کر باہر کی فضاء میں آتا ہے تو حرارت غریزی اسے پہنچتی ہے اور اس کے بعد وہ سانس کا ضرورت مند ہوتا ہے اور حرارت غریزی سے ہی بجوک ہوتی ہے۔ جب اسے بجوک نہ ہو تو وہ حیض کا خون کیا کھائے۔ جو کچھ اس کی ضرورت کے لئے ماں کے پیٹ سے جاتا ہے وہ ایک نالی کے ذریعہ اس کے اندر رکھتا ہے۔ جو پیدائش کے وقت ہی ناف سے کاث دی جاتی ہے۔ آپ غور کریں کہ حضرت مسیح نے کیوں تھا حیض کا خون کھایا اور کسی دوسرے نے کیوں نہیں کھایا۔

اس کے بعد مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح گندی راہ سے پیدا ہوئے۔ یہ شاید انہوں نے اپنے جیسے لوگوں کی راہ پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہوگا۔ ورنہ حضرت مریم کے وجود مقدس میں گندی راہ نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اتنا یقین تو پہلے بھی تھا کہ قرآن کا کوئی حرف بلا ضرورت نہیں۔ مگر یہ اب معلوم ہوا ہے کہ حضرت مریم کی شرمنگاہ کی پاکیزگی کا خدا نے خصوصی بیان کیوں دہرا�ا۔ اس کی ضرورت ایک تو یقینی کہ ان کی شرمنگاہ جب اس کیفیت سے محفوظ رہی جس سے ایک خادمِ دنیٰ عورت کی شرمنگاہ محفوظ نہیں رہ سکتی تو خدا نے دوسری پا کہا زیبیوں کی پاکیزگی کا بیان خود ان کی پاکیزگی کے ذکر سے کیا اور حضرت مریم کے حق میں ان سب سے بڑھ کر یہ فرمایا کہ اس کی شرمنگاہ پاک اور محفوظ ہے۔ دوسری ضرورت قرآن کے اس بیان کی یقینی کہ مرزا قادیانی کو دنیا میں آ کر یہ کہنا تھا کہ حضرت مریم کی راہ گندی تھی۔ اس لئے خدا نے ان کے جھوٹ اور بہتان کو مبتلا رہ فرمادیا۔ بتائیے اس سے بڑھ کر قرآن کے سچا اور ان کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہو سکتا ہے؟

دنیا میں ایسے لوگ بھی بہت ہیں جو حلال جانوروں کے گور کو گندی کہنے سے پہلیز کرتے ہیں۔ یہ خبری خوب ہے کہ انہیاء علیهم السلام کو گندی راہ کی پیداوار بتاتے ہیں اور ان کی

ماں کا اپنی ماں کے برادر ادب نہیں کرتے۔ جو تمام مسلمانوں کی نائیں اور دنیا بھر کی محنت ہیں۔ آخر میں جھوٹ کی حد پھلا لگتے ہوئے کہاں صلیب پر کھینچا گیا۔ حالانکہ نص قرآنی یہ ہے کہ سچ نہ قتل ہوئے نہ سولی چڑھے۔

یہ تصدیق

”ان کی استعدادیں بھی ناقص تھیں اسی لئے وہ کتابیں ناقص ہیں۔“

(ست پنجم ص ۱۳۹، خزانہ ان حج ۱۴۰۰ھ)

”حضرت مسیح کی سات پیش گوئیاں جھوٹی ہوئیں۔“

(براءین احمدیہ ص ۳۲۲، خزانہ ان حج ۱۴۰۰ھ)

”یوسف نبی کی قلمی پیش گوئی جس کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی، پوری نہیں ہوئی۔“

(حقیقت الوعی ص ۷۷، خزانہ ان حج ۱۴۰۲ھ)

پہلی عمارت میں مرزا قادریانی بتاتے ہیں کہ پہلے انہیاء علمیم السلام کی خود اپنی استعداد بھی ناقص تھی اور ان پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتابیں بھی ناقص تھیں۔ یہ بات کوئی ہماری طرح کا آنہ گار جو قرآن کو مانتا ہو۔ وہ تو اپنی زبان پر لانہیں سکتا اور نہ ہی انہیں ناقص کہنے والے کوئی مان سکتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن میں نبی کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ تمام انہیاء کی تصدیق کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ انہیں ناقص بتانا ان کی تصدیق کی کوئی قسم نہیں۔ دوسری طرف قرآن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تمہارا دین وہی ہے جو پہلے انہیاء کا تھا اور رسول ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ کو وہی وحی اسی طرح سمجھی گئی ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام اور بعد کے تمام انہیاء کو سمجھی گئی تھیں۔ اب اگر آنحضرت ﷺ کو وہی ناقص نہیں ہوئی تو پہلے سب کو کیسے ناقص وحی ملی؟۔

اور جب نبی خدا کے اور کتابیں خدا کی تھیں تو انہیں ناقص بتانا کس ایمان کا تقاضا ہے۔

مگر مرزا قادریانی ان کے تعلق سے اپنا کمال دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی تعلیم سے لوگ نبی نہیں ہوتے تھے۔ ہمارے نبی کی تعلیم سے لوگ نبی بنتے ہیں۔ میں بن گیا ہوں یہ ہوشیاری کی نہیاء ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے باب پر کوڈیل کرنے کے بعد اس کی بزرگی کا نشان یہ بتائے کہ یہ حضرت میثوں کو باب کا وجہ دیتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے باب اس خوبی سے محروم ہیں۔

دوسری عمارت میں وہ اپنی تین ہزار اور دس ہزار جھوٹی میثیں گوئیوں پر پرده ڈالنے کے لئے حضرت مسیح کی میثیں گوئیوں کو جھوٹا بتاتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کی تصدیق کے خلاف اور کھلا کفر ہے اور پھر میثیں گوئیوں جیسا انکا کام ایک نبی کا کب ہو سکتا ہے؟۔ اس کا کام تو ہوتا ہے

اللہ کی تعلیم پہنچانا اور لوگوں کی سیرتیں بتانا۔ اس سے پتہ چلا ہے کہ تم پر دوسرا نبیوں کی تصدیق کیوں ضروری ہے۔ اس لئے کہ جھوٹا بھوٹ کی تصدیق کر کے اپنا جھوٹ چلانیں سکتا۔ جس کی زندگی میں جھوٹ ہوا کی کہنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ فلاں نبی کی پیشگوئیاں جھوٹیں تھیں اور اسی لئے ایسی سات پیشیں گوئیوں کا قرآن یا حدیث میں کوئی تذکرہ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت کا ذاتی الہام ہے۔

چوہنی عبارت میں بھی وہ اپنی پیشگوئیوں سے توجہات موڑنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہتان جلتے ہیں اور ذرا خدا سے نہیں ڈرتے۔ نامعلوم حضرت یوسف علیہ السلام کو پیشگوئی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ سرزا قادیانی کو اس کا کوئی الہام ہوا ہو گا اور الہام ہی میں یہ معلوم کیا ہو گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر یعنی ضروری ہے اور یہ بتانا چوڑ دیا کہ فلاں بات کی پیش گوئی تھی اور فلاں بات واقع ہوئی تھی۔

تیسری عبارت میں وہ حضرت سعید پر خود اپنی شراب نوشی کے لئے شراب کی تہمت لگاتے ہیں۔ حضرت خود انارکلی کی ایک دکان سے عمر بھر شراب لیتے اور پیتے رہے اور چونکہ حرام خوری کے الزام سے پھٹا اور حضرت سعید کے محل بننا چاہا اس لئے ان پر بھی شراب کی تہمت لگائے بغیر نہ رہ سکا اور فکل دیکھنے کے بعد شیشہ کو توڑنا چاہا۔ اس کے بعد جب کسی نے سمجھایا کہ اس طرح تو نبی پر حرام خوری کا الزام آتا ہے تو پھر یہ کہنا پڑا کہ ان کی شریعت میں شراب جوام اور چوری وغیرہ سب کو حجا تھا۔ حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے اور وہ بھی جھوٹ حضرت سعید کا شراب پینا کہا۔ ان کے حواریوں کے میانے بھی شاگردوں کو ان تمام برائیوں سے منع کرتے تھے۔ جن سے قرآن میں منع فرمایا گیا ہے۔ لیکن شراب کا لفظ انجیل میں پایا اور حضرت سعید پر شراب کا الزام جزو دیا اور پھر ایک جھوٹ کو ذہب پر لانے کے لئے بہت سے جھوٹوں سے کام لیا چکا۔

اب آپ اس پر غور کریں کہ ایک آدمی کی کچھ پیشیں گوئیاں ہی صحیح واقعہ ہوں تو کیا وہ نبی ہو جاتا ہے؟۔ ایک جھوٹ سے جھوٹا آدمی بھی اپنی ایک پیشگوئی تو بھی کر دکھاتا ہے۔ اگر نبی کی پیشیں کوئی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ غلط بات ہو۔ ایک مسلمان کے ہاں ایسا خیال بھی کفر سے کم نہیں کہ خدا کی طرف سے ایک بات کی غلط اطلاع ہو جاتی ہے۔ سرزا قادیانی نے اس عقیدہ کو پامال کرنے کے لئے جو مشقت اٹھائی ہے۔ وہ انہیں کا خاصہ ہے۔ سب سے پہلے استعارات کا تصور پیش کیا۔ جس کے تحت قرآنی احکام کی جزوی ہلاکر کھو دی اور کہا کہ قرآن استعارات سے بھرا ہوا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس بات کا پتہ چلا تے کہ استعارہ کیا ہوتا ہے۔ وہ

استخارہ کو مجاز کے معنی میں لیتے ہیں اور مجاز کے لئے کسی ضرورت کے قائل نہیں۔ جب آدمی خدا کی کتاب کو مجاز بنا دے تو کسی اور چیز کا کب اس کے ہاں اعتبار رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ نبی خدا کی وحی یا پیشین گوئی کو سمجھنیں پاتا اور کہا کہ اس پر سب انجیاء کا انجام ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کا زمانہ پاتے آپ سوچیں کہ اگر انسان انسان کو بات کہے اور سمجھا کر کہے اور خدا اپنے بندے کو ارشاد کرے اور سمجھائے بغیر چھوڑ دے تو خدا معاذ اللہ اچھا یا انسان؟ پھر ایک قدم اور آگے بڑھے اور کہا کہ نبی کی پیشین گوئیاں جھوٹی بھی ہوتی ہیں اور جھوٹی پیشین گوئیاں کرنے اور شیطانی الہام ہونے پر بھی وہ نبی ہوتا ہے۔ معاذ اللہ! اسی طرح انہوں نے نہ صرف نعمت نبوت و نزول سعی کے عقیدہ کو باطل کیا کہ بلکہ نبوت تو حید اور صفات خداوندی کا بھی پکجھنیں چھوڑا۔ جب مسلمانوں اور انبیاء کو کسی کھاد میں نہ ڈال کر خدا کے وعدہ کی اور خدا کی بات کی چھائی کو باطل ثابت کرنے پر زور دیا جانے لگے تو پھر ایمان اور اسلام میں کسی کے لئے کشش ہی کیا رہ جاتی ہے؟ جھوٹ سے ملی جعلی سچائی اور کہاں نہیں لتی کہ اس کے حصول کے لئے دین اسلام کی طرف آیا جائے۔

کفر میں احتیاط

”اس زمانہ میں قادیانی میں وہ نور چمک رہا تھا کہ اردو گرد کے مسلمان اس قصبه کو مکہ کہتے تھے۔“ (ازالہ اوبام ۱۲۹، خواہن ج ۳ ص ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴)

”توریت اور انجیل میں ہمارے نبی ﷺ کی نسبت اور ایسے ہی حضرت مسیح کی نسبت بھی کوئی ایسی کھلی کھلی اور صاف پیش گوئی نہیں پائی جاتی۔“ (ازالہ اوبام ۱۲۸، خواہن ج ۲ ص ۲۲۹)

”در اصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اور ان نبیوں نے وہ کو کھا کر سے ربانی سمجھ لیا۔“ (ازالہ اوبام ۱۲۹، خواہن ج ۲ ص ۲۲۹)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مسلمان ہمارے قادیانی کو اس کے نور کی وجہ سے کہہ کہا کرتے تھے۔ اب یہ نور کیا تھا اور وہ مسلمان کون تھے؟ تو یہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ نور خود حضرت والا کی اپنی ذات گرا ہے اور مسلمان ہیں ان کی امت والے اور ان کی ذات کا کلمہ پڑھنے والے۔ ورنہ کوئی مسلمان تو اپنے حواس قائم رکھتے ہوئے مدینہ کو مکہ کے برائے کہنے سے بھی تاہل کرتا ہے۔ قادیانی اور دربار امرتسری کی توبات ہی دوسری ہے۔ یہ بات تو مرزا قادیانی ہی جانتے ہوں گے کہ ایسا کہنے والا بھی کوئی تھا بھی یا نہیں۔ اگر تھا تو مرزا قادیانی سوچتے کہ اس کافر ان بول پر ٹھر کرنے کی کون سی بات ہے؟ اگر کوئی عقل کا اندازہ ان کے نور کی زیادہ تعریف

کرتے ہوئے انہیں خدا کہہ دیتا تو کیا وہ اس پر فخر کرتے؟ یا ذوب مرتے۔ پھر کمال ہوشیاری سے اروگرو کے مسلمانوں کی یہ بات ظاہر کی تاکہ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس سے بچا جائے اور اس کے ساتھ شہر کے اور قبرستان کو جنتِ الْبَقِيع بھی بنالیا جائے۔ چنانچہ اس وقت مرزا قادریانی کے اسی لگائے ہوئے پودا سے باغ بنالیا گیا ہے اور ان کے کنبہ کے نئے مرکز زبوہ (چناب گھر) میں قبروں کی خرید فروخت ہو رہی ہے۔

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ چہلی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے تو کمی گھر وہ صاف اور واضح نہیں۔ سمجھے آپ صاف اور واضح کا مطلب؟۔ اسکی صاف اور واضح بشارت جیسی مرزا قادریانی کی آمد کی خبر قرآن و حدیث میں صاف اور محلی کھلی دی گئی ہے۔ ہشیار دکاندار جب کار و بار مندا پاتا ہے تو اپنی چوکی پر بیٹھے بیٹھے کہہ دیتا ہے کہ سامنے والی دکان کی تمام اجتناس میں کیڑے پر گئے ہیں تاکہ لوگ اس کی چیزوں کی پڑھاتل کے خیال سے بازا آئیں۔

اس سے آسانی کے ساتھ یہ سمجھا جاتا ہے کہ مرزا قادریانی کو ذاتی طور پر خود اپنی چھائی کی علامات پر کس قدر یقین تھا؟۔ آپ سوچنے اگر وہ خود اپنی چھائی پر یقین کرتے اور اپنے غیربربن کر آئے کے لئے آیات اور حادیث پاتے تو ان کے لئے یہ کہنے کا موقع ہی کیوں آتا کہ مجھ سے پہلے بھی جو آئے ہیں۔ کسی بھی اطلاع کے بغیر آئے ہیں۔ ہم پھر جانا چاہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسانی حکومت بھی ایسی ہے جو اپنا حاکم یا افسر کسی علاقہ میں بیسیے اور پھر اس سے پہلے یا اس کے ہمراہ لوگوں کو اس کی تعیناتی کا کوئی واضح ثبوت نہ پہنچائے۔ جب انسانوں کی ایسی حکومت نہیں پائی جاتی تو پھر سوچنے کہ انسانوں کا انتظام اچھایا خدا کا؟ یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ کی اور حضرت سعیؑ کی کوئی صاف بشارت معاذ اللہ! چہلی کتابوں میں موجود نہیں۔ قرآن پر ایمان رکھنے والا آدمی تو یہ نہیں کہہ سکتا جو بشارتیں ان دونوں حضرات علیہما السلام کی اس وقت انجیل اور پاپل میں موجود ہیں۔ انہیں چھوڑ کر صرف قرآن کے بیان کو ہم لیں گے۔ قرآن کی سورہ بقرہ میں ہے کہ اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت میحیٰ علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ نبی ہوں گے اور حضرت مسیح کی تصدیق کریں گے۔ نیز حضرت مریم کو بھی ان کی اور ان کے تمام کارناموں کی بشارت فرمائی۔ جس کا مطلب ہے کہ حضرت زکریا حضرت میحیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہما السلام کو مانے والے سب لوگ حضرت مسیح کو نبی ماننے کے پابند تھے اور اس بات کے پابند تھے کہ اپنی تاریخی روایات میں ان کی نبوت کا اعلان اور ان کی دعوت ثابت کریں اور یہ پابندی اب بھی موجود ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ بتائیے! اس سے بڑھ کر ان کے حق میں بشارت اور محلی

پیشین گوئی اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور انجیل میں حضرت ﷺ علیہ السلام کے حق میں بشارتوں کی تعداد تو اتر کی حد تک ہے۔

اس کے بعد رسول ﷺ کے حق میں پہلی کتابوں کی بشارتیں جو خوانان کے اندر اب تک موجود ہیں۔ ان کا قصہ تو دور کا ہے۔ ہم قرآن ہی کے بیان پر اتفاقہ کریں گے۔ سورہ اعراف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا تھا کہ میری رحمت تھی پر ہیز گاروں کا حصہ ہے اور وہ ہیں جو نبی امی کا اتباع کریں گے۔ جسے وہ تورات انجیل میں لکھا ہوا پا میں گے۔ جو انہیں نیکی کا حکم اور برائی کی ممانعت کرے گا۔ پاک چیزیں ان کے لئے حلال اور نتاپاک حرام ٹھہرائے گا۔ ان سے ان کے بوجھ ہلکے کرے گا اور طوق اتارے گا جو انہیں پڑے ہوں گے اور سورہ فتح کے اخیر جہاں ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی صفات و خصوصیات کا بیان ہے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ ان کی بھی صفات تورات اور انجیل میں بھی موجود ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تورات اور انجیل کو مانے والے سب نبی امی کی آمد سے واقف ہے۔ اسی لئے قرآن میں ووجہ پر ہے کہ الہ کتاب اسے ایسا پہچانتے چیزے اپنے بیٹھوں کو پہچانتے تھے۔ تباہی وضاحت اور کسی چیز کا نام ہے۔ ایک تباہت بتائی جاتی ہے کہ کوئی مکان یہاں بننے گا۔ یہ بھی اپنے مفہوم میں صاف ہے۔ مگر یہ بات کہ مکان کا یہ رقبہ ہو گا۔ یہ اوپر جائی ہو گی۔ اتنے دروازے اور کھڑکیاں ہوں گی۔ اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو اور اس کا انکار قرآن اور سب کتابوں کا انکار ہے؟

مرزا قادیانی کی مصیبت یہ تھی کہ مریدان سے ان کی سند پوچھتے تھے تاکہ اس سے مسلمانوں کا منہ بند کریں۔ جواب میں مرزا قادیانی کہتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی سند نہیں تو کسی اور نبی کے پاس کب سند ہوئی ہے اور اگر کسی نبی کے پاس سند نام کی کوئی چیز تھی تو وہ صاف اور محلی نہ تھی اور پھر اس کے لئے نام ان وکالیا جن کے نبی ہونے پر ان کے مکروں اور دہریوں تک کو اتفاق ہے۔ ابو جہل بھی یہ نہ کہہ سکا کہ آپ نبی نہیں۔

اس جگہ آپ اس نکتہ پر غور کیجئے کہ اللہ نے تمام امتوں سے آنے والے رسولوں پر ایمان لانے کا عہد کیا اور پھر اس عہد پر چلانے کا جوان تنام کیا وہ کیا تھا اور کتنا ضروری تھا؟۔ پرانے ہمیزوں کے پاس جب ایک نیا رسول آتا تو اس عہد کے ایک حصہ پر لوگوں کو قائم پاتا۔ وہ یہ مانے ہوئے تھے کہ نبی آتا ہے۔ انہیں فیصلہ صرف اس بات کا کرنا ہوتا تھا کہ جو آیا ہے وہ نبی ہے یا نہیں اور اس کے لئے پہلے نبی کی بات ہی سند ہو سکتی تھی۔ یہ قاعدہ یہود و نصاریٰ، مشرکین عرب اور تمام

دنیا کی قوموں اور امتوں کے حق میں یکساں واقعہ ہوا۔ تمام ہماری آثار نبی اساعیل سے ایک نبی کی آمد پر شاہد تھے۔ اس لئے دنیا کے کسی آدمی کی زبان پر آنحضرت ﷺ کے پارہ میں یہ بات نہیں آئی کہ کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اگر کسی کو انکار کے لئے کوئی گوشہ سکا تو وہ یہی تھا کہ جو آیا ہے یہ وہ نہیں جو آنا تھا۔ اس سے آگے مگر نہیں بتا سکتے تھے کہ جو آنا تھا وہ فلاں ہے۔ اس بناء پر ان کے انکار کے لئے ہٹ دھری کے بغیر کوئی معمول بنیاد موجو نہ تھی اس لئے ان پر جماعت تمام ہوئی۔

یہ جب حقیقت ہے تو اگر پہلے نبی کی سند کو موجود نہ رہا جائے تو اس کے بعد مسلمانوں اور بہت پرستوں کا حال برابر تھا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تو مانے والوں نے اسے مانا جسے مانے کا حکم تھا اور نہ انکار کرنے والوں نے اس کا انکار کیا جس کا انکار منع تھا۔ وسرے الفاظ میں مرزا قادریانی نے جوبات کی ہے اس سے ان کی ثبوت شاید بن جائے۔ مگر اس سے کفر اور اسلام ایک ہو کر رہے ہیں۔ بلکہ اس سے تو سب کہہ سکتے ہیں کہ جس کا ہم نے انکار کیا وہ نبی نہ تھا۔ حالانکہ اس طرح وہ سب کے مگر ہیں۔

تیری عبارت میں مرزا قادریانی کسی باوشاہ کی کہانی لائے۔ نامعلوم وہ کس زمانہ و مقام میں تھا اور اس کی صحیح کی جن چار سو نبیوں نے اطلاع دی تھی۔ معلوم نہیں انہوں نے کس جگہ اور زمانہ میں جمع ہو کر یہ اطلاع دی تھی اور وہ کس کے کہے پر جوئی ثابت ہوئی۔ چار سو نبی تو بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں تو ایک نبی کی ایک بات کو جو ہوتا بتانا کفر ہے اور خدا کے انکار کے برابر کفر ہے۔ یہ وقت بھی آنا تھا کہ اس کفر کے مرکب کو نبی مان لیا گیا۔

انگریز پرستی

”مُحَمَّدٌ كُوْخَدَا آسَمَانَ سَمَدَ دَوَّيْ كَـا۔ أَبْ جَهَادَ حَرَامَ هَـءِ۔“

(حقیقت الحقیقی م ۱۲۸، بجز ائم ج ۲۲ ص ۲۷۳ احادیث)

”میں نے ممانعت چھاؤ اور انگریزی اطاعت کے پارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پھر اس الماریاں ان سے بھر کتی ہیں۔“ (تربیق القلوب م ۱۵، بجز ائم ج ۱۵ ص ۱۵۵)

”ان حدیثوں سے صریح اور کھلے طور پر انگریزی سلطنت کی تعریف ثابت ہوتی ہے۔“ (تربیق القلوب م ۹، بجز ائم ج ۱۵ ص ۱۲۵)

”آخری مُحَمَّدٌ بھی کلمۃ اللہ ہے اور روح اللہ بھی ہے۔ بلکہ ان دونوں صفات میں وہ پہلے سے زیادہ کامل ہے۔“ (تربیق القلوب م ۱۵، بجز ائم ج ۱۵ ص ۲۸۲)

اوپر کی عبارت میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو صحیح کہتے ہیں اور اس سے پہلے ہمیشہ سے کہتے رہے کہ میں صحیح نہیں ہوں۔ جس کا احادیث میں وعده ہے۔ بلکہ اس کی مش ہوں۔ کویا اصل اور مش اُن کے ہاں ایک ہی ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ میں جو صحیح ہوں۔ مجھے خدا آسمان سے مدد وے گا اور اس وجہ سے جہاد حرام ہے۔ یہ الفاظ کئی وجہ سے کفر ہیں۔ اول تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیاں کو اور قرآن میں رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرامؐ کو جب جہاد کا حکم فرمایا گیا تھا تو وہ سب کے سب خدا کی آسمانی مدد سے معاذ اللہ محرم تھے۔ یہ آسمانی مدد کی نعمت صرف مرزا قادیانی کا حصہ ہے اور تکلیف اور مشقت ان کا حصہ تھا۔ یہ بات بھی کفر سے کم نہیں۔ اس کے بعد یہ کہہ المحتوا کہ اب جہاد جو سب سے اہم فرض تھا، وہ حرام ہو گیا ہے۔ یہ تو کوفر کا ایک کفر ہے۔ کیونکہ شریعت کے ایک مبانی وکروہ کو حرام بتانا جہاں ایمان کے خلاف ہے۔ وہاں ایک فرض کو حرام کہنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟۔ پھر پہلے مارنے والے کی ضرورت تھی اور اب ولیل کی ضرورت ہے۔ آپ سوچنے کہ کل اور آج میں فرق کیا ہے۔ پہلے زمانہ کے لوگ پیاوه حل کر اور اونٹوں پر سوار ہو کر حج کو جاتے تھے۔ اب موڑ اور جہاز کے ذریعہ جاتے ہیں۔ تو کیا اب اونٹ کی سواری کرنا حرام ہو گیا ہے۔ بات صرف انگریز کی خوشنودی کی تھی۔ ورنہ فرض کی زمانہ سے بدلتی نہیں جاتا۔

دوسری عبارت میں اپنی دین پیغمبر اُری کا کھلا اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے انگریز کی اطاعت اور جہاد کی نمائخت میں لکھ کر پچاس الماریاں بھر دی ہیں۔ یہ بات وہ شخص کہتا ہے جس کا ایک دل فریب نفر ہے یہ ہے کہ میں شریعت اسلامیہ میں کوئی تبدیلی لانے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں تو بس ایک معمولی قسم کا نبی ہوں۔ جس کے انکار سے بھی کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اور وہ دین میں کوئی تبدیلی لاتے اور دوسری طرف وہ انسکی بات لکھ کر کہ پچاس الماریاں بھرتے ہیں۔ جس کا زبان پر لانا بہت بڑا کفر ہے۔ بالکل سبی پوزیشن انگریز کی اطاعت کی ہے۔ خدا کی شریعت جس اطاعت کو حرام کرتی ہے اور خدا کا قرآن جس کا فر کے ساتھ جہاد اور جنگ کو لازم کرتا ہے۔ اس کی جب اطاعت اور وقاوی فرض ہونے لگے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ احکام خدا اور رسول کا اور حدود شریعت کا احترام کیا رہ جائے۔ اس کے بعد تو آدمی کافی جس فرض کو چاہے حرام کرے اور جس حرام کو چاہے فرض بنالے۔

تیسرا عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ احادیث جن میں ہے کہ حضرت نوحؐ کے زمانہ میں پچے سانپوں سے اور بھیڑیے بھیڑوں سے کھلیں گے۔ اس سے وہ تم اور کڑیاں اپنے پاس سے ملا کر انگریزوں کی تحریف اخذ کرتے ہیں۔ یعنی صحیح نہیں۔ خود اور ان کے زمانہ میں جو حکومت

سوی چڑھا سے کہا جاتا ہے جو سولی پر مرے۔ لیکن جو شوقيہ سولی پر چڑھ کر اپنی مرضی سے اتر جائے وہ سولی چڑھانیں ہوتا۔

دوسری عبارت میں وہ ایک خواب کو حقیقت بتاتے ہیں جو حضرت مسیح کو سولی چڑھانے والے حاکم کی بیوی نے دیکھا۔ اسے خواب میں فرشتہ نے بتایا کہ اگر مسیح کی موت سولی سے ہوئی تو اس سے ساری قوم پر جلاہی آئے گی۔ مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ چونکہ یہ بتاہی نہیں آئی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ مسیح سولی پر نہیں مرا۔ یہ بھی جھوٹ نہیں مگر جب قرآن کی رو سے یہ سارا قصہ ہی لا حاصل ہے۔ تو اس کا یہ خواب والا جزو ماننا کیا منع ؟ اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تورات کے اسی بیان کی وجہ سے اللہ نے حضرت مسیح کو اٹھائے جانے کا وعدہ دلایا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن تجھے سولی پر مار کر لعنتی نہیں بنا سکیں گے۔ بلکہ میں تجھے ان سے پہلے ماروں گا۔ یہ ایک ہاں لکل بے سرو پا مفروضہ ہے۔ جس کی رو سے قرآن کی آیت کو لانا بھی قرآن کی ہٹک ہے اور خداوندی میں متواتر موجود ہے۔ حضرت مسیح نے فرمایا جو اپنی صلیب خوبی اٹھائے وہ میرے ساتھ آئے۔

تیسرا عبارت میں تو انہوں نے جھوٹ کی حد کر دی ہے اور چوتھی عبارت اس مفروضہ کو رد کرتی ہے کہ سولی چڑھنا سولی پر مرتا ہوتا ہے۔ پانچویں عبارت سے نص قرآنی کا انکار کر کے کفر میں اپنے آپ کوڈلتے ہیں اور نہیں کہتے کہ کیا کہر ہے ہیں۔ اگر قرآن کا نشانہ اس کے الفاظ سے واضح نہیں ہوتا تو اس سے زیادہ لکھی کتاب اور کون سی ہو سکتی ہے۔ معاذ اللہ اسی طرح اگر برا آدی کو قرآن کا نشانہ بتانے کی آزادی مل جائے تو پھر قرآن کا حشر معلوم۔

اب ہم آپ کو مرزا قادریانی کے اس لا جواب جھوٹ کا تجویز کریں گے کہ چونکہ انہیں کوئی کے بیان کے مطابق حضرت مسیح کی موت سولی پر نہیں ہوئی۔ یوں کہتے کہ ابھی کا بیان قرآن کے خلاف ہے اور مرزا قادریانی کی تخلیق قرآن و انہیں دونوں کے خلاف جاتی ہے۔ سب سے پہلے سولی قتل کے متعلق حضرت مسیح کا اپنا بیان پڑھیں۔ انہوں نے خود اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا:

..... ابن آدم سردار کا ہنوں اور فتحیوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اسے قتل کا حکم دیں گے اور اسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے تاکہ اسے نہ صھوٹوں میں اڑا کیں اور کوڑے ماریں اور مصلوب کریں اور تیرے ون زندہ کیا جائے گا۔ (شی باب ۲۰ ص ۲۲۲، مرقی باب ۸ ص ۳۲، باب ۹ ص ۳۲، باب ۱۰ ص ۳۲)

۲۔ (مصلوب ہو جانے کے بعد) ایقیوں نے کہا۔ دیکھیں تو سماں الیاء اسے بچانے آتا ہے یا نہیں۔ یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے سک

پھٹ کر دلکشی ہو گیا اور زمین لرزی اور چٹانیں تڑک گئیں اور قبریں کھل گئیں اور آئے کے دفن کا اور دفن کے بعد جی اٹھنے اور دنیا کے آخر تک حضرت مسیح کے رہنے کا بیان ہے۔ (متی باب ۲۷ ص ۳، مرقس باب ۱۵ ص ۵۰، لوقا باب ۲۳ ص ۹، باب ۲۳ ص ۸۱، یوحنا باب ۱۹ ص ۱۰۵، اعمال باب ۱۰ ص ۱۱۹، باب ۵ ص ۱۱۲)

جب وہ دن قریب آئے کہ وہ اوپر اٹھایا جائے تو ایسا ہوا کہ اس نے پوٹھم جانے کو کمر ہاندھی۔ (لوقا باب ۹ ص ۶۲) لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے شریعت کی بات سنی ہے کہ تیج اب تک رہے گا۔ (یوحنا باب ۱۲ ص ۲۷) وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے۔ ہر ایک آنکھ سے دیکھے گی۔ (یوحنا کا کافہ باب ۱۰ ص ۲۲۲ پہلو باب ۲۳ ص ۳۲۲)

اس سے مرزا قادیانی کے جھوٹ کی افراد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس پر مرید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔ صرف یہ دیکھئے کہ حضرت مسیح کے زندہ اٹھائے جانے اور آخری زمانہ تک زندہ رہنے اور پھر نازل ہونے کا بیان بہر حال انجیل میں موجود تھا۔ جسے اگر قرآن میں ذکر نہ کیا جاتا تو بھی اس کا ماننا ایمان کا جزو ہوتا۔ ادھر ہوایا کہ قرآن و حدیث میں اسی بات کو دو ہر اک اس کو اور زیادہ واضح کر دیا گیا ہے۔ اسے اب غلط بتانا کتنی بڑی ڈھنائی ہے اور انکار کی کتنی زیادتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس ڈھنائی اور انکار والا آدمی نہ صرف مسلمان ہونے کا مدعا ہے بلکہ غیر مسیحی کھلاتا ہے۔ یہ عقدہ بھی تک حل نہیں ہوا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کس غرض کے تحت انجیل کے اس بیان کا انکار کیا۔ شاید اس لئے کہ ان کا منہ ہی جھوٹ پھیلانا تھا اور قرآن کے خلاف جاتا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر سو لی پر مرنائی سو لی چڑھتا ہوتا تو قرآن صرف حضرت مسیح کے قتل کا رد کرتا۔ مگر اس میں قتل اور سو لی دنوں کا رد ہے۔ پھر اگر عیسائی ان کی سو لی پر موت کے قائل نہ تھے تو وہ ان کا کفارہ کیسے بنے؟ اس کے بعد ایک نظریہ بھی دیکھیں ”الکاوی علی الغاوی“ میں ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا:

..... مجھے معلوم ہے کہ میں دنیا کے اختتام تک زندہ رہوں گا۔ انجیل پر بناں۔

..... ۲..... جب خطرہ زیادہ ہوا تو خدا نے جبرائیل اور فاتیل اور اور میل کو تصحیح کر کھڑکی سے آپ کو اٹھایا اور تیر سے آسمان پر اپنے پاس رکھلیا۔

..... ۳..... میں دنیا سے اٹھایا جاؤں گا اور دوسرا (یہودا) میری جگہ عذاب دیا جائے گا اور میں دنیا کے خاتمه تک نہ رہوں گا۔

..... ۴..... تھج جانو! میں نہیں مر اور مجھ کو اللہ نے دنیا کے خاتمه تک محفوظ رکھا ہے۔ میرے بعد محمد رسول ﷺ آئیں گے اور یہ دھبہ اڑا کیں گے اور لوگوں پر واضح کر دیں گے کہ میں زندہ ہوں۔

..... ۵
وہ مریم کو دہاں لے گئے اور فرشتے تمام کے سامنے سج کو آسمان کی طرف لے گئے۔
رف نسج کے بارہ میں انھیں کایہ بیان قرآن سے بالکل ملتا ہے اور اس کی حرف بحرف
قدیق میں ہے اور اس میں کوئی مجاز نہیں۔

عام جھوٹ اور فضولیات میں سب کچھ ہوں

میں کبھی آدم، کبھی موی، کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں سلیمان ہیں میری بے شمار

(برائین احمدیہ میں ۱۰۲ ص ۲۱، خزانہ انس ۱۳۲ ص ۲۱)

”ایک دل سے وہ تقاض پا تھیں نہیں کل سکتیں۔ کوئی کہا یے طریق سے یا انسان پا گل
کہلاتا ہے یا منافق۔“

(ست پنجم ص ۳۱، خزانہ انس ۱۳۰ ص ۲۱)

اوپر کی عبارت میں مرزا کا ایک شعر ہے۔ یعنی وہ بات اور کلام جس کا نبی کی ذات سے
کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا اور جس سے تحقیق پہنچانے والا کلام خالی ہوتا ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ
میری بے شمار سلیمان ہیں۔ جو اوپر کی طرف سے ہوں تو مطلب یہ لکھتا ہے کہ ان کے بے شمار باب
ہیں اور اگر نیچے کی طرف سے ہوں تو یہ بے معنے بات ہے۔ اس لئے کہ ایک آدمی کی فصل ایک ہی
ہو سکتی ہے اور اگر اس کی بیوی نے کتنی خادم درکھے ہوں تو بھی ان میں سے ہر ایک کی فصل ایک ہی
رہے گی۔ اس بنا پر یہ تو ایک نہاد ان کی بات ہے۔ جو نہاد آدمی کی زبان پر ہی آنکھی ہے۔ اسی
طرح اگر کسی کے کتنی باب ہوں تو بھی بینا ایک کا نہیں کہ اسی وہ ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ میں کبھی آدم ہوں کبھی موی اور کچھ اور۔ جہاں تک اس
امر واقعہ کا تعلق ہے۔ حضرت آدم ہمیشہ ہی آدم رہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی موی نہ ہو سکے۔ اسی
طرح حضرت موی علیہ السلام کی وقت آدم نہ ہوئے۔ اب کیا مرزا قادریانی کو کسی ایسی طاقت کا
مالک مان لیا جائے کہ وہ ان سب سے بڑے بھی ہیں اور حضرت آدم سے لے کر مجھ پر حَمْلَةَ الْمُكْبِرِ تک ہر
ایک نبی کا وجود بھی نہ کبھی بدلتے رہتے ہیں اور خود انہا اصل وجود بھی قائم رکھنے میں کامیاب
رہے۔ اس سے اور تو اور پہلے تمام انبیاء کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے اور مستقل حیثیت سے
صرف مرزا قادریانی کی ماننے کے قابل رہ جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان سب کا وجود حیثیت اور
غارت کرنے کے قابل پھرتا ہے اور مرزا قادریانی کا وجود لا قانی ولا زوال قرار پاتا ہے۔ یہ خیال
ایک مسلمان اور موسن قرآن کے نزدیک تو پر لے درجہ کا لفڑ ہے۔ ان حضرات کے دنیا سے
رخصت ہو جانے کا مطلب یہ کہ ہے کہ ان کا وجود کسی اور کا اوزننا پکھونا بننے لگے۔

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ متفاہد ہاتوں والا آدمی یا تو منافق ہوتا ہے یا پاگل۔ گیواہ خود اپنے منافق اور پاگل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ متفاہد ہاتمیں ان سے بڑھ کر اور کسی کی نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان کے مریدوں میں سے بعض انہیں نبی مانتے تھے اور بعض نہیں مانتے تھے اور اگر ان کا اپنا کنبہ ان کی نبوت کا کاروبار چلانے کو موجود نہ ہوتا تو ان کی نبوت کی قبر کا بھی کہیں نشان نہ ہوتا۔

خدا کی صفات

۱..... "ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کار بند ہو چائے جو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں۔ تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔"

(براہین الحمد ۵۶، فخر آن حج ۲۷ ص ۲۵)

۲..... "سنن کی طرح بولنے کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔"

(ٹھیکہ براہین الحمد ۱۸۲، فخر آن حج ۲۷ ص ۳۵۵)

۳..... "غصب خدا کی ذاتی صفت نہیں بلکہ یہ محض چیزوں کے باکمال نہ ہو سکتے کی وجہ سے نوہید ہے۔" (کرامات الصادقین ص ۲۷، فخر آن حج ۲۷ ص ۱۲۸)

۴..... "اللہ تعالیٰ کی طرف عدل حقیقی کی نسبت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ عدل کا تصور حقوق کے ثابت مسلم واجب ہونے کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اللہ پر کسی کو کوئی حق نہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے ہر ایک حیوان کو انسان کے لئے مخزن بنا رکھا ہے اور معمولی ضرورت کے لئے ان کا خون بہادر بنا اس کے لئے چاہئے کر دیا ہے۔" (کرامات الصادقین ص ۲۷، فخر آن حج ۲۷ ص ۱۱۳)

۵..... "عام جاندار اور کیڑے مکوڑے جن کی روح مرنے کے بعد باقی نہیں راتی وہ مورد تواب و عقاب نہیں۔" (از الادب ۳۳۵، فخر آن حج ۳۳ ص ۱۲۷)

چہلی عبارت میں مرتضیٰ قادریانی کی بات واقعات اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ ان پیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ، اللہ کے احکام پر تھیک طرح عمل دکھاتے رہے۔ مگر کسی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نہ کسی نے یہ کہا ہے کہ جو ہمارے چلن پر چلے وہ خدا کو دیکھ لے گا۔ اس لئے یہ دعویٰ بلا ولیل ہے۔

دوسری عبارت میں وہ اپنی عجیب و غریب نبوت پر ایک عجیب و غریب ولیل لائے ہیں۔ جو پہلے قدم پر تو انہیں ہاتھوں لوٹی ہے۔ قصہ یوں ہوا کہ اپنی نبوت کے حق میں انہیں قرآن و حدیث سے کوئی قطعی دلیل ہاتھ نہ لگی۔ کبھی ختم نبوت کے معنے بتائے نبی تراشتبہ رہنا۔ صاحب

دوسری عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ مقصاد ہاتھوں والا آدمی یا تو منافق ہوتا ہے یا پاگل۔
گویا وہ خود اپنے منافق اور پاگل ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ مقصاد باتیں ان سے بڑھ کر اور
کسی کی نہیں ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود ان کے مریدوں میں سے بعض انہیں نبی مانتے تھے اور
بعض نہیں مانتے تھے اور اگر ان کا اپنا کہنا ان کی نبوت کا کاروبار چلانے کو موجود نہ ہوتا تو ان کی
نبوت کی قبر کا بھی کہیں نشان نہ ہوتا۔

خدا کی صفات

۱..... "ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کار بند ہو جائے جو خدا کے پاک کلام قرآن
شریف میں مندرج ہیں۔ تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔"
(براہین احمدیہ ۵ ص ۲۶، خدا آن ج ۲۱ ص ۲۵)

"سننے کی طرح بولنے کا سلسلہ کبھی فتح نہیں ہو گا۔"

(ضیغم بر اہین احمدیہ ۱۸۲ ص ۲۱، خدا آن ج ۲۱ ص ۳۵۵)

۳..... "غصب خدا کی ذاتی صفت نہیں بلکہ یہ محض چیزوں کے باکمال نہ ہو سکنے کی وجہ سے
(کرامات الصادقین ص ۲۷، خدا آن ج ۲۷ ص ۱۱۸)
لوہید ہے۔"

۴..... "اللہ تعالیٰ کی طرف عدل حقیقی کی نسبت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ عدل کا تصور حقوق کے
ثابت و مسلم واجب ہونے کے بعد کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ پر کسی کو کوئی حق نہیں۔ تم دیکھتے نہیں
کہ اللہ نے ہر ایک حیوان کو انسان کے لئے مسخر ہیمار کھا ہے اور معمولی ضرورت کے لئے ان کا خون
بہادر بیاس کے لئے جائز کرو یا ہے۔"
(کرامات الصادقین ص ۲۷، خدا آن ج ۲۷ ص ۱۱۲)

۵..... "عام جاندار اور کثیرے مکوڑے جن کی روح مرنے کے بعد باقی نہیں رہتی وہ مورو
(از الہ اواہم ص ۳۲۵، خدا آن ج ۳ ص ۲۱۷)
ثواب و عقاب نہیں۔"

پہلی عبارت میں مرتضیٰ قادریانی کی بات واقعات اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔
انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ، اللہ کے احکام پر ثیک طرح عمل و کھاتے رہے۔ مگر کسی نے آج
تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نہ کسی نے یہ کہا ہے کہ جو
ہمارے چلن پر چلے وہ خدا کو دیکھ لے گا۔ اس لئے یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

دوسری عبارت میں وہ اپنی عجیب و غریب نبوت پر ایک عجیب و غریب دلیل لائے
ہیں۔ جو پہلے قدم پر تو انہیں ہاتھوں لوٹی ہے۔ قصہ یوں ہوا کہ اپنی نبوت کے حق میں انہیں قرآن و
حدیث سے کوئی قطعی دلیل ہاتھ نہ گلی۔ کبھی فتح نبوت کے معنے بتائے نبی تراشیت رہنا۔ صاحب

شریعت نبیوں کو اور حضرت مسیح کو نہ آنے دینا اور ختم بھئے مہر۔ اپنی ان باتوں میں تو انہیں کوئی محققیت دکھائی نہ دی اور پھر خدا کی صفت کلام کی دوہائی دی اور کہا کہ جذا اگر میں تو خدا کلام کس سے کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ سے پہلے خدا کس سے یا تم کرتا تھا؟ اس کے جواب میں مرزا قادیانی کو صفات میں قحطل کا عقیدہ قائم کرنا پڑا اور کہا کہ مجھ سے پہلے خدا کی یہ صفت معطل ہو گئی تھی۔ مگر اس کو ہمیشہ تک معطل رہنے دینا اچھا نہیں۔ اس لئے میں نے خدا کے بلواء کے کام اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اب مجھے نبی مانو۔ اول تو صفات باری میں قحطل کا عقیدہ ہی اسلام سے کوسوں دور ہے۔ اس کے بعد یہ عجیب بات ہے کہ خدا کی صفت کلام مرزا قادیانی کے جنم تک قحطل کا ہوا کار رہی۔ لیکن اس کی سننے اور دیکھنے وغیرہ کی تمام صفات میں کوئی قحطل نہیں آیا۔ قحطل آیا تو اسی صفت میں اور اتنا ہی جو مرزا قادیانی کی نبوت کے لئے کارآمد تھا۔

آپ ذرا اس سنتے کو دوسرے پہلو سے لیں۔ سوال یہ ہے کہ جب کائنات کی کوئی چیز موجود نہ تھی تو اس وقت خدا کس سے کلام کرتا تھا اور اس کی سب صفات کا اس وقت کیا مصرف تھا۔ اس کا حل مرزا قادیانی نے یہ بتایا کہ بعض اجتناس مخلوق کا وجود دائی تھا۔ سبحان اللہ! اجتناس مخلوق تھیں اور مخلوق ہوتے ہوئے بھی ان کا وجود دائی تھا۔ اس سے پلٹ کروہ اپنے پہلے مقام پر آ جاتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جن اجتناس مخلوق کے دائی وجود نے اپنے ایسا عالم سے پہلے خدا کی صفات کو قحطل سے سہارا دیا۔ وہ مرزا قادیانی سے پہلے خدا کی صفت کلام کو معطل ہونے سے کیوں نہ بچا سکیں؟۔ صاف نظر آتا ہے کہ یہ قحطل کا ذہنوبگ انہوں نے اپنی ذاتی اغراض کے لئے رچایا ہے ورنہ کہاں صفات اور کہاں قحطل؟۔

تیسرا عبارت میں ہے کہ غصب اور ناراضی خدا کی ذاتی صفت نہیں۔ بلکہ وہ نبی پیدا ہو کر خدا کی صفات میں شامل ہوئی ہے اور اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ بعض چیزیں کامل نہ تھیں۔ سر وہنے اس پر یا سر پیٹے اگر بعض چیزیں کامل نہ تھیں۔ تو خدا انہیں کامل بناتا اس نے اپنے اندر غصہ کیوں پیدا کیا اور پھر اگر غصب کی صفت اچھی تھی تو اسے وہ سری اچھی صفات کی طرح از لی ہوتا چاہئے تھا اور اگر بری تھی تو کبھی بھی خدا سے اختیارہ فرماتا۔ اس کے ساتھ مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کی صفات میں تغیر نہیں آتا۔ حد ہمیشہ ایک حال پر رہتی ہے۔

چوتھی عبارت میں وہ عدل سے بھی خدا کو بیگانہ دکھاتے ہیں۔ عدل کا خود اپنے ہاں ایک تصور قائم کر کے کہتے ہیں کہ حقیقی عدل تو یہ ہے کہ اس پر خدا کی کارروائیاں صحیح نہیں اترتیں۔ اس لئے حقیقی عدل کہیں اور ہو تو ہو۔ خدا کے ہاں اس کا کوئی وجود نہیں اور اس کے شوتوں میں

جانوروں کی مثال لاتے ہیں۔ اس پر کوئی دھیر یہ ہی سوچ سکتا ہے۔ کجا کہ کوئی مسلمان اس پر غور کرے۔ یہ بات تو اسی وقت کی ہے کہ پہلے انسان کے ان فرائض کا جانوروں کی غیر ذمہ دارانہ حیثیت سے موازنہ کیا جائے۔ جن کو خدا نے اسے پابند نہیا ہے اور جن کے اخنانے سے زمین و آسمان اور پہاڑ عاجز آگئے تھے۔

پانچوں ہمارت میں وہ کہتے ہیں کہ غیر انسانی حقوق کی نہ ہی روح باقی رہتی ہے اور نہ ہی اس پر آخرت کا حساب ہوگا۔ یہ ان کا ذاتی الہام ہو سکتا ہے۔ قرآن یا حدیث میں تو اس کا کہیں وجہ نہیں۔ حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ اگر سینگ دالی بکری کسی دوسری بکری کو مارے تو آخرت میں اس کا بدلہ چکایا جائے گا۔ دوسری طرف اگر جانوروں کی روح قائمی جائے تو پھر اس کے بعد ان پر حرم کرنے اور ظلم نہ کرنے کے کوئی م嘘ہ نہیں رہ جاتے۔
پانچ اور پچاس۔

”پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔“ (براہین نبہرہ میں، خزانہ حج ۲۱ ص ۹)

”میرا نام مریم رکھا اور اس مریم میں روح کا ذکر کیا اور آخر کتاب میں اسی مریم کے روحاں حمل سے مجھے عیشی بنادیا۔“ (براہین احمدیہ میں، خزانہ حج ۱۴ ص ۷، الحسن)

”ابتداء سے انبیاء تک جس قدر انہیم علیهم السلام کے نام تھے۔ وہ سب میرے نام رکھ دیئے۔“ (براہین احمدیہ میں ۸۵، خزانہ حج ۲۱ ص ۱۱۶)

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ بیجم میں، خزانہ حج ۹، ص ۲۱ ص ۱۲۷)

مرزا قادریانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں لکھا تھا کہ ہم اس کے پچاس حصے شائع کریں گے۔ مگر تجربہ سے اندازہ ہوا کہ پچاس حصوں کا کہنا آسان ہے۔ ان کا لکھنا اور شائع کرنا آسان نہیں اور لوگ وعدہ نہیں بھولتے تھے۔ اس پر انہیں ایک اور منطق جھاؤنے کی ضرورت پیش آئی کہ پچاس اور پانچ میں صرف نام ہی کا فرق ہے۔ آگے آپ کا یہ سمجھنا ہی درست نہیں ہو گا کہ پانچ جلدیں اس کتاب کی ہوں گی۔ کیونکہ عالم واقعہ میں صرف دو جلدیں ہیں۔ پہلی کو جب ایک باب اور دوسری فصل سے شروع کیا تو آخر تک وہی تین جلدیں ہو گئیں اور چوتھی سرے سے غائب اور پانچوں ایک مقنن اور کئی قسم حاشیوں کے ساتھ موجود ہے۔ جس کا

مطالم حمزہ کا کام دھتا ہے۔

عام لوگ تو ایسی باتیں کرنے والے کو قاترِ احتجل سمجھتے ہیں۔ مگر اتنی ان کے ایسے ارشادات کو حدیثِ مراجع سے ملتے ہیں۔ وہی مراجع جسے اتنی مانتے نہیں اور ان کے پیغمبر اسے خواب کہتے ہیں۔ نادان لوگ اگر اپنے بیرون کو شراب پیتا ویکھیں، تو بھی اسے شراب معرفت کا نام دیتے ہیں۔ حدیثِ مراجع کو آج تک تمام فقہاء محدثین نے سنائو پڑھا گئکی کو یہ نہیں سوچی ہی کہ اس کی رو سے پانچ اور پچاس برا بر ہیں۔ خود مرزا قادریانی نے پچاس کی جگہ پانچ روپے پر کبھی اکتفاء نہیں کیا ہوگا۔ یہی حال ان کے اعتیوں کا ہے۔ وہ بھی کسی کو پانچ کی جگہ پچاس نہیں دیتے۔ اس پر حدیثِ مراجع سے کسی مسلمان کے نزدیک چ اور جھوٹ کی حدود کسی طرح زائل نہیں ہوتی۔ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے جب بندوں کے فرض میں رعایت بڑی تو ہمیں بھی دوسروں سے رعایت برنا تھا ہے۔ پھر حدیثِ مراجع میں یہ کہ ہے کہ پانچ اور پچاس کو ایک نقطہ کے فرق کی وجہ سے برابر سمجھتے ہیں کہا تو ہر لحاظ سے پچاس من کا جھوٹ ہے۔

دوسری عبارت میں وہ اپنے الہام کا ذکر کرتے ہیں کہ خدا نے مجھے مریم بنا کر مجھی سے مجھ کو پیدا کر کے عیسیٰ بنادیا ہے۔ یہ پانچ اور پچاس سے بھی زیادہ لطفیہ ہے۔ اس کے شیطانی الہام ہونے میں کیا شہرہ ہو سکتا ہے۔ مرزا قادریانی اپنی اس کتاب کو وجہ بتاتے ہیں۔

تیسرا عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کے نام خدا نے ان سے لے کر مجھے دے دیے ہیں۔ اب آپ سوچیں کہ اگر ان ناموں کی کوئی حقیقت اور تاثیر تھی اور اس تاثیر پر پہلے نبیوں کا حق تھا تو وہ مرزا قادریانی کو کیوں ملے اور اگر وہ انہیں کا ذاتی حق تو پہلوں کو کیوں ملا۔

چوتھی عبارت تو پھر دنیا کے عجائب گھر سے سمجھتے۔ پہلے انہیں الہام ہوا کہ تو سب انبیاء سے افضل ہے۔ پھر یہ کہ تو سب کے برادر ہے۔ پھر یہ کہ تو نبی ہے۔ اتنی نبی ہے۔ پھر یہ کہ تو صرف اتنی ہے اور پھر یہ کہ آدمی بھی نہیں کیڑا اکوڑا ہے اور سب کے بعد یہ کہ تو آدمیوں کی شرمنگاہ ہے اور شرمنگاہ کا بھی وہ حصہ جہاں سے پاخاند آتا ہے۔

نہیں..... مگر ہے

۱..... ”میرا دعویٰ نہیں کہ میں وہی مہدی ہوں بلکہ میرا دعویٰ تو صحیح موعود ہونے کا ہے۔“

(ہماں احمد یہ نمبر ۵۸۵، خراش ج ۲۱ ص ۳۵۶)

۲..... ”میں وہی مہدی ہوں جو عیسیٰ ابن مریم کہلائے گا۔“ (چشمہ معرفت، خراش ج ۲۳ ص ۲)

۳..... ”میں نے مثل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کم فہم لوگ مجھے صحیح موعود خیال کر بیٹھے

- ہیں۔”
 ۲..... ”عیسیٰ کا مهدی ہونا بلکہ سب سے بڑا مهدی ہونا تمام الٰی حدیث اور ائمہ اربعہ کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ میں وہی مهدی ہوں۔“ (پشمہ صرفت، خزانہ حج ۲۲۳ ص ۲)
 ۵..... ”آپ مثل سچ ہیں اور سچ ہیں اور مشن انبیاء ہیں۔“
 (حقیقت الحق میں ۱۸۳، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۱۹۰)
- ۶..... ”صاحب شریعت کے مساوا جس قدر ہم اور محدث ہیں گوہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الہمیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“ (تریاق القلوب میں ۱۳۱، خزانہ حج ۱۵ ص ۳۳۲ حاشیہ)
 ۷..... ”سچ مسعود (مرزا قادیانی) کا انکار خدا کے نزدیک ایک عیقتم ہے۔“
 (حقیقت الحق میں ۱۶۳، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۱۶۷)

پہلے عبارت میں مرزا اپنے مهدی ہونے کا انکار کر کے کہتے ہیں کہ مسیح مسعود ہوں۔ سچ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ سچ مسعود کیا ہوتا ہے۔ یہ مرزا قادیانی کی ذاتی اصطلاح ہے۔ اس کے معنے ہیں ایسا سچ جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ایسا ظاہر ہے کہ ان کے بغیر ان کے ہاں اور کون ہو سکتا ہے؟ اب وہ ہیں اور سچ مسعود کی رث ہے۔ مگر جب بھی اس سے زبان کھس جاتی ہے۔ تو اس کا انکار بھی کر دیتے ہیں۔
 دوسری عبارت میں وہ پہلی بات کا روکر کے کہتے ہیں کہ مسیح مسعود مهدی جو عیسیٰ ابن مریم کہلانے گا۔ یہ کہلانے کا بھی خوب ہے۔ ذرا سوچنے جو آدمی عیسیٰ ابن مریم ہے نہیں اور ہے غلام احمد پر چرا غلبی بی، وہ عیسیٰ ابن مریم کہلانے گا کیسے اور کوئی اسے یہ مانے گا کیسے۔
 بہر حال پہلی بات کا دوسری دفعہ میں انکار ہے۔

تیسرا عبارت میں پہلی دونوں باتوں کا انکار کرنے کے کہتے ہیں کہ مسیح مسعود ہوں اور نہ سچ مسعود بلکہ سچ مسعود کے مثل ہوں۔

چوتھی عبارت میں پہلے سب دعویوں کو بھول جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم یعنی وہ خود سب سے بڑے مهدی ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے سب سے بڑے مهدی ہونے پر تمام امت کے علماء اور چاروں اماموں کا اتفاق ہے۔ جیسے یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے۔ بھلا کہاں۔ چاروں امام و محمد شین اور کہاں مرزا قادیانی۔ آدمی کا جھوٹ بھی کسی سلیقے سے ہونا چاہئے۔ اور چاروں امام اور تمام مدحی نبوت کے کافر ہونے پر متفق ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا فتویٰ تو

یہاں تک ہے کہ مدعاً نبوت سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کرنے والا بھی کافر ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی اس سے پوچھے کہ تو شریعت والا نہی ہے یا بے شریعت تو بھی کافر ہو جاتا ہے اور امام ابو حیفہؓ نے اپنی کتاب فتح اکبر میں اہل سنت کے عقائد میں یہ عقیدہ بھی شامل کیا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت علی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا مانا جائے۔ بتائیے مرزا قادیانی کب آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔

پانچویں عبارت میں وہ پہلے سب بالتوں کا انکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو صحیح مثل معج اور سب کو ختم رکھتے ہیں۔ وادو تجھے اس تحلیقی و ماغ کی۔

چشمی عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ جو ہم مکالم اور نبی ہو اور سب کچھ ہو۔ جیسے وہ خود ہیں اور نبی شریعت نہ لایا ہو تو اس کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اس عکتہ پر ان کے اعتیSQ کو غور کرنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے پیچے نماز کیوں نہ پڑھیں۔ جبکہ ان کے چیخبر صاحب اپنے نہ مانے والوں کو مسلمان بتاتے ہیں۔

ساتویں عبارت میں وہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اور کی بات کا رد کر کے کہتے ہیں کہ مجھے نہ مانئے والا اور کافر کہنے والا دونوں خدا کے نزدیک برادر ہیں اور ایک تم ہیں۔ اس سے اوپر کی بات پوری طرح رو رہو کرہ جاتی ہے۔ سہی وجہ ہے کہ بے چارے قادر یانوں کے سب کو مسلمان کہنے اور کسی کو مسلمان نہ مانئے کی۔

نزول متع

۱..... ”جب حضرت سعی و بارہ اس دنیا میں تحریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام، جمیع اقطار آفاق میں پھیل جائے گا۔“ (براہین احمد نمبر ۴۹۹، خزانہ حج اس ۵۹۳ ماہیہ)

۲..... ”نزول سعی ناصری پر ایمان لانے والا خاتم الانبیاء کا کافر ہے۔“

(تحفہ بخاری م ۲۸، خزانہ حج ۷۴ ص ۳۳)

۳..... ”سچ کو مردہ نہ مانئے والے سے خدا بری ہے اور سیرے ہاں مسلمان نہیں۔“

(کرامات الصادقین م ۱۵۲، خزانہ حج ۷۴ ص ۱۵۲)

۴..... ”اگر یہ عاجز سچ موجود نہیں تو پھر آپ لوگ آسمان سے سچ موجود کو انہار کر دکھلاؤ یں۔“

(ازالہ ادہام م ۱۸۹، خزانہ حج ۷۳ ص ۱۸۹)

۵..... ”ایک کیا وس ہزار سے بھی زیادہ سعی آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ظاہری جلال و اقبال کے ساتھ بھی آؤ سے اور ممکن ہے کہ دشمن میں ہی نازل ہو۔“ (ازالہ ادہام م ۲۹۵، خزانہ حج ۷۳ ص ۱۵۵)

.....۶
”تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو سچ کے وقت برابر ہوتے رہیں گے۔“

(از الہادیم ص ۳۶۸، تجزیہ حج ص ۲۸۹)

پہلی عبارت میں مرازا قادیانی تمام مسلمانوں کی طرح حضرت مسیح کا دوبارہ دنیا میں آتا اور اسلام کو غالب دکھانا مانتے ہیں۔ دوسری عبارت میں اسی عقیدہ کو ختم بتوت کے خلاف اس کے ماننے والے کو کافر کہتے ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو تیرسی عبارت میں وہ اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو جو مردہ نہ مانے وہ مسلمان نہیں اور خدا سے دور ہے۔ چوتھی عبارت میں وہ کہتے ہیں کہ مسیح میں ہوں اور اگر کوئی نازل ہونا ہے تو نازل کر کے دکھاؤ۔ پانچویں عبارت میں وہ اپر کی بات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بہت سے مسیح آسکتے ہیں اور وہ اصل مسیح بھی آسکتا ہے۔ چھٹی عبارت میں وہ پھر پلٹ کر کہتے ہیں کہ مسیح نہیں آئے گا اور جن کی آمد پر اہل کتاب کے اس کے ساتھ ایمان لانے کا قرآن میں بیان ہے۔ وہ رزمانے کے اہل کتاب کے بارہ میں ہے۔ اس خلاصہ بیان سے یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ مرازا قادیانی خود اپنے فیصلہ کے تحت کافر ہیں۔

اب ہم صرف آخری نکتہ کو لیں گے۔ جس کا تعلق قرآن کے بیان سے ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے وہ آیات بیان کی جائیں جن کی طرف اس میں اشارہ ہے۔ سورہ النساء میں ہے:

”وقولهم انا قتلنا الميسیح عیسیٰ بن مریم رسول الله وما قتلواه وما صلبوه ولكن شبه بهلم وان الذين اختلفوا فيه لفی شک منه مالهم به من علم الآتابع الظن وما قتلواه يقینا بل رفعه الله اليه و كان الله عزیزا حکیماه وان من اهل الكتاب الالیؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهیداً“

﴿یہود کا کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے حالانکہ نہ اسے انہوں نے قتل کیا اور اس کے متعلق شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کچھ علم نہیں اور بس گمان کی جیزوی۔ اسے انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسی طرف اخالیا۔ اللہ غالب حکمت کا مالک ہے اور کوئی اہل کتاب سے ایسا نہیں ہوگا جو اس پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہیں لائے گا۔ ضرور لائے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔﴾

ان آیات سے اول نظر میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہود کو حضرت مسیح کے لفظ قتل کا دعویٰ تھا اور اسی کا اللہ نے رد فرمایا ہے۔ ان کے سوی چھٹے حصے کا بیان انجیل میں ہے۔ اس کا رد فرماتے ہوئے اللہ نے اسی سے یہود کو جو بنا دکھایا مطلب یہ کہ اگر وہ تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے تو

یہ سولی کا قصہ کیا ہے۔ پھر اس قتل اور سولی دنوں باقیوں کا مقابل کر کے ثابت کرو دیا ہے کہ یہ سب عنصر شہد کا وکار ہیں۔ جس کا ثبوت ان کے مختلف بیانات ہیں اور پھر سب کے روئیں فرمایا کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا نہ سولی سے اور نہ بغیر سولی کے۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا ہے۔ آگے اس کی مزید تاکید میں یہ دلیل دی کہ وہ جس کے یہ قتل اور سولی کا وعویٰ کرتے ہیں، زمده موجود ہے اور وقت آنے پر رونے زمین کے تمام اہل کتاب اس کی وفات سے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔ جن پر وہ قیامت کے دن گواہ ہو گا۔

اس سے واضح ہے کہ سولی کی موت کا لحت ہوتا اور اس لحت کے روے سے حضرت مسیح کا درجہ بلند ہتا اور ان کے صلیب سے نہ مر نے پر اہل کتاب کا ایمان لاتا۔ یہ تینوں باتیں جو مرزا قادریانی نے اپنی کتاب میں زورو شور سے بیان کی ہیں۔ قرآن نے ان کا انواع بک نہیں لیا۔ خود تورات میں جہاں یہ بات درج ہے وہاں مجرموں کی چھائی اور سولی کا بیان ہے۔ جسے مرزا قادریانی نے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ اب ان کا یہ کہنا کہ اہل کتاب خود اپنی موت کے وقت حضرت مسیح کے سولی سے نہ مر نے پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ کس قدر بے غیاد ہے۔ یہودی جو پہلے ہی ان کی سولی کے قائل نہیں۔ ان کا اس پر ایمان لاتا کیا میعنی اور اس کا کوئی اشارہ قرآن میں کہا ہے۔ یہاں تو ایسے ایمان کا ذکر ہے جس سے یہود و نصاریٰ دنوں محروم ہیں۔ کیونکہ اہل کتاب وہ دنوں ہیں نہ کہ تھا ان میں سے ایک اور ایمان بھی وہ ہے جو یہی شہ سے مومنوں کا شیدہ رہا ہے اور جس کا ایک جزو حضرت مسیح کا سولی سے پچانہ بیکھر کا زندہ اور قابل نزول مانتا ہے۔ ایسا ایمان سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضرت مسیح اللہ کے بندرے اور رسول ہیں۔ نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے اور نہ تاجز باب کے بیٹے اور نہ مردہ۔

ہم نے اوپر قرآن کی جو آیات دی ہیں ان کے مضمون پر غور کیجئے۔ اس میں حضرت مسیح کے گیارہ عدو ضمیر ہیں۔ ان میں دسویں ضمیر کے تحت موت کا ذکر ہے۔ وہ بھی حضرت مسیح کا ضمیر ہے اور اس کی وفات اور قتل کا رو فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ ضمیر اپنے سے پہلے قرب تر اہم یا ضمیر کی جگہ کام کرتا ہے۔ اس وجہ سے جب لوائیں ضمیر حضرت مسیح کا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دسوال ضمیر ان کا نہ ہو اور کسی دور والے اہم کا ہو۔ یہ ایک نہایت اہم قاعدہ ہے جس کو انسان اگر کہیں اپنے ناقص علم کی وجہ سے توڑے تو یہ اس کی قللی ہوتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان کرنا بہت بڑی زیادتی ہے اور پھر یہ فیصلہ بندوں پر چھوڑا کہ وہ چاہیں تو اسے کافر کا ضمیر نہیں اور چاہیں تو نبی کا۔ اس اصول کے تحت جب دسوال ضمیر حضرت مسیح کا ہے تو اس سے ثابت ہے کہ

حضرتؐ سُبْحَانَهُ وَسَلَّمَ

مرزا قادیانیؒ یہاں ایک عجیب کھیل کھیلے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآنؐ کی ایک اور قرأتؐ سے پہلے چلتا ہے کہ آیتؐ میں جن کی موت کا ذکر ہے وہ ایمان لانے والے اہل کتاب ہیں اور ایمانؐ بھی وہ مرتے وقت خدا اور آخرت پر نہیں لاتے بلکہ اس بات پر لاتے ہیں کہ حضرتؐ سعیؐ سویؐ پر نہیں مرے یہ قرأتؐ جو محاورہ اور روزمرہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس کا علم تمہارا مرزا قادیانیؐ کو ہو گا۔ ہمیں تو اس کا کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ اس صورت میں اس بیان کا قائل اور سویؐ کے ذکر سے کوئی ربط نہیں رہ جاتا اور نہ اس میں کوئی خبر ہے پائی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ کوئی بتانے کی بات نہیں کہ اہل کتاب مرنے سے پہلے اور زندگی کی حالت میں ایمان لائیں گے۔ مگر اس کے بعد بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ حضرتؐ سعیؐ گواہ کن لوگوں پر ہوں گے۔ اپنی موجودگی میں ایمان لانے والوں پر یا کسی اور پر۔ اگر پہلی بات ہے تو پھر اس قرأتؐ کی طرف جانے سے بھی مرزا قادیانیؐ کے پلے تو کچھ نہ پڑا۔ اس صورت میں بھی حضرتؐ سعیؐ جب نزول فرمائیں گے تو اپنے اور پر ایمان لانے والے تمام اہل کتاب کے قیامت کو گواہ ہوں گے۔

باب پ کا نام بیٹھے کو

”حضرت امام عبدالبخاری صاحب کا نہ ہب بھی تھا۔ وہ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ حق بھی اپنی مریم آسمان سے اترے گا۔“ (از الادب ام مس خراشیج ۹۶ ص ۳۲)

مرزا قادیانیؐ نے امام بخاری کا نام سب جگہ امام عبدالبخاری کا نام لکھا ہے۔ حالانکہ امام عبدالبخاری کے باب کا نام تھا۔ اس کے ساتھ انہوں نے امام پر یہ بہتان پاندھا کروہ نزولؐ سعیؐ میں تمام اہل سنت اور مسلمانوں کے خلاف عقیدہ پر تھے۔ یہ جھوٹ ہے جس پر تمام عمر قائم رہے اور اس کا انہیں شور عسک نہ ہو سکا۔ اسی طرح ابن عباسؓ پر جھوٹ کہ اس جھوٹ پر تمام صحابہ کا اجماع قائم کروکھایا۔ جھوٹ میں یہ جسارت جس امام کی ہو اس کے امتی جو جھوٹ بولیں کم ہے۔ قصہ صرف اتنا تھا کہ امام بخاری ابن عباسؓ سے زوایت لائے کہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا۔ بس اتنی بات پر مرزا قادیانیؐ نے ڈھول بجا یا کہ ابن عباسؓ و تمام صحابہؓ اور امام بخاریؐ کے نزدیک حضرتؐ سعیؐ علیہ السلام مر گئے ہیں اور یہ تک نہ کبھی پائے کہ وفات دوں گا کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اگرچہ جماعے خود یہ میمعن بھی درست نہیں۔ کیونکہ وفات کا وعدہ ولانا بشارت ہے اور نہ اخلاق اس۔ اسی طرح ان کا کہنا کہ حدیث قرآنؐ کے مطابق ہو صرف وہی مانو اور بخاریؐ میں حدیث ہے کہ امام مهدیؐ کے تشریف لانے پر آسمان سے آواز آئے گی کہ

یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔ حالانکہ بخاری میں یہ سب ہاتھی موجود نہیں اور خود انہوں نے لکھا ہے کہ مہدی کے پارہ میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں اور یہ کہ نبی اگر غلطی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا۔ مسلمانوں کے ہاں تو نبی غلطیوں سے پاک ہوتے نہیں۔ مگر یہ جھوٹ جوانہوں نے جوڑے ہیں۔ ان کی وجہ سے تو وہ خواپنے معیار کے مطابق بھی جھوٹے ہیں۔

ختم نبوت

۱..... ”بڑی بے ایمانی ہے کہ نبی کریم کے معنوں کو ترک کرو دیا جائے۔“

(ست بیکن ص ۴۰۰ ج ۶ مص ۳۰۸)

۲..... ”وہ معنے کئے جائیں جو برخلاف بیان آنحضرت ﷺ و صحابہ و تابعین و ائمہ اہل بیت ہوں۔“ (ضیغم بر این احمد مص ۲۰۲ ج ۶ خزانہ ج ۲۹ مص ۲۹۲)

۳..... ”رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ نے آپ کا نام خاتم النبیین رکھا ہے۔“ (تحفہ بغداد مص ۲۸ ج ۶ خزانہ ج ۷ مص ۳۳)

۴..... ”میں اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبویت اس پر ختم ہیں۔“ (چشمہ معرفت مص ۳۲۲ ج ۶ خزانہ ج ۲۳ مص ۳۲۰)

۵..... ”جو کامل طور پر خود میں فنا ہو کر خدا سے نبوت کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت میں خلل انداز نہیں۔“ (کشی لوح مص ۱۵ ج ۶ خزانہ ج ۱۹ مص ۱۶)

پہلی عمارت میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے جو معنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائے ہیں انہیں ترک کرنا بے ایمانی ہے۔ دوسرا عمارت میں وہ اس اصل کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اجماع کو بھی ملا کر کہتے ہیں کہ ان کی رائے کے خلاف معنے کرنا بھی ظلم ہے۔ تیسرا عمارت میں کہتے ہیں کہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ چوتھی عمارت میں وہ اقرار کرتے ہیں کہ نبی آخر الزمان پر تمام نبویت ختم ہیں۔ خواہ وہ اصل ہوں یا ظلی۔ امتی ہوں یا بروزی پانچ یہیں عمارت میں وہ اوپر کی تمام پابندیوں کو دھرا چھوڑ دیتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے تمام صحابہ اور ساری امت کے خلاف جمل کر کہتے ہیں کہ اطاعت میں فنا ہو کرنی بن بیٹھنا ختم نبوت کے خلاف نہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ختم نبوت کے یہ معنے صحابہ و اہل بیت میں کس نے بتائے میں۔ یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ یہ طرز بے ایمانی ہے یا ظلم یہ اطاعت میں فنا ہونا اور پھر فنا ہو جانے کے بعد نبی بن جانا بھی خوب ہے۔

یہ بات کہ صحابہؓ واطاعت میں فنا ہونے سے نبوت کیوں نہیں۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی دو باتیں کہتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی استعداد و تقصیٰ تھی اور میری استعداد کامل ہے۔ معاذ اللہ! دوسرا یہ کہ اس وقت اور نبی کی ضرورت نہ تھی۔ یہ دونوں باتیں انتہائی غلط ہیں اور غلط ہونے کے ساتھ متضاد ہیں۔ اگر استعداد و شرط تھی تو صحابہؓ کی استعداد میں کیا کسی تھی اور اس کے ساتھ اطاعت میں فنا ہوتا کیوں شرط ہوا اور اگر دونوں باتیں شرط تھیں تو صحابہؓ میں دونوں موجود تھیں۔ اس کے ساتھ اب مزید مدت کی شرط کیوں لگائی گئی۔ ایک آدمی اگر ایک فن میں کامیابی اور مہارت دکھاتا ہے تو کیا وہ اس وجہ سے ناکام مانا جائے گا کہ اس فن کی ضرورت نہیں اور جو ضرورت تھی کی بات ہے اس میں اگر ہماری سمجھ معیار ہو تو اس وقت پر وہ عرب نبی کی ضرورت تھی اور بعض علاقوں میں ابھی تک اسلام نہیں پہنچا۔ سب باتیں وارثگی کی یہ کہا جاتی ہیں۔

دوسری طرف خدا اور رسول کی اطاعت میں کیا دعوائے نبوت کی ممانعت شامل نہیں؟ رسول خدا کا یہ فرمान کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ دعویٰ نبوت کی ممانعت ہی تو ہے اور آپ ﷺ کا جو کلمہ گواستی آپ ﷺ کی اس ممانعت کو خاطر میں نہیں لاتا وہ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا لکتنا بڑا اطاعت گزار ہو سکتا ہے۔ کوئی نسلکی کا کام نہ کرنے والا مسلمان بھی اس سے بڑھ کر مجرم نہیں ہو سکتا۔ سبھی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت میں اس جرم کی سزا قابل اور صرف قتل ہے۔ کہاں کہ وہ نبوت محمدی کو نبی تراش تھائے جہاں ہر آن نبی تراشے جاتے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ دیکھئے کہ اطاعت کرتے کرتے نبی بن جانا یا ان کا اپنا الہام یا اجتہاد ہے۔ جس سے وہ کہتے ہیں کہ ختم نبوت میں خلیل نہیں آتا۔ دوسری طرف حضرت مسیح کے نزول کا جو عقیدہ قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے بعد یہ کفر کی ہے؟ حالانکہ ختم نبوت اور نزول مسیح کا عقیدہ دونوں جب شریعت میں ہیں تو ان میں سے ایک پر کفر کی پھیٹی کتنا کیا منسیع؟ مگر جب وہ خود نبوت کا دروازہ چوپٹ کھولتے ہیں تو یہ کفر کی بھول جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم جو کہہ بیٹھے پر اڑ جاتے ہیں۔ اس طرح ظاہر ہے کہ ہر حکم توڑنے کا بہانہ بنایا جاسکتا ہے۔

تہذیب کا نمونہ

..... ۱ ”پار بار کتے کی طرح ہو کرتا ہے کہ فلاں پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی۔“

(مرابین احمد یہ ۷۷، خزانہ ائمہ ۲۱، ج ۳۰۵ ص ۳۰۵)

..... ۲ ”وہ کتابے اور کتے کے عدد پر مرے گا۔“ (ازالہ ادہام ۱۸۷، خزانہ ائمہ ۳۳، ج ۴۰ ص ۴۹۰)

۳..... ”جس قدر رسول اور نبی گزرے ہیں سب کو احتلاء یہ پیش آئی تھی کہ شریروں کی طرح اس کے گرد ہو گئے تھے۔“ (تربیق القلوب ص ۲۲۸، غزوۃ النجح ص ۳۶۳)

۴..... ”اس نے بہت ساروپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہو گا۔ اس نے کہا میرا نام پیشی ہے۔ جنچا بی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں۔“ (حقیقت الوجی ص ۳۲۲، غزوۃ النجح ص ۳۳۶)

پہلی عبارت میں مرزا قادیانی اپنے کسی گستاخ کو جلی کئی سناتے ہوئے آپ سے باہر ہوتے ہیں۔ وہی ان پر بارش کی طرح برستی تھی اور پیشین گوئیاں انہیں مجازاتے رہنے کا خط قعا۔ جاتے جاتے ایک ساتھ کئی عدو پیشین گوئیاں سنادیتے اور پھر عورت، مرد، بچے، بوڑھے مسلم، فیر مسلم اور یا مگل تک کو گواہ بناتے۔ ادھر کوئی خط ملا۔ ادھر پاس والے ہندوؤں کو وہاںی دینا شروع کر دی کہ دیکھو رام لال اتنے دنوں کے بعد اتنے روپے کامنی آرڈر آ جائے گا۔ بھول نہ جانا اور گواہ رہنا۔ جہاں حالات یہ ہتھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ان پیشین گوئیوں کی پڑتاں نہ ہوتی۔ چنانچہ پڑتاں ہوئی اور مرزا قادیانی جب اپنی پیشین گوئیوں کے غلط معنے اور غلط تاویلیں کرتے کرتے تھک گئے تو آخر کار بازاری زبان پر اترنے کے لئے مجبور ہوئے۔ اب ان کے امتحان کوشش میں ہوں گے کہ یہ کتوں کی عووبی کہیں ”صاف صاف“ قرآن سے دکھائیں۔ کیونکہ وہ ان کی ہر پات قرآن سے دکھانے کے عادی ہیں اور خود مرزا قادیانی بھی اپنی گالیوں کی سند قرآن سے پہنچاتے تھے۔ معاذ اللہ!

دوسرا عبارت میں کہتے ہیں کہ سب رسولوں کے گردان کے خلاف کتوں کی طرح جمع ہو گئے تھے۔ اس طرح انہوں نے رسولوں کی مدافعت کے رنگ میں اپنے آپ کو رسول اور اپنے مخالفوں کو کہنے بنا دکھایا۔ اور یہ ہوشیاری قاتل داد ہے۔

تیسرا عبارت میں وہ اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں جو عربی میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ کتا کتے کی موت مرے گا۔ یہ ان کا کوئی مسکر ہو گا۔ مگر الہام خوب ہے۔ تہذیب سے دور ہونے کے ساتھ بے معنے ہے۔ اس کے شیطانی انجام ہونے میں کیا شہر ہے۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ آدمی جب الہام کی خواہش کرے تو شیطان اسے الہام کرتا ہے اور یہ خواہش آپ کو معلوم ہے کہ ان کے بغیر اور کسے تھی؟۔

چوتھی عبارت میں وہ اپنے کسی خواب یا الہام کا تذکرہ کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بہت سے روپے دیے۔ یعنی میں کا خواب چھپھڑے۔ جب میں نے اس سے نام پوچھا تو نہ بتایا۔ پھر

بوجھا تو انہیں اپنے الہام پہنچانے والے پر یقین تھا۔ آخرا سے بھی اپنا نام یاد آگئیا اور نام وہ بتایا جو بھی کسی کی زبان پر نہیں آیا۔ یعنی پیچی، پیچی اور پھر پہنچانی میں اس کے معنے بتا کر ظاہر کیا کہ یہ کویا بے معنے لفظ نہیں۔ بعض الہام انہیں اگریزی میں بھی ہوئے جو قرآن کے صریح خلاف اور عقل سے دور بات ہے۔ ایسے روپوں والے الہامات سے جن کی یہ شاندار عبارت اور ترکیب ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ وہریوں کو خدا کا قاتل کیا جاسکتا ہے۔ حق ہے:

گر تو قرآن بدیں بمعنے خوانی جبری رونق مسلمانی

چکدار طرز

- ۱..... ”الف، ح، م، دال“ (۱۳۶۰ میں خدا کا نام ج ۲۷۶ ص ۳۷۶)
 - ۲..... ”بجو اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادریانی کسی کا نام نہیں۔“ (از الادب میں ۱۸۶۰ میں خدا کا نام ج ۳۳ ص ۱۹۰)
 - ۳..... ”محل میں سائھیا ستر یا کم و بیش آدمی موجود تھے۔“ (حقیقت الوعی میں ۱۸۵۵ میں خدا کا نام ج ۲۲ ص ۱۹۳)
 - ۴..... ”جیسے آدم تو ام پیدا ہوا۔ میری پیدائش بھی تو ام ہے۔“ (برائین احمد نمبر ۵ ص ۲۲ میں خدا کا نام ج ۲۱ ص ۸۰)
 - ۵..... ”اب خدا نے دوسرا آدم پیدا کرتے وقت فرمایا میں نے خلیفہ بنانا چاہا اور آدم پیدا ہوا۔“ (کشی فوح میں ۸ میں خدا کا نام ج ۱۹ ص ۹)
- مرزا قادریانی کو شاہ نعمت اللہ کی چیشیں گوئی کہیں سے میر آئی یا خود بنالی۔ اس میں دیکھا کہ آخری زمانہ میں کسی مجدد کا نام احمد ہو گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ احمد ہمارے بغیر اور کون ہو سکتا ہے؟۔ لیکن شاہ نعمت اللہ کی تصدیق بھی ہمیں حاصل ہو گئی۔ مجدد کے متعلق تو ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں کیا تھا۔ یہ کلرا اس کا ایک ساتھا:

دوسرا نام احمد گمراہ کند خلقت اور ہر کس نام احمد گمراہ کند خلقت
یعنی احمد نام کے دو آدمی لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوں گے۔ یا سب احمد نام والے
ایسے ہوں گے۔ یہ ان کی بات سولہ آنے درست ثابت ہوئی ہے اور احمد نام والوں کا حصہ میں
الاما شاہ اللہ گمراہی کے بغیر کچھ نہیں آیا۔ بہر حال مرزا قادریانی نے اپنے نام سے غلام کا لفظ جاتا کیا
اور احمد بنا کر اپنے آپ کو شاہ نعمت اللہ کی چیشیں گوئی پڑھاں دیا۔ اس کے بعد خیال آیا کہ
تیرہ ہویں صدی کے اخیر میں آتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہوئی کہ ان کے نام کے تیرہ سو عدد

ہوں۔ جو ظاہر ہے کہ احمد میں موجود نہیں۔ اس پر اپنے نام کا جو چھات کر احمد بنایا تھا۔ پلاسٹک کی طرح بڑھایا اور وہ پھیل کر غلام احمد قادیانی ہو گیا۔ اب اگر بیسویں صدی سے ان نام کو ملانے کی ضرورت پیش آئی تو اس کے اول مرزا قادیانی اور اخیر خان ہندی پنجابی وغیرہ لگا کر پورا کر دکھاتے ورنہ ظاہر ہے کہ ماں باپ نے تو ان کے نام میں نقادیانی ملایا ہو گا اور نہ غلام کا نا ہو گا۔

تیسری عبارت میں وہ کسی مجلس کے آدمیوں کی تعداد اپنے الفاظ میں بتاتے ہیں جن کو کوئی جتنے آدمی سمجھ لے۔ مرزا قادیانی کے الفاظ اس کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

چوتھی عبارت میں وہ قرآن کو یقین پڑال اور زاروں کے نظر پر پھیل کر حضرت آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے ہاں پیدا ہونے والا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جزو اس پیدا ہوئے اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھ لوئیں بھی جزو اس پیدا ہوا ہوں۔ یہ بات کوئی مسلمان تو نہیں کہہ سکتا۔

پانچویں عبارت میں اپنے آپ کو آدم اور خلیفہ ظاہر کرتے ہیں۔ گویا خود اپنے باپ

ہوئے۔

متعدد جھوٹ

”حضرت سعیج نے حضرت مجید کی نسبت سے کہا تھا کہ جو ایسا جو آئے والا تھا یہی ہے۔ جہور کے اجماع کے خلاف تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے نسخ قبول کیا۔ نہ مجید کو۔“

(از الاداہ مص ۲۷، بخرا ان ج ۳۲ ص ۲۲۷)

اس تھوڑی سے عبارت میں مرزا قادیانی نے جھوٹوں کا ادب لگادیا ہے اور یہی ریت کا توہنہ بنیاد ہے ان کے مثل سعیج ہونے کی۔ نہ تو حضرت سعیج نے لوگوں سے یہ فرمایا کہ ایسا یہ کہ مل کسی کو آتا تھا اور وہ مجید ہی ہے اور نہ ہی یہ بات لوگوں کے اجماع کے خلاف تھی اور نہ اس وجہ سے لوگ حضرت سعیج اور حضرت مجید کے مذکور ہوئے۔ انہوں نے صرف اپنے شاگردوں سے یہ فرمایا تھا جو شاید وہ حضرت مجید کے حق میں سمجھے ہوں گے اور وہ ان دونوں حضرات کو نہیں مانتے تھے۔ انجلی کی اصل عبارت ہی آپ دیکھیں اور پھر یہ بھی معلوم کریں کہ اس خالص جھوٹ پر مرزا قادیانی کے مثل سعیج ہونے کا گھروندنا کیسے تعمیر ہو گیا؟۔ نہ ایسا کام آسان کو جانا تسلیم کیا اور نہ اس کا آسان سے اترنا دکھائی دیا اور خود اپنی طرف سے حضرت مجید کو ان کے مثل گروانا اور اس کے بعد کہا کہ نہ حضرت سعیج آسان پر اٹھائے گئے اور نہ آسان سے نازل ہوں گے اور مجھے اسی طرح ان کے مثل مانو جیسے مجید ایسا کے مثل تھے۔ مگر مجید نے کب کہا تھا کہ مجھے ایسا کام نہ۔ یہاں تو بات اور ہے۔ حیرت تو مجید کے قادیانی اور لاہوری متعین پر ہے جو دون میں وسیع مرتبہ اس کہانی کو سبق کی

طرح وہ راتے ہیں اور اس پر تقریریں اور مناظرے کرتے ہیں جس کا کوئی ایک جزو بھی صحیح نہیں اور انہیں سوچتے کرتے ہوئے دھوکہ میں اُنہیں ڈالا گیا اور وہ لوگوں کو ڈال رہے ہیں۔

۱..... ”اور جب خداوند ایلیاء کو گولے میں آسان پر اٹھائیں کو تھا تو ایسا ہوا کہ ایلیاء ایش کو ساتھ لے کر جہاں سے چلا۔“ (سلطین باب ۲ ص ۳۲۶)

۲..... ”انبیاء زادے جو بیت ایل میں تھے۔ ایش کے پاس آ کر اس سے کہنے لگے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے تیرے آتا کو اٹھا لے گا۔“ (سلطین باب ۲ ص ۱۶)

۳..... ”ایلیاء نے ایش سے کہا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ سے لے لیا جاؤں بتا کر میں تیرے لئے کیا کروں۔“ (سلطین باب ۲ ص ۳۲۶)

۴..... ”وہ آگے چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے کہ دیکھو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاء گولے میں آسان پر چلا گیا۔“ (سلطین باب ۲ ص ۳۲۶)

۵..... ”دیکھو! خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن آنے سے پیشتر میں ایلیاء نبی کو تمہارے پاس بیجوں گا۔“ (ملکی باب ۲ ص ۸۹۳)

۶..... ”ایلیاء موسیٰ کے ساتھ ان کو دکھائی دیا اور وہ یوسع سے باتیں کرتے تھے۔“

(مرقس باب ۸ ص ۲۲، متی باب ۷ ص ۲۷)

۷..... ”اس نے جواب میں ان سے کہا کہ ایلیاء البتہ آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاء تو آچکا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم ان کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ اب شاگرد مجھے گئے کہ اس نے انہیں یو حدا پہنچتے دینے والے کی بابت کہا۔“ (متی باب ۷ ص ۲۱)

ان نکات پر آپ غور کریں۔ ان میں کہیں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ کوئی کسی کی میل آیا ہے یا کسی نے اپنے کو آسان سے نازل ہونے والے کی میل بنایا تھا۔ جو بات ان میں واضح طور پر موجود ہے یہ ہے کہ ایلیاء کو خدا نے گولے میں آسان پر اٹھایا اور پھر وہ نازل ہوئے۔ حضرت عصی کے شاگردوں نے ان سے باتیں کرتے دیکھے اور پھر غائب ہو گئے اور اٹھائے جانے سے پہلے بھی انہوں نے اپنے ساتھیوں کو یہ بتا دیا تھا کہ خدا مجھے اٹھائے والا ہے۔ ٹھیک ہی بات حضرت عصی کے متعلق انجیل میں اور خود قرآن و حدیث میں موجود ہے کہ اللہ نے انہیں اٹھایا ہے لہجه دوبارہ نازل ہوں گے۔ یہ بات مرزا قادیانی کو اس نہیں آئی اور اس کی بجائے ایک ایسی کہانی جوڑتے ہیں جو خود ان کے ماننے والوں کے بغیر کسی کا دماغ قبول نہیں کرتا۔

انجیل کا یہ بیان کہ ایلیا آئے گا اور سب کچھ بحال کر دے گا اور پھر ساتھ یہ کہ ایلیا تو آپکا ہے اور انہوں نے اسے پہچانا نہیں۔ یہ دونوں باتیں آپس میں مگر اتی ہیں۔ مگر یہ کہیں بھی موجود نہیں کہ کسی نے اٹھ کر کہا ہو کہ چھوڑ ایلیا کو وہ مر گیا ہے اور میں اس کے مثل ہوں۔ جیسے مرزا قادری کا کردار ہے۔ حضرت سعیج کے شاگردوں کے متعلق جو ہے کہ انہوں نے ایلیاء کی آمد حضرت سعیج کے حق میں سمجھی۔ یہ بھی نہ حضرت سعیج کی بات ہے اور وہ ان کے شاگردوں کی اور میں کا تب انجیل کا بیان ہے۔ اس لئے کسی بھی سند کے قابل نہیں اور نہ یہ مرزا قادری کے حالات سے مناسب رکھتا ہے۔

دوسری طرف یہ حضرت ایلیاء کا اپنا ارشاد ہے کہ خدا مجھے اٹھائے گا اور ملا کی نبی کا بیان ہے کہ خدا انہیں نازل کرے گا اور حضرت سعیج کے شاگردوں کا مشاہدہ ہے کہ خدا نے ان کو نازل کیا۔ نص اور سند تو اس کا نام ہے۔ نہ اس کا کہ شاگرد کچھ سمجھے۔ ہم معلوم سمجھے بھی یا نہیں اور پھر ان کے کچھ سمجھنے سے بھی ایلیا کے مثل ہو گیا اور مرزا قادری سعیج کے مثل ہو گئے اور ان کا کچھ سمجھنا حضرت سعیج کا ارشاد ہو گیا۔

میں مسلمان ہوں

”میں کوئی نیادیں یا نی تعلیم لے کر نہیں آیا بلکہ میں بھی تمہاری طرح تم میں سے ایک مسلمان ہوں۔“
(از الہ اولہم ص ۱۸۲، بخرا ان ج ۳۷ ص ۱۸۷)

اس عبارت میں مرزا قادری اپنے آپ کو ایک مسلمان اور صرف مسلمان ظاہر کر کے کہتے ہیں کہ میں دین میں کوئی نئی بات ملانے یا اس سے کچھ کم کرنے نہیں آیا۔ اب آپ اس سوال میں نہ جائیے کہ ہمارا آپ نبی بن کر آئے کس لئے ہیں؟ ہم یہاں ان کی نئی باتوں کی ایک فہرست دے کر ثابت کریں گے کہ انہوں نے اس ایک بات میں سوتھی جھوٹ بولا ہے اور کم از کم سو باتیں اسی کی ہیں جن کا کوئی مسلمان قاتل نہیں۔

۱..... خدا سے بر ابری ۲..... خدا سے بر تری

۳..... تقدیرِ الٰہی میں تصرف

۴..... ذوالقرمین کا دھوئی

۵..... صلیب سعیج

۶..... مثل سعیج کا دھوئی

۷..... نزول سعیج کا انکار

- ۱۰۔۔۔ مسیح سے افضل
۱۲۔۔۔ انبیاء سے افضل
۱۳۔۔۔ تمام انبیاء کا اتفاق کہ پیشینگوئی غلط ہوتی ہے
۱۶۔۔۔ محجزات مسیح سے انکار
۱۸۔۔۔ احادیث میں تصرف
۲۰۔۔۔ دجال کا انکار
۲۲۔۔۔ امام بخاری پروفات مسیح کا بہتان
۲۳۔۔۔ چاروں اماموں پر بہتان کے مددی یعنی مسیح ہوگا
۲۴۔۔۔ اجماع کا انکار
۲۶۔۔۔ نبوت جاری ہونے کا دعویٰ
۲۸۔۔۔ تمام انبیاء کے ناموں کا دعویٰ
۳۰۔۔۔ اُستی کا نبی ہونا
۳۲۔۔۔ میرا مسکر کافر ہے
۳۳۔۔۔ انگریزوں کی تعریف حدیث میں
۳۶۔۔۔ مددی ہونے کا دعویٰ
۳۸۔۔۔ پہلی کتاب میں ناقص
۴۰۔۔۔ ان پر غلط پیشگوئیوں کی تہمت
۴۲۔۔۔ حضرت مریم کی توہین
۴۳۔۔۔ قرآن میں تصرف قرآن میں گندی گالیاں
۴۵۔۔۔ قرآن کے قصوں میں جھیلیں گوئیوں کا دعویٰ
۴۷۔۔۔ آدم ہونے کا دعویٰ
۵۰۔۔۔ سورت فاتحہ سے نبوت کا ثبوت
۵۲۔۔۔ الہام حدیث کے برابر
۵۳۔۔۔ احادیث دجال کا انکار
۵۶۔۔۔ بیٹے کو خدا کے برابر کہنا
- ۹۔۔۔ مسیح ہونے کا دعویٰ
۱۱۔۔۔ تمام انبیاء کا بروز
۱۳۔۔۔ انبیاء میں غلطی بتانا
۱۵۔۔۔ حضرت یوسف کی برابری
۱۷۔۔۔ سب سے اوپرچا تخت
۱۹۔۔۔ احادیث کا تنول
۲۱۔۔۔ قرآن و حدیث میں قادریاں
۲۳۔۔۔ چاروں اماموں پر بہتان کے مددی یعنی مسیح ہوگا
۲۵۔۔۔ خاتم نبوت کا انکار
۲۷۔۔۔ یہ دعویٰ کہ میں نبی ہوں
۲۹۔۔۔ تمام انبیاء کا مظہر
۳۱۔۔۔ نبی کا اُستی ہونا
۳۳۔۔۔ جہاد حرام ہے
۳۵۔۔۔ انگریزی اقتدار مکہ سے افضل
۳۷۔۔۔ پہلے انبیاء ماقص
۳۹۔۔۔ مسیح پر شراب کی تہمت
۴۱۔۔۔ حضرت مسیح کی توہین
۴۳۔۔۔ خاتم ولادت کا دعویٰ
۴۵۔۔۔ حضرت یوسف کی توہین
۴۷۔۔۔ حضرت آدم کے بھائی بہن
۴۹۔۔۔ احادیث مددی کا انکار
۵۱۔۔۔ قادریاں مکہ کے برابر
۵۳۔۔۔ اس برابری کا اجماع کا دعویٰ
۵۵۔۔۔ انبیاء کے شل ہونا

- ۵۸..... صحابہ کا اجماع غلط
 ۵۹..... وفات سعی پر مال کتاب کا اجماع
 ۶۰..... سعی کے قتل و جال پر اتفاق نہ کرنا
 ۶۱..... نبی آخر الزمان کی آمد پہلی کتابوں میں نہیں
 ۶۲..... وہ ہزار سعی کی آمد ممکن
 ۶۳..... ابن عباس پر وفات سعی کا اثر ام
 ۶۴..... عذاب جہنم و قیامت کے غیظہ دوزخ کے مکر
 ۶۵..... یا حجج ماجرون کا انکار
 ۶۶..... سعی کو عیوب کاموں میں مہارت تھی
 ۶۷..... مغرب سے طلوع آفتاب کا انکار
 ۶۸..... سعی و مہدی ایک ہیں
 ۶۹..... آیات سعی متشابہات ہیں
 ۷۰..... صفات باری میں قحط
 ۷۱..... حضرت سعی کی علیفیر ہو گئی
 ۷۲..... شہید کو نبی پر جزوی فضیلت
 ۷۳..... صفات باری میں فرق
 ۷۴..... تقدیر کا انکار
 ۷۵..... خدا کے عدل کا انکار
 ۷۶..... اپنا نام تمام اور خدا کا نام تمام
 ۷۷..... ضرورت سے نبوت
 ۷۸..... استعداد سے نبوت
 ۷۹..... اطاعت سے نبوت
 ۸۰..... خدا کی صفت غصب سے انکار
 ۸۱..... خدا میرے یتھے
 ۸۲..... خدا میرے ساتھ ہے
 ۸۳..... جو مجھے ملائی کوئی نہیں ملا
 ۸۴..... تونی کے معنی سعی مر گیا
 ۸۵..... صحابہ کے اجتماع سے انکار
 ۸۶..... الہام بر ابروی ہونے پر اجماع
 ۸۷..... مبارکہ
 ۸۸..... نبی مسیح مجازی نبی
 ۸۹..... مسیح ایک عام مسلمان
 ۹۰..... نزول سعی کی احادیث میں استغفار ہے
 ۹۱..... سعی مجازی نبی
 ۹۲..... خدا اور تمام انبیاء نے مجھے سعی سے
 ۹۳..... قبول اسلام کے بغیر نجات ممکن
 ۹۴..... قبور میں سانپ پکھو دکھاؤ
 ۹۵..... قرآن استغفارات سے بھرا ہے

مقابلہ سے فرار

اشاعت السنۃ کے صفات میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے کتاب دافع الوساں کی زبان غلطیاں اور فتح الاسلام و توضیح المرام کے کلمات کفر کے متعلق ۸۵ سوالات کا جواب اور مرزا احمد بیک کی موت کے متعلق جواب پیش کیا جائے اور پھر یہ سوال ہو گا کہ تم نجوم اور رمل اور مسکریزم سے واقف ہو۔ پھر جوابات کے جواب کا جواب پوچھا جائے گا۔ سلسہ دار پھر ہم پوچھیں گے کہ مقابلہ کی عربی تفسیر لکھنا ہم ہونے کی کیا دلیل ہے۔ اس کے علاوہ ہم ہونے کی اور دلیل کیا ہے۔ ان مراحل سے گزرنے کے بعد تفسیر عربی اور قصیدہ نعمتیہ میں مقابلہ کیا جائے گا۔“

(کرامات الصادقین ص ۲۲، فخر ان حج ۷۷ ص ۶۵، ۶۳)

مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بیالوی کو ہم نے تفسیر میں مقابلہ کرنے کو کہا۔ اس کے ہمراہ دوسرے علماء بھی تھے اور اس نے مقابلہ کی یہ شرائط پیش کیں جو اوپر درج ہیں اور اس پر ہم نے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے شرائط میں دیکھا اور بھاگ آئے۔ یہ ہے امتی کے ہاتھوں خیبری پہنائی کی واحد مثال۔ بھلاہتا یہے ان شرائط میں کون سی بات بے جا ہے؟ جس شخص کو اپنی سچائی پر یقین ہو وہ ہر طبیعی چال کا مقابلہ کر کے غالب آتا ہے اور کبھی پیچھے نہنے کا نام نہیں لیتا۔ تھیک مرزا قادریانی کی اسی سنت پر اب قادریانوں کا عمل ہے۔ انہیں اگر کوئی مرزا قادریانی کی باتوں کو موضوع بنانے کو کہے تو وہ نہایت شاندار جرأت کے ساتھ میدان سے بھاگ آتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی کسی بات کو سیدھا کھانا محال سے زیادہ مشکل ہے۔

بزرگان امت پر بہتان

قادیریانی کہتے ہیں کہ تیرہ بزرگ مرزا قادریانی کو نبی نامنے کے قائل ہیں۔ حضرت عائش، امام راغب اصفہانی، مجی الدین ابن عربی، ملا علی قاری، مولا ناروم، میران بیرون سید عبدالگفریم جیلانی، جناب عبدالوہاب شعرانی، محمد طاہر گجراتی، حضرت شاہ ولی اللہ، مولا ناعبد الحنفی لکھنؤی، مولا نا محمد قاسم نالوتی، نواب صدیق سن خان۔

پہلے چار بزرگوں کو انہیوں نے جس طرح اپنا بنا لیا ہے۔ اس کا پول ہم نے دو کتابوں میں کھولا ہے۔ مولا ناعبد الحنفی نے حضرت مسیح کے قیاس سے غیر شارع نبی کو وسری زمینوں میں

ممکن نہ تایا ہے۔ یہ فرضی قیاس ان کا غلط سمجھی۔ مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس سے زمین میں کوئی اور نبی پیدا ہو گا اور ناؤتوی صاحب نے عشق و سول میں قرب و بردھی کچھ کہا ہے جو منصور حلاج نے خدا کے عشق میں کہا تھا۔ دونوں کا حساب اللہ کے پاس ہے۔ نہ منصور خدا اونہ کوئی طفیل نی ہے۔ مولا ناروم کا یہ شعر مشنوی دفتر اول میں بتایا گیا ہے۔ جو دہاں موجود نہیں:

مگر کن ذر راہ نیکو خدتے تائبوت یابی اندر اتے
اس میں مکروہ شرارت سے امتنی آدمی کو نبی بن دکھانے کا سبق دلایا گیا ہے اور مرزا
قادیانی نے یہی کچھ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شعر انہی کا ہوا در مولا ناروم کے سر مردیا گیا ہو۔

حضرت پیران پیر صاحب کی جو عبارت کئی داستوں سے نقل ہو کر آئی ہے۔ اس کا
ترجمہ خود قادیانیوں سے ہی ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام کے معنے سے
آگاہ کرتا ہے اور اس مقام کا رکھنے والا انبیاء، ادیماء میں سے ہوتا ہے۔“ اس کے الفاظ پر غور کیجئے!
اگر اس کا مطلب یہی ہے کہ مرزا قادیانی نبی ہیں تو حضرت پیران پیر صاحب کیوں نبی نہیں؟۔
انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں اور نہ ہی کوئی انبیاء نبی مانتا ہے۔ یعنی مدعی ست گواہ چست۔
عبدالکریم جیلی کا انسان کامل ابن عربی کی فصوص الحلم ہے اور فصوص الحلم کے بارہ میں

حضرت مجدد نے فرمایا تھا:

مارنص بايد نہ کر فص
اس کا ترجمہ خود قادیانیوں سے ہے: ”ہر نبی ولایت ولی مطلق سے افضل ہے اور اسی لئے کہا گیا
ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہاء ہے۔“

خط کشید الفاظ پکار رہے ہیں کہ نبی کی ابتدائی حدود کو چھوٹے سے پہلے ہی ولی کے سفر کی
اٹھاء ہو جاتی ہے۔ جیسی وجہ ہے کہ ایسے خیالی نبی ولایت کا عالم واقعہ میں کوئی وجود نہیں اور اس کے
کوئی معنے نہیں۔ مصنف نے حضرت سعیج اور حضرت کے قیاس پر اسے ہاتھے ہنا چاہا۔ مگر مثال تو کسی
ایسے کے ہونی چاہئے جو اسی سے نبی ہنا ہوا اور نبی مانا گیا ہو۔ تاکہ وہ قادیانیوں کے ہدوئی کے کام
آئے۔

امام شعرانی کی ملrf سے دھلتا تھا ہیں کہ صرف شارع نبی کا آنامنح ہے۔ غیر شارع

نی آ سکتا ہے اور شارع کیوں نہیں آ سکتا اس کی دلیل یہی ہے کہ شریعت محمدی کامل ہے۔ کسی نی تعلیم کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد غیر شارع نبی کے آنے کی دلیل یہی ہے کہ حضرت مسیح نازل ہوں گے۔ مگر یہ دونوں باتیں مرزا قادیانی کے خلاف ہیں۔ غیر شارع نبی کی دلیل حضرت مسیح کے بغیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی اور اسے وہ مانتے نہیں۔

امام محمد طاہر نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت عائشہؓ کے اس قول کی شرح ہے جس کی کوئی سند نہیں اور جس کے متعلق خود قادیانی مانتے ہیں کہ وہ بھی حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ شاہ ولی اللہ اور نواب صدیق حسن خان کا نام وہ محسن دھوکہ کے لئے لائے ہیں۔

اقتباس الانوار اور تفسیر ابن العربي سے بھی دو حوالے قادیانی لائے ہیں کہ حضرت مسیح کسی نئے بدن سے نزول فرمائیں گے۔ ابن عربی نے تو آنحضرت کی پیدائش کو بھی فلسفیانہ کھینچا تا انی کا موضوع بنا کر چھوڑا ہے جو ظاہر ہے کہ خدا سے ڈرنے والے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کے نزول کا بھی کیا یا تجربہ کیا ہو۔ اگرچہ قادریانی دوستوں کے حوالے اور استدلال کا حال معلوم ہے۔ پھر اس کی کسی دلیل کا وہ نہیں زرا دعویٰ ہے اور پہلی کتاب کی دلیل یقین ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ مهدی حضرت مسیح کے بغیر کوئی نہیں۔ مگر حدیث میں ان کے کسی بروزی جسم یا وجود کا بیان نہیں اور نہ اس بات کے قائل کا کوئی نام بتایا گیا ہے۔

دوسری طرف حدیث کی تحقیق کے ساتھ یہ بھی جانا ضروری ہے کہ خود حضرت مسیح کے نزول فرمانے میں کیا خرابی ہے؟۔ جوان کے بروزی جسم میں نہیں ہوگی۔ اگر ان کا آنا اچھا نہیں تو شکل بدل کر آنا کیوں اچھا ہوا۔؟۔ یہی صورت خدا کے بروز کے بارہ میں مان کر تسلیث و بت پرستی کو کیوں صحیح مان لیا جائے۔ جو کچھ معقول بھی ہے۔ انسان کے بروز کی بحث کیا معنی؟

تاریخ طبری اردو جلد اول حصہ چہارم اور حصہ اول جلد چہارم میں مختلف حوالوں سے وہ بتاتے ہیں کہ مسلمہ کذاب شارع نبی ہاتھا اور بااغی تھا اور حضرت ابو یکبرؓ پنے سپاہیوں سے فرماتے تھے۔ ذرا ان بستیوں سے آذان اور اقامۃ کو سن لیتا۔ اس سے وہ خود اپنی اذان اور نماز کے پروردہ میں مرزا قادیانی کی نبوت کو چھپاتے ہیں۔ اس کا جواب یہی ہے:

بک رہا ہے جنون میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وقت زمین کے کسی گوشہ میں دوسرے نبی کی ضرورت نہ تھی۔
بہر حال اگر اس کے ماننے والے بغاوت سے قتل کے قابل تھے تو ابو بکرؓ وہ ان کی اذان پر کان
دھرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اور قرآن میں شارع و غیر شارع نبی پر ایمان لانے کی یہ
تفصیل کہاں ہے؟۔ اگر مرزا قادریانی کو انگریز نبی پرستی فرض اور جہاد حرام ہونے کی وجہ ہو تو وہ نبی
اور کوئی دوسرا بے چارہ اسی وجہ کا دام بھڑے تبااغی۔

ایک اہم نکتہ

مرزا قادریانی خود کہتے ہیں کہ پہلے بھی کوئی اتنی نبی نہیں ہوا۔ ایسا صرف میں ہی ہوں
اور کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

قادیریانی کہتے ہیں کہ ان پر ایمان لانے کا تمام انبیاء سے عہد لیا گیا تھا۔ معاذ اللہ! تاہم
قرآن کی سورت مائدہ میں نبی اسرائیل سے اللہ کا ایک عہد موجود ہے۔ جس میں نہاز اور زکوٰۃ کے
ساتھ رسولوں پر ایمان لانے کا بھی ان کو پابند کیا گیا تھا۔ یہ عہد اگر پہلے انبیاء کے حق میں لیا جائے
تو لا حاصل ہے۔ اس لئے کہ انہیں تو وہ رسول مان چکتے اور اگر بعدِ رسولوں کے حق میں مانا جائے
کہ بعد میں جو رسول ہوا اس پر ایمان لاو تو اس سے وہ یہ کہہ کر بھاگ سکتے تھے کہ بعد کو آنے والا
رسول ہے نہیں۔ اس لئے ہم اب نہیں مانتے۔ اللہ نے اس کے تدارک میں ایک تو انہیں یہ مانے
کا پابند بنایا کہ بعد میں اور رسول آئیں گے۔ دوسرے ان سے فرمایا کہ تم اپنے ہی رسولوں کے
ساتھ ایمان میں مضبوطی دکھانا۔ اگر ان کی ہربات کو مانا تو جس نئے نبی ماننے کا وہ حکم دیں اسے بھی
ماننا۔ بعد میں حضرت سعیج نے بھی اپنے حواریوں سے یہ عہد لیا۔ اس عہد کے تحت نبی آخر الزمان کا
مکفر پہلے تمام رسولوں کا مکفر ہے۔ بالکل اسی طرح فتح نبوت اور نزول نصیح کا مکفر عَلَيْهِ السَّلَامُ کا مکفر ہے
اور جملہ انبیاء کا مکفر آدمی ایک نبی کو اگر اپنے دل سے نبی مانتا ہو تو وہی ایک اسے باقی رسولوں پر
ایمان لانے کا پابند بنائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے کہ وہ پہلے کی تصدیق کر کے بعد والے کی
خبر دے گا اور اس کی تصدیق اور خبر کو نہ ماننا خداوس کا انکار ہو گا۔

ختم ثبوت
افروزا ظهار الحق



جناب داکر نظیر صوفی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُظہار مقصود

مرزا سیت کی روشن فتح نبوت سے الکار ہے۔ بشیر الدین محمود خلیفہ قادریان نے ثبوت مرزا کے اثبات میں بڑا ذرمار اور اپنی جماعت کو اسی بنیاد پر استوار کیا ہے۔ لیکن جہاں تک بانی جماعت کا تعلق ہے۔ اپنی تمام مراقبیانہ تعلیمیں کے باوجود وہ فتح نبوت کے قطعی طور پر قائل رہے۔ اس زمانہ میں بھی جسے میاں بشیر الدین محمود نے ان کا دور نبوت کروانا اور جس دور کے الہامات کو اپنی جماعت کے لئے معیار ایمان تھہرایا۔ میں نے سوچا کہ متلاشیان حق کے لئے مسئلہ فتح نبوت کو اسی معیاری دور کے الہامات کی کسوٹی پر پر کھدیا جائے۔

شاید کہ کسی دل میں اتر جائے میری بات
اور وہ ہدایت پا جائے
نظر صوفی

الرجاء الاول ۱۳۹۲ھ

اللّٰهُمَّ انِّي اعُوذُ بِكَ مِنْ فَتْنَةِ الْمُسِيْحِ الدَّجَالِ!

تعین دور نبوت بانی مرزا سیت

میاں بشیر الدین محمود خلیفہ قادریانی نے تحقیقاتی عدالت ہائی کورٹ لاہور میں ۱۳۸۰ء یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں دعویٰ نبوت کیا۔ جنوری ۱۹۵۳ء کو سوال نمبر ۱۹ کے جواب میں خلیفہ بیان دیا کہ: ”جہاں تک مجھے یاد ہے، انہوں نے ۱۸۹۱ء میں نبی ہونے کا اعلان کیا۔“ اور اس سے قبل ۱۹۳۵ء میں محشر بیٹ دوجا اول گوردا پور کی عدالت میں بھی بنسلدہ مقدمہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری خلیفہ بیان دیا تھا کہ آپ نے اخیر ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں دعویٰ نبوت کیا۔

میاں محمود کے یہ خلیفہ بیان اور آخری ہونے کی وجہ سے ان کی اس موضوع پر تمام پہلی تحریروں اور بیانوں کو منسوخ کرتے ہیں۔ لیکن ان کا (تحقیقت الہامتوں میں ۱۱۲۱ اور القول الفصل میں ۲۲ وغیرہ) میں اعلان نبوت کا تعین ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء میں کر کے برہنائے نام نہاد دعویٰ نبوت اس سے پہلے کے الہامات کو منسوخ کہنا قاططہ تھہرا۔ کیونکہ اعلان نبوت تو خود میاں محمود کے خلیفہ بیانوں کی رو سے ۱۸۹۰ء کے آخر یا ۱۸۹۱ء کے شروع میں ہوا تھا۔ پس تحقیقت النبوت اور القول الفصل میں پیش کردہ ان کے اپنے ہی نقطہ نظر کے مطابق اب فتح نبوت کی بابت بانی جماعت کے ۱۸۹۰ء کے

بعد کے فرمودات غلامان مرزا غلام احمد قادریانی کے لئے آخی جدت شہریں گے۔ جنہیں قول کرنا ان پر لازم فی الایمان ہے۔ کیونکہ فرمایا ہاں جماعت نے: ”وَهُوَ جَوْدًا وَرَسُولٌ كَفَرَ مَعْرِكَرْ ۝ ۷۲۲، ج ۹، ص ۱۸۵“ (حقیقت الواقع میں)

ختم نبوت افروز اظہار الحجت

مرزا بیت ختم نبوت سے انکاری ہے۔ لیکن جہاں تک ہاں جماعت کا تعلق ہے۔ ان کی مجموعہ ماموریت کے بعد کی تحریرات از ۱۸۹۱ء تا ۱۹۰۷ء سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوت کے قطعی اور یقینی طور پر قائل تھے اور اس کے مکمل کو کاذب، کافر، بے دین، خارج از امت، قرآن کا دشمن، بے شرم و بے حیا، لعنی، مفتری اور دجال بھتت تھے۔ اظہار الحجت کے لئے چند حالہ جات نظر نواز ہیں۔

ہاں مرزائیت کے نہ ہب کالب لباب

”ہمارے نہ ہب کا خلاصہ اور لباب یہ ہے کہ: “لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ ہمارا عقاؤ ہے۔ جو اس دنخی زندگی میں رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ ہم فضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں۔ جن کے ہاتھوں اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت مرتبہ اتمام کو ہٹکنی گئی۔ جس کے ذریعے سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔“ (از الہ اوہام میں ۱۲۷، ج ۳، ص ۱۲۹)

ختم المرسلین کے بعد مدعا نبوت کاذب اور کافر

(مجموعہ اشتہارات ج ۹، ص ۲۲۰) ”میں نے سنا ہے کہ شہزادی کے علماء یہ مشہور کرتے ہیں کہ میں مدعا نبوت ہوں اور مکنرا عقاو اہل اسلام ہوں۔ اظہار الحجت لکھتا ہوں کہ یہ سراسرا فتواء ہے۔ بلکہ میں اپنے عقائد میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ مانتا ہوں اور ختم المرسلین کے بعد مدعا نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وہی رسالت آدم صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہو کر نبی کریم ﷺ پر ختم ہو گئی۔ یہ وہ عقائد ہیں۔ جن کے ماننے سے کافر بھی مومن ہو سکتا ہے۔“

آنحضرت ﷺ بغیر کسی استثنائے خاتم النبیین ہیں

”کیا نہیں جانتے تم کہ خدا کریم و رحیم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر کسی استثنائے خاتم النبیین قرار دیا ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے خاتم النبیین کی تغیر لانی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے۔“ (جماعۃ البشری میں ۲۰۲، ج ۷، ص ۲۰۰)

مکر ختم نبوت بے دین اور منکر اسلام

”اور جو شخص ختم نبوت کا مکر ہوا سے بے دین اور منکر اسلام سمجھتا ہوں۔“

(اشتہار دلی ۲۳ راکٹ اپر ۱۸۹۱ء، جمومہ اشتہارات ج ۱۵۵ ص ۲۵۵)

مکر ختم نبوت دشمن قرآن، کافرا بن کافر

”خدا جانتا ہے کہ میں نبوت کا مدحی نہیں بلکہ ایسے مدحی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (فیصلہ آسمانی ص ۲، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۱۳) ”آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کو جاری کرنے والے کافر کی اولاد، قرآن کے دشمن اور بے شرم و بے حیا ہیں۔ اے لوگو! مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو۔ دشمن قرآن نہ ہو اور خاتم النبیین کے بعد وہی نبوت کا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو، جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔“

(آسمانی فیصلہ ص ۵، خزانہ ج ۲۲۵ ص ۳۲۵)

مکر ختم نبوت خارج از امت

(شان آسمانی مطبوعہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۲ء) ”نہ مجھے دھوائے نبوت نہ خروج از امت۔ نہ میں مکر مجرمات و ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر حکم ایمان رکھتا ہوں کہ پیارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت کے لئے کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔“

(شان آسمانی ص ۲۸، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۹۰)

مکر ختم نبوت لعنتی، مفتری، جھوٹا، کذاب

(کتاب البریہ مطبوعہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۸ء) ”اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دھوئی کیا ہے تو بجز اس کے کیا کہنی کہ ”لعنة الله على الكاذبين المفترين“ یعنی جو شخص مجھے نبی مانتا ہے وہ لعنتی و مفتری ہے۔ افڑاء کے طور پر ہم پر تہمت لگاتے ہو کر گویا ہم نے نبوت کا دھوئی کیا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔“ (کتاب البریہ ص ۱۸۲، اعاشیہ، خزانہ ج ۱۲ ص ۲۵)

مکر ختم نبوت دجال

(حادث البشری مطبوعہ ۲۷ جولائی ۱۹۰۳ء) ”اور کہتے ہیں کہ یہ شخص محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا۔ حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں سکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں۔ پاک ذات ہے میر ارب، میں نے اسکی کوئی بات نہیں کی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ

لوگ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننے والے دبجال ہیں۔“

(حادثہ البشری ص ۸، خزانہ حج ۷ ص ۱۸۳)

ختم المرسلین کے بعد مدّی نبوت کاذب و کافر

(حقیقت الوعی مطبوبہ ۱۹۰۷ء) ”حقیقت ہمارے رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔“ غیر حقیقت الوعی ص ۲۲، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۸۸) ”اوّل ختم المرسلین ﷺ کے بعد دوسراے مدّی نبوت و رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات حج ۲۳ ص ۲۳۰)

جھوٹا ہے کذاب ہے؟

پس یا فی مرزاںیت کی نکودہ بالا ۱۸۹۱ء سے مئی ۱۹۰۷ء تک کی تحریات سے ظاہر ہے کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس عالم سے کوچ کرنے سے پہلے حقیقی طور پر ختم المرسلین ﷺ کے بعد کسی دوسراے مدّی نبوت و رسالت کو کاذب و کافر مانتے تھے۔ لیکن ان کے ختم نبوت پر اس قطعی اور قیمتی عقیدہ کے باوجود میاں محمود بappa کا منہ چڑاتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اگر بیری گروں کے دونوں طرف تکوار رکھ دی جائے اور بھی یہ کہا جائے کہ تم کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں آئے گا تو میں اس سے کہوں گا تو جھوٹا اور کذاب ہے۔“ (اور خلافت ص ۲۵)

جبکہ یا فی جماعت نے الہامیہ طور پر باب نبوت مسدود قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”کیا ایسا بد بخت جو خود رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور جو آیت“ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ”کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت کے بعد نبی اور رسول ہوں۔“ (انعام آنحضرت ﷺ مطبوبہ ۲۲، جزوی ۱۹۰۷ء، خزانہ حج ۱۱ ص ۲۷ حاشیہ) اور میاں محمود نے خود بھی اس الہامیہ تفسیر کی تائیہ ۱۹۱۰ء میں اس طرح کی تھی۔

”اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص بھی ایسا نہیں آئے گا کہ جس کو مقام نبوت پر کھڑا کیا جائے۔“

(رسالہ توحید الاذہن، ارابیل ۱۹۱۰ء)

میاں محمود کی یہ تناقض خیال آئینہ حق نما کیونکہ بقول یا فی جماعت: ”جوٹے کے کام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔“ (غیرہ راہیں احمدیہ ص ۱۱۱، حصہ ۵، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۵) اور ”ایک دل سے دو تناقض پاتیں نہیں کلکشیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کھلاتا ہے یا منافق۔“

(ست پنجم ص ۶۱، خزانہ حج ۱۰ ص ۱۳۳)

بانی جماعت کی شان مرافقی کی بواحیاں تو ان کے ختم نبوت پر قطبی اور یقینی ایمان کی وجہ سے بطور مرافقی طفیلیات صرف نظر کی جاسکتی تھیں۔ لیکن چونکہ مرتضیٰ الشیر الدین محمود کی نظر میں وہ اپنے دعویٰ سے ہم رسول اور نبی ہیں۔ (بدر ۲۵ مارچ ۱۹۰۸ء) کی رو سے حقیقی نبی اور رسول تھے۔ اس لئے مذکورہ بالا الہام اور میاں محمود کی تائیدی تفسیر آتے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین " کی روشنی میں جھوٹا، کذاب، بدجنت، پاک اور منافق اب کون کون ہے؟۔ تناقض کلام کی غلام احمد یہ کسوٹی پر قارئین خود پر کھلیں: "عیال راچ حاجت بیاں"

البتہ مجھے تو ہر دو کی تناقض کلائی میں مرافق خام خیالیاں کا فرما نظر آتی ہیں..... کہ بانی جماعت نے فرمایا: "مجھ کو دو بیماریاں ہیں..... مرافق اور کثرت بول۔" (بدر قادیانی ۷ جون ۱۹۰۶ء)

"حضرت سچ مسیح مسعود سے سنا ہے کہ مجھ ہشتریا ہے۔ بعض اوقات مرافق بھی فرمایا کرتے تھے۔" (سیرت المهدی ج ۲ ص ۵۵، ۵۵، روایت نمبر ۳۶۹)

غلیظہ ثانی میاں محمود نے فرمایا: "مجھ کو کبھی کبھی مرافق کا دورہ ہوتا ہے۔" (ریو یو قادیانی اگست ۱۹۲۶ء)

"ہشتریا جن مردوں کو ہوان کو مرافق کہتے ہیں۔" (الفضل قادیانی ۳۰ ماہ پریل ۱۹۲۲ء)

خلیفہ اول نے فرمایا: "مرافق مالخ لیا کی ایک شاخ ہے۔" (یہاں سور الدین حصہ ص ۲۱)

"اور ڈاکٹر شا نواز بانی جماعت کے مرید و معاون خاص نے طبعی نکو نظر سے فرمایا: "ایک مدی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہشتریا، مالخ لیا یا مرگی کا مرض ہے تو اس کے دھوئی کی تردید کے لئے کسی ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چوت ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو خون بنک اکھاڑ دیتی ہے۔" (ریو یو، قادیانی اگست ۱۹۲۲ء)

پس باپ بیٹی کی شان مرافقی میں الجھے بغیر یہ نظر حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ بانی تحریک مرزا سیت اپنے مفروضہ دور مأموریت میں بھی حضور ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کے ہر مدی اور ایسے نبیوں کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج، بے دین، کاذب، کافر، لعنی، مفتری اور دجال کہتے اور بیکھتے تھے۔ پس ایسے بے دین، مکر اسلام لوگ خارج از امت ہونے کی وجہ سے ہر زمانہ میں کافر دجال کہلا دیں گے۔ مسلمان ہرگز نہیں۔ اپنے امام کے اس سیدھے سادے فیصلے کی تائید مرزا بھی کریں گے۔ انشاء اللہ!

"اس لئے کہ ہوجو خدا اور رسول کے فرمان کا مکر ہے، کافر ہے۔"

(حقیقت الحق ص ۱۷، اخراج ۱۷ ج ۲۲ ص ۱۸۵)

جس کی بات نہیں
اس کی ذات نہیں



جناب ناظم مجلس تحفظ ختم تبوت کنزی

پیغمبر اللہ والائٹن اللہ جیخی

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لاذ بي بعده

وعلى أصحابه الذين أوفوا عهده! أما بعد!

اوائل اگست ۱۹۷۵ء میں مرزا ایم نے لندن میں مینگ کی جس میں سر فقر اللہ خان نے مرزاںی حکومت قائم ہونے کی خوشخبری بیان کی۔ اس آواز نے مرزاںیت کی متعفن لاش میں وہ صور پھونکا کہ مرزاںی ہر جگہ جارحانہ کارروائی میں مصروف ہو گئے۔

وہی مناظرہ بازی کا چیخجھ بھی۔ مرزا غلام احمد کے نبی درسل ہونے کے بلند و باغ دعوے اطراف ملک میں لوٹائے جانے لگے۔ جایجاں الہ اسلام سے برلا کہا گیا کہ نبوت جاری ہے۔ مرزا غلام احمد نبی برحق ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت ہو چکے ہیں۔ ان کی قبر شیریں ہیں اور جس مسجد کی آمد کی خبر احادیث میں دی گئی ہے اس سے مراد مرزا غلام احمد قادریانی ہیں اور احادیث میں جامع و مشق کے جس منارہ کا ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس پر نازل ہوں گے۔ اس سے مراد قادریان کا وہ منارہ ہے جو غلام احمد کے دعاویٰ کے بعد قادریان میں تعمیر کیا گیا۔

ایسے ہی حالات کنزی میں پیدا کر کے الہ اسلام کا ناطق بند کر دیا گیا۔ چنانچہ کنزی کے معززین الہ اسلام نے مرکز ملکان سے رابطہ قائم کیا اور حضرت امیر مرکزیہ مولا ناصر محمد علی جاندھری زید مجدهم نے کنزی میں سیرۃ الہی ﷺ کے اجتامع سے خطاب کرتے ہوئے حضور سرور کائنات ﷺ کے وصف خاص ثقہ نبوت کو تفصیل سے بیان فرمایا اور اس حدیث کی تشریع بیان فرماتے ہوئے کہ:

”حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تم وجال پیدا ہوں گے اور نبوت کا دھوکی کریں گے۔ لیکن وہ جھوٹ اور کذاب ہوں گے۔“ مرزا غلام احمد کے دعوے نبوت کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے الہ اسلام کو برآ ہملا کیا ہے۔

مرزا ایم کی صحفہ ہے کہ وہ اپنا تھیار اس وقت استعمال کرتے ہیں جب ان کے مقابل کوئی نہ ہو۔ چنانچہ ﷺ میں مرزاںی ایک پنفلٹ اس وقت پہنچ کیا جکہ مولا ناصر محمد علی جاندھری اور اس کے ساتھی کنزی سے جا پہنچ سکتے اور مولا ناکے پیش کیا جائے کہ حالہ جات کو خلط کیا ہو اور لکھا کر یہی صحیح ہیں تو ثابت کر کے مبلغ تین صدر دوپے انعام حاصل کیا جائے۔

معززین الہ اسلام نے فوری طور پر خادم ثقہ نبوت مولا نا اکرام الحق الخیری کو ڈگری

سے بلا کر جلسہ کا انظام کیا۔ مولانا نے اصل حوالہ جات پیش کئے اور مرزا نیوں کو جلیل دیا کہ یہ تمہاری کتابیں موجود ہیں۔ آؤ اور اصل حوالے مطالعہ کرو۔ مرزا اپنی بیگنی میں کر گھر میں بیٹھے رہے۔ جب مولانا اکرم الحق چلے گئے تو آسان سرپر اخالیا کہ تمہارے مولوی جھوٹے ہیں۔ ہم تو تین صدر و روپے دینے کو تیار ہیں۔

لہذا یہ چند حوالہ جات بطور شہود مرزا نیوں کی کتابیں سے پیش ہیں۔ اب فضل الدین یا کسی اور مرزا اپنی میں ایمانی جرأت تو در کنار، اگر انسانی شرافت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہے تو تین صدر روپے ادا کرنے۔

سب سے پہلے فضل الدین مرزا اپنے ثقہ نبوت کی تحریک ۱۹۵۲ء کو غنڈہ گردی، لوٹ مار، آتش زنی، قتل و غارت سے تعبیر کیا۔ آئیے سب سے قبل اسی اکتوبری کی روشنی میں دیکھیں کہ اہل اسلام کے جملہ فرقوں کے مختلف مطالبات کو پیش کرنے کی وجہ سے قتل و غارت کیوں شروع ہوا۔

اہل اسلام کے سب فرقوں نے مل کر مرزا نیوں کے متعلق مطالبات پیش کئے۔ اس وقت کے گورنر جنرل نے علماء سے کہا کہ اگر آپ کے مطالبات منظور کرنے جائیں تو انگریز اور امریکہ نا راض ہو جائیں گے۔ ہمیں گندم کھاں سے ملے گی۔ علماء اسلام کو گرفتار کر لیا گیا۔ تاکہ مرزا نیوں کا مرتبہ اگریز خوش ہو۔ حکوم نے پرانی تحریک شروع کی۔ اسے دباؤنے کے لئے ضروری تھا کہ تشدید کا جواز پیدا کیا جائے۔ یہ فرض مرزا نیوں نے ادا کیا چنانچہ ابتداء مارچ ۱۹۵۳ء میں ربوہ سے ایک جیپ میں سوار فوجی وردوی پہنچے مرزا اپنی لاہور آتے رہے اور انہا وہند مسلمانوں پر فائزگ کرتے رہے تاکہ بد امنی پیدا ہو۔ اس جیپ کا ذکر ”اکتوبری رپورٹ“ کے ص ۱۵۹ پر موجود ہے۔

چونکہ یہ اکتوبری مجلس عمل (جو تمام مسلمان فرقوں کی مشترکہ اجنبیتی) کے مطالبات اور تحریک کی جانچ پر ہمال کے متعلق قائم کی گئی تھی اور اس نے اس وقت کی حکومت کے طرز عمل کو صحیح ثابت کرنا تھا۔ اس لئے آپ کے نزدیک ”منیر اکتوبری رپورٹ“ صحیح آسمانی لئے کہنیں۔ آئیے اسی سے مرزا نیوں کے متعلق صحیح صاحبان کی رائے کامطالعہ کریں۔

منیر اکتوبری رپورٹ

..... ”جب شیم ملک سے مسلمانوں کے لئے ایک الگ طن کا دھندا سا امکان افیض پر نظر آنے لگا تو احمدی آئے والے واقعات کے متعلق تفکر ہونے لگے۔ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء کے آغاز

تک ان کی بعض تحریروں سے مکشف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی۔ لیکن جب پاکستان کا وحدنا ساخاب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے کا تو ان کو یہ امر کس قدر دشوار معلوم ہوا کہ ایک نئی مملکت کے تصور کو مستقل طور پر کو اکر لیں۔ انہوں نے اس وقت اپنے آپ کو عجائب گویوں کی حالت میں پایا ہوا۔ ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تفہیم کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تھیم ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ متحکم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کی وجہ واضح طور پر تھی کہ احمدیت کے مرکز قادیانی کا مستقبل بالکل غیر تھی نظر آ رہا تھا۔ جس کے متعلق مرحوم زادیانی بہت سی پیش گویاں کرچکے تھے۔” (منیر اکوائزی روپرٹ ص ۲۰۹)

حوالہ نمبر ۲ منیر اکوائزی روپرٹ

”ولیکن مطالبات کا علق احمدیوں سے تھا اور وہ مطالبات اس لئے وجود میں آئے تھے کہ احمدیوں کے بعض عقائد اور ان کی سرگرمیاں مخصوص انداز کی تھیں اور وہ دوسرے مسلمانوں سے علیحدہ اور مگیز ہونے پر زور دے رہے تھے۔ اس میں کوئی علیک نہیں کہ یہ مطالبات احمدیوں کے عقائد اور ان کی سرگرمیوں ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے۔“ (منیر اکوائزی روپرٹ ص ۲۸۰، ۲۸۹)

حوالہ نمبر ۳

”تاہم بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ان (احمدیوں) کی سرگرمیوں اور ان کی جارحانہ تشریفاً شاعت میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا اور غیر احمدی مسلمانوں کے خلاف دل آزار باقی رکھنیں جاتی رہیں۔ کوئی میں مرحوم الشیر الدین محمود نے جو تقریر کی وہ نہ صرف نامناسب بلکہ اشتغال اگیر تھی۔ اس تقریر میں انہوں نے بلوجھستان کے صوبے کی پوری آبادی کو احمدی ہنالینے اور اس صوبے کو مزید جدوجہد کے مرکز کی حیثیت سے استعمال کرنے کی علی الاعلان حمایت کی۔ اس طرح جب انہوں نے اپنے تجویزوں کو یہ ہدایت کی کہ تبلیغ احمدیت کے پروپیگنڈہ کو تیز کر دیں تاکہ ۱۹۵۲ء کے آخر تک پوری مسلم آبادی احمدیت کی آغوش میں آجائے تو کویا مسلمانوں کو تہذیبی نہ بہ کے متعلق کھلانٹوں دے دیا اور جب مرحوم امام احمد کوئہ ماننے والوں کے متعلق ”دشیں یا مجرم یا حض مسلمان“ کے الفاظ استعمال کئے گئے تو جن لوگوں کی توجہ ان ارشادات کی طرف مبذول کرائی گئی۔ ان کا مشتعل ہونا لازمی تھا۔“ (منیر روپرٹ ۱۹۵۳ء ص ۲۸۰)

حوالہ نمبر ۴ منیر روپرٹ ۱۹۵۳ء

”ولیکن ان کے (احمدیوں) خلاف عام شورش کا موقع خود انہی کے طرزِ عمل نے بہم پہنچا.....“

دیا۔ اگر ان کے خلاف احساسات اتنے شدید نہ ہوتے تو ہم نہیں سمجھتے کہ احراری اس حالت میں بھی ہر قسم کی مختلف مذہبی جماعتوں کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔“
 (منیر اکوائزی رپورٹ ۱۹۵۳ء ص ۲۸۰)

حوالہ نمبر

..... ”احمد یوں کے خلاف دوسری فکایت جو ہمارے سامنے تفصیل سے پیش کی گئی ہے۔ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے دوسرے انجیاء کے مقابلے میں جن میں ہمارے رسول ﷺ بھی شامل ہیں، اپنا ذکر مبالغہ آمیز انداز سے کیا ہے اور احمدی اپنے بعض اشخاص کے مقابلے میں امیر المؤمنین، ام المؤمنین، سیدۃ النساء، صحابہ کرام جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے اہل بیت یا ان کے حلقہ احباب سے خصوص طور پر منسوب ہونے کی وجہ سے خاص تقدس و احترام کی سرمایہ دار بن چکی ہے۔“ (مسیر اگواڑی رپورٹ ۱۹۵۳ء ص ۲۰۹، ۲۱۰)

اُمل حوالے پیش خدمت ہیں

پہلا حوالہ..... (آنیک مکالات اسلام میں ۵۳۸، ۵۳۷، خزانہ ج ۵ میں ایسا کا ہے۔ طبع قادریان)

اصل الفاظ مرزا قادیانی ملاحظہ ہوں:

اپنے... ”تک کتب یا نظر الیہا کل مسلم بعین المحبة والمودة وینتفع من معارفها ویقبلنی ویصدق دعویٰ الا ذریته البغايا الذين ختم الله على قلوبهم فهم لا یقبلون“ یعنی ان کتابوں کو سب مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ سکر بد کار رہنے والوں پر خدا نے ہمار کروی ہے، وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔“

ناظرین کرام! مز اغلام احمد کی اصل عبارت اور اس کا ترجیح درج کر دیا ہے۔ خود ہی فیصلہ کریں کہ بقول فضل الدین صاحب یہ زمانہ مستقبل بعید کے پارے میں پیش گوئی ہے کہ آئندہ ایسا ہو گا تو پھر خود ہی حال کا ترجیح کیوں کیا۔ ویکھوڑیکٹ نڈ کورہ ص ۱۰ (ان کتابوں کو سب مسلمان محنت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف و مطالع سے فائدہ اٹھاتے ہیں.....ان)۔

سوال یہ ہے کہ آدمی عبارت کا ترجمہ زمانہ حال کے ساتھ وابستہ کرنا اور آدمی کا زمانہ مستقبل کے ساتھ وابستہ کرنا، کہاں کی دیانت و امانت ہے اور نیز اگلی عبارت کے ترجمہ میں قادریانی فضل الدین نے یہ بھی بڑھا لکھ دی کہ سب مسلمان مجھے قبول کر لیں گے اور میرے دعوے کی قصداً حق کریں گے۔ (ص ۱۰)

گویا (نحوہ بالش) سب مسلمان قادریانی ہو جائیں گے۔ اچھی تاویل کی ہے مرزا قادریانی کی عبارت کی۔ یعنی عذر گناہ بدتر از گناہ۔ جتاب قادریانی مبلغ صاحب کل مسلم کا جملہ ہر مسلمان کو مرزا کے ماننے والوں میں شامل کرتا ہے۔ آگے ”الا“ کا استثناء روظیوں کی اولاد کو خارج کرتا ہے۔ کیا سارے پاکستان کے مسلمان قادریانی کتابوں کو مانتے ہیں اور مرزا قادریانی کی تقدیق کرتے ہیں یا سب مسلمان مرزا کو ان تیس دجالوں میں شمار کرتے ہیں۔

یقیناً سب مسلمان جب جھوٹا سمجھتے ہیں تو اس خطاب میں سارے مسلمان شامل ہیں۔ بلکہ مرزا غلام احمد کا لڑکا مرزا فضل احمد (جس کا جائزہ مرزا غلام احمد نے اس کو نبی نمانے پر پڑھنے سے انکار کر دیا تھا) بھی اس ذریتہ البغا میں شامل ہو جاتا ہے۔ باقی فضل الدین مرزا کی نے ”بغایا“ کے لفظی ترجیح پر بحث کی ہے اور لغات کی کتب سے دور کی کوڑی لائے ہیں۔ ہم بغا یا کا ترجمہ مرزا قادریانی کی کتب سے پیش کرتے ہیں جو مرزا یوں کے نزدیک وحی الہی کا درجہ رکھتی ہے۔

۱..... ”رقصت کر رقص بفیہ فی مجالس“ یعنی اور تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا۔“ (مجید اللہ ص ۸۷، خزانہ حج ۱۲ ص ۳۳۵)

۲..... ”اذیتنی خبئا فلست بصادق ان لم تمت بالخزی یابن بغا“ یعنی سر انجماہت خود ایذا ارادی پس من صادق نیم۔ اگر تو اے نسل بدکار اس بذلت نمیری۔“ (انجام آصم ص ۲۸۲، خزانہ حج ۱۱ ص ۱۰۶)

۳..... ”اوالتشووق الی رقص البغایا“ یعنی ”او شووق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف۔“ (خطبہ الہامیہ ص ۱۷، خزانہ حج ۱۲ ص ۳۹)

غور فرمائیے !فضل الدین مرزا کی ”بغایا“ کا ترجمہ سرکش، بے دین، نافرمان کرتے ہیں اور مرزا قادریانی ”بغایا“ کا ترجمہ بازاری اور بدکار عورت کرتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں:

من چہ می سرائم وطنبورہ من چہ می سراید

دوسرے احوالہ

ان العداء صاروخنا زير الفلاء ونساءهم من دونهن الا كلب
یعنی ”دشمن ہمارے بیانوں کے خزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔“ (مجید اللہ ص ۱۰، خزانہ حج ۱۲ ص ۵۲)

جم جم الہدی مرزا غلام احمد قادریانی کی تصنیف ہے۔ عربی زبان میں ہے اور اس کا ترجمہ عربی کے بال مقابل اردو میں کیا گیا ہے جس کو یعنی نقل کر دیا گیا ہے۔

فضل الدین صاحب نے اپنے پنفلت میں کہا کہ یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں لکھی گئی اور اس میں اعداء سے مراد پاوری ہیں۔ سبحان اللہ!

مرزا قادریانی اسی کتاب کے (ص: انحراف ۱۲۰۱ھ ص ۵۵) پر رقم طراز ہیں: ”وَمَنْ عَلَى
وَجْهِنِيَّةِ الْمَسِيحِ الْمُوْعَودِ.....الخ“ یعنی ”اور جب میں نے اپنے سچے موعود ہونے کی لوگوں کو خبر کی تو یہ بات اس ملک کے لوگوں پر شاق گزری اور مجھے انہوں نے کافر نہبہ رایا اور میری مخدوش بکی۔“

سچ ہے دروغ گورا حافظ بناشد۔ غور فرمائیے اگر اس عبارت میں اعداء سے مراد پاوری ہیں تو کیا مرزا غلام احمد و عویٰ میسیحیت سے قبول پاوریوں کے نزدیک مسلمان تھے اور جب انہوں نے سچے موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو پاوریوں نے انہیں کافر کہایا اہل اسلام نے بالاتفاق مرزا قادریانی کے ان دعاویٰ کے پाउث اس کے کفر کا فتویٰ دیا۔ مرزا غلام احمد اسی کتاب میں آگے لکھتے ہیں: ”وَكَانُوا يَجْتَمِعُونَ بِالْمَسِيحِ يَنْزَلُ مِنَ السَّمَاءِ كَمَا جَاءَ فِي الْكِتَابِ وَالْتَّفَقُ
عَلَيْهِ الْأَكَابِرُ مِنَ الْفُضَّلَاتِ“ (جم الہدی ص: انحراف ۱۲۰۱ھ ص ۵۶) یعنی ”اور وہ یہ جدت پیش کرتے ہیں کہ سچ آسمان سے اترے گا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے اور اس پر اکابر فضلاء کا اتفاق ہے۔“

فضل الدین اور مرزا قادریانی کے سب امتی خدارا بتائیں کہ اہل اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ نہیں کہ حضرت سچ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں نازل ہوں گے اور اس پر اکابر علماء اسلام و فضلاء کرام کا اتفاق نہیں ہے تو فرمائیے اس شعر میں اعداء سے مراد مسلمان ہیں یا پاوری؟ اب مرزا قادریانی اور اس کے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود نے عامتاً مسلمین کو دشمن کہایا نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

..... ”اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کوئی کہتا ہے اس پر ایمان لا اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔“ (انجام آخر ص ۲۲، انحراف ۱۲۰۱ھ ص ۶۲ مصحف غلام احمد جنوری ۱۸۹۷ء)

فضل الدین کہتے ہیں کہ یہ شعر ۱۸۹۸ء کا ہے اور دشمن سے مراد پاوری ہیں۔ مرزا غلام احمد جنوری ۱۸۹۷ء میں کہتے ہیں کہ: ”میں خدا کا فرستادہ ہوں اور دشمن سے نہ مانے نہ لے دشمن اور جہنمی ہیں۔“

..... ”ہماری بھلائی کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں تاکہ ان پر غالب آنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو، ترقی بھی نہیں ہو سکتی۔ تمام انبیاء کی جماعتیں ایک ہی جگہی ہوتی ہیں۔ پہلوں میں ہم سے زیادہ ایمان نہ تھا۔“

(خطبہ جمعہ خلیفہ محمد احمد مندرجہ اخبار الفضل قادیانی ۲۵ ربیعہ میل ۱۹۳۰ء)

یک نہ شد و شد۔ بشیر الدین محمود نے نہ صرف سب مسلمانوں کو اپنا دشمن کروانا بلکہ مرزا غلام احمد نے محض اہل اسلام کو دشمن اور جنہی کہا اور محمود احمد نے اپنے کو حضوں طلاق اللہ کے صحابیوں جیسا ایمان دار کہا۔

تیراحوالہ فضل الدین مرزا ای کی عبارت

تیرا اعتراض مولوی محمد علی جالندھری نے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے یہ اٹھایا کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ”جو مجھے نہیں سانتا اور میری فتح کا قائل نہیں وہ ولد المحرم ہے۔“

جواب مرزا غلام احمد کے اللہ سید ہے دعاویٰ کے پیش نظر اہل اسلام نے ۱۸۸۳ء میں ہی اس کی مخالفت شروع کر دی۔ مرزا غلام احمد نے دشمن اسلام کے ایمام پر اہل اسلام میں تفرقہ بازی پیدا کرنے کے لئے مسجد، مسجد اور نبی ہونے کا دعوے کیا اور اہل اسلام کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے کبھی سکھار عیسائیوں سے بھی مناظرے کئے۔ چنانچہ ایسا ہی مناظرہ مسٹر عبداللہ آئتم عیسائی امرتسری سے ہوا جو تحریری تھا اور پندرہ یوم ہجت جاری رہا۔ جب علمی طور پر عبداللہ آئتم کو خاموش نہ کرائے تو ایک عدو پیشین گوئی کر دی کہ پندرہ دن مناظرہ ہوا ہے۔ ایک دن سے ایک ماہ مراد ہے۔ اگر عبداللہ آئتم پندرہ ماہ کے اندر اندر نہ مرتے تو مجھے ذلیل کیا جائے۔ گلے میں رسہ لا جائے اور پچھائی دیا جائے۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳۳۵ ص ۳۳۵)

یہ دعویٰ ۵ رجبون ۱۸۹۳ء کو کیا گیا۔ پندرہ ماہ ۵ ربیعہ ۱۸۹۴ء کو پورے ہو گئے۔ لیکن عبداللہ آئتم نہ مرا۔ یہ بات مرزا غلام احمد، اس کے خاندان اور اسamt پر نہایت شاق گز ری۔ عبداللہ آئتم کی موت کے لئے دنائل پڑھے گئے۔ دعا نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ جب ایک دن باقی رہ گیا تو مرزا قادیانی نے بہت سے پتے لے کر رات بھر ان پر ایک سورت پڑھائی اور عملی اصلاح وہ پتے خود مرزا قادیانی نے ایک دیران کنوں میں گرائے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پیچے دیکھے بغیر جلدی واپس چلو۔ اہل اسلام مرزا غلام احمد کے متعلق اس کے دعاویٰ کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دے پکھے تھے۔ جب نہ کوہہ پیشین گوئی جھوٹی ہوئی تو اہل اسلام نے اسے مرزا غلام احمد کے

جوئے ہونے کی دلیل کے طور پر بیان کیا۔

مرزا قادیانی اپنی کتاب (الوار الاسلام ص ۲۵، ج ۱، ج ۹ ص ۲۶) پر قم طراز ہیں: ”اے غزوی گروہ کے لوگو! اے امرتسر کے مسلمانوگر اسلام کے دشمنو! اے لدھیانہ کے سخت دل مولویو اور نشیو! خوب سوچ لو کہ تم کیا کر رہے ہو..... اخ”۔ اسی کتاب کے ص ۳۰ پر لکھتے ہیں: ”اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے باز ہار کرے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم و حیاء کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے کہ جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکو، انکا روز بان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“

غور فرمائیے! پیش گوئی مرزا غلام احمد قادیانی کرے، وہ جھوٹی ثابت ہو اور اگر مسلمان اس پر بھی اس کی فتح کے قائل نہ ہوں تو وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ نہ ٹھہریں۔
چوتھا اعتراض

فضل الدین مرزا ای کا یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کی پارٹی پاکستان کی مخالف تھی۔ اخ۔ پہلیت مذکور

جواب اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا محمد علی صاحب اور ان کی جماعت پاکستان بننے سے قبل تفہیم کے حق میں نہ تھے تو اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ واقعی مرزا غلام احمد سچا ہے؟
جواب نمبر ۲ بلاشبہ بہت سے حضرات خصوصاً ہماری جماعت کے مؤسس حضرت امیر شریعت مولانا اعظم اللہ شاہ مرحوم مخدوم نے مکمل تفہیم کی مخالفت کی تھی اور مسلمانان ہند کو مشورہ دیا تھا کہ تجدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے۔ لیکن جب سواد اعظم نے تفہیم کے حق میں دی تو تفہیم سے قبل ہی حضرت امیر شریعت قدس سرہ نے اس سے اتفاق کیا اور تفہیم کے بعد انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے مکمل استحکام کے لئے بڑھ چکہ کر کام کیا۔ کیونکہ ان کی رائے سیاسی رائے تھی اور سیاسی رائے بدلتی رہتی ہے۔ ایک زمانہ میں خود قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کا گلریس کے ساتھ اشتراک عمل رکھتے تھے اور مشترک جدوجہد کے ذریعہ ہندوستان کی آزادی کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن ہندو کی تھک نظری کی وجہ سے قائد اعظم نے اپنی رائے بدی۔ لیکن مرزا ای از وئے الہام تفہیم کے خلاف تھے اور ہیں۔ ان کا نام ہبی عقیدہ تھا

اور ہے کہ: ”ممکن ہے عارضی طور پر افتراق ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدار ہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہو گی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکٹھنڈہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔“

(الفضل موری ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء)

سیاسی رائے بدل جاتی ہے، عقیدہ نہیں بدلتا۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا آئی عقیدہ تقطیم کے خلاف تھے۔ سبھی وجہ ہے کہ انہوں نے بشیر الدین محمود کی لاش کو امامتاربودہ میں دفن کیا ہے۔ انہیں جو نبی موقع طاییہ اس کی لاش کو قادیان لے جائیں گے۔ یہودی اور نصرانی دشمن اسلام ہیں۔ اسرائیل نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ اہل اسلام کو ہزاروں کی تعداد میں شہید اور مسلمان خواتین کی بے حرمتی کی۔ لیکن مرزا یہوں کا مشن اسرائیل میں جوں کا توں محفوظ و مامون ہے۔ اس لئے کہ مرزا یہوں کے نزویک بیت المقدس اور خانہ کعبہ کی کوئی عزت نہیں۔ ان کے نزویک قادیان ہی سب کچھ ہے۔ ملاحظہ ہو:

زمین قادیان اب محترم ہے جہوم غلق سے ارض حرم ہے
”لوگ معمولی اور غلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں۔ مگر اس جگہ غلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور عاقف رہنے سے نقصان اور خطر کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم رب انبی ہے۔“

(آنینہ کمالات اسلام ۳۵۲، خزانہ آنچ ۵ جس ایضا)

”یہاں (قادیان میں) آنا نہایت ضروری ہے۔ حضرت سعیج موعود غلام احمد نے اس کے متعلق بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے۔ مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کاٹا جائے۔ مگر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماوں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا کہ اونہیں کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہیں۔“ (حقیقت الرؤیاں ۲۶)

فضل الدین صاحب یہ ہیں آپ کی پاکستان کی خدمات اور اب تقطیم کے بعد کے عزائم۔ آپ اور آپ کی جماعت کو اہل اسلام میں مشترکہ مسائل سے کوئی ہمدردی نہیں۔ آپ کے نزویک قادیان ہی سب کچھ ہے۔ لیکن اب اصل حوالے آپ کے قیش کردیئے ہیں۔ آپ جب کہیں ہم آپ کی اصل کتب آپ کو دکھلا کتے ہیں۔ اب اگر آپ انسانی شرافت اور اپنی ذات کا لحاظ ہے تو تم صدر روپے ادا کریں۔ وَمَا علِيْنَا الْأَبْلَاغُ!

الْمُسْتَبِدُ لَا يُنْبَغِلُ

امین الملک ہے سنگھ بہادر

کرشن کوپال

مرزا غلام احمد قادیلی مجدد کے ہوئی اترین خدام فضل الدین مرزا کے
تینوں پیغمبر اکتوبر کا جواب، مع چیخ مناظرہ



جناب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنزی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لانبي بعده. اما بعد!

اہلیان کفری (طلع قمر پارکر) اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ حضرت مولانا محمد علی جalandھری جب بھی ڈگری کے سالانہ جلسے پر تشریف لاتے ہیں۔ وادیٰ پر کفری میں ایک تقریر سیرت النبی پر کر جاتے ہیں۔ اس طرح گزشتہ سال وہ آئے اور تقریر کر کے چلے گئے۔ سیرت میں ان کا خاص موضوع ”ختم نبوت محمد ﷺ“ ہوتا ہے۔ ان کی تقریر اگر اتنی بڑی اور اشتغال انگیز تھی کہ جس سے منافرت پھیلنے کا ذر اور لقص امن عامدہ کا خطہ لاحق ہو گیا تھا، تو انصاف تو یقہا کہ اس سے اگلے ہی دن اس بات کا نوش لیا جاتا۔ پہلے مسلمانان کفری سے کہا جاتا، درست بصورت دیگر حکومت کا دروازہ مکھٹا تے۔ لیکن یہاں کیا ذرا رامہ کھیلا گیا کہ پورے آٹھ ماہ کے بعد صحیح کو ایک پہنچت ”مولوی محمد علی جalandھری کی اشتغال انگیزی اگر جرأت ایمانی ہے تو اصل حوالے پیش کریں اور مبلغ ۳۰۰ روپیہ نقد انعام لیں“، فضل الدین مرزاںی بازاروں میں بات

رہے تھے۔ مرزاںی حضرات خوش تھے کہ لو بھی، ہم نے میدان مار لیا۔ لیکن یہ ان کی بھول تھی۔ اہل حق دنیا میں بھیک مانگ کر نہیں جیتے۔ چنانچہ اگلے ہی دن مولوی اکرام الحق صاحب الحیری ڈگری سے آئے اور اس پہنچت کے تاریخ پر بھیردیئے۔ انہوں نے مرزاںیان کفری کو بار بار چیخت کیا کہ آؤ! اور اپنے حوالے اپنی کتابوں میں دیکھو۔ اس وقت تو ان کے سامنے آئے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ جب وہ چلے گئے تو پھر لگے پر پڑے نکالنے کہ اس پہنچت کا جواب تحریری دو۔ حالانکہ اپنے پہنچت میں اس بارے میں ایک لفظ بھی نہ کوئی نہیں کہ تحریری جواب دو۔ ہم نے کہا چلو بھی یونہی کہی۔ ان کے پہنچت کے جواب میں ہم نے پہنچت ”جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں“ شائع کیا۔ مل جواب دیا۔ پاکیزہ اور سعید روحیں کے لئے تو انصاف یہ ہے کہ اتنا ہی کافی ہے۔ گران زنگ آلو قلوب کا کیا کیا جائے؟

اس پہنچت پر اظہار خیال کرتے ہوئے فضل الدین مرزاںی نے ۲۵، ۲۰ روز بعد پھر ۲، ۲ صفحات کے سائیکلو اسٹائل ۳ عدد پہنچت شائع کر دیئے۔ دوسرے لفظوں میں اب بات کو مزید آگے بڑھانے کا ذمہ دار خود فضل الدین مرزاںی ہے۔ فضل الدین مرزاںی صاحب اب اگر آپ نے پہل کرہی دی ہے تو تمہیں مرزا قادیانی کی قسم میدان چھوڑ کر شہ بھا گنا۔ درست پھر ہم کہیں کے ”جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں“ مرزا قادیانی کی باتیں ہمارے قلم لکھیں گے۔ فیصلہ عوام

کریں گے۔ جب تم اپنے کذب کی مکمل سند پالو تو خدا کے لئے کفری کے بازاروں میں دفعہ ۱۳۲ کے فاذ کے لئے حکومت کے دروازے مت ہٹکھٹا بلکہ بہادروں کی طرح مان لیتا ورنہ ہم پھر کہیں گے ”جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں۔“

اب فضل الدین مرزا کی کتبیں پھلتوں کا جواب لیجئے: سب سے پہلے پھلٹ ”قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا“ ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں اس نام نہاد مجلس کے ناظم کا نام تک درج نہیں جس سے خطاب کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ درسے پھلٹ ”نداۓ حق نبرا“ میں لکھتے ہیں کہ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کفری جسے باñی جماعت احمدیہ کی کوئی کتاب پڑھنی نصیب نہیں ہوئی، صرف الیاس برلنی کی کتاب قادریانی ندہب کوئی صحیفہ آسامی سمجھتا ہے۔

قارئین کرام! بس اسی عبارت پر عی فضل الدین مرزا کا صدق یا کذب، جھوٹ یا فریب پر کہ لیجئے۔ پہلے لکھتا ہے کہ نام نہاد مجلس کے ناظم کا پڑھنیں۔ دوسری جگہ لکھتا ہے کہ ناظم الیاس برلنی کی کتاب ”قادیریانی ندہب“ کوئی صحیفہ آسامی سمجھتا ہے۔ اب اسے یا تو یہ پڑھنیں کہ ناظم کون ہے تو پہلے جھوٹ بولا ہے اور اگر نہیں پڑھ تو دوسری جگہ جھوٹ بولا ہے۔ جھوٹ پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین!

آگے ارشاد ہوتا ہے ”گوکتا پچھلی درشت کلای سے کام لیا گیا ہے۔“

محترم فضل الدین صاحب آپ کا یہ اعتراض سر آنکھوں پر۔ لیکن کاش یہ بات لکھنے سے پہلے آپ نے اپنے پھلٹ پر بھولے سے ہی ایک نظر ڈال لی ہوتی۔ مرزا محمود احمدی تقریریں، تحریریں پڑھی ہوتیں بلکہ خود مرزا غلام احمد قادریانی کی کتب کو پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ بات کہنے کی بھی جرأت نہ ہوتی۔ جس قوم کے نبی کا پورا الزیر پر درشت کلای سے بھرا ہوا ہو۔ اسے درشت کلای پر تغییر کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے کہ وہ اپنے نبی کی ایک عظیم الشان سنت کا تارک ہو رہا ہے۔ باقی میری تحریر ہے تم نے درشت کلای کا نام دیا ہے تو تم اس بات کی اجازت تو مرزا قادریانی بھی دے رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

”سو جانا چاہئے کہ جن مولویوں نے ایسا خیال کیا کہ گویا عام طور پر ہر ایک سخت کلای سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے۔ یہاں کی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ درست وہ لفاظ جو اطہار ق کے لئے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ بیوت رکھتے ہیں۔ وہ ہر ایک عالیٰ کو صاف صاف سناؤ یا نہ صرف جائز بلکہ واجبات وقت سے ہے۔“ (ازالہ ادھام ص ۲۲۳، خوارث ج ۲ ص ۲۲۳)

اگر بھی آپ کی تسلی نہیں ہوئی تو سن لو! مومن دوستوں میں موم کی طرح زم اور اللہ کے دشمنوں کے سامنے فولاد کی طرح خخت ہوتا ہے۔

اسے بار بار پڑھیے حتیٰ کہ یہ بات آپ کے اچھی طرح ذہن میں ہو جائے۔ آگے جملہ کر فرماتے ہیں ”نااظم صاحب نہ کرنے بعض بے علق باتیں لکھی ہیں۔ جن کا انعامی پیغام سے کوئی علق نہیں۔“

ٹھیک ہے بھائی! تو انگوائری رپورٹ سے عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جalandhri کو جو چاہے ثابت کر دیں اور جب ہم بھی اسی انگوائری رپورٹ سے تمہاری معافن لاش لوگوں کو دکھاتے ہیں تو وہ بے تعلق با تین بن چاتی ہیں۔ حق ہے:

خود کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خود

جو چاہے آپ کا حسن کر شہ ساز کرے

فضل الدین صاحب یہ تو گنبد کی مثال ہے۔ جیسے گھے گاؤں کی نئے گا۔

لکھ کر پھر دہنی گھنے پئے اعتراضات پیش کئے گئے ہیں۔ جن کا مکمل جواب ہم سلبے کتابچے میں دے

پکے ہیں۔ اگر فضل الدین صاحب کو سمجھنیں آئے تو بسم اللہ! ہم پھر حاضر ہیں:

کھلا ہے فیض کا چشمہ نہالے جس کامی چاہے

”تلك كتب ينظر اليها، كل مسلم بعين احبة المؤمنة وينتفع من معارفها“

فهاو يقبلني ويصدق دعوتي الا ذرية البغاليا الذين ختم الله على قلوبهم فهم

لا يقبلون

”ان کتابوں کو سب مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف سے فائدہ

اٹھاتے ہیں اور مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر بدکار رہ گئیوں کی

اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کروی ہے۔ وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔“

قارئین کرام! اس عبارت کی فصاحت و بلاغت کا موازنہ قرآن کریم سے کرنا تو

میرے بس کی بات نہیں۔ ہاں البتہ اگر فضل الدین مرزا کی اسے قرآنی پیشیں گوئی کے مثال سمجھتا

ہے تو یہ اس کا عقیدہ ہے۔ میں تو صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ:

چه نسبت خاک را با عالم پاک

حضرات فضل الدین نے ایک سید می سادھی بات کو الجھانے کی تاکام کوشش کی ہے۔

اس معنی کو حل کرنے سے پہلے مذکورہ عبارت (آنینہ کمالات اسلام ص ۵۲۸، ۵۳۷، ۵۴۷، خزانہ حجہ میں ایضاً) پھر پڑھئے۔ اس میں دو باتیں بالکل صاف ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ سب مسلمان مرزا قادیانی کی کتابوں کو محبت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں قول کرتے ہیں اور ان کی دعوت کی تصدیق کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ذریثہ البغا یا جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے وہ مرزا قادیانی کو قبول نہیں کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ ذریثہ البغا یا کپا بلا ہے جو مرزا قادیانی نے اپنے نہ مانے والے مسلمانوں کو نہایت فراخ ولی سے عطا فرمائی ہے۔ ذریثہ البغا یہ رظیوں اور پیشہ در عورتوں کی اولاد کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

الف مولا ناصد اللہ مرجم لدھیانوی کو خطاب: ”اذینتني خبذافلست بصادق ان لم تعمت بالآخری یا ابن بغاہ“ (اجام آق قم ص ۲۸۲، خزانہ حجہ میں ۲۸۲) ”اگر تو اے نسل بدکاراں بذلت نیری۔“

ب ”لفظ بغاۃ بنیاء کے معنی سعد اللہ حرامزادہ ہے۔“

(فضل ۲، رجولانی ۱۹۳۲ء ملک محمد الرحمن گجراتی)

ت ”وما كان امك بغيما (مریم):“ اے مریم! تو زنا کی مرکب کیوں ہوئی جب کہ تیری ماں پاک دامن تھی اور زادی نہیں تھی۔ (احمیہ پاکت بک ص ۳۰)

ج ”کل من هوولد الحلال وليس من ذريته البغايا“ یعنی ”ہر ایک شخص جو دلدار الحلال ہے اور خراب عورتوں کی نسل سے نہیں ہے۔“ (دورانی حصہ اول ص ۱۲۳، خزانہ حجہ میں ۱۹۳۲ء)

و ”خطبہ الہامیہ میں ۱۶ جمادی میں، البلاع میں ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، خزانہ حجہ میں ۱۳ جمادی میں ۲۵ فریاد درود (خطبہ الہامیہ میں ۱۶ جمادی میں، البلاع میں ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، خزانہ حجہ میں ۱۳ جمادی میں ۲۵ فریاد درود

میں بھی ذریثہ البغا یا کے معنی رغڑیوں اور عورتوں کی اولاد کے لئے گئے ہیں۔

قارئین کرام! اب مرزا قادیانی تو اپنے نہ مانے والوں کو ظن کی چوٹ پر ذریثہ البغا یا کہہ رہے ہیں اور کبھی بات مولا ناصد اللہ علی جالندھری نے کہی کہ ویکھو مسلمانو! مرزا تمہیں گالیاں دے رہا ہے۔ اب فضل الدین مرزا ای کبھی محاورہ کا سہارا لیتا ہے۔ کبھی لغات کو اٹھا اٹھا کر لارہا ہے۔ کبھی مفارع کی بحث چھیڑتا ہے اور کبھی مستقبل بعدی کی دھانکی دیتا ہے۔ کبھی قرآن کریم کی پیشگوئیوں کا واسطہ دے کر کہہ رہا ہے کہ ویکھو جویں یوں نہیں۔ اصل بات یوں ہے۔ لیکن فضل الدین صاحب میں آپ کو بتانا ہوں کہ نبی کا ہر قول اُتھی کے لئے جنت ہوتا ہے۔ میرے آقا محمد ایک لفظ کے جو ستری بتا گئے وہ میرے لئے حرف آخر ہیں۔ اب دنیا بھر کی کتابیں لے آؤ چاہے دنیا

بُر کے ادیب اکٹھے ہو جائیں اور اس لفظ کا کوئی دوسرا معنی بیان کریں۔ میں سب کو اٹھا کر ہاہر چینک دوں گا۔ تو پھر مجھے کہنے دو کہ یہ کیسی ذریعہ البغایا امت ہے جو اپنے نبی کے قول کے بد لے لعنتوں کا سہارا ڈھونڈتی ہے اور یوں کھلمنکھلان کا خود انکار کرتی ہے۔ جو نبی کے احکام پس پشت ڈال دے اس کے گمراہ ہونے میں کے قلک ہے؟۔

..... فضل الدین مرزاںی نے امام باقرؑ کے حوالہ سے ایک عبارت لکھی ہے یہ امام عالی مقام پر ایک بہتان ہے۔ امام صاحب سب مسلمانوں کے لئے یکساں ہیں۔ شیعہ، سنی، بھگڑوں سے ان کی فحیضت بہت اوپری ہے۔ وہ دین کے اہم ستون ہیں۔ میرے پاس اس کا یہ ثبوت ہے کہ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہ، امام باقرؑ کے شاگرد ہیں۔ ان کے فرزند امام جعفر صادقؑ سے بھی فیض یافتہ ہیں۔ شیعہ سنی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا کمال امام باقرؑ کے فیض صحبت کا نتیجہ ہے۔ عقل سے کام لیں۔ کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ امام باقرؑ خود تو امام ابوحنیفہؑ کی تربیت کرے اور خود سنی اسے ذریعہ البغایا کئے۔ یہ تحریر بالحد زمانے میں جب شیعہ سنی نزاعات حد سے بڑھے۔ کسی شیعہ نے ان کے نام سے منسوب کر کے کتاب میں بڑھاوی۔ اب اگر تم میں ہست ہے تو روایت درروایت سے ثابت کر کے مرزا قادیانی کی کتاب آئینہ کمالات اسلام سے مذکورہ عبارت کمال دو۔ لیکن تم ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تمہیں پتہ ہے کہ مرزا قادیانی کے دامن میں صرف ایک پھول نہیں۔ بلکہ ایسے پھولوں کے ہزار ہاپو دے کھڑے ہیں۔

دوسرے حوالہ..... (نعم الهدی ص ۱۰، بخراں ج ۳ ص ۵۲) کا شعر پڑھ کر کہتے ہیں کہ مسلمان کا لفظ دکھا دو۔ فضل الدین طارق صاحب تخلص تو طارق رکھ لیا مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم شاعری کے نام سے ہی ناٹاشنا ہو اور یہ دم چھلانگی مخفی دکھا دے کے لئے لگایا گیا ہے۔ ورنہ یہ شعر لکھ کر تم ہم سے اس بات کا کبھی مطالبہ نہ کرئے کہ اس میں مسلمان کا لفظ دکھا دو۔ شعر اور نثر میں بیکی فرق ہے کہ شعر میں تھوڑے لفظوں میں بات مکمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جب شعر کی تشریح کی جاتی ہے اور اس کے شان نزول پر اور مطلب پر بحث کی جاتی ہے تو پھر ساری چیزیں ایک ایک کر کے سامنے آ جاتی ہیں۔ بس اب اتنی بحث پڑھ کر پھر سے اس شعر پر غور کرو۔ اس کا ماغذہ خلاش کرو۔ شان نزول معلوم کرو۔ کس کے لئے بولا گیا ہے۔ کب بولا گیا ہے۔ کیوں بولا گیا ہے۔ فضل الدین کہتا ہے کہ اس سے مراد پادری ہیں۔ میں کہتا ہوں پادری کا لفظ دکھا دو۔ فیصلہ ہو گیا جب تم تفصیل میں جا کر دور کی کوڑی لا کر پادری ثابت کرنے کی تاکام کوشش کرو گے تو میں نزدیک ہی سے ثابت کر چکا ہوں کہ اس میں بھی ہم مسلمانوں کو ہی گالی دی گئی ہے۔ (ص ۱۰، بخراں ج ۳ ص ۵۲) پر یہ شعر

ہے اور (ص ۱۰ جزء اتنج ۱۳ ص ۵۶) پر دعا تھے۔ پھر لٹ "جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں، پھر ذرا غور سے پڑھیں۔ اللہ آپ کو مجھے عطاہ فرمائے۔

تیرا حوالہ عبد اللہ آئتم سے مناظرہ سے متعلق ہے۔ خادم صاحب اس واقعہ کا ذکر نہ کرتے تو بہتر تھا۔ کیونکہ اس واقعہ سے مرزا قادیانی کے الہاموں اور خدائی مدد کا پول کل جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے عبد اللہ آئتم کی موت کی تاریخ مقرر کی ۵ ستمبر ۱۸۹۲ء، لیکن جب ۲ ستمبر کی شام آئی تو مرزا قادیانی کے گھر کہرام فتح گیا۔ رات بھر مرزا قادیانی نے چوں پر سورت پڑھوائی اور علی اصح وہ پختے خود ایک دیران کنوں میں گرانے اور ساتھیوں سے کہا کہ پیچھے دیکھئے بغیر جلدی جلدی واپس چلو۔ لیکن عبد اللہ آئتم پھر بھی نہ مرا۔ اہل اسلام! کیا نبی اپنے مخالفین کو مارنے کے لئے ایسے ذلیل حریبے استعمال کرتے ہیں؟ جب اللہ نے وحی کے ذریعہ آئتم کی موت کا دن مقرر کیا تھا تو مرزا نے پختے کیوں پڑھے۔ اس نے وحی الہی کی علاف ورزی کیوں کی۔ کیا فضل الدین صاحب ان کا جواب مرحت فرمائیں گے جب مرزا قادیانی مذکورہ واقعہ میں جبوٹے ثابت ہوئے تو مسلمانوں نے جھوٹا کہنا شروع کر دیا۔ مرزا قادیانی نے لکھا: "جو ہماری فتح کا قاتل نہیں ہوا گا صاف سمجھا جائے گا کہ اسے ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔" سبحان اللہ! مناظرہ میں لکھتے تو مرزا قادیانی کھائیں اور حرام زادہ مسلمان نہیں۔ فاعتبروا یا الاولی الابصار!

غمبرا اب دوسرا پھلٹ ندائے حق نمبرا۔ ندائے حق ہی کہنا بہتر ہو گا، کے اعتراض کا جواب سنئے۔ لکھتے ہیں: "پون صدی سے آپ لوگوں نے احمدیت کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ مگر ناکای اور ذلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔" بزردی اور دھاندی کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہو گی کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے حوالہ تو شورش کشمیری کے نام سے لکھ دیا مگر بات اپنے دل کی کہہ دی۔ فضل الدین صاحب تاریخ اسلام اٹھائیے! پون صدی میں دنیا کا کون سا کوئی تھا۔ جس پر اسلام کے بیٹوں نے اپنے گھوٹے نہیں دوڑائے تھے اور اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ تم نے پون صدی کا حوالہ تو دیا مگر اپنی کارگزاری بھی تو پیش کرو۔ قادیانی سے دھکدے کر کٹائے گئے۔ پاکستان میں قدم قدم پر مسلمان تھمارے جھوٹ کا پول کھول رہے ہیں۔ تم میں اتنی جرأت نہیں کہ برس رعامت آ کر مرزا کی بیوت پر تقریر کر سکو۔ اگر یہ حقیقت نہیں تو آؤ میں تمہیں جھیلنگ کرتا ہوں کہ اپنی چار دیواریوں سے باہر لکل کر ہمارے سامنے چوک پر کھڑے ہو کر مناقب مرزا پر ایک تقریر کر دو اور پتہ چل جائے کہ پون صدی میں تم نے کون سا تیر مار لیا ہے۔ اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ لیکن تم تو گیدڑوں سے بھی بزدل ہو۔ جسے اپنے گھر میں کچھ کہنے کی جرأت نہیں، وہ

باہر کیا کرے گا۔

نمبر ۲..... "علمائے ربانی جماعت یا مکروہیب سے کام نہیں لیا کرتے۔ نہ غیظ و غصب میں آیا کرتے ہیں۔" سبحان اللہ! کیا خوبصورت الفاظ ہیں۔ ہمارے علماء پر تحقیقاتی روپ روٹ کی دفعہ لگا کر خوش ہو گئے۔ لیکن اپنے عی میرزا غلام احمد قادریانی کی خبر لکھنے کی اصل میں وہی تو جماعت، مکروہیب، غیظ و غصب والی صفات کے قائلہ کا سرخیل کا بروائی ہے۔ جس کی نفیات کا یہ عالم ہے کہ وہ گن کن کرنے والے اور لعنت لعنت کی روٹ لگائے اور یہ تحداد بزرگ پہنچا کر دم لے اور حصہ میں لوگوں کو حرام زادہ اور رعنیوں کی اولاد لکھ کہنے سے نہ چوکے۔

فضل الدین صاحب تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں انصاف سے کہنا کہ آیا یہ شخص کو تم شریف کہنا شرافت کو گالی دینے کے متادف نہیں سمجھتے؟ آیا اس قبل کے شخص کا شمار انسانوں میں ہو گایا جیسا انوں میں؟ بس میر ایکجا جواب ہے:

اتنا نہ بڑھا پاکنی دامن کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھے ذرا بند قبا دیکھے

علمائے اسلام کے متعلق میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں:

تردانی پر شیخ ہماری نہ جائیداً دامن نجھڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

..... فضل الدین صاحب لکھتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں میں سے جماعت احمدیہ عی دنیا میں اسلام کا بول بالا کر رہی ہے۔ محترم فضل الدین صاحب ہم قادریانوں کو وارثہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ لہذا تمہاری ساری تک و وو قادریانیت کے لئے تو ہو سکتی ہے۔ اسلام کے لئے نہیں۔ دنیا کے کونہ کونہ کے مسلمان حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی کو تینی نہیں مانتے۔ لہذا تینی نبوت کا پرچار اسلام کی کوئی خدمت نہیں۔ رہی یہ بات کہ یورپ کا فرگی تمہیں مسلمان سمجھتا ہے تو فرگی کو تمہارا اسلام مبارک، ہم نے تو ہاتھ باندھے۔

سب تم نے مزید مولا ناصر علی صاحب جالندھری سے پوچھا کہ یہ ورنی ممالک میں کتنے مشن بیجے ہیں۔ فضل الدین صاحب جیئن کے کناروں سے لے کر کاشغری کوادیوں تک محمد ﷺ کے نام لیا جاتے ہیں۔ اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ اسلام و ارشاد، ہم نے بااثر رکھی ہے۔ ہم ایران میں جا کر تبلیغ اسلام کرتے پھریں کیوں پاکستان میں تبلیغ ختم ہو گئی؟ ایران میں ہمارے ایرانی بھائی تبلیغ میں معروف ہیں۔ ہر مسلمان اپنے اپنے مورچہ پڑھتا ہوا ہے۔ مدینہ یونیورسٹی اور جامعہ ازھر کے طلباء افریقہ میں تبلیغ کا فریضہ بخشن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ تو ایک کروڑ

روپیہ کے مل بوتے پر دنیا میں گھوم رہی ہے۔ لیکن کبھی ورنے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رابے دوڑ کی تبلیغی جماعت کو بھی دیکھا ہے۔ اپنے فرج پر دنیا کے کونے کونے میں اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ دور کیوں جاتا ہے عالیجہ محمد، مشہور کے باز شیر اسلام محمد علی کے تیرے مری امریکہ کی چھاتی پر چڑھ کر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ کا نعرہ بینڈ کر رہے ہیں۔ (واضح رہے کہ یہاں محمد سے مراد مرزا قادیانی نہیں جیسا کہ مرزا قادیانی نے قادیانیوں سے کہا ہے کہ کلمہ پڑھتے وقت محمدؐ کی جگہ میرا تصور کیا کرو۔) فضل الدین تو اپنی ذفیلہ بجا تا پھر، ہمیں اس سے کیا۔

باتی رہی بات تیری تبلیغ کی کہ دہاں جا کر تمہارے مبلغ کیا کرتے ہیں وہ بھی تمہارے اپنوں کے حوالے سے یہ ہے۔ ”تمہارے مبلغ سور کا گوشت کھاتے ہیں۔“ (فضل قادیان ۲۱۲۱ راست ۱۹۲۳ء) ”نگہ ناج دیکھتے ہیں۔ خود مرزا محمود نے بعد چندھری ظفر اللہ کے دیکھا۔“ (فضل ۱۷۸، ۱۹۲۳ء) ”لوگوں کو ساتھ لئے پھرتے ہیں۔“ (اخبار پیغام سلیمان ۲۲، ۱۹۲۳ء) آپ کے جو روی ۱۹۲۳ء) ”لوگوں کو ساتھ لئے پھرتے ہیں۔“ (اخبار پیغام سلیمان ۲۲، ۱۹۲۳ء) آپ کے طرز تبلیغ کی ہیک ہلکی سی جھلک دھماکی گئی ہے۔ مبلغ عبداللہ صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ: ”کسی دوست سے طے۔ کہیں چائے پر چلے گئے۔ کسی اور اجتماع میں چند آدمیوں سے ملاقات ہو گئی۔ پس قادیان رپورٹ لکھ دی کہ ہم نے تین سو آدمیوں کو احمدیت یا اسلام کا پیغام پہنچا دیا۔ لیکن تبلیغ تمہیں مبارک، ہمیں تو معاف نہیں کرو۔“

..... شورش کا شیری کے حوالہ سے لکھا ہے: ”مولوی محمد علی آپ خدا کو لیا جواب دیں گے۔ ختم نبوت کے نام پر جاری شدہ کار دہار بند کیجئے۔“ فضل الدین صاحب! شورش کا شیری نے مولانا محمد علی جاندھری کو یہ مشورہ دے کر کیا جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے؟ (۲) کیا وہ جماعت احمدیہ کا باقاعدہ رکن بن گیا ہے؟ (۳) کیا اس نے قتنہ قادیانیت کو چھاتا سلیم کر لیا ہے؟ بات کا مزہ تو جب تھا کہ وہ مولانا محمد علی جاندھری کو یہ مشورہ دے کر آپ کے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دیتا اور خود بھی آپ کی دشمنی چھوڑ دیتا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ میں ہمیں آپ بھی جانتے ہیں کہ شورش کا شیری قادیانیوں کا آج بھی اتنا ہی دشمن ہے جتنا پہلے تھا۔ اس کا قلم آج بھی دشمنان اسلام کی وجہیاں روز اول کی طرح بکھیر رہا ہے۔ جس کتاب کے حوالے دے دے کر قلم نے یہ باتیں لکھی ہیں۔ اس کتاب میں شورش کا شیری نے مرزا ایت کے منہ سے جس طرح نقاب اتارا ہے۔ عقل سلیم کے لئے وہی کافی ہے۔ قادیانیوں کے خلاف شورش کا شیری آج بھی محمد علی کے کندھے سے کندھا لٹا کر کھڑا ہے۔ جواب بھی نہ سمجھے تو اسے خدا بکھے۔

..... آگے چل کر لکھتے ہیں: ”تحفظ ختم نبوت کے نام پر بمعنی شدہ ذیزد لاکھ روپیہ کہاں خرج

کیا۔، فضل الدین صاحب ایمان لگتی کہتا کہ اس ڈیڑھ لاکھ میں آپ نے کتنا چندہ دیا تھا؟ حیران کیوں ہو گئے۔ جواب دو۔ کتنا چندہ دیا تھام تھے، اگر کچھ نہیں تو آپ کے پیٹ میں مردڑ کیوں اٹھنے لگے ہیں؟ جن مسلمانوں نے چندہ دیا ہے وہ اس کا حساب مولانا محمد علی سے خود لیں گے۔ چھیس ٹکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر مولانا محمد علی صاحب نے یہ رقم خوردہ رکری ہے تو چھیس تو ربوہ میں سمجھی کے چنانچہ جلانے چاہئیں کہ یوں اتنی کیش رقم جو تھارے خلاف استعمال ہوتی وہ ضائع ہو گئی اور اگر رقم محفوظ ہے (یقیناً محفوظ ہے) تو چار آنسو بہالو۔ کیونکہ اس سے اگر وہ مبلغ بھی تیار ہو گئے تو انشاء اللہ تیرے جیسے سو، سو خادموں سے ایک ایک ٹکرائے گا۔

ڈیڑھ لاکھ کا حساب ہم لیں گے جنہوں نے چندہ دیا ہے۔ تھارے حادیوں میں جو لاکھوں کے غلبے ہوتے ہیں۔ کبھی ہم نے بھی اس طرح انگلی اٹھائی؟ ہم نہ چندہ دیتے ہیں نہ یہ سوال کرتے ہیں۔ سادہ لوح مرزاں تھارے نبی کی سمجھتی ہیں۔ ربودہ والے (چناب گر) جیسے ہی چاہے اس سمجھتی کو کاٹیں۔ ہمیں اس سے کیا غرض غریب مرزاں پیٹ پر پتھر باندھ کر عزمت تک پہنچا سیں اور تھارا خلیفہ (جموہ) اس دولت کے بل بوتے پرداویش دیتا پھرے ہمیں کیا؟ ملاحظہ ہو تارتھ محدودیت ربوہ کافی بھی آمر، برائیں احمدیہ کی پچاس جلوں کی قیمت وصول کر کے ان کے بدلتے پانچ جلوں عوام کو دے کر بھایا رقم تیرانی مرزا اغلام احمد قادریانی شیرماں اور سمجھ کر ہضم کر گیا۔ ملکہ عالیہ بھوپال برسوں تک اس رقم کی یادو بانی کرتی رہیں۔ لیکن صاحب بہادر کے کان پر جوں تک نہ رہیں۔ حق ہے:

بادہ عصیاں سے دامن تر ہے شیخ کا
پھر بھی وعویٰ ہے کہا صلاح دو عالم ہم سے ہے

ندائے حق نمبرا (ندائے احق نمبرا) کے آخر میں فضل الدین مرزاں نے کچھ راز دنیا ز کی باتیں کی ہیں۔ ان کا جواب وینے سے پہلے مداری کی پڑاڑی کے تیرے پھلفتندائے ملت نمبر ۲ (ندائے احق نمبر ۲) کا جواب دے دینا، تھرست سمجھتا ہوں۔ ندائے حق نمبرا کے پانچوں اعتراض کا جواب اس کے بعد ذرا کھل کر دیا جائے گا۔ ہاں تو قارئین کرام پھلفت نمبر ۲ میں فضل الدین مرزاں صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد علی جاندھری کو جوش خطابت میں اتنا بھی یاد نہیں رہتا کہ جو حکم وینے لگا ہوں اس کی نظر صحابہ کرام کے ہاں تو نہیں ملتی البتہ مکہ کے مشرکین یا زید کے دربار میں ملے گی۔

سبحان اللہ! فضل الدین مرزاں صاحب کیا محمد علی جاندھری نے، نبوت کا اعلان کر دیا

ہے یا صحیح موعود ہونے کا؟ امام مهدی بن بیضا ہے یا مجدد وحدت۔ امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا ہے یا غلیظ بن بیضا ہے۔ اس نے کون سا حکم دیا ہے جو طبع ناک پر اتنا ناگوار گز را کہ حضور کو مولا نا محروم علی کے ڈاٹے یزید و مشرکین کہے ملا تا پڑے۔ اگر تجھے مشرکین کہے اتنا ہی بیار ہے تو اس کی نسبت ان سے ملا جس نے پر عالم تاج و تخت ختم نبوت پڑا کہ ڈالا۔ جس نے سیدہ مریم علیہا السلام پر زنا کی تہمت لگائی۔ جس نے عصیٰ علیہ السلام پر شرابی ہونے کا بہتان باندھا۔ یزید کہتا ہے تو مرتزا قادری کو کہہ جس نے فخر سے کہا تھا کہ قادیان میں یزید الطیع لوگ لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ظلی طور پر یزید ہی ہو کیونکہ اسی کے قلم نے (خاکم بدھن خاکم بدھن) حسین گوپا خانہ (گوہ) کا ڈھیر لکھا۔ اس ظالم سے پوچھ جسین ہے اس کی کیا لا ائی تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یزید نے پھر اس کے روپ میں جنم لے کر جاتب حسین کی عزت و توقیر کرنے کی کوشش کی ہو۔ جسد اسلام کا کون سا حصہ ہے جو تیرے بنا سکتی تھی کے چر کوں سے بچا ہو۔ اس پر:

اور اس کو کہتے ہیں خون انعام!

میری نگاہ شوق پر اس درجے سختیاں ان کی نگاہ شوخ پر کچھ بھی سزا نہیں
غمزرا محمد علی جalandھری سے پوچھتے ہیں کہ جب قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے اپنے ذمہ
لے رکھا ہے تو تمہاری بھاگ دوڑکس کام کی؟

جواب: -فضل الدین صاحب آپ کے نبی مرزا قادیانی بقول خود خدا کی نشانات لے کر پیدا ہوئے تھے۔ پھر یہ جو تم ملکوں کی خاک چھانتے پھرتے ہو۔ کیوں؟ اور اگر مرزا چاہے تو اللہ اسے خود رکامیا کرے گا۔ آب آرام سے گھر بیٹھے رہیں۔ باقی محمد علی جالندھری کو یہ حکم ہے:

اعتراف نمبر ۶ کے ضمن میں مسجد شہید سعیج اور شہیر کا ذکر خیر فرماتے ہوئے ان لاکھوں

شہیدوں کو درہ ہے ہیں جو مسجد شہید تنگ اور سرز من کشمیر رقباں ہو گئے۔
فضل الدین مرزا! یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ کیونکہ اگر تو جانتا ہوتا تو یہ
بات کسی نہ پوچھتا۔ محترم اسلام میں چہار کھنک مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد شہید تنگ
ہو یا بیت المقدس، سرز من کشمیر ہو یا ارض فلسطین، جزیرہ قبرص ہو یا صحرائے سینا!۔ مسلمانوں
بڑاں کی طرح فدا ہو رہے ہیں۔ بخدا دپر بر طاثیہ کا قبضہ ہوا درستیرے گمراہیاں میں تھیں کے

چماغ جلیں۔ وادی بیناء میرے بھائیوں کی لاشوں سے پٹ جائے اور تیری اسراۓل سفارت چلے شہدائے کشمیر سے تیرا کیا رشت؟

ایں چہ بوجھی است؟

..... ۳ ۱۹۵۲ء کے فسادات پر عبدالمadjد دریا آبادی اور مدیر اخبار تنظیم کے نام سے عمارت لکھی ہے کیا یہ ہر دو حضرات قادریانی ہو چکے ہیں۔ آپ کی دعوت کو سچا تعلیم کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو آپ کا یہ اعتراض بالکل انفور اور بے ہودگی ہے۔

..... ۴ فضل الدین مرزا ایم صاحب! عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا عیسیٰ علیہ السلام آگے۔ ہم مرزا غلام احمد قادریانی کونہ مہدی مانتے ہیں نہ عیسیٰ مانتے ہیں اور نہ ہی نبی مانتے ہیں۔ بلکہ ان تیس رجالوں اور کذابوں میں ایک مانتے ہیں جن کی خبر میرے محمد علیؑ نے اپنی امت کو دی تھی۔ پس باتِ فتحم ہو گئی۔ کیونکہ اس میں نبیوں والی ایک بھی صفت نہیں۔ کذابوں والی سینکڑوں صفات ہیں۔ (۱) مجید الدین ابن عربی۔ (۲) شاہ ولی اللہ دہلوی۔ (۳) حضرت مولانا روم۔ (۴) امام عبدالوہاب شعرائی۔ (۵) حضرت امام محمد طاہر۔ (۶) امام ربانی محمد الف ثانی۔ (۷) سید عبدالکریم۔ (۸) نواب صدیق حسن۔ (۹) حضرت مولانا محمد قاسم ناٹووی۔ (۱۰) ملاعی قاری کا نام لے کر کہتے ہیں کہ یہ سب حضرات امکان نبوت کے قائل ہیں۔ مجی ہاں! ان بزرگوں کی کتب موجود ہیں۔ لیکن قادریان و ربوہ میں ان کے حوالے کی بارشان ہو چکے ہیں اور اب ان کی شہیر فضل الدین مرزا ایم کے ہاتھوں کمزی میں ہو رہی ہے۔ ناداں سمجھتا ہے کہ بڑے بڑے علمائے اسلام کا نام لے کر شاید مرزا قادریانی کا دامن نبوت صاف ہو جائے گا۔ لیکن:

ایں خیال است دھال است وجہوں

بے وقوف! حق کا دریا تو اپنی پوری آب دتاب سے جاری رہے گا۔ جو صدق دل اس میں قدم رکھے گا پار ہو جائے گا اور جو کذاب آئے گا اس کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

قارئین کرام! اب ہم حسب وعدہ پختلت نہائے حق نمبر اسے پانچوں اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ فضل الدین مرزا ایم نے پھر اسی سوال کو اٹھایا ہے کہ احرار نے پاکستان کی مخالفت کی اور اپنے لئے ۱۹۷۲ء کا حوالہ دیا۔ پھر سائنس گیشناں کی آمد پر پورٹ کا حوالہ دیا ہے۔ شاید یہ سمجھتا ہے کہ یوں لوگوں کے سامنے چور چور پکار کر میں صاف نجع جاؤں گا۔ نہیں محترم یہ بالکل ناممکن ہے۔

..... ۵ ہمارا جھروڑا ہے مرزا قادریانی نبی نہیں اور تم لکھتے ہو کہ احرار پاکستان کی دشمن ہے۔ چار

مان لیا۔ احرار پاکستان کی دشمن ہے پھر اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ مرزا قادریانی چاہے؟

..... دوسرا یہ کہ احرار کی سیاست کا طعنہ: مجلس تحفظ قائم نبوت کو دینا بددیانتی ہے۔

کیونکہ احرار سیاسی پارٹی تھی اور مجلس نہ ہی تھیم ہے۔ قارئین کرام! فضل الدین کامنہ توڑنے کے لئے تو سبھی جواب کافی ہے لیکن چونکہ اس نے پاکستان سے اپنی محبت اور حصول پاکستان کی جگہ میں تاریخ کا سہارا لیا ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ خود فضل الدین مرزا کی کو اس شیشے میں اس کا منہ دکھاؤں اور ملت اسلامیہ بھی جماعت احمدیہ کی تاریخی خدمات سے روشناس ہو جائے۔ فضل الدین صاحب! احرار تھیم ہند کے خلاف تھے نہ کہ آزادی ہند کے ملاحتہ ہو:

”کسی نے پوچھا شاہ جی ملکی سیاست میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟ شاہ جی“ نے فرمایا: ”میں نے ہندوستانیوں کے ذہنوں سے اگریزوں کو کمال پسینکا ہے۔ میں نے گلکتہ سے خیریک دوڑ لگائی۔ میں تو وہاں بھی گیا ہوں جہاں دھرتی پانی دینے سے عاجز ہے۔ اب سوال یہ رہا کہ میں آزادی کے کس تصور کے لئے لڑ رہا ہوں تو اس کے لئے بھجھ بھجھ کر اپنے ملک میں اپنا راج میں چاہتا ہوں۔ اس ملک سے اگر یہ لکھیں۔ لکھیں کیا ہے لے جائیں۔ اس کے بعد آزادی کے مخطوط پر غور کیا جائے گا۔ باہوم تکاح سے پہلے چھوارے باشنا چاہتے ہو۔ پھر میں وستوری نہیں سپاہی ہوں۔ تمام عمر اگریزوں سے لڑتا رہا اور لڑتا رہوں گا اور اگر ایسے وقت میں سورجی میری مدد کریں گے تو میں ان کا منہ چوم لوں گا۔ میں تو ان جو نہیں کو کھانڈھ لکھانے کو تیار ہوں جو صاحب بہادر کو کاث کھائیں۔ خدا کی حمد! میر اصراف ایک دشمن ہے وہ ہے فرقگی۔ جس خالم نے مسلمان ملکوں کی ایسی سے ایسٹ بجادی بلکہ اس خیرہ چشی پر بھی حد ہو گی کو تحریف کے لئے مسلمانوں میں جعل نی ہیدا کیا۔ پھر اس خود کاشتہ پوے کی آبیاری کی۔ اب اس کو چھیتے پچھی کی طرح پال رہا ہے۔“

..... ”میرے عقیدے میں اب بھی دو چیزیں ہیں۔ قرآن کی محبت، اگریز سے نفرت (شاہ جی) سیاسی نظریہ بدلتا ہے۔ لیکن نہ ہی عقیدہ بھی نہیں بدلتا۔“

پاکستان بننے سے پہلے ہی شاہ جی تھیم قبول کر کے تھے اور جب پاکستان بن گیا تو شاہ جی کے نظریات ملاحتہ فرمائیے:

”فرماتے ہیں ایک شخص ایک خاندان میں شادی کرنا چاہتا ہے مگر اس کا باپ اور بھائی اور دوسرے رشتہ دار اس رشتہ پر راضی نہیں۔ ہاد جو اس کے وہ شادی کریں لیتا ہے۔ ماں باپ اپنے پرائے اگرچہ اس رشتہ پر راضی نہ تھے۔ لیکن شادی ہونے کے بعد مبارکبادیں دیتے اور دعویی کرتے ہیں۔ وہ کون سا دیوبیٹ باپ ہو گا جو اپنی اس بھوکی عصمت پر حملہ کرنے یا اس کو

نقضان پہنچانے کی اجازت دے۔ پاکستان بن چکا ہے۔ اب اس کی حفاظت ہمارا جزو ایمان ہے۔ تم میری رائے کو خود فروشی کا نام دو۔ میری رائے ہار گئی۔ اس کہانی کو یہیں ختم کر دو اب پاکستان نے جب بھی پکارو اللہ باللہ اس کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کروں گا۔ مجھے یہ اتنا ہی عزیز ہے ہتنا کوئی اور دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں قول کا نہیں عمل کا آؤ ہوں۔ اس طرف کسی نے آنکھ اٹھائی تو وہ پھوڑ دی جائے گی۔ کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ کاٹ دیا جائے گا۔ میں اس وطن اور عزت کے مقابلہ میں نہ اپنی جان عزیز سمجھتا ہوں اور نہ ادا۔ میرا خون پہلے بھی تھہارا تھا اور اب بھی تھہارا ہے۔“

قادیانیوں کے پاکستان کے متعلق کیا نظریات تھے۔ وہ بھی تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہیں۔
..... ”جب تقسیم ملک سے مسلمانوں کے لئے عیمده وطن کا وہندلاسا امکان اپن پر نظر آئے گا تو قادیانی آنے والے واقعات کے متعدد تنکروں نے لگے۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۷ء کے آغاز تک ان کی بعض تحریروں سے یہ ملکشیف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی۔ لیکن جب پاکستان کا وہندلاسا خواب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگا تو ان کو یہ امر کسی قدر دشوار معلوم ہوا کہ ایک نئی مملکت کو گوارا کر لیں۔ ان کی بعض تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ملک تقسیم ہو گیا تو وہ اسے دوبارہ تحد کرنے کی کوشش کریں گے۔“ (اکتوبری رپورٹ ص ۲۰۹)

قارئین کرام غور کرنا! اکتوبری رپورٹ کی نکورہ عمارت کو مرزا محمود احمد کا یہ روایہ صادق تجھ ثابت ہو رہا ہے: ”ابتداء میں حضور نے اپنا ایک روپیہ بیان فرمایا جس میں ذکر تھا کہ گاندھی جی آئے ہیں اور حضور کے ساتھ ایک ہی چار پائی پر لیٹا جاتا ہے اور ذرا سی دیر لیٹنے پر اٹھ بیٹھے اور گنگو شروع کر دی۔ اس روپیہ کی تعبیر میں حضور نے فرمایا کہ ممکن ہے عارضی طور پر افتراق ہو۔ (ای لئے جماعت احمدیہ کا الہامی عقیدہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے) اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدار ہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہو گئی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد وورہ جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈہ بندوستان بننے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں۔“

(مرتبہ منیر احمد، ویس احمد، انفضل ۱۵ اپریل ۱۹۳۷ء)

فضل الدین مرزا کی ۱۹۲۷ء کا حوالہ دے کر عوام کو گراہ کر رہا ہے۔ اگر قادیانی جماعت حقیقت مسلم لیک کے ساتھ تھی تو ۱۹۳۶ء میں لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر پنڈت نہرو کا شاہانہ استقبال کر کے اسے غرروٹن کا خطاب کیوں دیا؟ اور اس کی مکمل تفصیل انفضل ۱۲ اگسٹ ۱۹۳۶ء میں شائع کی گئی۔ اس کی سرفی کا عنوان تھا ””غرروٹن پنڈت جواہر لال نہرو کا لاہور میں شامدار استقبال“

فضل الدین صاحب! قادیانی سے آپ کے تین سو دلخیل اور سیاکلوٹ سے دوسو
دلخیل لا ہو رہے ہیں۔ آپ کے قائد اعظم آل امیریا نیشن لیگ کو روز چودھری اسد اللہ خان برادر ظفر
اللہ خان قادیانی اور صدر آل امیریا نیشن لیگ شیخ بیشرا حمد قادیانی بے نقیض پیٹ فارم پر موجود تھے
اور ان دونوں نے نہر کے گلے میں پھولوں کے ہارڈا لے۔ حسب ذیل مانو جنڈیوں پر خوبصورتی
سے آؤزیں تھے:

(1) (I beloved of the nation welcome you)

(2) (We join in civilliberties union)

(3) (Long live Jawaherlal)

پنڈت نہرو کا شاہانہ استقبال اور وہ بھی ۱۹۳۶ء میں اس کے بعد پاکستان کو تبول نہ
کرنے کیلئے الہائی عقیدہ بھی گھڑلیا۔ گاونگی جی سے خواب میں بھی راز دنیا زکی باتیں اور پھر بھی
دھوئی مسلمانی۔ اسے کہتے ہیں: ”رند کے رندر ہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔“

فضل الدین مرزا ای اپنے منہ سے وہ نقاپ اتار دے جئے دنیا مخالفت کا نقاب کہتی ہے
تو پاکستان کی جنگ کا سربراہ اپنے سر باندھنا چاہتا ہے لیکن کیا تو یہ بھول گیا کہ تیرے گرو گھنٹال مرزا محمود
نے باڈھری کیشن کی بارگاہ میں اپنا میمور نظم پیش کیا کہ قادیانی ایک یونٹ بن چکا ہے۔ مقصد یہ
ہے کہ ہماری ایک الگ ریاست ہوئی چاہئے۔ کچھ پنڈت نہر کو پرانی رشتہ داری یاد دلا کر کہا:
مجھ کو دنیا میں ملے گی نہ کہیں جائے پناہ کچھ تو سوچ اے مجھے محفل سے اٹھانے والے
اگر یہ کوٹل اللہ تیرے نبی نے کہا۔ ہندو سے رشتہ تیرے خلیفہ نے جوڑا لیکن جب
وجل و نفاق کا کوئی حریب کا گردہ ہوا تو نام نہاد فضل عرب یعنی خلیفہ اُسح اور اس کی تمام خانہ ساز امت
مردوں مطرود ہو کر سرزی میں پاک میں پناہ گزیں ہوئی۔ مگر ان تمام قدرت کی قہر نمائی ملاحظہ ہو یہاں
آ کر قادیانی امت نے یہ مرثیہ خوانی شروع کر دی:

وہ دن جب کہ تھے ہم کیسی قادیانی میں

ہماری خشی دنیا ہمارا زمانہ

مگر اب یہ حالت ہوئی جا رہی ہے

کہیں بھی نہیں ہمارا ممکانہ

(الفصل ۲۲، ربیعی ۱۹۳۸ء)

اب حصول قادیانی کے پیش نظر اکٹھ بھارت کا الہام گھر مارا:

اے وجلِ شمع میں زنار کے ڈورے نہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف
پاکستان کے عاشقواز را اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اتنا تو جواب دو کہ چودھری ظفر
اللہ نے حضرت قائدِ اعظم کی نماز جنازہ کیوں نہ پڑھی؟ لفظوں کے گور کو ڈھندے میں الجما کر فضل
الدین صاحب تم عوام کو دھوکائیں دے سکتے:

کس کس سے چھپاؤ کے تحریک ریا کاری

محفوظ ہیں تحریریں مرقوم ہیں تقریریں

یہ دیکھو تیوں پھلوں کا جواب دینے کے بعد میں امتِ مرتاضی سے یہ بات پوچھنے کی
جسارت کر رہا ہوں کہ جس نبی کی غلامی کا طبق تم اپنے گلے میں ڈالے پھر ہے ہو وہ بندہ تھے یا
خدا؟ امتنی تھے یا نبی؟ حورت تھے یا مرد؟ ماں تھے یا باپ؟ مسلمان تھے یا کافر؟ کرم خاکی تھے یا بشر
خاکی؟ جائے نظرت انسان تھے یا پھر؟

پوری دنیا نے قادریت کو میراً اکلا جھیلخ ہے۔ وہ اس سوال کا جواب قیامت تک نہیں دے
سکتی۔ فضل الدین مرزاں تیر سعدیں کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے میرے بزرگوں نے تھے چوڑا ہو۔
سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قادریاں میں کمرے ہو کر فضل عمر مرزا محمود کو جھیلخ دیا تھا وہ
آج بھی فضاوں میں اسی طرح کون خ رہا ہے۔ تیرے غلیظ کلوجرات نہ ہوئی تو کسی باغ کی ہوئی ہے۔
فضل الدین مرزاں آج تھے غلامان محمد پھر کلا جھیلخ دے رہے ہیں کہ تو گورنمنٹ سے
منظوری لے کر اپنے جتنے مبلغوں کو چاہے لے آ۔ جہاں تیرا بھی چاہے لے آ۔ مرزا صراحی خلیف
سوم کو لے آ۔ جلال الدین شمس کو لے آ۔ ابوالعلاء جالندھری کو لے آ۔ خود آ جا۔ پورے دنیا نے
قادیانیت کو لے آ اور ہم سے مناظرہ کر لے۔ اگر ہم مرزا غلام احمد قادری کو جھوٹا ٹھابت نہ کر سکیں تو
سارے کے سارے آپ کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے ورنہ بصورت دیگر آپ کو مرزا نیت
سے تو پہ کر کے اسلام قبول کرنا ہوگا۔

شیش کے محل میں پیٹھ کر دیوار سنگاخ پر پتھر نہ برسائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا مٹی کا
ڈھیلہ ہی آپ کے شیش محل کو چکنا پھر کر دے:

دیوار سنگاخ پر پتھر ہیں بھیکتے

شیش میں پیٹھ کر یہ حماقت تو دیکھے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ختم بُوت

قومی اسمبلی کا مشقہ فیصلہ



وفاقی حکومت پاکستان

پیشوال اللہ والتفصیل التفصیل

ان صفات میں خصوصی کمی کی قرارداد کا متن، آئین میں ترمیم کامل اور ذریع اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھنوکی تقریر کا متن دیا جا رہا ہے۔ جوانہوں نے ۱۹۷۳ء میں ستمبر ۱۹۷۴ء کی تاریخ پارلیمنٹ نے ختم نبوت کے مسئلے کو حل کرنے کیلئے قانون پاس کیا۔

قرارداد

قوی اسیلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قوی اسیلی کو غور اور منظوری کے لئے پیشی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمی اپنی رہنماء کمی کی طرف سے اس کے سامنے پیش یا قوی اسیلی کی طرف سے اس کو پیشی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں پہنچوں سربراہان احمدیہ "ربوہ اور راجح بن احمدیہ اشاعت اسلام" لاہور کی شہادتوں اور جرج پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قوی اسیلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

الف کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے:
 (اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک فیش کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔
 مذکورہ بالاسفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون مسلک ہے۔

ب کہ مجموعہ تعزیریات پاکستان کی دفعہ ۱۹۵۵ الف میں حسب ذیل تفریغ کی جائے:
 تفریغ کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی فیش (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے قصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے، وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

ج کہ متعلقہ قوانین ملائقوی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد، ۱۹۷۴ء میں منتخب قانونی اور رضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

..... کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

(قوی اسلامی میں پیش کئے جانے کے لئے)

(اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مزید ترمیم کرنے کے لئے ایک مل) ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعدازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔ لہذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:

..... مختصر عنوان اور آغاز نفاذ (۱) یا یکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۲۷۴ء کھلاے گا۔ (۲) یہ فوراً نافذ العمل ہو گا۔

۲..... آئین کی وفعہ ۱۰۶ میں ترمیم۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعدازیں آئین کہا جائے گا۔ وفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قویں "اور قادریانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)" درج کئے جائیں گے۔

۳..... آئین کی وفعہ ۲۶۰ میں ترمیم۔ آئین کی وفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل غیر مشروط شق درج کی جائے گی۔ یعنی:

"(۳) جو شخص محدثؐ کے بعد کسی بھی مفہوم یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعاً کو نبی یادی میں مصلح تعلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

بیان اغراض و وجہ

جیسا کہ تمام الیوان کی خصوصی کمی کی سفارش کے مطابق قوی اسلامی میں طے پایا ہے۔ اس مل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرتا ہے تا کہ ہر دھنی بخود محدثؐ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محدثؐ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو ایسے مدعاً کو نبی یادی میں مصلح تعلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبد الحفیظ ہیززادہ وزیر انمار!

وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر
جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کی اس تقریر کا متن، جوانوں نے قومی اسمبلی
میں ۷ ستمبر ۱۹۵۷ء کو کی تھی۔

جناب پیغمبر امیں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے
میرا مقصد نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم
نے اس مسئلے پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیل طور پر تاوہلہ خیال کیا ہے۔ جن میں تمام پارٹیوں
کے اور ہر طبقہ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے۔ یہ ایک قومی فیصلہ
ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات
اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق
قرار پائے اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف و تحسین کا حق دار بنے۔
میرا کہنا ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری تاچیر رائے میں کمی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل
فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ لوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ
مسئلہ مزید وسیعید ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تحریک اور ترقیت پیدا ہوئے۔ لیکن
آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ اپنی میں
بھی پیدا ہوا تھا۔ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار۔ ہمیں بتایا گیا کہ اپنی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا
گیا تھا اسی طرح اب کی بار بھی دیسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں
کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں
کیا تھا۔ کیا تھا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وحشیان طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا۔
جو اس مسئلے کے حل کے لئے نہیں۔ بلکہ اس مسئلے کو وبا دینے کے لئے تھا۔ کسی مسئلے کو وبا دینے سے
ایس کا حل نہیں لکھتا۔ اگر کچھ صاحبان عقل و فہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تندوکر کے اس
مسئلے کو حل کیا جائے اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے تو شاید اس صورت
میں ایک عارضی حل نکل آتا۔ لیکن یہ مسئلے کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا اور پھر منظر
میں چلا جاتا۔ لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مسائی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل ٹلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل ٹلاش کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے۔ غیر معمولی احساسات ابھرے۔ قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ جائیداد اور جانوں کا احتلاف ہوا۔ پریشانی کے لمحات آئے۔ تمام قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر کھلکھل اور یہ درجا کے عالم میں رہی۔ طرح طرح کی افواہیں کفرت سے پھیلائی گئیں اور تقریریں کی گئیں۔ مساجد اور مگیوں میں بھی تقریروں کا سلسہ جاری رہا۔ میں یہاں اور اس وقت یہ دہراتا نہیں چاہتا کہ ۲۹ مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی وجہات کے بارے میں بھی کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی پیٹ میں لے لیا۔ میرے لئے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہہ سک جاؤں۔ یہیں میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف والا ڈس جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے ۱۳ جون کو کی تھی۔ اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بیانی وی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بیانی وی اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کر لے جاتا ہے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف بھیتی تو اس سے پاکستان کی علم خانی اور اس کے تصور کو بھی نہیں لکھنے کا اندر یہ رہتا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی تھا۔ اس لئے میری حکومت کے لئے یا ایک فرد کی حیثیت سے میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر ۱۳ جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلے کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کر دیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی واد و تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوادیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھوپیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی وجہیدہ اور بسیط مسئلہ ہے۔ جس نے بر صیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بھی

پریشانی کا باعث ہنا ہے۔ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔

میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسیبلی موجود ہے۔ جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناقچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے قومی اسیبلی ہی مناسب جگہ ہے اور اکثر ہمی پارٹی کے رہنماء ہونے کی حیثیت سے میں قومی اسیبلی کی ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے کے حل کو قومی اسیبلی کے ممبروں کے خیر پر چھوڑتا ہوں اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پہنچ پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تقدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک موقع پر انہیں بلا کراپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا وہاں اس مسئلے پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر ادا نہ ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جگہ اس مسئلے پر مکمل بحث ہوئی تھی۔

جناب پیغمبر امیں آپ کو یہ بتانا نامناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور اتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے۔ میں اس کے نتائج سے بخوبی وافق ہوں۔ مجھے اس فیصلے کے سیاسی اور معاشی روایل اور اس کی توجید گیوں کا علم ہے۔ جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا پاکستان وہ ملک ہے جو بر صیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک اگل مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا نامہ ہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پہنچ پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اوپرین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسیبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں غرر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی حیثیت کی بنیاد پر شلزم پر ہو۔ ہم سو شش اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر کامل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کمی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ

ترین اصول، سماجی انصاف کے خلاف نہیں اور سو شلزم کے ذریعے معاشری اتحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ نہ ہبی بھی ہے اور غیر نہ ہبی بھی۔ نہ ہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر نہ ہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے ہیں۔ ہمارا آئین کی نہ ہب و ملت کے خلاف نہیں۔ بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یہاں حقوق دیے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ خود اعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے نہ ہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی صفائت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لئے اب یہ بات بہت اہم ہو گئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے۔

جناب پیغمبر! میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس مسئلے میں کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہیں رہنا چاہئے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب پیغمبر! گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس پڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کئی لوگوں کو جیل میں بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کئے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بُلٹی کا اور زاری عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے۔ ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن میں اس موقع پر جبکہ تمام ایوان نے غیر متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے۔ ہمارے لئے یہ ممکن ہو گا کہ ان سے زمی کا برداشت کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے زمی برتو جائے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ جنہوں نے اس عرصے میں اشتغال انگلیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جناب پیغمبر! جیسا کہ میں نے کہا ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند

کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں، یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے۔ جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے الیوان کو خراج چھین پیش کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جا سکتا اگر تمام الیوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاسد کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے ہنانے میں ستائیں برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قوی اسلامی نے اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبے کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

جناب سینکر! کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے۔

لیکن میری تاچیر رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پچھیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آئکے ہیں۔ جن کے ہمارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ماخی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ یہ تھا۔ مگر گھر میں اس کا اثر تھا۔ ہر دیہات میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ ٹھیکین سے ٹھیکین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک مشکل اختیار کر گیا۔ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تحقیقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلے کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے پرورد کر سکتے تھے یا اسے اسلامی سیکٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ خاہر ہے کہ حکومت اور حجت کہ افراد بھی مسائل کو ٹالانا جانتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورت حال سے منع کے لئے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس مسئلے کو اس انداز سے منٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبے کے تحت قوی اسلامی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی۔ خفیہ اجلاس کرنے کے لئے قوی اسلامی کے پاس کئی ایک وجہات تھیں۔ اگر قوی اسلامی خفیہ اجلاس نہ کرتی تو جناب اکیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں باقاعدہ اور حقائق ہمارے سامنے آ سکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر بھگ کے اپنے اپنے خیالات کا اعلان کر سکتے۔ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے فماں کے میثے ہیں اور لوگوں کے ان کی پاتیں بھی رہی ہیں اور ان کی تقاریر اور ہدایات کو اخبارات کے ذریعے شائع کر کے ان کا ریکارڈ

رکھا جا رہا ہے تو اسی کے ممبر اس اعتماد اور سکھے دل سے اپنے خیالات کا انہمار نہ کر سکتے جیسا کہ انہوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہئے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان ہاتوں کے انہمار کا ایک موزوں وقت ہے۔ چونکہ اسی کی کارروائی خفیہ رہتی ہے اور ہم نے اسی کے ہر ممبر کو، اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پہنچ ہوئے یہ یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ اس کا سیاسی یا کسی اور معتقد کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے بیانات کو توڑ مردڑ پہنچ کیا جائے گا۔

میرے خیال میں یہ ایوان کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لئے ممکن ہو گا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آفکار کر دیں۔ کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو فن ہی کر دیا جائے۔ ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہو گی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کے ہاب کو ختم کرنے کے لئے، اور ایک نیا ہاب کھولنے کے لئے، تب بند یوں تک وہیجنے کے لئے، آگے بڑھنے کے لئے، اور قوی مخادر کو محفوظ رکھنے کے لئے، اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لئے اس مسئلے کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی، ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہو گا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کروں یا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو، دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لئے نیک ٹکون سمجھنا چاہئے۔ ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ یہ حل ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قوی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبے کے تحت طے کریں گے۔

جانب پیش کیا میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں میرے جو احساسات تھے۔ میں انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر درہراتا ہوں کہ یہ ایک نہایتی معاملہ ہے۔ یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے ہاہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن

نہیں تھا کہ اس مسئلے کو دوای طور پر حل کرنے کے لئے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فصلہ ہو سکتا تھا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ موقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے جو گزشتہ تو سال سے حل نہیں ہوا کا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہوا کا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی یہ ممکن نہ ہوا کا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ۱۹۵۳ء میں حل ہو چکا تھا۔ وہ لوگ اصل صورتحال کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجیحی کر سکوں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل الیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے ان کو یہ فیصلہ پسند نہیں ہو گا۔ ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہو گا۔ لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضے کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہو گیا اور ان کو آئینی حقوق کی حفاظت حاصل ہو گئی۔

مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے ان لوگوں کو کمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا۔ جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ ایوان اس لیقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے۔ یہ حکومت کا فرض ہے۔ حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم، رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جبکہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانی میں آ کر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمران معاشرے سے فیکر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے تو پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب پیغمبر! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکر یا

اللهم إني لست كافيًا لك ولست بآمنٍ
إلا معي ملائكة حفظك وسلامك

نئے آرڈیننس کا

اجراء

(قادیانیوں کی اسلام دشمن سگرمیاں)



وفاقی حکومت پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

صدر مملکت نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے ادراکنون میں ترمیم کے لئے ایک آرڈیننس ہاتھ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع و تحریر) ۱۹۸۳ء میں تأثیز کیا ہے۔ یہ آرڈیننس ۱۹۸۲ء مارچ میں ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو تأثیز کیا گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸۔ بی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جزو ہائی تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرتضیٰ غلام احمد کے جانشیوں یا ساقیوں کو "امیر المؤمنین" یا "صحابہ" یا اس کی پیوی کو "ام المؤمنین" یا اس کے خاندان کے افراد کو "اہل بیت" کے لفاظ سے پکارے، یا اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہے، ایسے شخص کو تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔

اس دفعہ کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی سزا ہو گی جو اپنے ہم نہب افراد کو عبادت کے لئے جمع کرنے یا بلانے کے لئے اس طرح کی اذان کہے یا اس طرح کی اذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸۔ ہی کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے تذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بالواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا نہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے، اس سزا کا مستحق ہو گا۔

اس آرڈیننس نے قانون فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔ اے میں بھی ترمیم کروی ہے۔ جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ اپنے اخبار، کتاب اور ویگر دستاویز کو جو کہ تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف درزی کرتے ہوئے شائع کی، کو ضبط کر سکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پر لیس ایڈیشن لیکیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۲ شیخی ترمیم کردی گئی ہے۔ جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پر لیس کو بند کر دے جو تحریرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چاہا ہے۔ اس اخبار کا ذیکر یعنی منسون کر دے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کر لے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔ آرڈیننس فوری طور پر نافذ اعلیٰ ہے۔ آرڈیننس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

آرڈیننس نمبر ۲۰ مجری ۱۹۸۳ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کا آرڈیننس!

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے..... اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالت موجود ہے جن کی بنا پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہو گیا ہے..... لہذا اب ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بوجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اول

ابتدائی..... مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱..... یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں (اتیاع و تحریر) آرڈیننس ۱۹۸۳ء کے نام سے موسم ہو گا۔

۲..... یہ فوراً نافذ اعلیٰ ہو گا۔

آرڈیننس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہو گا

اس آرڈیننس کے احکام کی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعریفات پاکستان (ایکٹ نمبر ۳۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

ایکٹ نمبر ۳۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات ۲۹۸۔ ب اور ج کا اضافہ

مجموعہ تعریفات پاکستان (ایکٹ نمبر ۳۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں دفعہ ۲۹۸۔ الف

کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ لیعنی

۲۹۸۔ ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کیلئے خصوص القاب، اوصاف یا

خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

..... قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقش کے ذریعے۔

الف حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المؤمنین، خلیفۃ اُسلمین، صحابی، یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المؤمنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج حضرت محمد ﷺ کے خاندان (آل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو ام بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔ یا

..... اپنی عبادت گاہ کو (مسجد) کے طور پر منسوب کرنے یا موسم کرنے یا پکارے۔ تو اسے کسی ایک قسم کی سزاۓ قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرم ان کا بھی مستوجب ہو گا۔

..... ۲ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مرئی نقش کے ذریعے اپنے

مذہب میں عبادت کے لئے بلا نے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان اور جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اس کی ایک قسم کی سزاۓ قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہو گا۔

۲۹۸۔ قادریانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشویش کرے

قادریانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرکی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشویش کرے یا دوسری کو اپنا مذہب بول کرنے کی دعوت سے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجردح کرے۔ کسی ایک قسم کی سزاۓ قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) کی ترمیم

..... ۳۔۔۔۔۔ ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔ الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) میں جس کا حوالہ بعد ازیں نہ کوہہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے۔ دفعہ ۹۹۔ الف میں ذیلی دفعہ (۱) میں

الف الفاظ اور سکتہ (اس طبقہ کے) کے بعد الفاظ، ہندسے، قویں، حرف اور سکتے اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پر لیں اور جملی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۲ء کی دفعہ ۲۲ کی ذیلی دفعہ (۱) کی شق (ی) میں دیا گیا ہے، شامل کردیے جائیں گے اور:

ب ہندسہ اور حرف "۲۹۸۔ الف کے بعد الفاظ، ہندسے اور حرف" یا دفعہ ۴۹۸۔ ب یا دفعہ ۲۹۸۔ ج، شامل کردیے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول ذمہ دار ۲۹۸۔الف سے متعلق اندرجات کے بعد حسب ذیل اندرجات شامل کر دیئے جائیں گے۔ یعنی:

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
---	---	---	---	---	---	---	---

۲۹۸۔ب بعض مقدس شخصیات اینا اینا ناقمل اینا تین سال کے اینا
کے لئے مخصوص القاب، صفات لئے کسی ایک قسم
کی سزاۓ قید اوصاف اور خطابات
اور جرمانے وغیرہ کا ناجائز استعمال

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
---	---	---	---	---	---	---	---

۲۹۸۔ج قادیانی گروپ وغیرہ کا اینا اینا اینا اینا اینا اینا
فhus جو خود کو مسلمان
ظاہر کرے یا اپنے نمہہ
کی تبلیغ یا تشهیر کرے

حصہ چہارم

مفری پاکستان پرلس اور چبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء

(مفری پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) کی ترمیم

۶..... مفری پاکستان آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۲ کی ترمیم

مفری پاکستان پرلس اور چبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء (مفری پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) میں دفعہ (۲۲) ذیلی دفعہ (۱) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نقی شق شامل کر دی جائے گی۔ یعنی: ”(ی) ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی وفعات ۲۹۸۔الف، ۲۹۸۔ب یا ۲۹۸۔ج میں درج کیا گیا ہے۔“

اللهم إني أسألك لذاتك عز وجل

قادیانیت

اسلام کے لئے سنگین خطرہ

قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں
روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات



وفاقی حکومت پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قادیانی مسئلہ

قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی خالف اسلام سرگرمیوں (انتباع و سزا) آرڈیننس (۱۹۸۳ء) کے نفاذ سے قادیانی مسئلہ اپنے حتمی حل کے آخری مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اب تقریباً ایک سو سال کا ہو چکا ہے۔ اس کی ابتداء ایک استعاری طاقت کی اکنیجت پر ہوتی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا پھر پھجیدہ سے جھجیدہ تر ہوتا چلا گیا۔ اس نے نہ صرف پرسنگر جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے درمیان بھی اور تفرقة پیدا کیا۔ بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک کی مسلمان اقوام خصوصاً افریقی مسلمان بھی اسی طرح کی تھی اور تفرقة کا فکار ہوئے۔

ثُمَّ نُبُوت (یعنی حضرت محمد ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں) کا تصور اسلام میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علام اقبال فرماتے ہیں ”کوئی بھی ذمہ دار محاشرہ جو اپنی اساس کے لئے ایک نبی نبوت کا مقتضائی ہو اور تمام ایسے مسلمانوں کو جو (اس نبی نبوت کے) الہامات کو مانے سے انکار کریں، کافر قرار دے، اسے ہر مسلمان اسلام کے احکام کے لئے ایک شدید خطرہ بھتتا ہے۔ ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ مسلمان معاشرے کے احکام کا تحفظ صرف ثُمَّ نُبُوت کے تصور سے ہی ہوتا ہے۔“

بلور نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ قادیانیوں کی ارادت انہیں دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قادیانیوں نے خدا پر آپ کو مسلم قومیت سے الگ کیا ہے۔ قادیانی لٹریچر میں متعدد اظہارات اس امر کے مطابق ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ایسے تمام لوگ جو مرزا غلام احمد کی نبوت پر صادقیں کرتے۔ انہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی تصنیف حقیقت الوعی میں صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ: ”وہ اور ان کے مخالفین ہر دو فرقیں بیک وقت مسلمان نہیں تسلیم کئے جاسکتے۔“ (حقیقت الوعی مطبوعہ قادیان ۱۹۰۰ء، ۱۹۲۶ء، ۱۹۳۲ء)

خواصیں ج ۲۲، ص ۱۲۸، ۱۲۹، خواصیں ج ۲۲، ص ۱۲۸، ۱۲۹، وغیرہ) اپنی ایک اور تصنیف ”انجام آئکم“ میں وہ اپنے مخالفین کو ”اہل جہنم“، قرار دیتے ہیں۔ (انجام آئکم مطبوعہ قادیان ۱۹۰۰ء، خواصیں ج ۲۲، ص ۱۲۸)

مرزا غلام احمد کے جاٹیں جن میں ان کے بیٹے خلیفہ دوم اور قادیانیوں کے مصلح مسعود مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی شامل ہیں، معاصرہ ایسے عی خیالات رکھتے ہیں۔ تاہم اس ضمن میں شدید ترین بیان جس میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے اختلافات کا پھیڑ پیش کیا گیا ہے۔ مولوی محمد علی کا

ہے جو خود ایک قادری فاضل ہیں۔ لیکن قادری تحریک کے نام تھے کے باتی بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ”اسلام کے ساتھ احمدی تحریک کا تعلق دیسا ہی ہے جیسا عیسائیت کا یہودیت سے تھا۔“ آئے والے صفات میں اس تحریک کی ابتدائی تاریخ، اس کے بنیادی اصولوں کا تحریک اور استماری طاقتوں کے ساتھ اس کے تعاون کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مزید ہر آں امت مسلمہ کے قادری تحریک کے متعلق خیالات اور اس کے قادریانیت کے خلاف رو عمل کی صدائے بازگشت بھی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ قضیہ نہ صرف تکلیف ہے۔ بلکہ خطرناک تباہ گئے پر بھی ہے۔ قادری تحریک اس بنا پر اور بھی تمہلکہ خیز ہے کہ یہ اسلام کے حصار کے اندر سے غدارانہ طور پر عمل کرنے کی خواہاں ہے۔ ہر چند کہ اس کا اپنا شخص پاکستان کے موجودہ قانون اور قادریانی امت کی لا خود امت مسلمہ سے علیحدگی کی روشنی میں اسلام کے بالکل بر عکس ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس مرتد سلطے کی ابتداء، اس کے مقصودات اور اس کی سرگرمیوں سے آگاہ ہونا چاہئے۔ پاکستان کی حکومت اور عوام کی طرف سے انہیں ملت اسلامیہ سے حقی طور پر الگ تھلک کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ کیونکہ قادریانی ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں ہیں۔

اسلام میں ختم نبوت کا تصور

ختم نبوت پر ایمان اسلامی عقائد کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس امر حقیقت پر مسلمان غیر حمزول عقیدہ رکھتے ہیں کہ ﷺ سلسلہ انجام کے وہ آخری نبی تھے جنہیں انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر مأمور کیا گیا تھا۔ ختم نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ کی تعلیمات جامع، حقی اور مکمل ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ پر تاریخ کی تحقیقی نگاہیں ہمیشہ مرکوز رہی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ذات پا بر کات ہی وہ واحد ذات ہے جس کی طرف انسانیت رہنمائی کیلئے ہمیشہ پر اعتماد اندراز میں دیکھتی چلی آتی ہے۔

ئے نبی کی آمد کے بارے میں جب قرآن مجید کی متعلقہ آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی بینا نبی اس وقت مبجوض ہوتا تھا جب سابق نبیوں کی تعلیمات عام طور پر بھلادی جاتی تھیں یا ان کو سُخ کر دیا جاتا تھا یا ان میں شدید انداز کی آمیزش کر دی جاتی تھی یا زمانی اور مکانی تغیرات کی بنا پر ان میں ترکیم یا تدوین نو کی ضرورت لاحق ہو جاتی تھی۔ لیکن حضرت ﷺ کی تعلیمات حقی، آفاقی، مکمل اور پوری طرح محفوظ ہیں۔ لہذا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نبی کی آمد کی مطلقاً نجاشی یا ضرورت نہیں۔ تمام تر اسلامی تاریخ کے دوران ختم نبوت کا یہ تصور اسلام کے اساسی اصولوں میں شامل رہا ہے اور مسلمانوں کے

انداز نظر، روئے اور احساسات پر اس تصور کی چھاپ بہت گہری رہی ہے۔

تورات اور انجلیل کے صحائف اس بات پر کوہاں ہیں کہ تمام سابق انجیاء اپنے سے بعد آنے والے انجیاء کی آمد کی پیش گوئی کرتے رہے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم میں اس طرح کامنہ کوئی اشارہ بھی نہیں۔ اس کے برعکس ہمیں قرآن حکیم میں ایسی واضح آیات ملتی ہیں جو کسی نک وہیہ کے بغیر اس حقیقت کا انہمار کرتی ہیں کہ رسالت کا منصب اختتام پذیر ہو چکا ہے اور باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احادیث نبوی میں اس موضوع پر کئی مصدقہ اور متفق علیہ حدیثیں موجود ہیں جنہیں تو اتر کی پاندھیت بھی حاصل ہے۔

یہ عقیدہ اصول دین میں سے ہے اور ہمدرد گیر ہے۔ امت مسلمہ میں ہمیشہ اس عقیدے کے متعلق یہ جھتی اور ارجمند رہا ہے اور اسے ہمیشہ ایمان کا ایک غیر ممتاز جو تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور یہ ایک ایسی پاسیدار بیان نہ ہے جس کے اور اسلام کی صرف نظریاتی عمارت ہی استوار نہیں، اس کی تہذیبی تحریر بھی ایسا تادہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے بعد اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسے مسلمانوں نے بے درگذ اور مرتد گردانا ہے اور پوری امت نے کبھی کسی ایسے شخص کے ساتھ بحث و تجھیص کو ضروری نہیں سمجھا نہیں گوارہ کیا ہے۔

محیل دین اور حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس میں نبوت کا تمام اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ جو پیغام لائے تھے۔ اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ مگر اسلامی کے ارتقاء اور مسلم معاشرے کی تکمیل میں قرآن حکیم کے آخری کتاب اور رسول پاکؐ کے آخری نبی ہونے کے تصور نے گہرے نقوش بست کئے ہیں۔

مشہور و معروف صاحب گلر مورخ ابن خلدون، امام ابن تیمیہؓ ان کے روشن فہیر شاگرد ابن قیم، شاہ ولی اللہ دہلویؓ اور علامہ اقبالؓ یہ عظیم مسلمان مفکر ہیں جنہوں نے مُتم نبوت کے علمی، معاشرتی اور سیاسی مضررات پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر علامہ اقبالؓ کے خیالات اس رسالت میں آپ آگے جل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس مختصری بحث میں یہ بات آئینے کی طرح صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ مُتم نبوت پر ہمارا عقیدہ جزو ایمان ہے جو شخص کسی مافوق النظرت اہمیت کا لگانہ دھا قانون نہیں۔ بلکہ اس کے اپنے معاشرتی مضررات بھی ہیں اور ان مضررات کی بدولت اس نے ایک اسلامی تہذیب کی تکمیل میں بہت مددی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے سامنے آنحضرت ﷺ کی ذات کو معيار کی صورت میں رکھا ہے۔ اس نے ان کے لئے اخلاقی اور روحانی کردار کا ایک ابدی نظام اقدار استوار کیا

ہے۔ اس نظریے نے مختلف اور مختلف نسلوں اور مختلف رنگ روپ کے انسانوں کو ایک لڑی میں پر کر ایک امت بنایا ہے۔ اس نے انسان کے ہنی انتشارات کو ہمیز لگائی ہے اور اس طرح واضح طور پر ایک منفرد قبیلی تحریر کے لئے بنا دیں قائم کی ہیں۔

ثُمَّ نُوبَتْ كَمُلَّهِ مِنْ آخْرُهُوْلَهُ كَمِيلَهِ اِرْشَادَهُ بِحِجَّيٍّ پِيشَ نُظَرَهُ بِنَا جَاهِيْنَ كَمِيرَ بَعْدَهُ
تمَّ جَهُوْلَهُ دِعَيَانَ نُوبَتْ آئِيْنَ كَمِيْنَ مِنْ خَاتَمَ الْمُبْتَهِنَ هُولَهُ۔ مِيرَ بَعْدَهُ كَمِيْنَ نُوبَتْ۔
اسَ حُصْنَ مِنْ يَهُ تَارِيْخِيْ حَقِيقَتَ بِحِجَّيِّ عَامِ پُرْهُ مِنْ لَوْگُونَ پِرْ رُوشَ ہے کَمَ آخْرُهُوْلَهُ
کِيْ حَيَاتَ طَيِّبَهُ كَدِرَانَ مِيلَهِ كَذَابَ نَهِيْ ہُونَے كَادَ عَوْيَيْ كِيَا تَحَاوَرَهُ مِنْ آخْرُهُوْلَهُ
ایک خط بھی لکھا تھا جس کے عنوان میں تحریر کیا: "من مسیلمة رسول الله الى محمد
رسول الله" اس کا خیال تھا کہ آخْرُهُوْلَهُ بِحِجَّيِّ جواب اسے اسی طرح لکھیں گے اور یہ تحریر اس
کے لئے تصدیق نامہ ہو جائے گی۔ لیکن نی کرم مسیلمة نے جواب اس طرح شروع کیا:

پِسْوَالِهِ الْأَغْنَى التَّجْهِيْزُ

"من محمد رسول الله الى مسیلمة کذاب، سلام على من اتبع
الْهُدَى" اس جواب سے مسیلمہ، کذاب کے نام سے ایسا معروف ہوا کہ اب تک پوئی معرفت
رہے گا۔ اس نے یہ فصلہ بھی کر دیا کہ آخْرُهُوْلَهُ کے بعد نوبت کادعوی کرنے والا ہر شخص کاذب
ہے۔

قادیانیت کاظمہ

سامراج کی سیاسی بالادستی اور عسکری تسلط کی بدولت اس کے عقب میں غیر ملکی عیسائی
مبلغین کا ایک ریا ہندوستان میں وارد ہوا۔ ہندوستان کی مذہبی اور رشافتی زندگی میں ان کی
موجودی نے مسلمانوں کے چذبات میں تلخی گھول دی اور اس طرح سے صورت حالات میں سخت
کھیڈگی پیدا ہوئی۔ بر صیر کے طول و عرض میں مسلمانوں اور عیسائی مبلغین کے درمیان تند و تیز
ذاکروں اور علمی مباحثوں کا نہ ثُمَّ ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس وقت مسلمان سیاسی طور پر
اکٹھے ہوئے عسکری میدان میں ٹکلست خورده اور رشافتی طور پر احساس مکتری کا فکار ہو چکے تھے۔
ایسے مواقع عام طور پر مذہبی اور سیاسی ہم جوؤں کے لئے بہت سازگار ہوتے ہیں اور وہ صورت
حال سے پورا پورا فا نکہ اٹھاتے ہیں۔

ایسے ہی تازک موقع پر قادیانی سلسلہ پنجاب کے ایک دورافتہ قبیلے میں شروع ہوا۔
اس سلسلے کو اس کے سامراجی آقاوں کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ جدید تحقیقی کوششوں نے یہ بات

ثابت کر دی ہے کہ سامراجیوں کی ہمہ پر ہی یہ منصوبہ بنایا گیا اور اس منصوبے کے تعلق کرنے والے عمارہ، ان جلد ہی مرزاغلام احمد قادریانی کی مذبذب شخصیت کی تلاش میں کامیاب ہو گئے۔ جن کی ذات میں انہیں اپنا وہ موقع مدی نبوت مل گیا جو امت مسلمہ کی نہیں استقامت اور ذاتی پختگی کو مدد و روح کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتا تھا۔

مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء میں قادریان کے چھوٹے سے قبیلے میں پیدا ہوئے۔ مرزا غلام احمد کے پردادا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک اچھے خوش حال زمیندار تھے اور اس کے پاس زمین کے وسیع تعلقات تھے اور ان وسیع تعلقات سے اچھی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن سکھوں کے دور حکومت میں ان کے دادا مرزا عطاء محمد کا سکھ حکر انہیں سے تصادم ہوا اور ان کی بہت سی زمین ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور مرزا کے والد ایک اوسط درجے کے زمیندار ہو گئے۔

مرزا قادریانی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں ڈیپی کشتر کے ففتر میں جونیئر کلرک کی حیثیت سے ملازم ہو گئے۔ جہاں انہیں پدرہ روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ بعض الہ تکم نے لکھا ہے کہ مرزا کو گھر کا کچھ ماں غبن کرنے کی پاداش میں ان کے ہاپ نے گھر سے نکال دیا تھا اور اسی وجہ سے انہیں قادریان سے نکلنے اور سیالکوٹ میں معمولی سی ملازمت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تقریباً چار سال سک انہوں نے یہ ملازمت کی اور ۱۸۸۵ء میں اسے ختم ہا د کیا۔ اس چار سال کے عرصہ میں انہوں نے اگر بڑی زبان سکھانے کے کورس میں جو بہ طالوی افسروں نے اپنے ہندوستانی ملازم میں کے فائدے کے لئے جاری کیا تھا، تعلیم حاصل کر کے اگر بڑی زبان میں شدید پیدا کر لی۔ زبان وافی کے اس ابتدائی معیار میں انہی کامیابی سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مقایلی عدالتی ملازمتوں کے لئے الہ قرار دیے جانے کے لئے ایک منفرد امتحان میں شرکت کی۔ لیکن وہ امتحان میں ناکام ہو گئے اور عدالتی عہدہ دار نہ بن سکے۔

مرزا غلام احمد قادریانی اپنا شجرہ نسب و سلسلی ایشیاء کے مغلوں سے طاٹتے ہیں۔ اپنی ابتدائی تحریروں کے مطابق وہ مغلوں کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ (كتاب البريء در مرا اليميش، ۱۹۳۲ء ص ۱۲۲، ج ۱۳۲، ج ۱۳۳) بعد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کا شجرہ نسب ایرانیوں سے متاثر ہے۔ یہ دعویٰ غالباً اس لئے کیا گیا کہ رسول پاک ﷺ کی اس حدیث کا مصدق خود کو شہر اسکیں جس میں آنحضرت ﷺ نے اشاعت اسلام میں ایرانی مسلمانوں کے کردار کی بہت تعریف کی تھی۔

ناہم وہ اپنی زندگی کے آخری مرحلے تک اس امر کا تحسین نہ کر سکے کہ وہ کون سے سلسلہ

نہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے مغل قوم سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ان کا کچھ تعلق سادات یعنی آنحضرت ﷺ کی اولاد سے ہے اور آخراً خداوند نے دعویٰ کیا کہ انہیں از روئے الہام بتایا گیا ہے کہ وہ ایرانی الصلحتے۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ایک نام نہاد کشف کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ثبوت نہیں کہ وہ واقعی ایرانی الصلحتے۔ (اربعین جلد دو میں کے آخر، ان حج ۱۴۱۸ھ میں ۳۶۵ حاشیہ)

جیسا کہ ہم پہلے بتاچکے ہیں سکونوں کے دور حکومت میں ان کے ساتھ تصادم میں مرزا کے پروادا کی بہت سی زمین ہاتھ سے کل گئی تھی۔ چنانچہ خاندانی لحاظ سے سکونوں سے اتنے بڑے چڑکے کھانے کی وجہ سے انہیں سکون قوم سے بیزاری ہو گئی اور چونکہ سکونوں کا خاتمہ کرنے والے اگر بیزتے، لہذا ان کا خاندان اگر بیزوں کا حاشیہ بردار ہو گیا اور اس حاشیہ برداری میں اتنا آگے کل کیا کہ ۱۸۵۷ء کی بیگن آزادی میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اگر بیزوں کی مدد کی۔ مرزا غلام احمد اپنے والد کے اگر بیزوں پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میر سعد الدین مرزا غلام مرتضی صاحب دربار گورنری میں کری نشین بھی تھے اور سرکار اگر بیزی کے ایسے خیروادہ اور ول کے پہاڑ تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرد سے خرید کر اور پچاس ٹنکبوں ہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدودی تھی۔“

(تفہیمیریہ میں ۱۸، غزاں حج ۱۴۲۲ھ)

تاہم ان کے خاندان کی حالت پتی ہوتی چلی گئی اور جس گورنمنٹ عالیہ کو ان کے باپ نے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد بھی پہنچائی تھی۔ اس نے بھی ان کی کوئی قدر نہیں کی۔ بلکہ ان کی زمینیں ضبط کرتے رہے۔ چنانچہ صاحبزادہ بشیر احمد قادریانی لکھتے ہیں: ”اس کے بعد اگر بیزوں نے ہماری خاندانی جا گیر ضبط کر لی اور صرف مسات سور و پیہ سالانہ کی ایک اعزازی پیش نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سوا سی رہ گئی اور پھر بتایا صاحب کے بعد بالکل بند ہو گئی۔“

(سیرت المهدی حصہ اول میں ۳۱، روایت نمبر ۳۸ صاحبزادہ بشیر احمد)

مرزا قادریانی نے اپنی زندگی کی ابتدائی دہائیاں نہایت فقر و فاقہ اور بڑی خستہ حالی میں برس کیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ انہیں اتنی بھی تو قع نہ تھی کہ وہ دس روپے مہینے بھی کام کسکیں۔ کیونکہ ان کے پاس سرمایہ تقریباً بانہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے وجوہے (مہدو، حدث اور بیوت کے) شروع کئے۔ ان کے پاس مذراں اور دغیرہ کی ریل ہائل شروع ہو گئی اور عمر کے آخری

سالوں تک تو ان کی کمائی میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء تک ان کی کمائی ڈھائی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ دہ زمانہ تھا جب کسی کا لکھنے ہونا بہت بڑا اعزاز ہوتا تھا۔

اپنی زندگی کے آخری حصے میں وہ دولت میں کھلیتے رہے۔ ان کا معیار زندگی اتنا بلد ہو گیا کہ خود ان کے پیر و کار اس پر نکلتے چلنی اور ناپسندیدیگی کا اظہار کرنے لگے۔

مرزا قادیانی کی شخصیت

اپنی جوانی کے زمانے میں مرزا قادیانی صرع اور اعصابی دوروں کی بیماریوں میں جلا رہے۔ کبھی کبھی وہ ہشریا کے حملوں کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ انہیں ذیابیطس کا مرض بھی تھا۔ یہ بات بڑی ولپٹ پ ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنی دو بیماریوں لیعنی مراق اور ذیابیطس کو اپنے قن میں ایک دلیل بنانے کا گھر لیا۔ انہوں نے لکھا:

”دیکھو میری بیماری کے متعلق بھی آنحضرت ﷺ نے پیش کوئی کی تھی جو اس طرح ذوق ع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ سچ آسمان پر سے جب اترے گا تو دوزد چادریں اس نے کہنی ہوئی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑکی اور ایک سینچنے کے دھڑکی۔“

(ارشاد مرزا غلام محمد، متدبر رسالہ توحید الاذہان، قادیانی، ماہ جون ۱۹۰۶ء)

مرزا قادیانی عربی الفاظ کے سچ تلفظ سے قاصر تھے۔ وہ قریب الْجَرْج عربی حروف کو انگ انگ لجھ میں نہ بول سکتے تھے۔ مثلاً اور ک کو بعض اوقات ان کے ملاقاتی ان کی اس کمزوری پر اعتراض کرتے تھے۔ مگر مرزا قادیانی اپنی صفائی میں کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔

(لفظل موری ۱۹۳۸ء اگست بری ۱۹۰۶ء)

ان کے بعض قریبی عزیزیان کے خخت خالف تھے۔ ان میں ایک مرزا شیر علی صاحب تھے۔ جو رشتہ میں ان کے سالے تھے اور ان کے بیٹے مرزا فضل احمد کے خسر بھی۔ بڑے وجہہ انسان تھے۔ سفید برآق داڑھی اور سچع ہاتھ میں۔ بہتی مقبرے کے قریب بیٹھے رہے اور جو لوگ مرزا سے ملنے آتے انہیں کچھ اس طرح کے الفاظ میں سمجھایا کرتے:

”مرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے۔ آخرين نے کیوں نہ اسے مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکان ہے جو لوگوں کو لوٹنے کے لئے کھوئی گئی ہے۔ میں مرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں۔ میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں۔ اصل میں آمد نی کم تھی۔ بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کر دیا۔ اس لئے یہ دکان کھوں لی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار ہائی جاتے

ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ پڑتائیں کتنا بڑا بزرگ ہو گا۔ پڑتے تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے آپ کی خیر خواہی کے لئے آپ کو بتائی ہیں۔“

(تقریر مرزا شیرالدین موجود جلد سالانہ ۱۹۲۵ء، مطبوعہ افضل ۷، امدادیل ۱۹۳۶ء)

مرزا قادیانی کی تحریریوں کو پڑھنا ایک خیک اور غیر وچھپ مشغله ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی سب تحریریوں میں نہ تو علمی رسم ہوتا ہے زادبی چاہئی۔ مسائل سے منشیت کا ان کا انداز بڑا چھپتا ہے۔ ان کی تحریر پر تیسرے درجے کی زمانہ و سطی کی تحریریوں کی طرح تھی۔ وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوئی تھیں اور کسی بھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیش گوئیوں سے بھری پڑی ہیں۔ جوان کے فنا فتن کی موت کے بارے میں ہوتی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے

قادیانیت کا گھر امطالعہ کرنے والے فاضلین نے مرزا قادیانی کے دعوؤں کی تاریخ کو چارا دوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱..... پہلا دور ۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۸۷۹ء تک کا ہے۔ اس دور میں مرزا قادیانی نے کسی تم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں ایک مقای مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل تھی۔ ایک ایسا بیش جوشائی ہنگاب میں عیسائی مشتریوں، ہندو پنڈتوں اور آریہ سماجی و دو انوں سے مذہبی بحث مباحثوں میں مصروف رہتا تھا۔

۲..... دوسرا دور ۱۸۷۹ء سے لے کر ۱۸۸۸ء تک کا ہے۔ اس زمانے میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجدید دین کے اہم کام پر مأمور کیا گیا ہے۔ تجدید دین کا یہ منصب انہیں مثل میں سما کی حیثیت سے دیا گیا ہے۔ مثل میں سما ایسا شخص ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کا ہو۔

۳..... ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کا تیسرا دور ہے۔ جس میں انہوں نے سچ موعود یا ظلیلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یعنی ایک ایسا نبی جو آنحضرت ﷺ کی متابعت میں اور آپ کے زیر سایہ ہو۔

۴..... ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کا ذرورت ہے۔ جس میں انہوں نے ثبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ لفظ نبی کے مکمل معنوں میں نبی ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعوے اتنے الگ ہوئے اور اتنے متنوع ہیں کہ المحادوں نے اس ڈھیر کو سائنسی اور دانشوزان تحریریوں کے قالب میں ڈھالنا انجامی مشکل کام ہے۔ دعوے بسا اوقات باہم دگر ایسے متصادم ہوتے ہیں اور بسا اوقات مسحکہ خیز بھی ہوتے ہیں کہ ان کو صاف اور

عام فہم زبان میں پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ تاہم ان کی تحریروں کا مفصل جائزہ ہمیں اس قابل بنتا ہے کہ ان کے دعویوں کو خضرامند رجہ ذیل عنوانات کے تحت پیش کریں۔
۱.....نبوت کا دعویٰ۔ ۲.....آئینہ حضور ﷺ کا ہر روز ہونے کا دعویٰ۔ ۳.....تمام انجیاء سے برتری کا دعویٰ۔ ۴.....معکوس موجود ہونے کا دعویٰ۔ ۵.....نائج چادر ہونے کا دعویٰ۔
اس مختصر سے مقامے میں ہمارے لئے ان تمام دعویوں کا مفصل جائزہ اور حاکمہ بہت مشکل ہے۔ لہذا یہاں ہم اپنے آپ کو نبوت کے دعویوں کے جائزے تک محدود رکھتے ہیں۔
مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت

جیسا کہ ہم پہلے بتا کچے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے ابتداء میں نبوت کے دعویٰ کی حقیقی خواہش کا واضح طور پر اعلان کیا۔ انہوں نے آغاز نبوت کے ہارے میں وہی انتشار پیدا کرنے سے کیا اور پھر بدر ترجیح میں تجزی سے اپنی منزل مقصودی طرف، بڑھتے چلے گئے۔ بڑے تذبذب اور کئی متصادم اظہارات کے بعد انہوں نے بلا ختنی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہاں ہم ان کے لا تعداد شدراست میں سے چند ایک پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہو گا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کن الفاظ میں اور کس کس انداز میں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

”ہمارا نہ ہب تذییہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہ دیوں، میساں یوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی سہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گوٹھرے۔ کس لئے اپنے آپ کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ آخ کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے۔ صرف چھ خابوں کا آنا تو کافی نہیں یہ تو چوڑے چھاروں کو بھی آ جاتے ہیں۔ مکالہ خاطبہ الہیہ ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں خیش گوئیاں ہوں۔ ہم پر کئی سالوں سے وہی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی تم کا اختفاء نہیں ہونا چاہئے۔

(حقیقت الدین میں ۲۷۲) ہرزا شیر الدین مسعود، اقتباس از اخبار بدرا، قادریان، ہموار (۵ مرداد ۱۹۰۸)

مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا شیر الدین مسعود نے اپنی ایک تالیف حقیقت الدین میں مرزا قادریانی کی نبوت کے ہارے میں نہایت صریح اور واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ ”شریعت اسلام کے مطابق لفظ نبی کی جو تشریحات کی گئی ہیں۔ ان کی روشنی میں حضرت صاحب (مرزا قادریانی) حقیقی نبی ہیں، نہ کوئی حکم اصطلاحی۔“ (حقیقت الدین مرزا شیر الدین مسعود ۱۷۳)

زندگی کے دوسرے دور میں بھی جب مرزا نے اپنے دعویوں کو مدد دیتے تک محمد و رکھا۔ ان کی تحریروں میں مستقبل کے دعویوں کی کچھ کچھ جملکیاں نظر آتی ہیں۔ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں: ”سچ موعود جو آنے والا ہے۔ اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہو گا۔ یعنی خدا نے تعالیٰ سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تام کاملہ مراد نہیں۔ کیونکہ نبوت تام کاملہ پرہر لگ لکھی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محمد یعنی کے مفہوم تک مدد دے۔ جو مغلولہ نبوت محمد یہ سے دور حاضر کرتی ہے۔ سو یہ نبوت خاص طور پر اس عاجز کو دی گئی ہے۔“ (ازالہ اوہام ۱۰۷، بخارائج ۳۸۷)

بعض دیگر یہ اگراف بھی ان کی کتابوں میں لکھتے ہیں جو ان کے دعویوں کے دوسرے ارتقائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس زمانے میں ان کا بڑا دعویٰ یہ تھا کہ وہ محمد ہیں یا مثیل سچ ہیں۔ لیکن آئندہ آنے والے مزید دعاویٰ کی ابتداء ان میں بخوبی نظر آتی ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں: ”اور صرف (مرزا غلام احمد) کو اس بات کو بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ محمد و وقت (دوین کی تجدید کرنے والا) ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات سچ این مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بہ شدت مناسب و مشابہت ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳۶۹)

اسی طرح مثیل سچ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں: ”بھیجیں کہ این مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تنازع کا قائل ہوں۔ بلکہ بھیجی تو فقط مثیل سچ ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محمد یعنی نبوت سے مشابہ ہے۔ ایسا ہی میری روحانی حالت سچ این مریم کی روحانی حالت سے مشابہ رکھتی ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳۳۶)

لیکن کچھ عرصہ بعد مثیل سچ سے ترقی کر کے وہ سچ موعود بن گئے اور انہوں نے اپنے دل میں یقین کر لیا کہ پہلے وہ اپنے مقام درجہ کو نہیں سمجھے تھے۔ وہ لکھتے ہیں ”مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار بھیجے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ سچ موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ وہی دعویٰ ہے جو بر اہمین احمد یہ میں باہر بارہ تصریح کیا گیا ہے۔“

(کشی تو از مرزا غلام احمد ۱۰۷، بخارائج ۱۹۶)

”اوہ بھی صیحتی ہے جس کی انتشاراتی اور الہامی جبارتوں میں مریم اور صیحتی سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان ہادیں گے اور نہیں کہا گیا کہ یہ وہی میںی اہم نہیں ہے جو آنے والا تھا اور جس میں لوگ ٹک کرتے ہیں۔ سچی حق ہے اور آنے والا نہیں ہے اور ٹک نہیں سے ہے۔“ (کشی تو اس ۳۸۷، بخارائج ۱۹۶)

مرزا غلام احمد نے صرف مثیل سچ اور سچ موعود بنے پر اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے

اپنے آپ کو مریم بھی پایا۔ کشی نوح ہی میں رقم طراز ہیں:

”سوچونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی۔ گواں نے برائین احمد یہ کے تیرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ برائین احمد یہ سے ظاہر ہے۔ دوسرے تک صفت مریمیت میں میں نے پروارش پائی اور پرودہ میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر..... مریم کی طرح عیسیٰ کی رو رجھ میں لٹخ کی گئی اور استغوارہ کے رنگ میں مجھے حاملِ شہریاً گیا اور آخر کنیت میں کے بعد جو وہ مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام کے جو سب سے آخر میں برائین احمد یہ کے حصے چارام میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ ہیا گیا۔ پھر اسی طور سے میں ابنِ مریم شہرا، خدا نے برائین احمد یہ کے وقت میں اس سفر خلیلی کی مجھے خبر نہ دی۔“ (کشی نوح ص ۷۴، خداوند ج ۱۹ ص ۵۰)

بعض اوقات قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا استغواراتی رنگ میں نبی تھے اور آنحضرت ﷺ کے بروز یعنی عکس تھے۔ جہاں تک بروزی نبوت کا تعلق ہے۔ ایک کامل، مکمل اور حقیقی نبوت اور بروزی نبوت میں کوئی تفاوت نہیں۔ مرزا قادیانی کے قول کے مطابق خود رسول کریم ﷺ بھی بروزی نبی تھے۔ (استغفار اللہ) اور وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بروز تھے۔ چنانچہ تخفہ گواڑویہ میں ایک مقام (ص ۷۴، خداوند ج ۷ ص ۲۵۶) پر انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا ہے: ”کیا ہمارے رسول کریم ﷺ بروز (عکس) ہونے کی بنا پر نبی نہیں تھے؟

ختم نبوت سے صریحی انکار

ختم نبوت سے صریحی انکار کے لئے مرزا غلام احمد عجیب و غریب ولیم لاتے اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں: ”محمدی ختم نبوت سے باب نبوت بلکی بند نہیں ہوا، کیونکہ باب زبول جرنل بے قید ایہ وحی الہی بند نہیں ہوا۔“

(تہذیب الاذہان، قادیانی نمبر ۸، ج ۱۲، اگست ۱۹۱۷ء)

”اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک امت کو جو شخص پیر وی آنحضرت ﷺ سے درج وحی اور الہام اور نبوت پاتا ہے، نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹی کیونکہ وہ امتی (چشتہ سمجھی، مرزا غلام احمد، ص ۲۹، خداوند ج ۲۰ ص ۳۸۳) ہے۔“

”ہمیں اس سے انکار نہیں کر سوں کریم ﷺ خاتم النبین ہیں۔ مگر ختم کے وہ معنی نہیں جو ”احسان“ کا سوادا عظیم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی تھت عظیمی سے اپنی امت کو محروم کر دیا، بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب وہی نبی ہو گا جس کی آپ قصد ہیں کریں گے۔“ (اخبار افضل قادیانی ج ۲۷، ۲۲ ص ۲۲۰، ستمبر ۱۹۳۹ء)

”اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو جکی تو اس امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے عز و جل نے اس بندے (یعنی مرزا قادیانی) کا نام اس لئے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال، امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر شخص دعویٰ ہی دعویٰ ہے، جو امّل عقل کے نزدیک ہے ولیل ہے۔“

(ترجمہ استخارہ عربی ضمیر حقیقت الحقیقی ۱۶، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۲۳۲)

مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کے سلسلے میں اپنے فاسد خیالات کے اظہار کے لئے نہایت گستاخانہ انداز بیان کیے احتیار کیا ہے جو اہانت رسول سے کم نہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

”وہ دین دین نہیں اور شودہ نبی نہیں ہے، جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہی سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لختی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا احصار ہے اور وہی الہی آسمانی نہیں بلکہ یہ چھے رہ گئی ہے اور خدا نے جی و قوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہنچتی ہے تو وہ اسکی مشتبہ آواز ہے کہ کہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔“ (ضمیرہ راہین انحریف حصہ بیم ص ۱۳۹، خزانہ حج ۲۳۶ ص ۲۰۶)

”اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکھی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی یہ کہکش ہے۔۔۔ کہ مان لیا جائے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کافیشان تھیں اور آپؐ کی تعلیم کمزور ہے کہ اس پر جل کر انسان اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات نہیں پا سکتا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد بعثتِ انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا اور آپؐ کی بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔ اب بتاؤ اس عقیدہ سے آنحضرت ﷺ رحمۃ اللھا لیمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف (نحوذ بالله من ذالک) اگر اس عقیدے کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آپؐ (رسول ﷺ) نعمود باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لختی مردود ہے۔“ (حقیقت النبوت ص ۱۸۶، مصنف مرزا بشیر الدین محمود)

”اگر میری گروں کے دونوں طرف تکوار بھی رکھدی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کھوں گا کہ تو جھوٹا ہے۔ لذاب ہے۔ آپؐ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔“ (انوار خلافت از مرزا بشیر الدین محمود ص ۲۵)

”اگر کوئی شخص حتیٰ بالطبع ہو کر اس بات پر غور کرے گا..... روز روشن کی طرح اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ سچ موعود ضرور نبی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام قرآن کریم نبی رکھے۔ آنحضرت ﷺ نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، رزشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے اس کے آنے کی خبریں دی جا رہی ہوں لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ غیر نبی کا غیر نبی رہے۔“ (حقیقت النبوت، مرزا بشیر الدین محمودی ۱۹۸)

دوسرے انبیاء سے مقابلہ

مرزا قادیانی کا ایک عجیب و غریب دعویٰ یہ ہے کہ ان کا روحانی قد و قامت دیگر انبیاء سے کہیں بلند ہے۔ اس قسم کے دعووں کی مثالیں دینے کے لئے ہم مرزا قادیانی کی تحریروں میں سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں:

”خدا نے اس امت میں سے سچ موعود بیجا جو اس پہلے سچ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے تم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر سچ ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ پر ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ کھا سکتا۔“ (حقیقت الوجی ص ۱۳۸، خزانہ ائم ج ۲۲ ص ۱۵۲)

”اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسم کئے جائیں تو ان کی بھی اس سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔“

(چشم معرفت از مرزا افلام احمد قادیانی ص ۳۱، خزانہ ائم ج ۲۳ ص ۳۲۶)

”خدا نے میرے ہزارہا نشوں میں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی تائید کی گئی۔ لیکن پھر بھی جن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ خدا کے نشوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔“ (تحریقۃ الحقیقت الوجی ص ۱۳۸، خزانہ ائم ج ۲۲ ص ۵۸۷)

”خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں پختش اور مجھ کو خاتم الانبیاء اور سید المرسلین کا برداز ہایا اور مجید اس میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدم کو پیدا کرے گا کہ اسی خری زمانہ میں خاتم الانخلافاء ہو گا۔“ (خطبہ الہامیہ ص ۱۶۷، خزانہ ائم ج ۱۲ ص ۴۵۳)

”وہ نیا میں کوئی ایسا نبی نہیں گز را جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ ہر اہلین احمد یہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، میں فوح ہوں، میں اہم احمد ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں یحییٰ ابن مریم ہوں، میں

حضرت محمد ﷺ ہوں یعنی روزی طور پر جیسا کہ خدا نے اس کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت "جری اللہ فی حل الانبیاء" فرمایا یعنی خدا کا رسول سب نبیوں کے پیر ابوالیں میں سب ضرور ہے کہ ہر نبی کی شان بھی میں پائی جائے۔"

(تخریجت الحق ص ۸۳، ہجری ان حج ۱۴۲۲ م ۵۷)

"آنحضرت ﷺ کی امت کا ایک فرد اور واحد وجود ایسا بھی ہو گا جو آپ کے اتباع سے تمام انبیاء کا واحد مظہر اور روز ہو گا اور جس کے ایک ہی وجود سے سب انبیاء کا جلوہ ظاہر ہو گا اور وہ حسب ذیل کلام سے اپنے نقطہ حقیقت کو بیان فرمائے گا تو کچھ خلاف نہ ہو گا۔ یعنی:

زندہ شد ہر نبی نہ آمنم ہر رسولے نہاں بہ عیناً منم
(زادل الحج ص ۱۰۰، ہجری ان حج ۱۴۲۸ م ۹۸)

اور یہ کہ:

میں کبھی آدم کبھی موی کبھی یعقوب ہوں نیز اہم اہم ہوں ٹیکیں ہیں میری بے شمار
(برائیں ۵ م ۱۰۳، ہجری ان حج ۱۴۲۲ م ۹۵)

اور یہ کہ:

نم سُعَ زمان دنم کلیم خدا نم محمد واحد کہ مجھنے ہاشد
(تریاق القلوب ص ۲، ہجری ان حج ۱۴۲۲ م ۹۵)

بعض ولچپ اور عجیب و غریب تاویلات

احادیث نبوی میں بڑی صراحة اوروضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق میں اتریں گے اور مسلمانوں کو عظیم فریب کا "الدجال" کے قدر عظیم سے نجات دلانیں گے۔ لیکن مرزا قادیانی اس حدیث کو محکمہ خنز تاویل سے اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے دووں کے مطابق ان پر الہام نازل ہوا ہے کہ دمشق سے برادر اصلی شہر دمشق نہیں بلکہ اس سے ایک ایسا مقام ہر اولیاً گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو اپنے مذہبی روایہ کے اعتبار سے یہیں کے کردار کے ساتھ ممتاز رکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے قول کے مطابق دمشق کے لوگوں کے دلوں پر خدا اور اس کے رسول کے لئے کوئی محبت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواد نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے ادھام اور غلی خواہشات کے تابع ہیں۔ وہ نفس امارہ کے مطیع ہیں اور روح انسانی کی اس کے دل میں کوئی قدر نہیں۔ وہ یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ سب خصوصیات دمشق کے لوگوں کی ہیں۔ اللہ نے مرزا غلام احمد پر وحی نازل فرمائی کہ قادیان کے لوگوں کی ایسی ہی خصوصیات

ہیں۔ لہذا قادیانی و مشرق کا مقابلہ ہے۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوئا تھا۔

قادیان اور دمشق کو ایک قرار دینے کے بعد مرتضیٰ قادریانی اپنے سچ اہن مریم ہونے کی عجیب و غریب تاویل کرتے ہیں۔ جس میں پہلے وہ اپنے آپ کو مریم تصور کرتے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰ کی روح اپنے اندر پھونکنے جانے کا ماجرا بیان کرتے ہیں۔ جس کا حال اس سے پہلے آئیا ہے۔

گزشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النبیین کی تمام دنیا میں مسلم تشریع اور تفسیر پر یہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہمی خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کا بھی مفہوم لیتے تھے اور اسی غیر مترقب عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صرف آراء رہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمانہ بعد میں اسلام کی پوری تاریخ کے دوران امت مسلم نے ایسے آدمی کو کسی معاف نہیں کیا جس نے نسبوت کا دعویٰ کیا ہو۔

نئے دعوائے نبوت کے نتائج واشرات

نبوت کے دعوے کے مضرات میں سے ایک حقیقی چیز یہ ہے کہ جو شخص کسی مدعا نبوت کی صداقت کا مذکر ہو وہ خود بخود کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے قادیانیوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے کلے الفاظ میں اس امر کا انکھار کیا ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔ اس سلسلے میں بعض متعلقہ تحریروں کے اقتباسات حسب ذیل ہیں: ”کل مسلمان جو حضرتؐ سعیج موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرتؐ سعیج موعود کا نام بھی نہیں سناء، وہ کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔“ (آنین صداقت ازمیان محمد و احمد ص ۳۵) ”ہر ایک شخص جو موسیٰ کو قوتا تھا ہے تیرصی کو نہیں مانتا یا حصیل کو مانتا ہے گرچہ محمد نہیں مانتا۔ یا محمد گو مانتا ہے گرچہ موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پہلا کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔“ (کلت افضل از شیر احمد قادیانی مطبوعہ صدر پور پاک فیض ہجر بن راجح ۱۴۲۷ھ ص ۱۰۰)

قادیانیت اسلام کے خلاف ہے

قادیانی اس بات پر امہان رکھتے ہیں کہ ان کے اور دیگر مسلمانوں کے درمیان وجہ اختلاف صرف مرزاغلام احمد کی نبوت ہی نہیں بلکہ ان کا دھوٹی ہے کہ ان کا خدا، ان کا اسلام، ان کا قرآن، ان کے روزے فی الحقیقت ان کی ہر چیز ہاتی مسلمانوں سے مختلف ہے۔ اتنی ایک تقریر

میں جو لفظیں کے ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں "مسلمانوں سے اختلاف" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ مرزا غلام احمد قادریانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں:

"حضرت سُعیج موعود علیہ السلام کے مند سے لکھے ہوئے الفاظ میرے کا نوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف دفاتر سُعیج یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کا آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں تمیں ان سے اختلاف ہے۔"

اسی طرح اپنی ایک تقریر میں جو اخبار بدر میں موجود ۱۹۱۱ء کو شائع ہوئی۔ مرزا بشیر الدین محمود نے احمدیت اور اسلام کے مخالف ہونے کے پارے میں کہا: "تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو۔ تم ایک برگزیدہ نبی (مرزا قادریانی) کو مانے والے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت (مرزا قادریانی) کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی اور غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں مگر حضرت (مرزا قادریانی) نے فرمایا کہ تم کون سا اسلام پیش کر دے گے۔ کیا جو تمہیں خدا نے نشان دیئے، جو انعام خدا نے تم پر کیا وہ چھپا و گے؟"

نئے مذہب کے مضمراں

قادیانیوں نے اس ہمہ گیر تم کے اختلافات کو اپنے مطلق تباہ کی آخری حد تک پہنچایا اور باقی مسلمانوں سے ہر تم کے تعلقات منقطع کر لئے اور اپنے آپ کو ایک علیحدہ امت کے طور پر مظلوم کیا۔ قادریانیوں کے لئے پھر سے مندرجہ ذیل شہادت اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے:

"حضرت سُعیج موعود علیہ السلام نے تختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ ہا ہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی وفعہ بھی پوچھو گے، اتنی وفعہ ہی میں سمجھی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں، جائز نہیں۔" (الوارخلافت، مجموع تقاریر پرشیر الدین محمود (۸۹)

"سیدنا حضرت سُعیج موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ کو خدا نے بتایا ہے کہ احمدیوں پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی ملک، مذہب اور مژدود کے پیچے نماز پڑھیں۔ اگر کوئی احمدی ان تینوں تم کے لوگوں میں سے کسی کے پیچے نماز پڑھے تو اس کے عمل جھٹا ہو جائیں گے اور اس کا پہنچ بھی نہیں گلے گا۔"

(اخبار لفضل قادریانی ج ۸، نمبر ۳۳ موری ۲۵، ستمبر ۱۹۱۷ء)

"ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچے نماز نہ پڑھیں

کیونکہ وہ ہمارے نزدیک اللہ کے ایک نبی کے مذکور ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اتنا اختیار نہیں کر سکھ کر سکے۔” (اور خلافت میں مصطفیٰ مرزا بشیر الدین محمود)

غیر احمدی سے رشتہ کی ممانعت

”مرزا غلام احمد نے ایک قادریانی کے خلاف جس نے ایک غیر قادریانی کو اپنی بیٹی کا حج کرو دی تھی۔ سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ ایک اور شخص نے پار بار اسی طرح کی اجازت چاہی اور بیان کیا کہ اسے حالات کا دباؤ لایا کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ لیکن مرزا قادریانی نے اس سے بھی کہا کہ اپنی بڑی کو بھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ مرزا قادریانی کی وفات کے بعد اس نے لڑکی کے بھائیوں میں وے دی تو مرزا قادریانی کے خلیفہ اول حکیم فورالدین نے اس شخص کو امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجود دیکھ دباؤ بار بار توبہ کرتا رہا۔“ (اور خلافت از میاں بشیر الدین محمود ص ۹۳، ۹۴)

مرزا قادریانی نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کریں جس طرح کا سلوک آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ دار کا تھا۔ ان کی نمازیں غیر قادریانیوں سے الگ کر دی گئی ہی۔ انہیں اپنی بیٹیاں مسلمانوں کے تھاں میں دینے سے منع کیا اور کسی قادریانی کو کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ (اس ضمن میں چودھری ظفر اللہ کا کروار تمام دنیا کو معلوم ہے کہ انہیوں نے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شمولیت نہ کی حالانکہ وہ موقع پر موجود تھے۔)

مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں: ”غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئی۔ ان کو لو کیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر سکتے ہیں۔ وہ تم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دنی و دسرے دنیوی۔ وہی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کے لئے اکٹھا ہوتا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت بھی ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود کو بھی سلام کیا۔“ (کلمۃ افضل از بشیر احمد ص ۱۲۹)

سامراجیوں کے ساتھ و قادری

خریک قادریانیت کی ابتداء تھی سے قادریانی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ایک نبی

نبوت کا دعویٰ کسی آزاد اسلامی ملکت میں پردازنہیں چڑھ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان کبھی اس قسم کے دعوے کو گوارہ نہیں کر سکتے اور اس قسم کی سرگرمیوں کی کبھی اجازت نہیں دے سکتے۔ جس سے امت کے احتجاج کو نقصان پہنچے۔ وہ اس طور کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں جو ابتدائی اسلام سے آج تک کذا بول یعنی نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے ساتھ روا رکھتے چلے آئے ہیں۔ وہ تاریخ اسلام کے حوالے سے جانتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹے ادعائے نبوت سے پیدا ہونے والے نئے فرقوں کو اسلامی دنیا میں کمی پھولنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ لہذا ان کو کبھی یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ دنیا کے کسی آزاد مسلم معاشرے میں ان کی اس یعنی نبوت کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کی یعنی نبوت کسی غیر مسلم حکومت کے اندر ہی نشوونما پا سکتی ہے۔ لہذا وہ تمام اسلام و شہنشہ قوتوں کو اپنی پوری وقاری کا لیتین دلاتے رہے ہیں۔ نام نہاد اسرائیلی فوج کے اندر اس کا وجود اب ایک کھلا راز ہے۔ اسرائیل کے اندر ان کا ایک مستقل دفتر قائم ہے۔

یہ بات ان کے مفادات کے عین مطابق ہے کہ مسلمان ہمیشہ غیر مسلموں کی ایڑیوں کے نیچے رہیں اور صرف اسی صورت میں انہیں کھل کھلنے کے موقع نصیب ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی سرگرمیوں کے وکار صرف محصور اور ناخواندہ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اس لئے وہ چاہئے ہیں کہ مسلم عوام غیر مسلموں کے تسلط کے تحت ہی رہیں تاکہ وہ ان مسلمانوں کا اچھی طرح احتصال کر سکیں۔ سہی وجہ ہے کہ وہ غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ ہمیشہ غیر مشروط اور پر خلوص و قادری کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں۔ جبکہ ایک آزاد اور خود مختار مسلم ریاست ان کے لئے کبھی خوشی کا باعث نہیں رہی۔

مندرجہ بالا حقائق کے اثاثات کے لئے مرزا غلام احمد اور ان کے پیروکاروں کے چند درجہ بیانات میں سے اقتباسات دیئے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

”اس گورنمنٹ کا ہم پر اس قدر احسان ہے کہ اگر ہم یہاں سے لکل جائیں تو نہ ہمارا کہہ میں گزارہ ہو سکتا ہے اور نہ قحط نہیں میں تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس (برطانوی حکومت) کے خلاف کوئی خیال اپنے ول میں رکھیں۔“ (مرزا غلام احمد قادریانی، بخوبیات احمدیہ، اول جس ۳۱۲)

”میں اپنے کام کو نہ کہ میں اچھی طرح کر سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لہذا اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے لئے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری

دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سب سے ہیں کیونکہ جدھر تیر امنہ ادھر خدا کا منہ ہے۔“
(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰)

”یہ سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے ہاہر نکل جاؤ پھر تمہارا ملکانہ کہاں ہے؟“
ایسی سلطنت کا بھلانام تو جو تمہیں اپنی نہاد میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل
کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نہاد میں تم کافر اور مرتد ہو چکے ہو۔ سو تم اس
خدا و اعلیٰ کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھو لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت اگر بیزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی
اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت بھی تمہیں نابود کروے
گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو۔ یعنی
یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آگہ میں ایک کتابی رحم کے قابل ہے گرتم نہیں۔
تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہارے نسبت یہ ہیں کہ تم
واجب القتل ہو۔ سو یہی اگر بیز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں۔ جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے
بچاتے ہیں اور ان کی تکوڑا کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت
کے زیر سایہ رہ کر دیکھو لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سنوا اگر بیزی سلطنت تمہارے لئے ایک
رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ پیر ہے۔ وہ تم جان
و دل سے اس پر کی قدر کرو اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں۔ ہزار ہزار بیان سے اگر بیز ہے
ہیں۔ کیونکہ وہ نہیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت نہیں کرنا چاہتے۔“
(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۲)

سامراجی طاقت کے ساتھ و فاداری

لاقداد موافق پر مرزا غلام احمد قادریانی نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنی گھری
و فاداری اور خلوص کا اعلیٰ کیا۔ ہم ویکھے ہیں کہ وہ کیسے فخریہ انداز میں اپنے آپ کو برطانوی
استعمار پسندوں کا قدیمی خیرخواہ کہتے ہیں۔ ایک اور موقع پر وہ اپنے آپ کو اگر بیزوں کا خود کا شتر
پودا کہتے ہیں۔ ہم مرزا قادریانی کی بعض تحریروں کے اقتباسات دیتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے
کہ وہ استعمال پسندوں کے کتنے گھرے و فادار ہیں۔

مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک عرضداشت جو ہزار مکمی لیسی یقینیت بہادر کو سمجھی گئی
(جس کا متن تملیح رسالت جلد ہفتہ مطبوعہ فاروق پرلس قادریان، اگست ۱۹۲۲ء میں ہے) بڑی
وچکپ ہے۔ اس عرضداشت میں انہوں نے برطانوی حکومت کے ساتھ اپنے خاندان کی گھری

وقاداری ان تحریفی سندات کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو کمشز لا ہورڈویشن، فناشل کمشز مجاہد اور دیگر بر طانوی افسروں نے ان کے والد غلام مرثی کو بر طانوی حکومت کی خدمات سرانجام دینے کے عوض عطا کی تھیں۔ وہ اپنے خاندان کے دیگر افراد کی وقادارانہ خدمات بھی گناہت ہوئے لکھتے ہیں:

”ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو ساٹھ سال کی عمر تک پہنچتا ہوں۔ اپنی زبان اور گلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے لوگوں کو گورنمنٹ انگلشی کی بچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پہنچوں اور ان کے بعض کم فہموں کے لوگوں سے غلط خیال، جہاد وغیرہ کو دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں..... اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے لوگوں پر میری تحریروں کا بہت سی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی اور میں نے نہ صرف اس قدر کام کیا کہ برش اشیاء کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشی کی بچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو تایف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن و امان اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی پر سر کر رہے ہیں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

اس کے علاوہ وہ فخر یہ انداز میں ان بے شمار کتابوں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو انہوں نے حکومت بر طانیہ کی حمایت میں لکھی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزارے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں ہیں جو انگلشی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابیوں کو تمام ممالک عرب، مصر، شام، کابل اور روم تک پہنچایا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے پچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور سچ خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو اجتماعوں کے لوگوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے لوگوں سے معدوم ہو جائیں۔“ (تریاق القلوب ص ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴)

”میں بذات خود متہ برس سے سر کار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ وہ حقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسوں کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں اس غرض سے تایف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محمدنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں۔ بلکہ پچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان

کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں پڑکشیر چھاپ کر بلا دا اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار کر رہے ہیں کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی کچی خبر خواہی سے نیا باب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لئے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لئے ولی جان شمار۔“

(عريف به عاليٰ خدمت گورنمنٹ عاليٰ اگریزی مقاب مرا، مجموعہ مشتمرات ج ۲۶، ۳۶۱، ۳۶۲)

”میں سچ کہتا ہوں کہ ہن کی بد خواہی کرنا ایک حرای اور بد کار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں مجھے پناہ دی ہو۔ سودہ سلطنت حکومت بر طائفی ہے۔ سو اگر ہم گورنمنٹ بر طائفی سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔“

(شهادت القرآن میں دخڑائی ج ۳۸۰، ۳۸۱)

پاکستان کے اندر قادیانی ریاست کے لئے منصوبہ

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی سب سے بڑی گھنائی سازش یہ تھی کہ اس نئی اسلامی مملکت کو ایک قادیانی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے۔ جس کے کرتا ہدرا قادیانی ہوں۔ مملکت پاکستان میں سے ایک حصہ کاث کر ایک قادیانی ریاست قائم کی جائے۔ قیام پاکستان کے ایک سال ہی کے اندر قادیانیوں کے سربراہ نے ۲۳ جولائی ۱۹۷۸ء کو کوئی میں ایک تقریبی جو ۱۳۲۰
اگست ۱۹۷۸ء کے افضل میں شائع ہوئی۔ امیر جماعت احمدیہ نے اپنے پیر دوں کو مندرجہ ذیل نصائح دیں:

”برطانوی بلوچستان جسے اب پاک بلوچستان کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی کل آبادی پانچ لاکھ ہے۔ اگرچہ اس صوبہ کی آبادی دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے۔ لیکن ایک اکائی کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ ایک مملکت میں اس کی حیثیت اسی ہی ہے جیسے ایک معاشرے میں ایک فرد کی۔ اس کی مثال کے لئے آدمی امریکہ کے دستور کا حوالہ دے سکتا ہے۔ امریکہ میں ہر ریاست کو یونیٹ میں برابر نہ ہو گی ملتی ہے۔ چاہے کسی ریاست کی آبادی دس ٹین ہو یا ایک سو ٹین۔ مختصر یہ کہ اگرچہ پاک بلوچستان کی آبادی صرف پانچ لاکھ ہے یا ریاستوں کی آبادی ملک کر دس لاکھ سے زیادہ ہے۔ ایک یونٹ کے لحاظ سے اس کی اپنی اہمیت ہے۔ ایک بڑی آبادی کو

احمدی بنا مشکل ہے۔ لیکن ایک چھوٹی آبادی کو احمدی بنا آسان ہے۔ اس لئے اگر قوم پوری طرح اس معاٹے کی طرف توجہ دے تو اس صوبے کو تھوڑے ہی عرصے میں احمدیت کی طرف لا جاسکتا ہے۔ یاد رکھیں ہمارا تبلیغِ مشن کمی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہمارا ایک مضبوط اذان ہو۔ تبلیغ کے لئے ایک مضبوط اذان بدلتی ضرورت ہوتا ہے۔ لہذا آپ کو سب سے پہلے اپنے اڈے کو مضبوط بنانا چاہئے۔ کسی مقام پر اپنا اذان ہتائیے۔ یہ اذان کمیں بھی ہو جائے۔ اگر ہم اس سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو ہم کم از کم ایک صوبے کو اپنا صوبہ کہہ سکتے ہیں اور یہ کام ہما سانی کیا جا سکتا ہے۔“

یقیریاپنی تشریع خود کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح قادریانوں نے پاکستان کے اندر سے اپنا ایک ملک ترانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جیسا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی امت کو کاٹ کر اپنی ایک امت بنائی تھی۔

قادیانیت کے خلاف رد عمل

جب سے مرزا غلام احمد کی تحریریوں میں اخراج کے اولین آثار نظر آنے لگے۔ پچ سالانوں نے واضح طور پر اس بات کا انتہا کر دیا کہ مرزا اور ان کے بیرون کافر ہیں اور وائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ باقی علماء کے مقابلے میں علامہ اقبال ان پر زیادہ حقیقت سے مفترض تھے۔ وہ انہیں اسلام کا خدار کہتے ہیں۔ اگرچہ علمائے دین کا ایک برا طبقہ ایسا تھا جس نے مرزا کے ارادوں کو ان کے نہ ہی منصب کو ابتداء ہی میں بھانپ لیا تھا۔ تاہم ہمیوں صدی کی تکلی وہاں میں عام لوگوں نے ان کے حقیقتی ارادوں کو سمجھا۔ علماء اپنی دینی بصیرت کے مل بوتے پر قادریانی مسئلہ کو نہ ہی تھیاروں سے حل کرنے میں مصروف تھے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں ایک خالص تاذہ ہی تحریک تھی اور وہ اس کے مقابلے کے لئے دیسے ہی تھیار لے کر میدان میں اترے تھے۔ غالباً علامہ اقبال پہلے شخص تھے جنہوں نے اس تحریک کے چہرے سے نقاب اٹھایا۔ ان کا خیال تھا کہ بانی تحریک کے الہامات کی با اختیاط نفیاتی تخلیل شاید اس کی شخصیت کی باندروں زندگی کے تجوییہ کے لئے موڑ ثابت ہو سکے۔

قادیانی تحریک کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچ کر مسلمانوں کی نہ ہی فکر کی تاریخ میں احمدیت کا کردار یہ ہے کہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی تحریک کے لئے ایک الہامی بنیاد مہیا کی جائے۔ قادریانوں کے سیاسی کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: ”یہ بات بھی اتنی ہی درست ہے کہ قادریانی بھی ہندی مسلمانوں کی سیاسی بیداری پر پریشان ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ

محسوس کرتے ہیں کہ ہندی مسلمانوں کے سیاسی و قاریں اضافہ ان کے اس ارادے کو کہہ رسول عربی کی امت میں سے ہندوستانی نبی کی امت تراش لیں، یقیناً تا کام بنا دے گا۔“

شاید علامہ اقبال ہی تھے۔ جنہوں نے پہلی بار اس مسئلے کا آئینی حل تجویز کیا۔ ایک استعاری طاقت کی حاکیت کے ان دنوں میں اس مسئلے کا اس سے بہتر کوئی حل ممکن نہ تھا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا: ”ہندوستان کے حکمرانوں کے لئے بہترین طریقہ کاریمیرے خیال میں یہ ہے کہ وہ قادریانوں کو ایک علیحدہ قوم قرار دیں۔ یہ بات خود قادریانوں کے اپنے طریق کار کے عین مطابق ہو گی اور ہندوستانی مسلمان ان کو دییے ہی برداشت کر لیں گے جیسا کہ وہ باقی مذہبوں کے چیزوں کے لیے وہ کو برداشت کرتے ہیں۔“

علامہ اقبال کا تجویز کردہ حل جلد ہی ہندی مسلمانوں کا ایک مشترکہ طالبہ بن گیا۔ لیکن اس کا امکان نہ تھا کہ برطانوی حکومت اسے قول کر لے کیونکہ قادریت کی تحریک خود بانی تحریک کے الفاظ میں ”حکومت برطانیہ کا خود کاشت پوادھی۔“

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے عوام اور حکومت نے قادریانوں کے حق میں بڑی رواداری کا ثبوت دیا۔ انہیں پاکستان آنے اور قادریان سے اپنا حکم ریوہ منتقل کرنے کی اجازت دی دی گئی۔ ان کے ممتاز رہنماء سر ظفر اللہ کو وزارتی منصب عطا کیا گیا۔ لیکن اس ففیقات اور کھلے دل کے رویے کے باوجود جو حکومت اور عوام کی طرف سے روا رکھا گیا۔ قادریانوں نے اپنی معاند اسلام سرگرمیوں سے احتساب نہ کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو کافر کہنے کا عمل جاری رکھا۔ یہاں تک کہ سر ظفر اللہ خان نے بابائے قوم کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ کی۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس کے غلط عقائد کے مطابق قادر اعظم مسلمان نہ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد چند ہی سال کے دوران جب قادریانوں نے مسلمانوں کو جارحانہ انداز میں تبدیلی نہ ہب پر مائل کرنے کی کوششی شروع کی تو ان کے خلاف ایک ہم گیر تحریک شروع ہو گئی۔ جس نے بدلتی سے تشدید کارست اختیار کر لیا اور آخر کار ۱۹۵۳ء میں صوبہ پنجاب میں مارش لام کے نفاذ پر پہنچ ہوا۔ اگرچہ تحریک کو مارش لام کے نفاذ سے دبایا گیا۔ لیکن مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اس مسئلے نے پاکستان کے سیاسی وجود میں نفرت اور فرقہ داریت کا زہر گولنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں قادریانوں نے ہمروں ملک دفعوے پر یعنی شروع کر دیئے۔ جہاں انہوں نے اپنے لئے تبلیغی مرکز قائم کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اس قسم کے تبلیغی مرکز افریقہ، یورپ اور ٹھائی امریکہ کے ممالک میں قائم کئے۔ لیکن چونکہ عددی اعشار سے کہیں بھی وہ نمایاں قوت نہ تھے جبکہ پاکستان

میں ان کی تعداد قابل لحاظ تھی اور وہ یہاں مضبوط اور اچھی طرح قدم جائے ہوئے تھے۔ اس لئے دوسرے ملکوں میں ان کے ساتھ آسانی سے نٹ لیا گیا اور ترکی، افغانستان، مصر، سعودی عرب اور متحده عرب امارات اور میگر مسلم ممالک میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا۔

پلا آخ ۱۹۷۴ء میں پاکستان نے بھی وہی راستہ اختیار کیا اور ایک اور عوامی تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قوی اسٹبلی نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق (۳) کا اضافہ کیا گیا۔ اس نئی شق کی عبارت درج ذیل ہے: ”کوئی شخص جو حضرت ﷺ کی کامل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتا ہو، خدا کے آخری نبی یا لفظ نبی کے کسی معنی یا تعریف کے مطابق حضرت ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی ایسے مدعا نبوت کو نبی تسلیم کرے یا نبی مصلح مانے وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے لئے مسلمان نہیں ہے۔“

قوی اسٹبلی نے ضابطہ فوجداری پاکستان میں ترمیم کی اور اس ضابطہ کی دفعہ ۲۹۵۔الف کی تشریع میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا۔

تشریع: کوئی مسلمان حضرت ﷺ کی ختم نبوت کے تصور کے خلاف جیسا کہ آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) میں اس کا تعین کیا گیا ہے۔ اس دفعہ کے تحت سزا کا مستوجب ہو گا۔

قوی اسٹبلی نے ایک مختصر قرارداد کے ذریعے یہ سفارش بھی کی کہ متعلقہ قوانین میں آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطی کی تبدیلوں کے لئے تراہیم کر دی جائیں۔

بلاشبہ یا ایک ایسا فیصلہ تھا جس نے اصولی طور پر اس ایک سوال کے پرائے منٹ کو حل کر دیا۔ لیکن آئینی ترمیم سے پیدا ہونے والی قانونی اور ضابطی کی تبدیلوں کے لئے اب تک تراہیم نہ کی گئی تھیں۔ اس سے قادیانیوں کے لئے مجبوئی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو ایسے انداز میں جاری رکھ سکیں جو آئینی تراہیم کی روح کے بالکل منافی تھا۔ اس سے آئینی ترمیم کے تباہج کو بالکل صفر کے برابر کر دیا۔

موجودہ حکومت کے لئے باعث اعزاز ہے کہ اس نے ہمارے دین کی بنیادی تغیریکو محفوظ رکھنے کے لئے اس سمت میں ایک اہم اور دلیر ان اقدام کیا۔ صدر مملکت نے ابھی حال ہی میں ایک آرڈیننس نافذ کیا ہے تاکہ قانون میں مناسب تبدیلی لائی جائے۔ جس سے قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور میگر احمدیوں کو معاونہ اسلام سرگرمیوں میں مشغول ہونے سے روکا جائے۔ یہ آرڈیننس مندرجہ ذیل قانونی وسائل مہیا کرتا ہے۔

ایکٹ XLV مجرہ ۱۸۶۰ میں دفعہ ۲۹۸ ب اور ۲۹۸ ج کا اضافہ

۲۹۸ الف ایسے القابات، تحریفات اور خطابات وغیرہ کا غلط استعمال جو بعض مقدس ہستیوں اور مقامات کے لئے مخصوص ہیں۔

(۱) قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرکی علامت کے الف رسول اکرم ﷺ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو بذریعہ اشارت یا بطور حقیطی "ام المؤمنین" "خلیفۃ المؤمنین" "صحابی" یا "رضی اللہ عنہ" کہے۔ ب کسی فرد کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ کے سوا اشارت یا اسے مخاطب کرتے ہوئے "ام المؤمنین" کہے۔ ج کسی فرد کو اسائے الہ بیت حضرت ﷺ کے بذریعہ اشارت یا مخاطب "الہ بیت" کہے۔
..... اپنی جائے عبادت کو بذریعہ اشارت یا نام دے کر "مسجد" کہے۔ کسی ایک طرح کی (سادہ یا پامشقت) قید کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ جو تین سال تک کے لئے ہو سکتی ہے۔ نیز سزاۓ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲ کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) سے تعلق رکھنے والا ہو۔ اگر بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرکی علامت اپنے مذہب کی عبادت کے لئے بلانے کے طریقے کو اذان کہے یا مسلمانوں کے انداز میں اذان کہے۔ کسی طرح کی (سادہ یا پامشقت) قید کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ جس کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ سزاۓ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸ ج (قادیانی گروہ وغیرہ کا کوئی فرد جو خود کو مسلمان کہتا ہو یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرتا ہو۔)

کوئی شخص جو قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے پکارتے ہیں) سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر پیش کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کہے یا بطور اسلام کا اس کا حوالہ دے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا اشاعت کرے یا دوسروں کو بذریعہ الفاظ تحریری یا تقریری یا مرکی علامات سے کسی بھی اور طریقے سے مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرے۔ دونوں میں سے کسی ایک طرح کی سزاۓ قید کا مستوجب ہوگا۔ جس کی میعاد تین سال تک ہو سکتی ہے۔ نیز سزاۓ جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قادیانی

بُدستور غیر مسلم ہیں

(حکومت پاکستان کی توشیق)



وفاقی حکومت پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی آئندی حیثیت کے متعلق مختلف حلقوں میں کچھ عرصے سے شہہات کا انتہا کیا جا رہا ہے۔ ان شہہات کو دور کرنے کی غرض سے صدر مملکت نے گزشتہ ماہ کی بارہویں تاریخ کو ترمیم و ستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء (صدر اتنی فرمان نمبر ۸۷ مجریہ سال ۱۹۸۲ء) اعلان کیا گیا ہے اور مزید توہین کی گئی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آڑی نص مجریہ سال ۱۹۸۱ء نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے جدول اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایک بابت سال ۱۹۷۸ء (نمبر ۳۹ بابت سال ۱۹۷۸ء) کی شمولیت سے ان ترمیم کا جواں کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں عمل میں لائی گئی ہیں، تسلیل متاثر ہوا ہے اور نہ ہو گا اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں گی۔ نیز قادیانی گروپ یا لا ہوزی گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو احمدی) کہتے ہیں، "غیر مسلم" کے طور پر حیثیت تبدیل ہوئی ہے اور وہ بدستور "غیر مسلم" ہیں۔ وضاحتی فرمان کے بعد عام حالات میں اس مسئلے کی نسبت چیلگوں کا سلسلہ بند ہو جانا چاہئے تھے۔ گربا ایں ہمہ چند مفہاد پرست عاصر حقوق کا رخ موڑ کر اس ضمن میں بے چینی اور بے اطمینانی کی غضا پیدا کرنے میں بدستور کوشان نظر آتے ہیں۔ ان عناصر کی ریشه دو انہوں کاموثر طریقے سے سد ہاب کرنے کی خاطر اس مسئلے کی مزید صراحةً اور وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مجلس شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں راجہ محمد ظفر الحق، قائم مقام وزیر قانون و پارلیمنٹی امور نے قاری سعید الرحمن اور مولا ناصح الحق، مجریان و فاقی کونسل کی جانب سے قادیانیوں کی قانونی حیثیت کے بارے میں پیش کردہ تحریک التواہ کے متعلق مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء کو ایک مفصل بیان دیا تھا۔

وزیر موصوف نے اس مسئلے کے پیش منظر پر روشی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دستور (ترمیم ثانی) ایک بابت سال ۱۹۷۳ء (نمبر ۳۹ بابت سال ۱۹۷۳ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۲۰ میں شق (۳) کا اضافہ کیا گیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اس ضمن میں آرٹیکل ۱۰۶ کی شق (۳) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشتوں کی

تفصیل کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقہ کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ تندذک رہ بالا آئئی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے بر اقتدار آنے کے بعد عوام کی نمائندگی کے ایکٹ مجریہ سال ۱۹۷۶ء میں دفعہ ۲۔ الف کا اضافہ کیا۔ جس کا تعقیل غیر مسلم اقلیتی نشتوں سے ہے۔ اس جدید دفعہ ۲۔ الف میں بھی قادیانی گروپ سے متعلق افراد کو ”غیر مسلموں“ کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بھی قادیانیوں کی آئئی حیثیت بطور ”غیر مسلم“ اقلیت تعین ہو جانے کی بنا پر معرض وجود میں آئی۔ اسی روح ایوان ہائے پارلیمان و صوبائی اسمبلیوں کے (انتخابات) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۷۷ء (فرمان صدر بعد از اعلان نمبر ۵ مجریہ سال ۱۹۷۷ء) میں بھی بذریعہ صدارتی فرمان نمبر ۱۴ مجریہ سال ۱۹۷۸ء ترمیم کر کے قوی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے سلسلے میں الہیت اور نما الہیت کے متعلق ”مسلم“ اور ”غیر مسلم“ کے الگ الگ زمرے طے کر دیے گئے۔ جس کے نتیجے میں کوئی شخص اس وقت تک کسی اسمبلی کے انتخاب کے لئے اہل قرار نہیں پاسکتا جب تک کہ اس کا نام ”مسلمانوں“ یا ”غیر مسلموں“ کی نشتوں سے متعلق جدا گاند انتخابی نہرستوں میں سے کسی ایک میں درج نہ ہو۔

بعد ازاں فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کرنے وقت بھی قادیانیوں کی تندذک رہ بالا حیثیت بطور غیر مسلم برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل ۲ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، ۱۹۷۳ء جو فی الحال محظل ہے، کے کچھ آرٹیکل کو فرمان عارضی دستور کا حصہ بناتے وقت آرٹیکل ۲۰ کو بھی شامل کیا گیا۔

اس واضح قانونی پوزیشن کے باوجود کچھ حلقوں میں قادیانیوں کی آئئی و قانونی حیثیت کے متعلق تک کا انطباق کیا گیا جسے دور کرنے کے لئے فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء میں آرٹیکل نمبر ۱۔ الف کا اضافہ کیا گیا۔ جس کی رو سے یہ قرار پایا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور اور مذکورہ فرمان نیز تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں مسلم اور غیر مسلم سے مراد وہی لی جائے گی جس کا ذکر فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے حوالے سے ترمیم دستور (استقرار) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء میں ہے۔ فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے آرٹیکل ۱۔ الف میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے قادیانی گروپ یا لا ہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلموں کے زمرے میں شامل کیا گیا۔

وزیر موصوف نے وفاقی قوانین (نظر ہائی و استقرار) آڑ دینش مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷۲ بھریہ سال ۱۹۸۱ء) کے جدول میں وستور (ترمیم ہائی) ایکٹ ہابت سال ۲۷۲ء (نمبر ۹۳۹ ہابت سال ۱۹۸۲ء) کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عام طے شدہ مردجہ طریقہ کار کے مطابق وزارت قانون و قضا فرقاً ایک تنسیخ اور ترمیمی قانون کا نافذ کرواتی ہے۔ جس کے ذریعے ان قوانین کو، جن سے مردجہ قوانین میں ترمیم کی گئی ہوا اور جو اپنا مقصد حاصل کر پچھے ہوں، منسوج کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مردجہ طریقہ کار کے پیش نظر متذکرہ ہلا وفاقی قوانین (نظر ہائی و استقرار) آڑ دینش سال ۱۹۸۱ء جاری کیا گیا۔ اس ضمن میں وزیر موصوف نے قانون عبارات عامہ ہابت سال ۲۷۱ء کی وفعہ۔ الف کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ ہر وہ ترمیم جو کسی ترمیمی قانون کے ذریعے کسی دیگر قانون میں عمل میں لائی گئی ہو، ترمیمی قانون کی تنسیخ کے پا وجود موقر رہتی ہے۔ بشرطیکہ ترمیمی قانون کو تنسیخ کے وقت وہ ہاتھ عده طور پر نافذ اعمل ہو۔

اس سے یہ بات واضح اور عیا ہے کہ ترمیم کرنے والے قانون کی تنسیخ کے ہا وجود اس کے ذریعے معرض وجود میں آنے والی ترمیم زندہ اور موثر رہتی ہے اور ترمیمی قانون کا عدم اور وجود ایسی ترمیم کی بقاء کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے یہ کہنا قطعاً بجا شہ ہو گا کہ ترمیم اسی صورت میں ہاتھ رہے گی جبکہ مقلقه ترمیمی قانون کا وجود برقرار رہے گا۔ ترمیمی قانون منسوج کر دیا جائے یا موجود رہے، ترمیم بہر حال نافذ اعمل رہتی ہے۔ چنانچہ وستور (ترمیم ہائی) ایکٹ ہابت سال ۲۷۲ء کی وفاقی قوانین (نظر ہائی و استقرار) آڑ دینش مجریہ سال ۱۹۸۱ء کی جدول اول میں شمولیت سے مذکورہ ترمیمی قانون کے ذریعے سے کی جانے والی ترمیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ بدستور قائم اور رائج ہیں۔ ان سب امور کے باوصف اس مسئلہ کو پھر سیاسی رنگ دینے اور ابہام پیدا کرنے کی ناجائز کوشش جاری رہی۔ لہذا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: "ان مقامات سے بھی پختاچاپے جہاں تھمت لگنے کا اندر یہ پایا جائے،" مذکورہ بالائیک داہم دوڑ کرنے کے لئے حکومت نے ایک حزیقدم اٹھایا اور صدر مملکت نے ایک انتہائی واضح اور کامل فرمان جاری کر دیا جو کہ صدارتی فرمان نمبر ۸۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہے۔ ان کا متن مدد و جذیل ہے:

"پھر کہ وستور (ترمیم ہائی) ایکٹ ہابت سال ۲۷۲ء (نمبر ۹۳۹ ہابت سال ۱۹۸۲ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وستور، ۳، ۱۹۸۲ء میں ترمیم کی گئی تھیں تا کہ صوبائی اسلامیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادریانی گروپ یا لا ہوئی گروپ کے اشخاص (جو خود کو احمدی

کہتے ہیں) غیر مسلموں میں شامل کیا جائے اور تاکہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص جو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم بنت پر کمل اور غیر مشرد طور پر ایمان رکھتا ہو یا حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تصریح کے لحاظ سے پیغیر ہونے کا دعویدار ہو، یا ایسے دعویدار کو پیغیر یا نہ ہی مصلح مانتا ہو، دستور یا قانون کی اغراض سے مسلمان نہیں ہے۔“

اور چونکہ فرمان صدر نمبر ۷۸۱۹ء کے ذریعے تبلیغ اور پیغیروں کے قوی اسلامی اور صوبائی اسلامیوں میں غیر مسلم بشویں قادریانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لئے حکم وضع کیا گیا تھا۔ اور چونکہ فرمان عارضی دستور، ۱۹۸۱ء (فرمان ۵۱۔ ایم۔ ایل۔ ۱۔ نمبر احمدی ۱۹۸۱ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے احکام کو جو متعلقہ تھے، اپنا بجز و قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ ”مسلم“ کی تعریف کی گئی ہے۔ جس سے ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم بنت پر کمل اور غیر مشرد طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغیر یا نہ ہی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہونہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تصریح کے لحاظ سے پیغیر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور لفظ ”غیر مسلم“ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو، جس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادریانی گروپ کا کوئی شخص (خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بھائی اور جدی داؤں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ مذکورہ بالا دستور (ترمیم ٹالی) ایکٹ ہابت سال ۱۹۷۲ء نے دستور میں مذکورہ بالا ترمیم شامل کرنے کا اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔ اور چونکہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آڑڈینس بحریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۷۲ بحریہ سال ۱۹۸۱ء) مسلمہ طریقہ کار کے مطابق اور مجموعہ قوانین سے ایسے قوانین کو بشویں مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہیں۔

اور چونکہ جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈی نس میں واضح طور پر قرار دیا گیا۔ مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترمیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعے کی گئی ہوں۔ مذکورہ بالا آرڈی نس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہذا ب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے موجب اور اس مسئلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاءِ ایم پیشیرین نے قانونی صورت حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لئے حسب ذیل فرمان جاری کیا ہے:

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

- ۱..... یہ فرمان ترمیم و دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہو گا۔
- ۲..... استقرار بذریعہ اعلان بذریعہ اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ہائی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کی جدول اول میں دستور (ترمیم ہائی) ایکٹ بابت سال ۳۷۱۹۷۷ء (نمبر ۱۹ بابت سال ۳۷۱۹۷۷ء) کی شمولیت سے، جس کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۳۷۱۹۷۷ء میں مذکورہ بالا ترمیم شامل کی گئی ہیں۔
- الف..... مذکورہ بالا ترمیم کا تسلیل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہو گا جو مذکورہ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں یا:

ب..... قادریانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہو گی اور وہ بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادریانیوں کی آئندی و قانونی حیثیت بطور غیر مسلم قطعی طور پر مسلم اور قائم ہے۔ کچھ عقول نے اس اندریش کا انکھار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمان عارضی و دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں، لہذا ان کے منسوب ہو جانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمان عارضی و دستور کے آرٹیکل نمبر ۱۹ بابت سال ۳۷۱۹۷۷ء میں بیان کی گئی ہے، بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ہائی) ایکٹ بابت سال ۳۷۱۹۷۷ء (نمبر ۳۹ بابت سال ۳۷۱۹۷۷ء) جس کی رو سے ۳۷۱۹۷۷ء کے دستور میں ترمیم کر کے قادریانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ وفاقی قوانین (نظر ہائی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے ذریعے منسوب ہو چکا ہے۔ اس لئے دستور کے بحال ہونے پر قادریانیوں کی قانونی و آئندی حیثیت اسی طرح ہو گی جیسی کہ دستور (ترمیم ہائی) ایکٹ بابت سال ۳۷۱۹۷۷ء کے نفاذ سے پیشتر ہے۔

جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ہائی) ایکٹ بابت سال ۳۷۱۹۷۷ء کی رو سے جو ترمیم ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲ و آرٹیکل ۶ میں عمل میں لائی گئی تھیں، وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

ابن مرثی



الجان حريم بخش ریلیا ردیشون بج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

التماس

اس کتاب کا روئے بخن ان مونوں کی طرف سے ہے۔ جو قرآن کریم کو منزل من اللہ مانتے ہوئے اللہ جارک و تعالیٰ کی وسیع قدرت کو اپنے علم اور تجربے سے محدود نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی بے بُنا عقی کو تھا رکھتے ہوئے قرآنی آیات کے بین مطالب کو چھوڑ کر خواہ خواہ مشتبہ یا مجازی معنوں کی الجھنوں میں نہیں پڑتے اور حتیٰ الوع ہر حرم کی تاویل سے گریز کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کی نسبت جوڑ کر قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ بلا کم وکاست اس کتاب میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس الحاد و کفر کے زمانے میں لوگوں کو یہ یقین دلانا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا حال زندہ ہیں اور یہ کہ وہ دوبارہ قرب قیامت کو تشریف لائیں گے۔ ایک امر حال ہے تاہم ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے مفروضہ عقائد کو تھوڑی دیر کے لئے بالائے طاق رکھ کر کتاب کے قص مضمون و دلائل پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ وہ کس نتیجہ پر رکھتے ہیں سو ما علینا الا البلاغ! ربنا لاتزع قلوبنا بعد اذهديتنا و هب لنا من لدنك رحمة۔ انك انت الوهاب! رحيم بخش!

کچھ مدت ہوئی کہ میں نے ایک رسالہ موسومہ بـ ”قرآن اور ایک غلط فہمی کا ازالہ“ شائع کیا تھا۔ اس میں اس عام خیال کی تردید کی تھی کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے عمل میں نہیں آئی اور چند مثالیں دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ قرآن کریم شروع سے آخر تک مریوط اور مرتب ہے اور اس کی تعلیم میں تدریجی ارتقاء ہے اور ہر ایک آئت اپنی اپنی جگہ پر سیاق و سبق کے لحاظ سے نہایت موزوں واقع ہوئی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس آئت کا اپنی ہم جس اور ہم مضمون آیات سے آغاز قرآن سے ختم قرآن تک ایک خاص ربط ہے اور اس کی تدریجی توجیح اور ارتقاء ہے۔ جس کوہما تکرار گمان کیا جاتا ہے۔ اسی رسالے میں ایک آئت کی تحریر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ قرآن کریم میں ترتیب الفاظ بھی مجروے سے کم نہیں اور یہ کہ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کچھ عرض کیا جائے گا۔ اس وعدے کے ایفاء میں ایک رسالہ ہمام ”گلدستہ معانی“ دو سال سے زیادہ عرصہ ہوا، شائع کیا تھا اور اس میں

ایک مثال ذہنے کے لئے بھی واضح کیا تھا کہ اگر ترتیب الفاظ کو مد نظر رکھا جائے تو بعض دیگر مسائل قرآنی کے سمجھنے میں نہایت آسانی ہو جاتی ہے اور خاص کارخانی مسائل ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ جس نظریہ کو میں نے ان دونوں رسالوں میں پیش کیا ہے۔ اس پر اہل بصیرت زیادہ غور و خوض کریں۔ کیونکہ یہ نظریہ ان تمام ہائل اعتراضات کا جواہ مغرب نے دیدیہ و دانستہ یا ندانستہ کئے ہیں، قلع قلع کر دیتا ہے۔ یہ رسالہ ایک ایسے اختلافی مسئلے پر روشنی ڈالنے کے لئے لکھا گیا ہے جس سے مسلمانوں میں کچھ ایسا تفرقة پیدا ہو چکا ہے کہ معلوم نہیں اس کا انجام کیا ہو گا اور کب تک مسلمان اس خانہ جلکی میں جلا ہو کر دیگر مسائل ضروری سے تغافل برتنی کے۔ دیگر میرے خیال میں آتا ہے کہ جب تک کہ ترتیب الفاظ اور ترتیب اوقات کو ہر مسئلے کے حل کرنے میں مد نظر نہ رکھا جائے، صحیح مفہوم قرآنی نظروں سے او جمل رہتا ہے۔ دین حنفی کے الفاظ عام لوگوں کی زبان پر ہیں۔ مگر ان تمام آیات کو پڑھنے کے لیے جن کا ذکر میں نے پہلے رسالے میں کیا ہے، دین حنفی کا صحیح مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔ اختلافی مسائل جن پر میں کچھ لکھتا چاہتا ہوں، وہ حسب ذیل ہیں:

۱..... آیا حضرت صیلی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدائیں ہوئے؟

۲..... کیا ان کو صلیب پر چڑھایا گیا، یا آسمان کی طرف زندہ اٹھایا گیا؟

۳..... کیا ان کی موت واقع ہو چکی ہے؟

پیشتر اس نے کہ اصل معنوں پر کچھ لکھا جائے، یہ امر قابل غور ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کی تفسیر و تفسیر کرتے ہوئے کن کن امور کا مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے سورہ قیامت کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی روایت کی حقیقت کا پیان کرتے ہوئے ایک مقدمہ پر قلم کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ کلام اللہ کی تفسیر اس کو کہتے ہیں کہ تن چیزوں کی رعایت اس میں پائی جائے:

اول..... یہ کہ ہر کلمہ کو حقیقی معنوں پر حل کرنا چاہئے یا مشہور اور متعارف عجازی معنوں پر (یعنی دیکھنا یا ہوتا ہے کہ وہ کلمہ اس جگہ اپنے حقیقی اور اصلی معنوں میں استعمال ہوا ہے یا بطور عجاز یا محاورہ کے)

دوم..... یہ کہ اس کلمہ کے سیاق و سبق کو اور کلام کے نظم کو اول سے آخر تک لگاہ میں رکھنا چاہئے تاکہ کلام بُنق و بُربط نہ ہو جائے۔

سوم یہ کہ نزول وحی کے گواہوں کا فہم اس تفسیر کے خلاف واضح نہ ہو۔ وہ گواہ تغییر مکمل اور اصحاب کرام ہیں۔ (اس میں شان نزول شامل ہے)

مگر ان تینوں چیزوں میں سے ایک فوت ہو جائے اور دوسرا یہ وہ باتی ہیں تو اس کو تاویل کہتے ہیں اور اگر ہمیں چیز فوت ہو جائے (یعنی اصلی و مجازی معنی) لیکن دوسرا اور تیسرا ہاتھ رہیں تو اس کو تاویل قریب کہتے ہیں اور اگر دوسرا فوت ہو جائے (یعنی سیاق و سبق) اور ہمیں اور تیسرا ہاتھ رہے یا تیسرا فوت ہو جائے (یعنی جو کچھ رسول اللہ ﷺ یا اصحاب سے مردی ہے) لیکن ہمیں اور دوسرا ہاتھ رہیں تو ان دونوں صورتوں کو تاویل بعید کہتے ہیں۔ اگر یہ تینوں چیزوں فوت ہو جائیں تو اس کا نام تحریف ہے۔

مقدمہ ہذا کے ان اصولوں پر کسی صاحب رائے کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو صاحب تاویل قریب اور بعد بلکہ تحریف کرتے ہیں۔ ان کے دلائل پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ سریش بھی ان میں سے ایک ہیں۔ بہتر ہو گا کہ میں انہی کے الفاظ میں ان کے دلائل پیش کروں:

۱..... وہ لکھتے ہیں کہ: ”ہر ایک کلام کے معنی قرار دینے میں وہ کلام کسی کا ہو خدا کا ہو یا انسان کا، مندرجہ ذیل ہاتوں کا حقیق ہونا ضروری ہے۔ جس لفظ کے جو معنی قرار دینے گئے ہوں، اس کی نسبت جانتا چاہئے کہ وہ لفظ ان ہی معنوں میں وضع کیا گیا ہے۔“

۲..... ”اس بات کا قرار دینا کہ جن معنوں میں وہ لفظ وضع کیا گیا تھا۔ ان معنوں سے کسی دوسرے معنوں میں مستعمل نہیں ہوا ہے۔“

۳..... ”اگر وہ لفظ مشترک المعنی ہے تو اس بات کا قرار دینا لازم ہے کہ وہ ان مشترک معنوں میں سے کس معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ضمائر جن کا مرجح مختلف ہو سکتا ہے۔ وہ بھی الفاظ مشترک المعنی میں شامل ہیں۔“

۴..... ”اس بات کا قرار دینا ضروری ہے کہ وہ ان اصلی معنوں میں بولا گیا ہے جو اس سے متفاہر ہوتے ہیں یا مجازی معنوں میں۔“

۵..... ”اس بات کا قرار دینا کہ اس کلام میں کوئی شے مضر ہے یا نہیں۔“

۶..... ”اس بات کا قرار دینا ضروری ہے کہ جن معنوں پر وہ لفظ دلالت کرتا ہے۔ اس میں کوئی شخصی بھی ہے یا نہیں؟“

..... ”یہ بات دیکھنی لازم ہے کہ جو معنی اس لفظ کے قرار دیئے گئے ہیں۔ اس پر کوئی عقلی معارضہ بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ معنی اس کے صحیح نہ ہوں گے اور یہ بات کوئی تینی بات نہیں ہے۔ بلکہ تمام علمائے اسلام نے سینکڑوں مقامات میں اس کی پیروی کی ہے۔ مثلاً خدا کے عرش پر استوئی ہونے میں اس کے ہاتھ اور منہ اور ساق ہونے میں اور میں ان کے اور بہت سے لفظوں کے اصلی معنی اس لئے نہیں لئے گئے کہ ولی عقلی ان کے برخلاف تھی۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اور الفاظ کے ایسے معنی جو دلیل عقلی سے مخالف ہیں، یا خود اس قانون فطرت کے خلاف ہیں جو خود خدا نے بیان کیا ہے یا تجربہ کے خلاف ہیں، چھوڑ کر دوسرے معنی نہ لئے جائیں۔“

سرید کے دلائل نمبر الغایت نمبر ۶ پر تو جرح کی ضرورت نہیں ہے۔ نمبرے کی بناء پر سرید احمد نے کل مجہزات سے الکار کیا ہے۔ بلکہ روح الامین کو ملکہ نبیت کہہ دیا ہے۔ اس مضمون میں وہ لکھتے ہیں: ”جو قانون قدرت کہ انسان نے تجربہ سے قائم کیا ہے۔ اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ جب تمام قانون فطرت ابھی تک نامعلوم ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی قانون فطرت ایسا ہو جس سے مستثنیات ثابت ہوئے ہیں۔ مگر ان کے خیال میں یہ کہنا کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ امکان عقلی تو کوئی وجودی نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک خیالی غیر محقق الواقع ہے۔“ ”وان الظن لا يغنى من الحق شيئاً“

”علاوه اس کے امکان کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو کبھی ہوا اور کبھی نہ ہو۔ لیکن جس چیز کا کبھی وقوع ثابت نہ ہوا ہو تو اس پر امکان کا اطلاق غلط ہے۔ غرضید جو شخص قانون فطرت میں مستثنیات کا مدد ہو۔ اس کو ان مستثنیات کے کبھی واقع ہونے کو ثابت کرنا، بھی لازم ہے۔“

میں ان دونوں امور پر بحث کروں گا۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جن چیزوں کو ہم لوگ قانون قدرت میں مستثنیات (یا خرق عادت) کہتے ہیں، وہ مجہزات ہیں اور مجہزات صادر ہوتے رہتے ہیں اور خدا اپنے مقبول بندوں کو مجہزات عطا کرتا ہے۔ سورہ انعام رکوع نمبر ۷ میں آیا ہے:

”وقالوا الولا نزل عليه آية من ربه، قل ان الله قادر على ان ينزل آية ولكن اكثرهم لا يعلمون (انعام: ۳۷)“ اور کفار کہتے ہیں کہ ان پر (آخرت پر) کوئی مجہزہ خدا کے ہاں سے کیوں نہیں اترتا۔ کہہ دو خدا اس پر قادر ہے کہ مجہزہ نازل کرے لیکن لوگ نہیں جانتے۔“

”وَمَا مَنَعَنَا إِنْ تَرَسِلَ بِالآيَاتِ الْأَكْذَبِ بِهَا إِلَّا وَلُونٌ وَآتَيْنَا ثُمَودَ“

النَّاقَةَ مَبْصَرَةً فَنَظَلُوا بِهَا وَمَا نَرَسِلَ بِالآيَاتِ الْأَنْخَوِيفَا (اسراء: ۵۹)“ اور ہیں مجروات بیجتے سے بھروس کے اور کوئی وجہ مانع نہیں ہوتی کہ لوگوں نے انہیں جھٹالا یا اور ہم نے قوم شہود کو (مجروئے سے) اوثقی عطا کی (جو ہماری قدرت کی) وکھانے والی تھی۔ تو ان لوگوں نے اس پر ظلم کیا (یہاں تک کہ مارڈ والا) اور ہم تو مجروئے صرف ذرا نے کی غرض سے بھیجا کرتے ہیں۔

نوٹ: یہاں آیت کے معنی سوائے مجروئے کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے مجھے سر سید صاحب کے اس دعویٰ سے کہ قرآن کریم میں آیت اور آیات پیغات سے احکام مراد ہوتے ہیں۔ جو انبیاء کو دعیٰ کئے جاتے ہیں، اختلاف ہے۔ اگر ان دونوں آیوں میں آیات کے معنی احکام کے لئے جائیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پُر کمی کوئی حکم نہ زل نہیں فرمایا۔

وہ کہتے ہیں کہ جو انسان نے اپنے تجربے سے ثابت کیا ہے، مستثنیات ثابت ہوئی چاہئیں۔ لیکن مجروہ تو ایسا امر ہے کہ جسے انسانی تجربہ کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اس امر کی کافی شہادت ہے کہ مجروئے ہوتے رہتے ہیں۔ ہر ایک مذہب اس پر گواہ ہے۔ سورہ انفال میں آیا ہے: ”وَمَا رَمِيتَ أَذْرَمِيتَ وَمَا لَكَنَ اللَّهُ رَمِيَ (انفال: ۱۷)“ اور تو نہیں بھیکی مٹھی خاک کی جس وقت بھیکی تھی لیکن اللہ نے بھیکی۔

روایت سے تصدیق ہوتی ہے کہ جنگ بد رہیں جب لا ایک کی شدت ہوئی تو حضور نے ایک مٹھی لٹکر کفار کی طرف پھینکیں۔ خدا کی قدرت لٹکر یوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ سکھ پہنچے۔ وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ ادھر سے مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور کفار کو ٹکست دی۔ گو بھاڑ کفر کیاں حضور نے اپنے ہاتھ سے بھیکی تھیں۔ لیکن ہر سپاہی کی آنکھ میں لٹکر یوں کا جا کسی بھر کا فعل عادہ نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف خدا کی ہاتھ تھا جس نے مٹھی بھر لٹکر یوں سے فوج کا منہ پھیر دیا۔ مجروات ایک نبی یا رسول اپنے ارادے یا حکمت سے صادر نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس وقت مشیت ایزو دی ہوا پنے نبی کے ہاتھ سے مجروات کے ساتھ اکثر لفظ ”بازذن اللہ“ آیا ہے یعنی خدا کی اجازت سے۔ اس کے متعلق دیگر آیات لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن مستثنیات کا سوال خود حضرت مسیلی علیہ السلام کے حالات سے ہی حل ہو جاتا ہے۔

رسیدے نے قانون نظرت کو ثابت کرنے کے لئے یہ جو جوڑے (یعنی زن و مرد) سے اور نطفہ کے ایک مدت میں مقررہ جگہ میں رہنے سے انسان پیدا ہوتا ہے، مفصلہ ذیل آیات پیش کی ہیں: ”لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین فتبارک اللہ احسن الخالقین (مومنون: ۱۲، ۱۴)“ اور ہم نے آدمی کو گسلی مٹی کے جو ہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ جگہ (عورت کے رحم) میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفے کو جنماب خون بنایا۔ پھر ہم ہی نے تمد خون کو گوشت کا لوگڑا بنایا۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت کا لوگڑا اچھا ہایا۔ پھر ہم نے اس کو (روح ڈال کر) ایک دسری صورت میں پیدا کیا۔ تو (سبحان اللہ!) خدا برکت ہے جو سب بنا نے والوں سے بہتر ہے۔۔۔۔۔

”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّ خَلْقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بُشَرٌ تَنْشَرُونَ يَتَفَكَّرُونَ (روم: ۲۰، ۲۱)“ اور اس کی قدرت کی نشانوں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر یہاں کیک تم آدمی بن کر (زمین پر) چلنے پھرنے لگے اور اسی کی قدرت کی نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی یہاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ساتھ رہ کر جیلن کرو اور تم لوگوں کے درمیان افت پیدا کر دی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں غور کرنے والوں کے لئے (قدرت خدا) کی یقینی بہت سی نشانیاں ہیں۔۔۔۔۔

رسیدے کے بعد قدیانی جماعت کا فروغ ہوا۔ اس کے بانی مرتضیٰ احمد نے یہ توانا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے۔ مگر ان کے پیدوں سے لاہوری جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بلا باپ پیدا نہیں ہوئے۔ مولوی محمد علی نے دو آئینی مزید پیش کی ہیں: ”ثُمَّ جعل نسله مِنْ سَلَّةٍ مِنْ مَاهٍ مَهِينٍ (سجدہ: ۸)،“ (یعنی آفرینش اول کے بعد اس کی نسل کو نطفے سے چلایا ہے۔۔۔۔۔) اور ”أَنَا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نَطْفَةٍ إِمْشَاجٍ (نہر: ۲)،“ (ہم انسان کو مرد و عورت کے ملے ہوئے نطفے سے پیدا کرتے ہیں۔۔۔۔۔)

مولوی صاحب کی دلیل ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بالصریح یہ نہ فرمائے کہ عیسیٰ کو ہم نے اپنے اس قانون کے خلاف یا الگ رنگ میں پیدا کیا تھا۔ اس وقت تک یہی مانا پڑے گا کہ وہ اس باب جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے، اسی رنگ کے تھے۔ ان کے خیال میں یہاں اللہ کی قدرت پر کوئی سوال نہیں کہ اسے ایسا کرنے کی قدرت ہے یا نہیں۔ اس کو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ قرآن شریف یا حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ

اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور جب خود وہ ایک قانون بناتا ہے تو جب تک خود ہی نہ فرمائے کہ فلاں محاٹے میں اس نے اسی قانون کے خلاف اپنی قدرت کا انھما رکیا۔ اس وقت تک خود بخود ہمارا کسی امر کو اس قانون کے خلاف سمجھ لیتا جائز نہیں۔

ان کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ آؤ دیکھیں قرآن کریم اس بارے میں کیا کہتا ہے اور مستشیات ثابت کرتا ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ سورہ بقر کوئ میں فرماتے ہیں: ”وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلِدًا سَحَانَهُ بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قُضِيَ امْرُ فَانِّي أَيْقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (بَقْرَةٌ: ۱۱۴)“ اور کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا، وہ پاک ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، اسی کا ہے۔ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں کا موجود ہے اور جب کوئی حکم جاری کرتا ہے صرف اسے کہہ دتا ہے، ہو، سودہ ہو جاتا ہے۔

بدع یا ابداع کے معنی ہیں ایسا بنا جس کا پہلے نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے جب یہ لفظ استعمال ہو تو معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ، مادہ، زمانہ اور مکان کے کسی چیز کا مرضی وجود میں آتا۔ اس معنی کو خود مولوی محمد علی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں ص ۱۰۹ پر بیان کیا ہے۔ اگرچہ یہاں عیسائیوں کے اس عقیدے کی ترویید کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ تھے۔ مگر ساتھ ہی: ”بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قُضِيَ امْرُ فَانِّي أَيْقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ کہہ کر اس امر کی تشریع کردی کہ اس کا بلا باپ ہو ایسا ابن اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ خدا جب بغیر آلہ اور مادہ کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ تو وہ اپنے حکم سے ایک عورت کے رحم میں نطفہ بغیر ظاہری باپ کے پیدا کر سکتا ہے اور اس لئے دوسرا جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے وقت یہی الفاظ کہئے گئے ہیں۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں:

”قَالَ رَبُّ أَنِ يَكُونَ لِي غَلامٌ وَقَدْ بَلْغَنِي الْكَبُرُ وَأَمْرَتِي عَلَقِرَ (آل عمران: ۴۰)“ اس نے کہا میرے رب مجھے لا کا کیوں کر ہو سکتا ہے حالانکہ مجھ پر بڑا پا آچکا ہے اور میری عورت بانجھ ہے۔ یہ جواب ملتا ہے:

”كَذَالِكَ اللَّهُ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ (آل عمران: ۴۰)“ اسی طرح ہو گا، خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(آگے مرید توضیح آتی ہے) لیکن جب حضرت مریم کو بشارت وی جاتی ہے تو وہ کہتی ہیں: ”قالت رب انى يكون لى ولد و لم يمسسنى بشر (آل عمران: ۴۷)“ ھے کہنے کی پروردگار! مجھے لڑکا کیوں نہ ہوگا۔ حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوٹا سک نہیں۔ ۴۷)

جواب ملتا ہے: ”قالَ كَذَالِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ . إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (آل عمران: ۴۷)“ ۴۷) اسی طرح خدا جو چاہتا ہے اور جب حکم جاری کرتا ہے تو صرف کہہ دیتا ہے ”ہو“ اور وہ ہو جاتا ہے۔ ۴۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بوڑھے باپ اور بانجھو مرست سے لڑکا پیدا کر دیا اور کہ دیا کہ جو اللہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ مگر حضرت مریم علیہ السلام کے جواب میں ”كَذَالِكَ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ“ کی جگہ صرف ”كَذَالِكَ يَفْعُلُ مَا يَشَاءُ“ کہا ہے۔ ”كَہا ہے۔“ وادا قضی امر افانما یقول لہ کن فیکون“ کے جملے کا اضافہ کر دیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک الگ رنگ میں پیدا کیا۔ یعنی مستثنیات سے ہے۔

قرآن کریم نے اس تفریق کو ہر طرح سے منظر رکھا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت فرمایا: ”وَبِرَابِرِ الدِّيَهِ وَلِمْ يَكُنْ جَبَارًا عَصِيًّا (مریم: ۱۴)“ ۱۴) اور اپنے ماں باپ کے حق میں سعادت مند تھا اور سرکش و نافرمان نہ تھے۔ ۱۴)

لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت ان سے کہلایا: ”وَبِرَابِرِ الدِّيَهِ وَلِمْ يجعلنی جبارا شقیما (مریم: ۳۶)“ ۳۶) اور مجھ کو اپنی والدہ کا فرمان تبردار بنا یا اور سرکش و نافرمان نہیں بنایا۔ ۳۶)

باپ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ظاہری باپ نہیں تھا۔ دوسرا جگہ فرمایا ہے: ”فَاسْتَجَنَاهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَاصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ (انبیاء: ۹۰)“ ۹۰) ہم نے اس کی دعا سن لی اور ہم نے ان کو میٹا بھی عطا کیا اور ہم نے ان کی بیوی کو ان کے لئے اچھا بنا دیا۔ ۹۰)

لیکن اگلی آیت میں فرمایا: ”وَالَّتِي احْصَنْتَ فِرْجَهَا، فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحْنَا وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَلَمِينَ (انبیاء: ۹۱)“ ۹۱) اور وہ بی بی جس نے اپنی عفت کی خوافات کی تو ہم نے ان (کے پیٹ) میں اپنی طرف سے روح پھوک دی اور ان کے بیٹے (میٹی) کو سارے جہاں کے واسطے (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا۔ ۹۱)

الکی وجہات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باب تھا اور وجہات بھی ہیں۔ جن کا ذکر آگئے گا۔ مگر چونکہ آج کل کی دنیا مادہ پرست زیادہ ہے اور خدا کی قدرت کو اپنے تجربے اور علم کے اندر محدود کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ خدا کی قدرت جس کو دوسرے الفاظ میں ”کن فیکون“ کہا گیا ہے، کے متعلق کچھ اور لکھا جائے اور وہ بھی قرآن سے۔ ساتھ ہی میں یہ وکھانے کی کوشش کروں گا کہ اصطلاح ”کن فیکون“ میں بھی ارتقاء ہے۔

”بَلِّيْلَ وَفَمْ“ کن فیکون ”سورہ بقر کی مذکورہ بالا آیت میں آیا ہے یعنی: ”بدیع السموات والارض۔ واذا قضی امر فلانما يقول له کن فیکون“ اس آیت مبارک میں لفظ ”بدیع“ کہہ کر یہ ظاہر کیا گیا کہ بغیر مادے، اسباب وغیرہ کے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا۔ دوسری وفعہ ”کن فیکون“ سورہ آل عمران کی اس آیت میں ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یعنی: ”قالت رب انسی یکون لی ولد و لم یمسسنى بشر، قال كذلك الله يخلق ملیشاء اذا قضی امر فلانما يقول له کن فیکون“ یعنی جسے اپنی قدرت سے چاہے، پیدا کر سکتا ہے اور آگے جمل کر اسی سورہ میں اس کی ایک مثال بیان کروی: ”ان مثل عیسیٰ عند الله كمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون (آل عمران: ۵۹)“ ہر خدا کے زندگی کو جیسے عیسیٰ کی حالت ویسا آدم کی حالت ان کی مٹی کا پلاٹا بنا کر کہا کہ ہو جا۔ ہیں فوراً ہی وہ انسان ہو گیا۔ ۴)

اور یہی اس کا ارتقاء ہے۔ ساتھ ہی بلا باب ہونے کی مزید تعریف ہے۔ پھر سورہ انعام میں فرمایا: ”ان اقیموا الصلوة واتقوه وهو الذى اليه تحشرون وهو الذى خلق السموات والارض بالحق ویوم يقول له کن فیکون (انعام: ۷۲)“ ۵) اور یہ کہ قائم رکونماز اور ذرتے رہا اللہ سے اور وہی ہے جس کے آگے تم سب اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تھیک طور پر اور جس دن (کسی چیز کو) کہتا ہے کہ ہو جاتا (فوراً) ہو جاتی ہے یا یہ کہ جس دن کہے گا کہ ہو جاتا وہ ہو جائے گا یعنی حشر۔ ۶)

یہی ارتقاء ہے۔ ان کو اس طرح بدل دے گا جس طرح کہ پیدا کیا تھا۔ محاذ اللہ ذرث میں و آسمان یا آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کے بعد خدا سے یہ طاقت وقدرت سلب نہیں ہو گئی۔ بلکہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ پھر سورہ بعل میں فرمایا:

”وَاقْسُمُوا بِاللَّهِ جُهْدَ ايمانِهِ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مِنْ يَمُوتُ بِلِي وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًا وَلَكِنَّ اكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ . لِيَبْيَنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كاذِبِينَ . انْمَا قُولُنَا اللَّشِ اذَا ارْدَنَا انْ نَقُولَ لَهُ كَنْ فِي كُونِ (انْعَامٌ: ۱۰۹) ” ھُو اور قسمیں کہاتے ہیں اللہ کی ختم قسمیں کہ شاخائے گا اللہ جو کوئی کر جائے۔ پیشک الشھائے گا۔ وعدہ ہو چکا ہے اس پر پکا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے شاخائے گا تاکہ ظاہر کردے ان پر جس بات میں کہ جھکرتے ہیں اور تاکہ معلوم کر لیں کافر کو وہ جھوٹے تھے۔ ہمارا کہا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں، سمجھا ہے کہ کہیں اس کو ہو جاؤ وہ ہو جائے۔ ۴)

اس آیت میں ارتقاء یہ ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے جب اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہر ایک بات ببرعت تمام و قوع پذیر ہو جاتی ہے اور کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی، اس کی قدرت کا قانون ہی ایسا ہے۔ پھر سورہ مریم میں یوں آیا ہے:

”ذَالِكَ عِيسَى ابْنُ مُرْيَمَ قُولُ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ مَا كَانَ لِلَّهِ اَنْ يَتَخَذِّلْ سَنَ وَلَدَ سَبْحَانَهُ اذَا قَضَى امْرَا فَلَمْ يَقُولْ لَهُ كَنْ فِي كُونِ (مریم: ۳۵) ”

ھی ہے کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا کچی بات جس میں لوگ جھکرتے ہیں۔ اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد۔ وہ پاک ذات ہے جب تھہرایتا ہے کسی کام کو کرنا سوچی کہتا ہے اس کو کہ ”ہو“ وہ ہو جاتا ہے۔ ۴)

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مزید وضاحت ہے کہ وہ ایسا ذار مطلق ہے کہ ایک بچہ کو بن باپ پیدا کر دے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ خدا کے لئے کسی طرح یہ سزا ادا نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ اس سے پہلی آیت میں ارادے کا ذکر کیا تھا۔ اس میں فیصلہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ارتقاء ظاہر ہے۔

اس آیت مبارکہ کا منشاء قریبی وہی ہے جس کا ذکر آیات سورہ بقر، آل عمران میں ہے۔ اس لئے جیسا کہ اپنے رسالہ الموسوم پر ”قرآن اور ایک غلط فہمی کا ازالہ“ میں بتاچکا ہوں کہ جب کوئی آیت ایک بیان شدہ مضمون کی دوبارہ آجائے تو سمجھنا چاہیے کہ اس مضمون کا دوسرا باب شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے:

”قَالَ مَنْ يَحْيِي الْعُظَمَ وَهِيَ دَمِيمٌ قَلْ يَحْيِيهَا الَّذِي ابْشَأَهَا اول مرہ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ . الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا انتَمْ مِنْهُ

توقدون، اولیس الذى خلق السماوات و الارض بقدار على ان يخلق مثلهم
بلى وهو الخالق العليم، انما امره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن
فيكون، فسبحان الذى بيده ملکوت كل شئ واليه ترجعون (يس: ۸۰) ”
”کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہیوں کو جب حکومتی ہو گئی۔ تو کہاں کو زندہ کرے گا جس نے
بنایا ان کو پہلی بار۔ وہ سب طرح بنانا جانتا ہے۔ جس نے بنادی تم کو بزرگت سے آگ، پھر اب
تم اس سے سلاگتے ہو کیا جس نے بنایا آسان اور زیاد نہیں بنائیا ان جیسے کیوں نہیں؟ اور وہی
ہے اصل بنانے والا اس کا حکم بھی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو ”ہو“ وہ اسی وقت
ہو جائے۔ سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر کر چلے
جا دے گے۔“

ارقاء ظاہر ہے کہ جہاں وہ خالق ہے علیم بھی ہے۔ اس لئے ریزہ ریزہ شدہ چیزوں کو
بھی وہ اپنے حکم ”کن“ سے جمع کر سکتا ہے جس سے وہ چیز بن جاتی ہے۔ ساتھ ہی چونکہ یہ الفاظ
”انما امره اذا اراد شيئاً ان يقول له کن فيكون“ پہلے آپکے ہیں۔ اس لئے امید
رکھنی چاہئے کہ آئندہ ایک نیا باب آئے گا۔

”هو الذى خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم يخرجكم
طفلات ثم لتبلغوا اشدكم ثم لتكونوا شيوخاً ومنكم من يتوفى من قبل
ولتبليغوا اجلا مسمى ولعلكم تعلقون، هو الذى يحيى ويميت فإذا أقضى امرا
فانما يقول له کن فيكون (مومنون: ۶۷)“ وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے پھر
پانی کی بوئندی سے پھر خون جنتے ہوئے سے پھر تم کو نکالتا ہے پھر، پھر جب تک کہ پہنچوں تم اپنے پورے
زور کو پھر جب تک کہ ہو جاؤ بوزٹھے اور کوئی تم میں ایسا ہے جو مر جاتا ہے پہلے سے اور جب تک کہ
پہنچوں لکھے وعدے کو اورتا کتم سوچو، وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے، پھر جب حکم کرے کسی کام کو
یونہی کہے اس کو کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔“

اس میں ارتقاء ہے کہ نہ صرف خلق نئی پیدا کرنا اس کا کام ہے، بلکہ کسی کی حیات و ممات
پر بھی اس کا قانون ویسا ہی چلتا ہے۔ اس کی قدرت میں ہے کہ وہ کسی کو زندہ رکھے یا فاتحہ کا حکم دے
دے۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس کے بعد لفظ ”کن فيكون“ قرآن میں نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں ہر قسم کی حقوق کی حیات و ممات یا اس کے دوبارہ زندہ کرنے کی نسبت حقیقی طور پر فرمادیا کہ یہ اس کے بقدر قدرت میں ہے۔ ان آیات کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے کہ اللہ تعالیٰ بغیر بآپ پیدا کر سکتا ہے یا اللہ تعالیٰ کوئی مجرمہ کسی غیربرکے ہاتھ سے اپنے اذن یا حکم سے ظاہر فرماسکتا ہے تو اسے اختیار ہے۔ قرآن کے الفاظ تو صاف ہیں۔

لفظ ”سنة الله“ کے معنی میں تدریجی ارتقاء

خرق عادت یا مجرمے کے نہ مانے والے قرآن کریم کی اس آہت کا سہرا بھی لیتے ہیں: ”ولن تجد لسنة الله تبديلا (احزاب: ۶۲)“ اور تم اللہ کی عادت میں ہرگز تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کون سی اپنی عادت کا اس پارے میں ذکر فرمایا ہے؟ بہتر ہو گا کہ ہم یہ دیکھیں کہ آیا سنت کے ذکر میں بھی کوئی ارتقاء ہے؟ سب سے پہلے فقط ”سنة“ کا ذکر سورۃ الانفال رکوع ۵ میں یوں آیا ہے:

”قُلْ لِلّذِينَ كَفَرُوا أَن يَنْتَهُوا يَغْفِرُ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَأَن يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سَنَةُ الْأَوَّلِينَ (الأنفال: ۳۸)“ تو کہہ دے کافروں کو کہ اگر وہ باز نہ آ جائیں تو معاف ہو ا ان کو جو کچھ کہ ہو چکا اور اگر پھر بھی وہی کریں تو پڑھکی ہے رہا اگلوں کی یعنی جس طرح اگلے لوگ تین بروں کی تکذیب وعداوت سے بناہ ہوئے یا ان کو سزا دی گئی، اس کے ساتھ بھی وہیا ہی سلوک کیا جائے گا۔

پھر سورۃ مجرم رکوع ۱۴ میں یوں آیا ہے: ”مَا يَا تَهْمَ من رَسُولِ الْأَكَانِوَابِ يَسْتَهْزِئُونَ كَذَالِكَ نَسْلِكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ لَا يَرْمَنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سَنَةُ الْأَوَّلِينَ (الحجر: ۱۲)“ اور نہیں آتا ان کے پاس کو رسول، بگر کرتے ہیں اس سے بھی، اس طرح تھادیتے ہیں اس کو دل میں گناہ گاروں کے یقین نہ لا دیں گے اس پر اور ہوتی آئی ہے رسم پہلوں کی۔

ارتقاء یہ ہے کہ سورۃ انفال میں پہلے فرمایا تھا کہ اگر وہ ہاز آ جائیں تو ان کو معافی دی جائے گی۔ اس جگہ یہ فرمادیا کہ اگر حسب عادت وہ استہزا اور تکذیب کرتے رہیں گے تو مضاائقہ نہیں انجام کا، اللہ حق کا بالا کرے گا۔ یعنی کافر یونہی ہمیشہ جھٹلاتے اور بھی کرتے آئے ہیں۔

یہاں تک کہ ان کے دلوں میں بخوبی بیٹھ جاتے ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ لیکن انجام کا حق کا بول پالا رہا۔ پھر سورہ نبی اسرائیل کو عنبر ۸ میں یوں آیا ہے:

”وَانْكَادُوا إِلِيْسْتَفْزُونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا لِيُبْثُونَ خَلَافِكَ الْأَقْلِيلَا۔ سَنَةٌ مِنْ قَدْرِ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رَسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسْتَنَتَنَا تَحْوِيلًا (۷۶)“ (۷۶) اور وہ تو چاہتے تھے کہ گھبراویں تجھ کو اس زمین سے تاکہ نکال دیں تجھے یہاں سے اور اس وقت نہ سپریں گے وہ بھی تیرے بیچپے گرفتوڑا، دستور چلا آیا ہے اس رسولوں کا جو تم سے پہلے بیچیے ہم نے اور نہ پائے گا تو ہمارے دستور میں تفاوت۔ یعنی چاہتے ہیں کہ تجھے نک کر کے اور گمرا کر کے سے نکال دیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے۔ تاریخ شاہزاد ہے کہ اسی طرح ہوا۔

ارتفاء اس میں یہ ہے کہ جس ہلاکت اور سزا کا ذکر سابقہ وہ آئتوں میں آچکا ہے۔ اس کی ایک مثال بیان فرمادی۔ یعنی ہمارا دستور ہا ہے کہ جب کسی تغیری کو نہ رہنے ویا تو بستی والے خود بھی نہ رہے۔ آگے سورہ الحکم کو عنبر ۸ میں آیا ہے:

”وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يَؤْمِنُوا إِذَا جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبِّهِمُ الْآَنَ تَاتِيهِمْ سَنَةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَاتِيهِمُ الْعَذَابُ قَبْلًا (۵۰)“ (۵۰) اور لوگوں کو جو روز کا اس بات سے کہ یقین لے آئیں جب کچھی ان کو ہدایت اور گناہ بخشاؤں میں اپنے رب سے سوا کی انتظار نہ کہ پہنچان پر رسم پہلوں کی یا آکھڑا ہوان پر عذاب سامنے کا۔

ارتفاء اس میں یہ ہے کہ ان کی صد اور عناد کو بیکھتے ہوئے کچھ اور انتظار نہیں رہا۔ مگر یہی کہ پہلوں کی طرح ان کو سزادی جائے یا عذاب الہی آنکھوں کے سامنے آکھڑا ہو۔ پھر سورہ الحکم میں آیا ہے:

”مَكَانٌ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرْجٍ فَيَمْفَرِضُ اللَّهُ لَهُ سَنَةُ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلُوا مِنْ قَبْلِ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدْ رَأَمْقُدُورًا الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَةَ اللَّهِ وَيَخْشُونَهُ وَلَا يَخْشُونَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهُ وَكَفِى بِاللَّهِ حَسِيبًا (۴۹)..... وَلَا تَطْعَمُ الْكُفَّارِينَ وَالْمُسْنَافِقِينَ وَدُعَ إِذَا هُمْ وَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ وَكَفِى بِاللَّهِ وَكِيلًا (۴۸)“ (۴۸) نبی پر کچھ مفہوم نہیں اس بات میں جو مقرر کردی اللہ نے اس کے واسطے دستور چلا آیا ہے۔ جیسا اللہ کا ان

لوگوں میں جو گزرے پہلے اور ہے حکم اللہ کا مقرر تھہر چکا ہو لوگ جو پہنچانے نہیں سیاقِ اللہ کے اور ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے اور بس ہے اللہ تعالیٰ کرنے والا، محمد باب نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور ہر سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کا جانے والا۔ اے ایمان والوں یا وکروں والوں نے بہت سی یاد اور پاکی یوتے رہوں کی صبح اور شام وہی ہے جو رحمت بھیجا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو اندر ہر دوں سے اجائے میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان، دعا ان کی جس ون ان سے ملیں گے، سلام ہے اور تیار رکھا واسطے ان کے ٹوپ عزت کا۔ اے نبی ہم نے تم کو بھیجا تا نے والا اور خوشخبری سننے والا اور ڈرانے والا اور بیلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چکلتا ہوا چانغ اور خوشخبری سنانے ایمان والوں کو کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑی بزرگی اور کہامت مان مذکروں کا اور دعا بازوں کا اور چھوڑ دے ان کا ستانا اور بھروسہ کر اللہ پر اور بس ہے کام بنانے والا۔ ۴۷

اس میں ارتقاء یہ ہے کہ سابق خبروں کی طرح جو حکم خدا ہو وہ نبی کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ سبی سنتِ اللہ ہے اور کہ ان احکام کے پہنچانے میں کسی سے نہیں ڈرتے سوائے اللہ کے۔ اگر یہ بدجنت زبان اور عمل سے آپ کو ستا میں تو ان کا خیال چھوڑ کر اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے۔ وہ اپنی قدرت و رحمت سے کام بنائے گا۔ ان کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپ علم و تفہیم وغیرہ سے گھبرا کر اپنا کام چھوڑ دیں۔

نوٹ: بہت مناسب تھا میں خاتم النبیین پر یہاں کچھ لکھتا اور اس کی وضاحت کرتا کہ لفظ خاتم النبیین یہاں کیوں آیا۔ یہ ایک وسیع معنوں ہے۔ اگر اس پر قلم اٹھاؤں تو اس رسالے کے موضوع میں سے دور جا پڑوں گا۔ لیکن یہ کہ بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں حضور ﷺ کو سچے معنوں میں خاتم الانبیاء مانتا ہوں اور جو صاحب اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ آئندہ کوئی حضور ﷺ کی مہر لگ کا آیا کریں گے۔ وہ لوگ غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث میں جہاں تک میرا علم ہے، کوئی سند نہیں ہے۔ اس لئے میرے خیال میں حضور کے بعد دعویٰ نبوت صریح نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اس کے بعد ”سنۃ اللہ“ کا لفظ احزاب کے رکوع نمبر ۸ میں یوں آیا ہے:

”لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرْضٌ وَالْمَرْجَفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنْفَرِينَكُمْ بِهِمْ۔ ثُمَّ لَا يَجَاوِرُونَكُمْ فِي هَا الْأَقْلِيلَا۔ مَلْعُونِينَ إِنَّمَا ثَقَفُوا أَخْذُوا وَقْتَلُوا تَقْتِيلًا۔ سَنَةُ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلُوا مِنْ قَبْلِهِ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسَنَةَ اللَّهِ

تبديلہ (۶۰ تا ۶۲) ”البیتہ اگر بازنہ آئے منافق اور جن کے دل میں روگ ہے اور جھوٹی خبریں اڑانے والے مدینہ میں تو ہم لگاویں گے تھج کوان کے پیچے پھر نہ رہنے دیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں، پھکارتے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے کئے اور مارے کئے جان سے، دستور پڑا ہوا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں اور تم خدا کی عادت میں ہرگز تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔“

پہلے فرمایا تھا کہ ان کی شرارتیں اس حد تک پہنچی ہیں کہ ان کو سزا ملے اور حضو صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت کی گئی کہ جو اللہ تعالیٰ حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں کسی کافر یا منافق کی یادو گوئی کی پرواہ نہ کریں۔ اس آیت سبکار کہ میں ارتقاء یہ ہے کہ یہاں پر بعض سزاوں کا ذکر فرمادیا۔ جوان کو دی جائیں گی اور بہلا خردی گئیں۔

اس کے بعد ”سنۃ“ کا لفظ سورہ قاطر کو عنبرہ میں یوں آیا ہے:

”وَاقْسُمُوا اللَّهَ جَهَدِ ايمانِهِ..... عَلِيِّماً قدِيرًا (۴۲ تا ۴۴)“ اور قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید کی قسمیں کہ اگر آئے گا کوئی ان کے پاس ڈر سنانے والا البتہ بہتر راہ چلیں گے، ہر ایک امت سے پھر جب آیا ان کے پاس ڈر سنانے والا اور زیادہ ہو گیا ان کا بد کنا، غرور کرنا ملک میں اور رواہ کرنا بیرے کام کا اور برائی کا وادا لئے گا۔ انہی داؤں والوں پر پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے دستور کی۔ سوتونہ پائے گا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پائے گا اللہ کا دستور بتلتا۔ کیا پھر نہیں ملکوں میں کوئی بھیکیں کیا ہو انجام ان لوگوں کا جوان سے پہلے تھے اور تھے ان سے سخت زور میں اور اللہ وہ نہیں جس کو تھکانے کوئی چیز آسانوں میں اور زمین میں۔ وہی ہے سب کچھ جانتا، کر سکتا یعنی بڑی زور آور قویں مثلاً عاد، ثمودو اللہ کی گرفت سے نفع نہیں۔ یہ بے چارے کیا چیز ہیں اور اگر پکڑے اللہ کی لوگوں کو ان کی سماںی پر نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر ایک بھی ٹھنے جلنے والا۔ پران کوڈھیل وجا ہے، مقررہ وعدے تک پھر جب آئے ان کا وعدہ تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اس کے سب بندے۔“

اس میں ارتقاء یہ ہے کہ مجرموں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر وہ سکروہ تدبیریں اور ردا و گمات شروع کر دیں گے تو یہ فریب ان کا انہیں پرا لئے گا۔ چند روز اپنے ول میں خوش ہولیں کہ ہم نے تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا۔ مگر انجام کا ران کو سزا ملی ہے۔ اللہ کا علم بحیط اور قدرت اس کی کامل ہے۔ نہیں ہو سکتا کہ بجاۓ سزا کے مجرموں پر انعام و اکرام ہونے لگیں۔ ”ولن تجد لسنة اللہ تحويلًا“ نہیں ہو سکتا ہے کہ مجرموں سے مزال کر فیر مجرموں کو دی

جائے۔ پھر سورہ مومن رکوع نمبر ۹ یوں آیا ہے:

”فَلَمَا جَاءَتِ رَسْلَهُمْ بِالْبَيْنَاتِ فَرَحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزَءُونَ، فَلَمَّا رَأَوْا بِأَسْنَا قَالُوا آمَنَا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كَنَا بِهِ مُشْرِكِينَ، فَلَمْ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إيمانُهُمْ لِمَا رَأَوْا بِأَسْنَا، سَنَةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْخَلَتْ فِي عِبَادَهُ، وَخَسَرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (۵۰ تا ۸۰)“ پھر جب پنجان کے پاس رسول ان کے کھلی نشانیاں لے کر، اڑانے لگے اس پر جوان کے پاس تھی، خیر اٹی پڑی ان پر وہ چیز جس پر وہ غصہ کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے دیکھ لیا ہماری آفت کو، بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے ہے اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو شریک بتلاتے تھے پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو یقین لانا ان کا جس وقت دیکھے چکے ہمارا عذاب، رسم پڑی ہوئی اللہ کی چلی آتی ہے اس کے بندوں میں اور خراب ہوئے اس جگہ مٹک۔“

پہلے کہا جا چکا ہے کہ مکروہ فریب حق کے مقابلے میں لکھست کھا جاتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیاوی علم پر اڑانا بھی کچھ کام نہیں دیتا، لہذا ان رکھو کہ عداوت وغیرہ سے بازاڑے کیونکہ جب ہمارے عذاب کو دیکھو گے تو اس وقت ضرور اللہ وحدہ پر ایمان لاوے گے۔ مگر اس وقت ایمان لانا موجب نجات نہیں، نہ اس سے عذاب مل سکتا ہے۔

آخری دفعہ لفظ ”سنۃ اللہ“ سورہ فتح میں اس طرح آیا ہے: ”وَالْخَرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ..... وَلَنْ تَجِدْ لِسَنَةَ اللَّهِ تَبْدِيلًا (۲۱ تا ۲۳)“ اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے۔ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر لڑائے تم سے کافروں پھرستے پیشہ۔ پھر نہ پاتے کوئی حماقی اور نہ مددگار۔ رسم پڑی ہوئی اللہ کی چلی آتی ہے پہلے سے اور کسی کو قدرت نہیں کہہ کا مہم نہ ہونے دے جوخت کے موافق ہونا چاہئے تھا۔“

اس میں ارتقا یہ ہے کہ پہلے فرمایا تھا اگر شراری لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ ذلیل و خوار ہوں گے یا ہلاک ہوں گے۔ یہاں فرمایا کہ جب الٰل حق اور الٰل ہا طل کا کسی فصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار الٰل حق غالب اور الٰل ہا طل مظلوب و مقہور ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد سنۃ اللہ کا لفظ قرآن کریم میں نہیں آیا۔ دیکھ لیا آپ نے کہ سنۃ اللہ در اصل شے کیا ہے؟ وہ بھی ہے کہ وین حق کی تبلیغ و رسالت کرنے والے رسول، کافروں اور منافقوں کے استہزاء اور عداوت سے ذر کر اپنے کام نہیں چھوڑتے۔ بلکہ خداوند کریم ان کو اعلیٰ ہا طل کے مقابلے میں ہمیشہ غالب کرتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی قدرت کا مال سے

جس وقت جس طرح اور جو چاہے پیدا کرنا سنت اللہ کے خلاف ہے، صحیح نص قرآنی کے منشاء کے مطابق نہیں۔ بلکہ سنت اللہ وہی ہے جو نمکورہ بالا آیات میں تفصیل ایمان کی گئی ہے۔

ولادت مسح کے متعلق قرآن اور عیسائیوں کی کتب امقدسر کا نکتہ نظر

سرسید لکھتے ہیں کہ: ”تمام عیسائی تعلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا خطبہ (حضرت یوسف) سے ہوا تھا۔ یہودیوں کے ہاں خطبہ کا یہ دستور تھا کہ شوہر اور زوج میں اقرار ہو جاتا تھا کہ اس قدر میعاد کے بعد شادی کر لیں گے۔“ اس پر سرسید لکھتے ہیں کہ: ”یہ معاهدے حقیقت میں عقد نکاح تھے۔ صرف زوج کا گھر میں لانا باتی رہ جاتا تھا اور وہ اس میعاد پر ہوتا تھا۔ جو اس معاهدے میں قرار پائی تھی اور پھر اس پر ایزا او کرتے تھے کہ اگر بعد میں اس رسم کے اور قبل رخصت کرنے کے ان دونوں سے اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ناجائز اولاد قصور نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ بے گناہ شرعی اولاد جائز قصور ہوتی تھی۔ شاید خلاف دستور ہونے کی بنا پر معیوب بھی گئی جاتی ہو اور دونوں کے لئے کسی قدر شرم و خجالت کا باعث ہوتی ہو۔“

۱۔ اس مرحلے پر پیشتر اس کے کہ اس پر بحث کی جائے، اس غلطی کا رفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم لوقا، متی وغیرہ کی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کو عیسائی نیا عہد نامہ مقابلہ (تورات جو عہد نامہ عیتیق کہلاتی ہے) کہتے ہیں، تو ہم انجیل کہتے ہیں۔ حالانکہ انجیل وہ کتاب مقدس تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ جیسا کہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَآتَيْنَاهُ الْأَنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ (۴۶)“ اور اس کو ہم نے دی انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ یہ عیسائی اس بات کو تعلیم کرتے ہیں کہ متی، لوقاء، مرقس اور یوحنا نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق حضرت عیسیٰ کی زندگی، حالات اور احکام کو درج کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ بوجب انیلکو پیدا یا بردازیکا، ان میں حضرت کی زندگی کے پچاس دنوں کے حالات ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کو ہمیشہ ان کتابوں کو انجیل یا انانجیل کہنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی کی کتابیں ہیں۔ جن کا بہت سے واقعات کے متعلق آپس میں اختلاف ہے۔ باوجود اس کے میرا خیال ہے کہ جو واقعات ان چاروں کتابوں میں درج ہوں، اور قرآن کریم میں بھی وہ واقعات اسی طرح بیان کئے گئے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ پھر بھی ہم ان کی تاویل کریں یا یہ کہیں کہ ایسا نہیں، ایسا ہوگا۔ یہ بات یاور کئے کے قابل ہے کہ ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کا ذکر آگئے آئے گا۔

دیکھئے اس طرح اپنی رائے اور مفروضہ تخلیل پر قرآن کی تفسیر کی بنیاد رکھتے ہیں: ”یہ ایک من گھر تاویل ہے جس پر زیادہ لکھنا غضون ہے۔“

قرآن کریم میں سورہ مائدہ کی آیت ”واتیناہ الاتجیل“ کے ایک آیت بعد یوں آیا ہے: ”وانزلنا علیک الكتاب بالحق مصدقًا لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه (۴۸)“ اور اتری ہم نے آپ پر کتاب کی تصدیق کرنے والی سابقہ (اصل) کتابوں کی اور مضامین پر نگہبان۔

یعنی خدا کی جو امانت تورات اور انجلیل وغیرہ کتب سادی میں دویعت کی گئی تھی، وہ مع دیگر مضامین کے قرآن میں محفوظ ہے۔ ہاں بہت سی فروعات چھوڑ دی گئیں۔ بلکہ قرآن کریم میں جا بجا ان غلط واقعات کی جو عیسائیوں کی کتابوں میں انبیاء سے منسوب تھے، تردید کی گئی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی نسبت کیا درج ہے؟
 لوقا اپنی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے آیت ۲۶ میں لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے رحم مادر میں آنے کے چھ ماہ کے بعد حضرت جبرئیل گاؤں ناصرہ میں ایک کنواری عورت کے پاس گئے۔ جس کی ملکیت یوسف کے ساتھ ہوئی تھی اور یوسف حضرت داؤد کے خاندان سے تھا اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ فرشتے نے مریم کو کہا کہ تم خدا کی بہت پسندیدہ ہو اور خیال رکھو کہ تمہیں محل شہر جائے گا اور تم ایک پچھے جو لوگی۔ جس کا نام یوسع رکھنا وغیرہ وغیرہ اور خداوند اس کو اپنے باپ داؤد کاختت دے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مریم علیہ السلام نے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں تو کسی مرد کے پاس نہیں گئی تو فرشتے نے جواب دیا کہ روح الائین تیرے اندر واٹل ہو جائے گی وغیرہ۔ اس لئے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا۔

آگے ۲۳، ۲۴ میں وہ شجرہ نسب یوں دیتا ہے۔ صیکی بینا (جبیسا کہ خیال کیا جاتا تھا) جوزف کا، بینا بیٹی کا وغیرہ۔

متى..... اپنی کتاب کو یوں شروع کرتا ہے۔ یہ کتاب صیکی سعیج بینے داؤد کے بینے ابراہیم نے کی ۱۱، ۱۸، ۱۹ میں وہ لکھتا ہے کہ صیکی سعیج کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ صیکی سعیج کی ماں مریم کی جوزف کے ساتھ ملکیت ہوئی تھی۔ مگر پیشتر اس کے کوہ مباشرت کریں۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ روح الائین سے حاملہ ہے۔ جوزف اس کا خاوند چونکہ ایک راست بازاً دی تھا اور مریم کو بد نام نہیں کرنا چاہتا

تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے پوشیدہ طور پر علیحدہ کر دے۔ جب اس نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تو ایک فرشتہ اس کو خواب میں نظر آیا جس نے کہا کہ مریم کو اپنی عورت بنانے سے مت خوف کھا۔ کیونکہ روح الامین سے اس کو حصل تھہرا ہے اور وہ ایک لڑکا جنے گی۔ جس کا نام تم میںی رکھنا۔ یہ وہ ہے جو لوگوں کو ان کے گناہ بخشوائے گا تا کہ وہ پیشین گوئی پوری ہو جائے کہ کنواری ایک بچہ پیدا کرے گی۔ جس کا نام ای میزوٹل ہوا۔ جس کے لفظی معنی ہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

۲۳ الخاتم

میں کی کتاب کے مطابق جوزف کے باپ کا نام یعقوب تھا۔ ان بیانات سے خواہ ان میں کیسے ہی اختلاف ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت میںی علیہ السلام کا کوئی ظاہری باپ نہ تھا۔ قرآن کریم میں جیسا کہ سورہ مریم میں آیا ہے کہ خداوند کریم فرماتے ہیں: ”ہم نے مریم کے پاس فرشتہ بیج جو پورا آدمی بن کر اس کے سامنے آیا۔“ حضرت مریم نے کہا: ”میں تھوڑے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو ہے خدا سے ڈرنے والا۔“ فرشتے نے جواب دیا: ”میں تو تیرے رب کا بیجا ہوا ہوں کہ دوں تھوڑے کو لڑکا کیزہ صاف۔“ مریم نے کہا: ”میرے لڑکا کیسے ہو گا جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوٹی نہیں اور میں بدکار بھی نہیں۔“ فرشتے نے کہا: ”کہ یونہی ہے تیرے رب نے کہا یہ مجھ پر آسان ہے اور اسے ہم کرتا چاہتے ہیں لوگوں کے لئے نشانی اور یہ امر طے ہو چکا ہے۔“ پھر پیٹ میں لیا اس کو۔

قارئین کرام! نے دیکھ لیا کہ حضرت میںی علیہ السلام کی پیدائش کی نسبت قرآن کا بیان لوقا اور متی کے بیان سے ملتا ہے۔ اب ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت میںی علیہ السلام کی پیدائش بلا باپ نہیں ہوئی تھی۔ بلاشبہ لوقا میں یہ ذکر ہے: ”لیکا یہ بزمی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں مریم اور اس کے بھائی یعقوب، یوسف، شمعون اور یہودہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔“

لیکن یہودی آخر تک حضرت مریم علیہ السلام پر الزام لگاتے رہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ”بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلا و بکفرہم وقولهم على مریم بهتانا عظیما (النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)“ (بلکہ اللہ نے مہر کروی ان کے دل پر ان کے کفر کے پاؤٹ، سو ایمان نہیں لائے گر کم دور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان پاندھتے ہیں۔)

اگر یہودی یہاں لیتے کہ حضرت میںی علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے تو یہ جھگڑا اتنا طول نہ پکڑتا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں آتا ہے سورہ مریم رو ۲:

”فاتت به قومها تحمله قالوا يامريم لقد جئت شيئا فريايا اخت هارون ماكان ابوك امرأ سوه وما كانت امك بغيرها فاشارت اليه قالوا كيف نتكلم من كان في المهد صبيا . قال انى عبد الله (۳۰۷) ” گھر لائی اس کو اپنی گود میں اپنے لوگوں کے پاس، وہ اس کو کہنے۔ اے مریم تو نے یہ چیز طوفان کی، اے بہن هارون کی نہ تھاتیرا بآپ برآ آدمی اور نجی تیری ماں بدکار، پھر تھسے تھلایا اس لڑکے کو، بولے تم کیوں گرفتار کریں اس سے جو کہے گو دیں لڑکا۔ وہ بولا ش بندہ ہوں اللہ کا۔ ”

اس سے سرید کے اس مگان کا کہ شاید رحمتی سے پہلے ہم صحبت ہونا میوب ہو گا، کیم تردید ہوتی ہے۔ اگر تھاں کے بعد امرحمتی سے پہلے صحبت ہو جاتی تو حضرت مریم علیہ السلام کی قوم یہ طعنہ نہیں تھی جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ بعض مسلمان مورخوں نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت زکریا کو اس لئے قتل کیا گیا تھا نہ حضرت مریم علیہ السلام کو ان سے تہمت دیتے تھے۔ ان وجہات کی بناء پر تو میں یہی کہوں گا کہ حضرت میسی علیہ السلام اللہ کی قدرت سے بلا باب پیدا ہوئے۔

رفع الی السماء

اسی طرح حال رفع الی السماء کا ہے۔ اگر قرآن کریم سے یہ واضح ہو جائے کہ حضرت میسی علیہ السلام کو مجھے صلیب دلوانے کے آسان پر اٹھایا گیا تو پھر یہ کہنا کہ وہ کس طرح سے کرہ زمہری یا بقول دیگر کہ حارہ سے لکل گئے۔ یا کیا وہ دہاں کھاتے پیتے ہیں۔ ایسے سوال ہیں کہ جن پر زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کا جواب بھی اپنے موقع پر آ جائے گا۔ اول سوال یہ ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے یا نہیں کہ وہ کسی انسان کو آسانوں پر زندہ لے جائے۔ میں نے اپنے رسالے ”تحفہ معراج شریف“ میں اپنی طرف سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضور ﷺ مراج شریف کی رات کو اول بیت المقدس لے جائے گے اور وہاں سے بعده جد مبارک آسانوں پر تشریف فرمائے ہوئے۔

اس سے پہلے میں نے ایک مضمون میں یہ دکھایا تھا کہ جیسی آبادی زمین پر ہے دیسے ہی آسانوں پر ہے۔ چونکہ وہ مضمون رسالہ کی شکل میں طبع نہیں ہوا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی جن پر میں نے انحصار کیا تھا، یہاں درج کردی جائیں تاکہ اہل ذوق اس سے خود نتائج اخذ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ نور میں یوں فرماتا ہے:

”وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَةٍ مِّنْ مَاءٍ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ

یمشی علی رجلين و منهم من یمشی علی اربع یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علی کل شی قدير (۴۵) ” اور اللہ نے بنا یا ہر پھر نے والے کوپانی سے پر کوئی ہے چلتا ہے اپنے بیٹ پر (جیسے سانپ، محمل) اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دوپاؤں پر (جیسے آدمی اور طیور) اور کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر (جیسے گائے، بھیش وغیرہ) بناتا ہے اللہ جو چاہتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کر سکتا ہے لیکن کسی جاندار کو چار سے زیادہ پاؤں وغیرہ وغیرے تو یہ بیش۔ ”

دوسرا جگہ سورہ ائم میں آیا ہے ” وللہ یسجد ما فی السموات و مافی الارض من دابة و ملکة وهم لا یستکبرون ۔ یخافون من فوqهم و یفعلنون ما یومرون (۴۹، ۵۰) ” اور اللہ کو مجده کرتا ہے جو آسان میں ہے اور جزو میں میں ہے۔ جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبیر نہیں کرتے ۔ ذر رکھتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں۔ ”

اس آیت مبارکہ میں ظاہر ہے کہ ” دابہ، ملکہ ” سے الگ چیز ہے۔

سورہ الشوریٰ میں یوں آیا ہے ” ومن آیاتہ خلق السماوات والارض و ما بث فیہما من دابة و هو علی جمعهم اذایشہ قدير (۲۹) ” اور ایک اس کی نشانی ہے بنا آسانوں کا اور زمین کا اور جتنے بکھیرے ہیں ان میں جانور اور وہ جب چاہے ان سب کو اکٹھا کر سکتا ہے۔ ”

ویکھنے اس آیت مبارکہ میں صاف فرمادیا کہ آسانوں اور زمین میں جاندار ہیں جو کہ فرشتوں کے علاوہ ہیں ۔ بعض مفسرین نے تو غالباً یونانی الفنس سے ڈر کر ” فیہما ” کی نسبت یہ ” فیہما ” کی جگہ آیا ہے اور اپنی اس غلطی کی ایک اور غلطی سے تائید کرنا چاہی ۔ لیکن سورہ الرحمن کی یہ آیت حوالہ میں پیش کی : ” يَخْرُجُ مِنْهُمَا الظُّلُمُ وَالْمَرْجَانُ (دحمان:) ” لکھتا ہے ان دونوں میں سے موتی اور موتنا ۔ ”

ان کا خیال تھا کہ صرف کھارے سمندر ہی سے یہ چیزیں لکھتی ہیں ۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ میٹھے اور کھارے دونوں پانیوں سے موتی اور موتنا لکھتے ہیں ۔ جیسا کہ چفرافیراں جانتے ہیں ۔ عالم بالا کی نسبت سائنٹس والوں کا یہ خیال ہوتا جاتا ہے کہ مرنے میں کوئی آبادی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے گلام پاک میں فرمادیا کہ آسان میں دابہ لیکن چلنے پھر نے والی جاندار چیزیں ہیں تو ہم اس میں اپنی ناقص عقل اور تجزیہ کی بنا پر کیوں لکھ کریں ۔ اگر دابہ آسانوں میں رہ سکتے ہیں تو زمین کا ایک دا بہ لیکن انسان (عیسیٰ علیہ السلام) کو خداوند کریم و ہیں لے جائے تو اس کی نسبت

کیوں یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ وہ کہاں رہتا ہوگا اور کیا کھانا پیتا ہوگا۔ جب میں نے ایک یورپین مسلمان کو یہ لیل وی تو اس نے کہا ”اب مجھے ضمیل علیہ السلام کے آسان پر جانے کے متعلق کچھ فکر نہیں کرنا چاہئے۔“

عیسائیوں کی کتابوں میں یہ درج ہے کہ حضرت الیس علیہ السلام آسان پر اٹھائے کئے۔ قرآن کریم میں بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر وہ آسان پر چلے گئے تو حضرت میسیل علیہ السلام کیوں نہیں جاسکتے؟ اس کی نسبت آگے ذکر آئے گا۔

سورہ الرحمن کی ایک آیت سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ خدائی سند سے انسان یا جن اس کرہ عالم سے باہر جا سکتا ہے: ”يَعْشِرُ الْجَنُونَ وَالْأَنْسُ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا الا تنفذون الا بسلطان (۲۲)“ ۷۱ اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے، اگر تم سے ہو سکے تو کل بھاگو آسان اور زمین کے کتابوں سے تو کل بھاگو نہیں کل کرنے کے بدون سند کے۔

مولانا شبیر احمد عثمنی نے جن کی تفسیر قرآن مجید (مطبوعہ مدینہ بر قی پریس بجنور ۱۳۵۲ء)

ہر طرح سے پڑھنے کے قابل ہے اور جس کے خواہی اور تحدیت الحقائق نوٹس سے اس رسالے کی
تم دوین میں کئی جگہ استفادہ کیا گیا ہے۔ اس پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:

”اللہ کی حکومت سے کوئی چاہے کہ کل بھاگے تو بدلون قوت اور غلبہ کے کیسے بھاگ سکتا
ہے۔ کیا خدا سے زیادہ کوئی قوی اور زور آور ہے۔ پھر کل کر جائے گا کہاں۔ دوسرا قلمرو کو نہیں ہے
جہاں پناہ لے گا۔ نیز دنیا کی معمولی حکومتیں بدون سند اور پرواہ را ہماری اپنی قلمرو سے نکلے نہیں
ویتیں تو اللہ بدون سند کے کیوں نکلنے دے گا؟“

میرے خیال میں اس آیت مبارکہ سے کیوں یہ نتیجہ نہ نکلا جائے کہ جس کو اللہ تعالیٰ
سند عطا کریں وہ باہر جا سکتا ہے۔ ایک مثال سے شاید یہ معاملہ سمجھا آجائے۔ پہلے کس کو یقین تھا کہ
ہوا سے بھاری چیز ہو ایں ٹھہر سکتی ہے۔ اگرچہ ہم پرندوں کو روز ہوا میں اڑتے دیکھتے تھے۔ مگر اب
تو ہوا کی جہاز ہزاروں میں بوجھ اٹھا کر ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ پہلے کے یقین آسکتا تھا کہ ایک
انسان ہزاروں کوں کے فاسٹے سے دوسرے کی آوازن سکتا ہے۔ اب اس پر مستزاد یہ ہے کہ
بولنے والے کی شکل بھی دیکھ سکتا ہے۔ جب تک یہ چیزیں معلوم نہیں تو ان کے خلاف فطرت
(قدرت) کھا جاتا تھا۔ لیکن اب تو انسان نے یہ علم حاصل کر لیا اور اسے تجربہ ہو چکا ہے۔ اس لئے
اب بھی چیز قانون قدرت میں شامل ہو گئی ہے۔ اس سے زیادہ اچھی مثال مادے کی ہے۔ آج

سے دو بیس سال پہلے یہی سمجھا جاتا تھا کہ مادہ فنا نہیں ہوتا بلکہ بعض مذاہب میں اس کو خدا اور روح کے ساتھ ازالی کہا گیا۔ کیونکہ انہیں اس کی خلقت کا علم نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ میں ”بدیع السموات والارض“ ہوں۔ یہ آیت پہلے دی جا چکی ہے۔ معلوم نہیں اس سے کیا کیا خیالات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہوں گے۔ کیونکہ خداوند کریم نے یہاں فرمادیا ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو بغیر آئے اور مادے کے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ ہود میں فرماتے ہیں: ”وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سَتَةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوكُمْ إِيمَكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (۷۲)“ اور وہی ہے جس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو چھوٹ دن میں اور تھا اس کا تخت پانی پر تاکہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں سے اچھے کام کرتا ہے۔ ۴

یعنی آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا۔ جو آئندہ اشیاء کا مادہ حیات بننے والا تھا۔ جیسا کہ سورہ انبیاء میں آیا ہے: ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى (۳۰)“ اور ہنائی ہم نے پانی سے ہر چیز جس میں جان ہے۔ ۵

اب سائنس والوں کا بھی یہی خیال ہے کہ پہلے پانی تھا اور مادہ جس کو ازاں بھجتے تھے۔ بر قی طاقت کا ایک کرشمہ ہے۔ سائنس والوں نے ہر ذرہ مادہ کی (ایٹم) کی حقیقت کر لی ہے اور اس کے اجزاء بھی معلوم کر لئے ہیں۔ گویا یہ پہلے ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ سائنس دان تو اب اس وحش میں لگئے ہوئے ہیں کہ ایک بڑی توپ کے منہ میں بیٹھ کر کہہ ہوا سے کل جائیں اور چاند پر جائیں گی۔ مگر ہم اب تک اس خیال میں ہیں کہ خدا کی سند اور پروانہ راہداری بھی ہوتی ہی کوئی آسمانوں تک نہیں جا سکتا۔ اس واسطے نہ معراج جسمانی تھا اور شہ اور کوئی آسمان پر آیا گیا۔ شاید اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام کا بھی بہشت میں رہنا نہیں مانا جاتا۔ آخر وہ بھی تو انسان تھے۔ اگر وہ اللہ کی قدرت میں زمین پر اترے گئے تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک کوز میں سے آسمان پر لے جائے: ”رَبَّنَا لَاتَزَغْ قُلُوبُنَا بَعْدَ اذْهَدْنَا وَهُبْ لَنَا مِنْ لِدْنِكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَابُ“ ۶

پس اگر قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر لے جانے کا ذکر ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس پر یقین نہ کریں اور من گھرست تاویلیں کریں۔ اس پر بحث کرنے سے پہلے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی تمام آیات جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر

ہے۔ اپنے ساتھ رکھ لیں اور یہ بھی دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہاں میں قرآن کریم میں کوئی مجروانہ تاریخی ارتقا ہے یا نہیں، جس سے ثابت کرنا اس رسالے کی اصل غرض وغایت ہے۔ ترجیح کرنے میں حضرت شاہ عبدالعزیز کے مجازہ اصولوں کو مد نظر رکھا جائے گا اور تاویل بعید اور قریب سے احتراز کیا جائے گا۔ ہر ایک آیت کی تفسیر قونہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس طرح میں اپنے موضوع سے دور جا پڑوں گا۔ تاہم اس الفاظ یا کلمات کی تصریح ضرور کی جائے گی جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و مہمات کے متعلق کوئی دلیل اخذ کی جاسکتی ہے یا کی گئی ہے۔ ”ومَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ“

آیت نمبر امتعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر پہلی دفعہ سورہ البقرہ میں یوں آیا ہے: ”ولقد آتینا موسیٰ الكتاب و قَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرَّسُولِ وَأَتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مُرِيمَ الْبَيْنَاتَ وَإِذَا نَاهَ بِرُوحِ الْقَدُوسِ، أَفَكَلَمًا جَاءَكُمْ رَسُولُ بِمَا لَا تَهُوَ إِنْفَسْكَمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقَا كَذَبْتُمْ وَفَرِيقَا تَقْتَلُونَ، وَقَالَا قَلْوَبُنَا غَلْفٌ، بَلْ لِعْنَهُمُ اللَّهُ بَكْفَرُهُمْ فَقَلِيلًا مَا يَؤْمِنُونَ (۸۸، ۷۸)“ (اور یہ تحقیقی بات ہے کہ ہم نے موئیٰ علیہ السلام کو کتاب وی (توریت) اور ان کے بعد بہت سے عیشروں کو ان کے قدم پر قدم لے چلے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو (بھی بہت سے) واضح اور روشن مجرزے دیئے اور پاک روح (جرائل) کے ذریعہ سے ان کو بد کی۔ کیا تم اس قدر بد دماغ ہو گئے ہو کہ جب کوئی تقبیر تمہارے پاس تھا ری خواہش نفسانی کے خلاف کوئی حکم لے کر آیا تو تم اکڑا بیٹھے۔ پر تم نے بعض عیشروں کو جھٹلا یا اور بعض کو جان سے مارڈا لہا اور کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے (ایسا نہیں) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے۔ میں کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔“)

سلسلہ کلام اس طرح کہ یہود یوں کوتایا جا رہا ہے کہ تمہاری عادوت ہو گئی ہے کہ تم نے راست بازی اور حق پرستی کی جگہ نفسانی خواہشات کی پرستش شروع کر دی ہے۔ اس لئے داعیان حق کی مخالفت کرتے ہو۔ تمہاری راہ نمائی کے لئے پہلے حضرت موئیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ پھر موئیٰ علیہ السلام کے بعد پے درپے رسولوں کو سچی کر سلسلہ ہدایت جاری رکھا۔ بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صریح مجرزے دے کر روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کی (جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجروات بکثرت نہ پور میں آئے) تکرم اپنی خواہشات کو نہیں چھوڑتے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔

آیت نمبر ۲ متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

پھر کوئ نمبر ۱۶ میں آیا ہے: ”قولو امنا بالله و ما نزل اللہ بنا و ما انزل اللہ
ابراهیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسبط و ما اوتی موسی و عیسیٰ
وما اوتی النبیون من ریهم لا نفرق بین احد منهم و نحن له
مسلمون (بقرہ: ۳۶)“ (اور اے مسلمانو تم یہ) کہو کہ تم تو خدا پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو
ہم پر نازل کیا گیا (قرآن) اور جو (صحیح) ابراہیم والصلیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب
عیسیٰ علیہ السلام اور علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دی
گئی (اس پر) اور جو چند گروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے انہیں دیا گیا (اس پر) ہم تو ان میں
سے کسی (ایک) میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو خدا ہی کے فرمائیں وار ہیں۔
ان آیات مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن تمام اگلے انجیاء کی لائی ہوئی ستا بیوں کا
صدق ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسلمان ان تمام تعلیمیوں پر ایمان رکھتے ہیں جو دنیا کے تمام نبیوں کو
ان کے پروردگار کی طرف سے طلبی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو نظر انداز نہیں کرتے۔

تشریح ارتقاء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت نمبر اسے ارتقاء یہ ہے کہ ان کو بھی خدا کی طرف سے
اکام ملے تھے اور یہ کہ اصول اور احکام وہی تھے جو دنیا کے اور نبیوں کو ملے تھے۔ نمبر ۲ میں صرف
مجزوں کا ذکر تھا اور یہاں اس تعلیم کا ذکر ہے جو انہیں ملی۔

آیت نمبر ۳ متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

پھر آگے کوئ نمبر ۳۳ میں یوں آیا ہے: ”تَلَكَ الرَّسُولُ فَضَلَّنَا بِعْضَهُمْ عَلَى
بَعْضٍ مِّنْهُمْ مِّنْ كَلَمِ اللَّهِ وَرَفِعَ بَعْضَهُمْ درجات وَاتَّيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرِيمَ الْبَيْنَاتِ
وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقَدْسِ وَلَوْشَاءَ اللَّهِ مَا أُفْتَلَ الَّذِينَ مَنْ بَعْدَهُمْ مَاجَاهُ تَهْمَمُ
الْبَيْنَاتِ وَلَكِنَّ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ أَمْنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْشَاءَ اللَّهِ مَا أُفْتَلَ
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعُلُ مَا يَرِيدُ (بقرہ: ۲۰۳)“ (یہ رسول (جو) ہم نے (بیحیے) ان میں
سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن سے خود خانے بات کی اور
بعض کے (اوڑ طرح پر) درجے بلند کئے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کیسے کیسے روشن مجزعے عطا کئے
اور روح القدس (جریئل) کے ذریعے سے ان کی مدد کی اور اگر خدا چاہتا تو جو لوگ (ان پتھروں)

کے بعد ہوئے۔ وہ اپنے پاس روشن مفہوم کے آپس میں نہ لڑتے مگر ان میں بھوت بڑی۔ پس ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض کافر ہو گئے اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے مگر خدا وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ ۴)

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء اگر چہ نبوت میں مساوی ہیں۔ لیکن انہی خصوصیات کے لحاظ سے اپنے اپنے درجے رکھتے ہیں۔ ان میں فرق مراتب ضرور ہے۔

تشریح ارقاء

یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر انہی الفاظ میں کیا ہے جن میں نہ برآ کی آہت میں کیا تھا۔ جس سے حسب قاعدہ یہ امید رکھنی چاہئے کہ آئندہ ایک خیاباب معنی شروع ہو گا اور ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ”رفع بعضهم درجات“ کے لانے کی غرض یہ ہے کہ جب اس کے بعد ”رفع الی السماء“ کا ذکر آئے تو یہ میں نہ واقع ہوا اور اس کو بھی رفع درجات کے معنی میں نہ لے لیا جائے۔ سہی اس کا ارقاء ہے۔

رفع کی بحث

قرآن کریم کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رفع کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورہ یوسف، رکوع نہرالا میں آیا ہے: ”ورفع ابوبیه علی العرش وخرواله سجدا (۱۰۰)“ ۵) اور اونچا ٹھایا اپنے ماں باپ کوخت پر اور سب گرے اس کے آگے جدے میں۔ ۶)

اس آہت میں رفع کے معنی عزت کے ساتھ اپنی جگہ پر بخانے کے ہیں۔ پھر سورہ بقر رکوع ۱۵ میں آیا ہے: ”واديرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل“ ۷) جب ابراہیم اور اسماعیل نے خانہ کی بنیاد اٹھائی۔ ۸)

اسی طرح سورہ بقر میں ایک سے زیادہ دفعہ آیا ہے: ”ورفعنا فوقكم الطور“ ۹) یہاں بھی گویا مادی چیزوں کے بلند کرنے کا ذکر ہے۔ پھر سورہ الحجرات میں آیا ہے: ”يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا ترْفَعُوا أَصواتَكُمْ فَوقَ صوتِ النَّبِيِّ“ ۱۰) اے ایمان والو! بلند نہ کرو، اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور پر۔ ۱۱) سورہ الفاطمیہ میں آیا ہے: ”وَالِّي السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ“ ۱۲) (بھلا کیا نظر نہیں کرتے) آسمان پر کہ کیسا اس کو بلند کیا ہے۔ ۱۳)

سورہ نور کے رکوع ۵ میں آیا ہے: ”فِي بِيَوْتِ اذْنِ اللَّهِ اَنْ تَرْفَعَ“ ۱۴) ان گروں میں کہ اللہ نے حکم دیا، ان کو بلند کرے گا۔ ۱۵)

یہاں بھی یہ لفظ تحریر اور تعمیم دیکھریم دونوں معنوں کو شامل ہے۔ پھر سورہ الواقعہ میں آیا ہے: ”اذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَيْسَ لَوْقَعَتْهَا كَاذْبَةٌ خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ (اتا۳)“ ﴿جب ہو پڑی ہو پڑنے والی نہیں اس کے ہو پڑنے میں کچھ جھوٹ، پست کرنے والی بلند کرنے والی ہے﴾ اس کے معنے ہیں کہ دنیا کے بڑے بڑے مشکروں کو اغل الساقین کی طرف دھکیل کر دوزخ میں پہنچا دے گی اور کتنے ہی متواضعین کو جود دنیا کو پست و حقیر نظر آتے تھے، ایمان اور عمل صاحب کی بد دولت جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کرے گی (یعنی قیامت) لفظ ”رافعة“ اس آیت مبارکہ میں دیکھری اور بلندی رتبہ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ باقی سب جگہ یہاں درجات بلند کرنے کا ذکر ہے۔ رفع اور درجات دونوں لفظ میکجا استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت زیر بحث یعنی بقرہ رکوع ۳۳ ”رفع بعضهم درجات“ میں ہے۔ اسی طرح سورہ ۲۶ آیات ۱۶۵، ۸۲ میں اور ۲۷ اور ۳۲، ۳۳ اور ۵۸۔ ایں۔

باقی دو مقام ایسے ہیں کہ جہاں پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ”رفع“ یعنی بلندی مرتبہ ہے۔ ایک سورہ مریم رکوع نمبر ۷ میں آیا ہے: ”وَذَكَرَ فِي الْكِتَابِ أَدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صَدِيقًا نَبِيًّا وَرَفِعْنَاهُ مَكَانًا عَلَيْهَا“ ﴿او رذکر کرتا تب میں اور لیں کا وہ تھا صاحبی اور انہا لیا، ہم نے اس کو ایک اوپرے مکان پر۔﴾

یہاں دو احتمال ہیں۔ ایک عام احتمال یہ ہے کہ جس سے میں تعلق نہیں کہ ”رفعنah مکانا علیا“ سے مراد بلندی، منزلت و مرتبہ ہے۔ دوسری کہ ہیئت اور مقام آسمان مراد ہے۔ یعنی وہ مانند عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں زندہ ہیں۔

شیخ امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جاہدؓ سے ”رفعنah مکانا علیا“ کے بارے میں روایت ہے کہ جاہدؓ نے کہا کہ اور لیں علیہ السلام اٹھائے گئے اور مرے نہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے ہیں اور سفیانؓ نے متصور سے، اس نے جاہدؓ سے روایت کی کہ چوتھے آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور لکھا اور حسن بصریؓ نے کہا ”مکانا علیا“ وہ جنت ہے جس میں اٹھائے گئے۔

بخاریؓ کی حدیث معراج میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اور لیں علیہ السلام کو آسمان و دم پر دیکھا اور سمجھ دیا ہے جو صحیحین میں دوسرے طرق سے ہے کہ آسمان چہارم پر دیکھا۔ ترمذیؓ کی جامع میں اور ابن المندرا اور ابن مردویہ نے تفسیر میں انسؓ سے حدیث معراج

میں روایت کیا ہے کہ حضور نے اور لیں علیہ السلام کو آسمان چہارم پر دیکھا اور تمذیٰ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت اور لیں علیہ السلام کا زمانہ اس قدر قدیم ہے کہ ان کا صحیح حال کسی تفصیل سے معلوم ہونا ممکن نہیں ہے اور سیوطیٰ نے ابن مسعود سے روایت کی کہ ابن مسعود نے کہا کہ اور لیں علیہ السلام یہی الیاس علیہ السلام ہیں اور سیوطیٰ نے کہا کہ اسناد اسی کی حسن ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا آسمان پر جانا توریت سے ثابت ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ آگے گا۔

دوسرا رفع کے متعلق جس آیت پر انحصار کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے: ”لو شفنا لرفعنا بہا ولکن اخذل الی الارض“ بہتر ہو گا کہ اس کے صحیح معنے کہنے کے لئے اس سے ماقبل و ما بعد کی آیتیں دی جائیں:

”واتل عليهم نبـا الـذـى آتـيـنـه آـتـيـنـا فـاـنـسـلـخـ منـهـ فـاتـبـعـ الشـيـطـنـ فـكـانـ منـ الغـوـيـنـ (۱۷۷) وـلـوـشـيـتـنـا لـرـفـعـنـهـ بـهـاـلـكـنـ اـخـذـلـ الـىـ الـارـضـ وـاتـبـعـ هـوـاهـ فـمـثـلـهـ كـمـثـلـ الـكـلـبـ . انـ تـحـلـ عـلـيـهـ يـلـهـتـ وـاـنـ تـنـتـرـكـ يـلـهـتـ ذـالـكـ مـثـلـ الـقـومـ الـذـينـ كـذـبـواـ بـاـيـتـنـاـ فـاـقـصـنـ الـقـصـصـ لـعـلـهـ يـتـفـكـرـونـ (اعـرـافـ: ۱۷۵) ، ۱۷۶)“ اور (اے رسول) تم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سناؤ۔ جسے ہم نے اپنی آیتیں عطا کی تھیں۔ مگر وہ اس سے نکل بھاگا تو شیطان نے اس کا جیچا پکڑا اور آخر کار وہ گمراہ ہو گیا اور اگر ہم چاہیے تو ہم اسے انہیں آئتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیجے مگر وہ تو خود ہی پستی کی طرف جک پڑا اور اپنی نفسانی خواہش کا تابعدار بن بیٹھا تو اس کی مثل اس کتے کی ہے کہ اگر اس کو دھکار دو تو بھی زبان نکالے رہے اور اس کو چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہ مثل ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آئتوں کو جھٹا لیا۔ (اے رسول) یہ قصہ ان لوگوں سے بیان کر دو تاکہ یہ لوگ خود بھی غور کریں۔ ۴)

مفسرین کے نزدیک یہ آیت ”بلعم بن باعوا“ کے حق میں نازل ہو گئی جو اللہ کی آیت اور ہدایت کو چھوڑ کر عورت کے اغواہ اور دولت کے لامبے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں بدوعا کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ لیکن ”فـاـنـسـلـخـ وـاـخـذـلـ الـىـ الـارـضـ“ کے الفاظ صاف تر ہے ہیں کہ یہاں یہ الفاظ بمعنی ”رفعنہ“ مجازی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں

بہ کہ اصلی معنوں میں۔ نہ وہ سانپ تھا کہ بیٹھی چھوڑ کر نکل گیا اور نہ ہی زمین کے ساتھ چھٹ گیا تھا بلکہ اس کا حال کتے کی طرح ہو گیا جس کی زبان باہر لگی ہو اور ہانپ رہا ہو۔ اس نے خدا تعالیٰ نے اس کو بلند مراتب پر فائز نہ کیا۔ پھر بھی اس رفع میں وہی دو معنی شامل ہو سکتے ہیں یعنی رفع مقام اور تحریر جس کا ذکر میں نے سورہ واقعہ کی آیت کی تعریف میں کیا ہے۔

سورہ قاطرہ ۱۳ میں آیا ہے: ”من کان یرید العزة فللہ العزة جمیعا الیه یصعد الكلم الطیب والعمل الصالح یرفعه“ ۹ جس کو چاہئے عزت تو اللہ کے لئے ہے ساری عزت اور اس کی طرف چڑھتا ہے کلام تھرا اور کلام نیک اس کو بلند کرتا ہے۔ ۹ خواہ اس کے معنی یہ لیں کہ اچھے کلام کو بدلو، اچھے کاموں کے پوری رفتہ شان حاصل نہیں ہوتی یا کہ تھرا کلام اچھے کام کو اونچا اور بلند کرتا ہے۔ اس میں کسی مادی چیز کے رفع کا ذکر نہیں۔

سورہ انشارح میں آیا ہے: ”ورفعنا اللہ ذكرك“ ۹ اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا ۹ اگرچہ حضور ﷺ کا نام مبارک اذان وغیرہ میں بلند کیا جاتا ہے۔ مگر ساتھ اس کے معنوں میں یہ بھی شامل ہے کہ آسمانوں اور سلا اعلیٰ میں بھی آپ کا نام بلند ہے۔ یہاں بھی کوئی مادی چیز مذکور نہیں ہے۔ درجات بھی مادی چیز نہیں ہیں۔ مگر چونکہ ”الیہ یصعد الكلم الطیب والعمل الصالح یرفعه“ اور ”ورفعنا اللہ ذكرك“ میں معا کلام صاف ظاہر ہے۔ اس لئے ان کی تعریف کی مزید کی ضرورت نہیں۔ لیکن جہاں ترقی درجات کا سوال پیدا ہوتا ہے وہاں درجات کا لفظ ضروری طور پر آیا ہے۔

تعریف ارتقاء

آپ یہ سن کر صرور ہوں گے کہ رفع درجات کے بیان میں بھی ارتقاء ہے۔ بغیر وہ کے آپ میں درجوں کے متعلق سبی آیت ہے: ”من هم من کلم الله ورفع بعضهم درجات (بقرہ: ۲۰۳)“ ۹ کوئی توهہ ہے کہ کلام کیا اس سے اللہ تعالیٰ نے بلند کے بعضوں کے درجے۔ ۹ آگے درجات کا لفظ سورہ انعام میں یوں آیا ہے:

”و تلك حجتنا آتینها ابراہیم على قومه نرفع درجات من نشاء۔ ان ربک حکیم علیم“ ۹ اور یہ ہماری ولیل ہے کہ ہم نے وہی تھی ابراہیم کو اس کی قوم کے

مقابلے میں، درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں تیرارب حکمت والا ہے، جانے والا ہے۔^۴

یعنی ابراہیم علیہ السلام کو ایسے دلائل قاہرہ دے کر ان کی قوم پر غالب کرنا اس علیم و حکیم کا کام ہو سکتا ہے۔ جو شخص کی استعداد سے پوری طرح باخبر ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے مناسبت موقع اور مقام پر رکھتا ہے۔ یعنی آئت میں ایک تیغبر پر دوسرے تیغبر کی فضیلت کا ذکر ہے اور یہاں ایک تیغبر کا اپنی قوم پر۔ پھر سورہ انعام میں آیا ہے: ”هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِفَةً لِّأَرْضٍ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيُبَلُوكُمْ فِي مَا أَنْتُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ“ (۱۶۰) اور اس نے تم کو اپنے کیا زمین میں، اور بلند کر دیے درجے تم میں ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیے ہوئے حکموں میں تیرارب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا ہم بان ہے۔^۵

یعنی خدا نے زمین میں تم کو اپنے اس کے دیے ہوئے اختیار میں سے لے کر کیسے کیسے حاکمان تصرفات کرتے ہو اور تمہارے درمیان بے حد فرق مدارج رکھاتا کہ ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔

نمبر آئت میں تو ایک تیغبر کی دوسرے تیغبر پر فضیلت کا ذکر تھا۔ نمبر ۲ میں ایک تیغبر کا اس کی قوم پر فضیلت کا ذکر ہے اور یہاں ان کے خالص تیغروں کا دوسرے لوگوں پر۔ پھر سورہ یوسف میں یوں آیا ہے: ”كَذَلِكَ كَدَنَا لِيُوسُفَ مَكَانٌ لِيَا خَذَا أَخَاهُ فِي دِينِ الْمُلْكِ إِلَّا إِنْ يَشَاءُ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ“ ۶ ہم نے یوں تدبیر تائی یوسف کو وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو قانون میں اس بادشاہ کے گھر کر چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں، ہر جانے والے سے اور ہے ایک جانے والا۔^۷ پھر سورہ یوسف میں یوں آیا ہے:

”كَذَلِكَ كَدَنَا لِيُوسُفَ مَكَانٌ لِيَا خَذَا أَخَاهُ فِي دِينِ الْمُلْكِ إِلَّا إِنْ يَشَاءُ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ“ ۶ ہم نے یوں تدبیر تائی یوسف کو وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو قانون میں اس بادشاہ کے گھر کر چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں، ہر جانے والے سے اور ہے ایک جانے والا۔^۸

یعنی ہے چاہیں ہم حکمت و تدبیر سکھلائیں یا اپنی تدبیر لطیف سے سر بلند کریں۔ دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا اور دوسرے سے زیادہ تمرا جانے والا ہے۔ مگر سب جانے والوں کے اوپر ایک جانے والا ہے۔ یعنی خداوند کریم نے اس آئت مبارکہ سے یہ تلاویا کہ کس طرح علم و حکمت کی بنا پر ایک پر ایک فویت رکھتا ہے۔ مگر سب اس کے علم میں مدد و ہیں۔

آگے سورہ المؤمن میں یہ آیا ہے: ”رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امره علی من يشاء من عباده لینذر يوم التلاق“ (وہی ہے اونچے درجوں والا مالک عرش کا، اتنا تابہ بھید کی بات) اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں تاکہ دوڑ رائے ملاقات کے دن سے۔ ۴

تشریح ارتقاء

کچھلی آئت میں یہ فرمایا تھا کہ خداوند کریم کا علم سب سے زیادہ ہے اور اس آئت میں اپنی ہر حکم کی فویت کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ وہی جس کے ذریعہ ایک تخفیر کو دوسرے پر فویت ہوتی ہے۔ اسی کا فیض ہے۔ مگر سورہ زخرف میں یہ آیا ہے: ”وقالو الولاذ نزّل هذا القرآن على رجل من القرىتين عظيم . اهم يقسمون رحمة ربک . نحن قسمنا بینهم معيشتهم في الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخد بعضهم بعضا سخريا ورحمة ربک خير مما يجمعون“ (اور کہتے ہیں کیوں نہ اڑایہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دونوں بستیوں میں سے کیا وہ ہاٹلتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ہم نے ہاثر دی ہے روزی ان کی دنیا کی زندگانی میں، اور بلند کردیئے درجے بعض کے بعض پر کہ تمہرا تابہ ایک دوسرے کو خدمت کارا در تیرے رب کی رحمت بہتر ہے ان چیزوں سے جو منع کرتے ہیں۔ ۴)

تشریح ارتقاء

اس سے کچھلی آئت میں یہ فرمایا تھا کہ ہم جس پر چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ یہاں پر یہ فرمایا کہ دنیادی ساز و سامان جس پر نبوت و رسالت کا شرف ظاہر ہے۔ ان کی جھوپڑی سے نہیں باشنا تو تخفیری ان کی جھوپڑی کیسے دی جائے۔

آگے سورہ الحجاد میں فرمایا: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسُحُوا يَفْسِحَ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انْشُرُوا فَانْشُرُوا يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ

آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات والله بعاتعملون خبیر” ﴿اے ایمان والو! جب کوئی تم کو کہے کہ کھل کر بیٹھو مجلسوں میں تو کھل جاؤ۔ اللہ کشاوگی وے تم کو اور جب کوئی کہے انھ کھڑے ہو تو انھ کھڑے ہو۔ اللہ بلند کرے گا ان کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم ان کے درجے اور اللہ کو خیر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔﴾

اس آیت مبارکہ میں حضو ﷺ کی مجلس میں پیشے والوں کو آداب مجلس سکھائے گئے ہیں۔ مگر ساتھ ہی بتایا کہ حضو ﷺ کی محبت سے زیادہ فیض وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں اور انہی کے درجے بلند ہو سکتے ہیں جو آداب محفل جانے کے علاوہ اہل علم و ایمان ہیں۔ وہی لوگ مراتب میں ترقی کرتے ہیں۔

میں نے وہ تمام آیات یہاں درج کر دی ہیں جن میں رفع اور درجات کا ذکر بیجا آیا ہے یا جن سے بلندی درجات کا کوئی مفہوم کلکٹ کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو القاط آئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں: ”واذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک اللہ (آل عمران: ۵۵)“ ﴿جب عیسیٰ سے خدا نے فرمایا، اے عیسیٰ میں تجھے وفات دون گا..... اور تم کو اٹھا لوں گا۔﴾

”وما قاتلوه وما صلبیوه ولكن شبه لهم وما قاتلوه يقيناً بل رفعه اللہ الیہ (النساء: ۱۵۸، ۱۵۷)“ ﴿اوہ نہیں قتل کیا اس کو اور نہ ہی سولی دیا مگر ان کے لئے (ایک دوسرا شخص عیسیٰ کے مشابہ کر دیا) وہ شہر میں رہے اور عیسیٰ کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے انہیں اپنی طرف بلا لیا۔﴾

ان القاط میں دیگر امور کے علاوہ جن کا ذکر آگئے گا، کوئی لفظ بلندی درجات کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ان القاط کے معنی تو یہ ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا جس کی تائید صدر کے لفظ ”الی“ سے ہوتی ہے۔ جہاں جہاں درجات ملنے کا ذکر ہے، وہاں درجے یا درجات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ”ولکل درجات معا عملوا (انعام:)“ ﴿ہر ایک کے لئے درجے ہیں، ان کے عمل کے۔ کچھ سورہ انفال میں آیا ہے:

”اولئک هم المؤمنون حقاً لهم درجات عند ربهم و مغفرة و رزق
کریم (۴)“ ﴿وہی ہیں سچے ایمان والے ان کے لئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور
معافی اور روزی عزت کی۔﴾

اسی طرح اور جگہ آیا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں قرآن کریم کا انہا طرز بیان اور اس کی خالص اصطلاحات یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کی نسبت یہ قرار دینا کہ اس سے مراد رفع درجات ہے، صحیح نہیں۔ معتبرین کے اس سوال کا جواب کہ چونکہ رفع آسمانی ایک محال چیز ہے۔ اس لئے اس کی تاویل کرتے ہیں، پہلے دیا جا پکا ہے۔

نوٹ: ”رافعک اللہ“ سے مراد ”اللی محل کرامتی و مقر ملائکتی“ ہے۔

ایسے مقام پر جہاں میری کرامت ہے اور جہاں میرے طاڭکہ رہتے ہیں۔ ۴۶۷
اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے یا اس کے جہت سے پاک ہونے کی نسبت اکثر لوگوں میں کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ وہ ہر جگہ اور ہر چیز میں ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ وہ اپنے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ ہے تو بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہ کہتا کہ وہ ہر ہمیشہ کے برقرار میں، ہر لوہے کی چیز میں یا ہر انسان، شجر و حجر میں بذات خود موجود ہے، تو صحیح نہیں۔ بعض فلسفی تو وحدت الوجود کے قائل ہیں اور بعض ہمدادست کے ماننے والے۔ مگر ان تخلیقات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم سورہ الجدہ میں آتا ہے:

”يَدِبْرُ إِلَّا مِنْ السَّمَاوَاتِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَارَهُ
الْفَسْنَةِ مَا تَعْدُونَ، ذَلِكَ عَالَمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ“ ۴۶۸
اتارتا ہے کام آسمان سے زمین تک، پھر چڑھتا ہے وہ کام اس کی طرف ایک دن میں جس کا پیمانہ ہزار رہس کا ہے تمہاری گنتی میں، یہ ہے جانتے والا پوشیدہ اور ظاہر کا، زبردست رحم کرنے والا۔ ۴۶۹
دوسری جگہ سورہ الملك میں یوں آیا ہے: ”أَمْنَتْمُ مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ أَنْ يَخْسُفَ
بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هُنِّيَّ تُمُورُوا، أَمْ أَمْنَتْمُ مِنْ فِي السَّمَاوَاتِ أَنْ يُرْسَلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا
فَسْتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٌ (۱۶، ۱۷)“ ۴۷۰ کیا تم ڈر ہو گئے۔ اس سے جو آسمان میں ہے کہ دنباۓ تم کو زمین میں، پھر ترب علی لرزنے لگے یا ٹرہو گئے، اس سے جو آسمان میں ہے، اس بات سے کہ بر سادے تم کو چینہ پھر دوں کا، تو سو جان لوگے کیسا ہے میرا ذرا راتا۔ ۴۷۱

پھر سورہ طہ میں آیا ہے: ”تَنْزِيلًا مِنْ خَلْقِ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى
الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ أَسْتَوْى (۴، ۵)“ ۴۷۲ (قرآن) اتارتا ہوا ہے اس کا جس نے بنائے زمین اور آسمان اوس پنجے، وہ بڑا مہر بان ہے عرش پر قائم ہوا۔ ۴۷۳

سورہ الشوری میں آیا ہے: "لَيْسَ كَمُثْلِهِ شَيْءٌ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۱۰)"
 『نہیں ہے اس کی طرح کا کوئی، یعنی پہنچ ہر چیز کو دیکھتا تھا ہے۔ ہرگز اس کا دیکھنا ممکن تھا کیونکہ
 طرح نہیں، یعنی اس کے کمالات کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ پھر سورہ میں میں آیا
 ہے: "مَكَانٌ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمُلَاهِ إِلَّا عَلَى أَذْيَخْتَصُّونَ إِنْ يُوحَى إِلَيْهِ إِلَّا اِنْمَا
 اَنْذِيَرُ مَبِينٍ (۷۰،۶۹)" 』 『جو کو کچھ خبر نہ تھی اور پر کی مجلس کی جب وہ آپس میں بھرا کرتے
 ہیں۔ مجھ کو تو بھی حکم آتا ہے کہ (خدا کے عذاب سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ ۴۷)

"مُلَاهٌ أَعْلَى" (اوپر کی مجلس) ملائکہ مقریبین کی مجلس ہے۔ جن کے قوس طے سے تداہیر
 الہیہ اور تصریفات کو شیطانیہ نہ یہ ہوتی ہیں۔ سورہ النجم میں آیا ہے: "وَلَقَدْ رَأَهُ نَزْلَةً أَخْرَى
 عَنْ سَدْرَةِ الْمَنْتَهَىٰ عِنْدَ هَاجِنَةِ الْمَاوَىٰ (۱۱،۱۲)" 』 اور اس کو اس نے دیکھا ہے،
 اترتے ہوئے ایک بار اور بھی سدرۃ المنتهى کے پاس، اس کے پاس ہے، بہت آرام سے رہنے
 کی۔

نوٹ: یہ ذکر ہے شب مراجع جب تک علیہ السلام کا حضور ﷺ کو اترتے ہوئے دیکھنا
 سدرۃ المنتهى کے پاس جس کے قریب بہت ہے۔ سورہ الاعراف کے آخر میں آیا ہے: "إِنَّ
 الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْجُونُهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ (۲۰۶)"
 『بے پہنچ جو تمیرے رب کے نزدیک ہیں، وہ تکبر نہیں کرتے، ان کی بندگی میں اور یاد کرتے ہیں
 اس کی پاک ذات کو اور اسی کو بجدے کرتے ہیں۔ ۴۸)

اس آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں عار نہیں ہے۔ اس
 آیت مبارکہ کے الفاظ "عندربک" "قابل غور ہیں۔

آیات بالا سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ جہت فوق کی نسبت دی جاتی ہے اور ملا اعلیٰ
 کا آسمانوں میں ہونے کا صاف ذکر ہے۔ فرشتے تو آسمان ہی کی جہت سے اترتے ہیں۔ اس
 لئے اگر "رَفِعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" سے مراد ہوگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مقام قرب
 کی طرف جہاں مقرب فرشتے رہتے ہیں، اٹھا لیا۔ تو اس پر یا اعتراض کس طرح وارد ہو سکتا ہے کہ
 اس معنی کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہت یا مکان مقرر کیا جاتا ہے؟۔

ہاں! کچھ لوگ ایسے ہیں جو آسمان کے دجوہ کے عقی قاتل نہیں تو یہ ان کا زاویہ نظر ہے۔

اہمیت کو کرو ہوائی میں حضرت انسان چند میلوں سے اوپر جانیں سکا۔ قرآن کریم میں تو آتا ہے: ”وفى السماه رزقكم وما توعدون فورب السماء والارض انه لحق مثل ما نکم تنطقون (زاریات: ۲۲)“ اور آسان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا سو تم رب آسان اور زمین کی کریہ بات حقیقت ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔

اسی سورت میں آگے آیا ہے: ”والسماء بنینها باید وانالموسعون والارض فرشناها فنعم الماهدون (زاریات: ۴۸)“ اور ہبھایا ہم نے آسان کو ہاتھ کے مل سے اور ہم کو سب مقدور ہے اور زمین کو پھایا ہم نے سو کیا غوب بچھانا جانتے ہیں۔ نیز قرآن کریم میں ہے: ”ومن کل شی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (زاریات: ۴۹)“ اور ہر چیز کے بناۓ ہم نے جوڑے تا کتم دھیان کرو۔

چند سال قبل یہ کون یقین کر سکتا تھا کہ ہر چیز کا نرمادہ ہے۔ لیکن اب سائنس دانوں نے تو چند سالوں سے یہ بھی مان لیا ہے کہ پتھر جیسی چیز میں بھی نرمادہ ہے۔ بلکہ ہر ایک نوع میں زر دادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے۔ اس تحقیقات سے پہلے وہ لوگ جو قرآن کے معنی کرنے میں قلچے یا اپنی معلومات کے پابند ہیں، بھی کہتے تھے کہ ”کل شی“ سے مراد جاندار چیزیں ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ بعض لوگوں نے درختوں کو بھی شامل کر لیا تھا۔ جیسا کہ اوپر میں نے کہا ہے کہ ہماری معلومات ہی کیا ہیں کہ ان کی بناء پر قرآن کریم کو اللہ کا کلام مانتے ہوئے اس کے صاف لفظی معنوں میں کسی تاویل رکیک کی جرأت کریں۔ اس لئے رفع ای السماء کے وعی معنی درست ہیں جو اس کے الفاظ طاہر کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۴ متعلق عیسیٰ علیہ السلام

اس کے بعد سورۃ آل عمران روکع ۱۳ میں اس طرح آیا ہے:

”اذ قالـت الـملـكـة يـا مـرـيم إـن اللـه يـبـشـرـك بـكـلـمة مـنـه أـسـمـه الـمـسـيـح عـيـسـيـ أـبـن مـرـيم وـجـيـهـا فـي الدـنـيـا وـالـآخـرـة وـمـن الـمـقـرـبـيـن وـيـكـلـم النـاسـ فـي الـمـهـد وـكـهـلـا وـمـن الـصـالـحـيـنـ، قـالـت رـبـ اـنـيـ يـكـونـ لـى وـلـدـ وـلـمـ يـمـسـسـنـي بـشـرـ قالـ كـذـالـكـ اللـه خـلـقـ مـا يـشـاءـ اـذـأـقـضـيـ اـمـرـاـ فـانـمـاـ يـقـولـ لـهـ كـنـ فـيـكـونـ، وـيـعـلـمـ الـكـتـبـ وـالـحـكـمـةـ وـالـتـوـرـلـةـ وـالـأـنـجـيـلـ، وـرـسـوـلـاـ إـلـيـ بـنـى اـسـرـاقـيـلـ اـنـيـ قـدـ

جتنکم بایہ من ربکم انی اخلاق لکم من الطین کھیۃ الطیر فانفع فیہ فیکون
طیرا باذن اللہ، وابری الاکمہ والابرض واحیی الموتی باذن اللہ، وابنکم
بماتاکلون وما تدخرؤن فی بیوتکم، ان فی ذالک لایہ لکم ان کنتم مؤمنین۔
ومصدق المابین یدی من التوراة ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم
وجتنکم بایہ من ربکم فاتقو اللہ واطیعون، ان اللہ ربی وربکم فاعبدوه، هذا
صراط مستقیم، فلما احس عیسیٰ منہم الکفر قال من انصاری الى اللہ، قال
الحواریون نحن انصار اللہ، امنا باللہ وashد بانا مسلمون، ربنا امنا بما
انزلت واتبعنا الرسول فلکتبنا مع الشہدین، ومکروا وامکرا اللہ، واللہ خیر
المالکرین، اذقال اللہ عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین
کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القيمة، ثم الی
مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون، ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل
آدم، خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون، الحق من ربک فلا تکن من
المغترین”

﴿وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا۔ سریم تم کو خدا اپنے حکم
سے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتا ہے۔ جس کا نام عیسیٰ تھا ابن مریم ہوگا (اور) وہی
اور آخرت (دونوں) میں باعزت (آبرو) اور خدا کے مقرب بندوں میں ہوگا اور (بچپن میں)
جب جھولے میں پڑا ہوگا اور بڑی عمر ہو کر (دونوں حالتوں میں یکساں) لوگوں سے باٹنی کرے گا
اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ (یہ سن کر مریم تعجب سے) کہنے لگیں پروردگار مجھے لڑکا کیوں کر ہو گا
حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوٹا نہیں۔ ارشاد ہوا اسی طرح خدا جو خاتا ہے کرتا ہے۔ جب وہ کسی
کام کا کرنا شمان لیتا ہے تو بس اسے کہتا ہے ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے اور (اے مریم) خدا اس کو
(تمام) الکتاب اور الحکمت اور (خاص کر) توریت و انجیل سکھادے گا اور بنی اسرائیل کا رسول
(قرار دے گا اور وہ ان سے یوں کہے گا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے
(اپنی نبوت کی) یہ نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں گندھی ہوئی ہوئی مٹی سے ایک پرندے کی مورت بناؤں گا
اور پھر اس پر (کچھ) دم کروں گا تو وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے گا اور میں خدا کے حکم سے مادرزاد
اندھے اور کوڑھی کو اچھا کروں گا اور مردوں کو زندہ کروں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں

میں جمع کرتے ہو، میں (سب) تم کو بیتاوں گا۔ اگر تم ایمان دار ہو تو بے تک تھمارے لئے ان باتوں میں میری نبوت کی بڑی نشانی ہے اور تو ریت جو میرے سامنے موجود ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور (میرے آنے کی) ایک غرض یہ (بھی ہے) کہ جو چیزیں تم پر حرام ہیں۔ ان میں سے بعض کو (خدا کے حکم سے) حلال کر دوں اور میں تھمارے پروردگار کی طرف (اینی نبوت کی) نشانی لے کر تھمارے پاس آیا ہوں۔ پس تم خدا سے ڈراؤ اور میری اطاعت کرو۔ بے تک خدا ہی میرا اور تھمارا پروردگار ہے۔ جس عبادت کرو (کیونکہ) یہی (نجات کا) سیدھا راستہ ہے۔ پھر جب عیسیٰ نے (اتی باتوں کے بعد بھی) ان کا کفر (پرازے رہنا) دیکھا تو آخر کہنے لگے، کون ایسا ہے جو خدا کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے۔ (یہ سن کر) حواریوں نے کہا ہم خدا کے طرف دار ہیں اور ہم خدا پر ایمان لائے اور (عیسیٰ نے کہا) آپ گواہ رہئے کہ ہم فرمائیں وار ہیں (اور خدا کی بارگارہ میں عرض کی کہ) اے ہمارے پانے والے! جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول (عیسیٰ) کی ہیروی اختیار کی۔ پس تو ہمیں (اپنے رسول کے) گواہوں کے وقت میں لکھ لے۔ اور یہ ہدیوں نے (عیسیٰ سے) مکاری اور خدا نے اس کے وفیہ کی تدبیر کی اور خدا سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے اور (وہ وقت بھی یاد کر) جب عیسیٰ سے خدا نے فرمایا اے عیسیٰ امیں تیرا وقت پورا لے کروں گا۔ تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ تیرے مکروں (کی تھتوں) سے تجھے پاک کروں گا اور جن لوگوں نے تیری ہیڑ دی کی ہے۔ انہیں قیامت تک تیرے مکروں پر برتری دوں گا اور بالآخر سب کو (قیامت کے دن) میری ہی طرف لوٹا ہے۔ سوا دن ان باتوں کا نیقطع کر دوں گا۔ جن میں لوگ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تو عیسیٰ ایسا ہی ہے جیسا آدم مٹی سے پیدا کیا ہم اس کی بناوٹ کے لئے حکم فرمایا کہ ہو جا اور (جیسی کچھ مشیت الہی تھی، اس کے مطابق) ہو گیا۔ (اے عجیب) یہ تھمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو دیکھو ایسا نہ ہو کہ تک دشیب کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

ان آیات مبارک پر کچھ لکھنے سے پہلے تجویز سے تاریخی واقعات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سورہ مریم نکل شریف میں نازل ہوئی۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے نبی ہونے کا اور وفات پانے کا ذکر ہے اس میں صحیح کالنظیہں آیا۔ سوائے اس بات

۱۔ ان الفاظ کے معانی پر بحث بعد میں آئے گی اور میرے خیال میں اس کا لفظی ترجمہ یوں ہی ہو کہ میں تجھے وفات دوں گا۔

کے کوہ گھوارے یا گودیں اور کسی مجرمے کا ذکر بھی نہیں ہے۔ یہ بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ جب شہ کی بحیرت سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی تھی اور نجاشی شاہ جب شہ کے سامنے حضرت جعفر طیار نے یہ سورت پڑھی تھی جب کہ قریش نے وہاں جا کر ٹھکایت کی کہ یہ لوگ ہمیں دین سے بدرہ کرتے ہیں اور آپس میں پھوٹ ڈالتے ہیں اور یہ کہ ان کو یہاں سے واپس کر دینا چاہئے۔ کیونکہ ان کا اعتقاد تھیک نہیں۔ اوپر کی آیات جو نمبر ۲ میں نقل کی گئی ہیں، آل عمران کا حصہ ہیں اور یہ ابتدائی آیات کے ساتھ اس وقت نازل ہوئیں جب نجران کے ساتھ عیسائیوں کا ایک وفد نی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور مقنائز فیہ امور پر بحث ہوئی۔ جس کا تفصیل ذکر سیرت کی کتابوں میں ہے۔

اگرچہ بعض عیسائی خدا کی وحدتیت کا اعتقاد رکھتے تھے اور بعض عیسائی فرقے یہ بھی مانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سوی نہیں دی گئی۔ لیکن عیسائیوں کا عام اعتقد یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام یعنیہ خدا یا خدا کے بیٹے یا تین خداوں میں سے ایک ہیں اور یہ کہ یہود نے ان کو صلیب پر چڑھایا جس سے ان کی موت واقع ہوئی۔ تین دن کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام پھر زندہ ہوئے اور اپنے حواریوں سے ملے اور پھر آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ صلیب پر چڑھ کر گویا انہوں نے ان کے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ کر دیا۔ آل عمران میں ان عقائد بالطلہ کی تروید ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتی ہے: ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُومُ“ جس سے حضرت عیسیٰ کے خدا یا جزو خدا ہونے کی تروید ہے۔

نوٹ: ضروری آیات کا صرف حوالہ دیا جائے گا۔ جھٹی آیت میں آتا ہے:

”هُوَ الَّذِي يَصُورُكُمْ فِي الْأَرْضِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ (آل عمران: ۳)“ ہوئی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، زبردست ہے حکمت والا۔

عیسائیوں کے اس استدلال کا کہ جب مسیح کا ظاہری باپ نہیں تو بجز خدا کے کس کو باپ کہیں، مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے جواب ہو گیا کہ خدا جس طرح چاہے آدمی کا نقشہ تیار کر دے کیونکہ وہ ایسا خدا ہے جس کی قدرت کو کوئی محدود نہیں کر سکتا اور حکیم ہے۔ جہاں جیسا مناسب جاتا ہے، کرتا ہے۔ جیسے آدم کو بدلون ماں باپ، بدلوں کے پیدا کیا۔ خدا کو بدلون ماں کے اور مسیح کو بدلون

باپ کے۔ پھر ساتویں آیت میں فرمایا:

”هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أَمُّ الْكِتَابِ
وَآخِرُ مُتَشَابِهَاتٍ (آل عمران: ۷)“ (وہی ہے جس نے ائمہ مجھ پر کتاب، اس میں بعض
آیات میں حکم (یعنی ان کے معنی واضح ہیں) وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں تشبیہ، یعنی جس
کے معنی کئی طرح ہو سکتے ہیں۔)

حضرت مسیح علیہ السلام کو فکر اللہ کہا گیا ہے۔ یہ لفظ بھی ایک قسم کا تشبیہات سے ہے۔
یعنی اس کے اصل معنی معلوم نہیں یا محسن نہیں ہیں۔ اس آیت مبارکہ کے لانے سے ایک غرض یقینی
کہ اگر ہم کلمۃ اللہ کے صحیح معنی نہ سمجھ سکیں تو صرف اس وجہ سے کہ حضرت مسیح کو فکر اللہ کہا گیا
ہے، خدا یا خدا کا جزو نہیں کہنا چاہیے۔ ان الفاظ کی تاویل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جب اس نے
فرمایا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُومُ“ تو کلمۃ اللہ کی کوئی تاویل اس کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ یہ
تاویل دہی کریں گے جن کے دلوں میں بھی ہو گی۔

آگے سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳ میں اس طرح آیا ہے: ”قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي
فَتْحِيْنِ التَّقْتَاءِ فَلَمَّا تَقَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَخْرَى كَافِرَةً يَرُونَهُمْ مُثَلِّيهِمْ رَائِي
الْعَيْنِ، وَاللَّهُ يَؤْيِدُ بَنَصَرَهُ مَنْ يَشَاءُ، أَنْ فِي ذَلِكَ لَعْبَرَةٌ لَا ولَى الْأَبْصَارِ“ (۱۴) اسی
گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں کا (جن میں) مقابلہ ہوا۔ ایک فوج ہے کہ راتی
ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے۔ دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند مرتع
آنکھوں سے اور اللہ زور نہیں اپنی امداد کا جس کو چاہے، اس میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو۔

یہاں آیا ہے کہ کافروں کو مسلمان اپنے سے دگناد کیوں ہے تھے۔ حالانکہ جنگ بدر میں
جس کے متعلق یہ آیت ہے، کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس ۲۰۰۰۰ اونٹ اور ۱۰۰۰۰ گھوڑے
تھے۔ دوسری طرف مسلمان عجائبین تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے۔ لیکن قدرت کا کرشمہ تھا کہ ہر حریف
اپنے فرقی خالف کو اپنے سے دگناد کیتا تھا اور بعض وقت جیسا کہ انفال میں آیا ہے، کم دیکھتا تھا۔
اس آیت کا یہاں لانا ضروری اس لئے تھا کہ اوپر کہا گیا تھا کہ تم کفار عنقریب
مسلمانوں کے مقابلے میں مغلوب ہو گے۔ جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا۔ لیکن: ”يَرُونَهُمْ مُثَلِّيهِمْ
رَائِيَ الْعَيْنِ“ کے لانے سے میری رائے میں یہ بھی غرض ہے کہ اس شبہ کا جواب ہو جائے کہ

یہودیوں نے کس طرح ایک دیگر شخص پر حضرت مسیح کے پھرے کی شاہت کی وجہ سے اے حضرت مسیح علیہ السلام سمجھ لیا۔

جب جنگ بدر میں دونوں فریق یعنی مسلمان اور کفار اللہ کی قدرت و حکمت سے ایسی غلطی میں روز روشن میں جاتا ہو سکتے ہیں کہ ہر دو فریق مقابل کو گناہ کیجئے تو چند ایک یہودی جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانا تھا، کیوں ایسی غلطی میں نہیں ڈالے جائیتے؟

آگے سورہ مذکورہ آیات ۱۵۱ تا ۱۵۶ سے تاویا کہ انسان نیک اعمال سے ہی جنت میں جا سکتا ہے۔ کفارہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اگرچہ اور آیات بھی دیگر عقائد باطلہ کی ترویج کرتی ہیں۔ لیکن میں اتنے پر ہی اتفاق کرتا ہوں۔ اب اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

نمبر ۳ کے ارتقائی نوٹ میں کہا گیا تھا کہ الفاظ ”واتینا عیسیٰ ابن مریم البینات و ایتناہ بروح القدس“ کے الفاظ دوبارہ لانے سے ظاہر ہے کہ مضمون بدلتے گا۔ اس لئے نمبر ۴ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف مسیح کہا گیا ہے بلکہ ان کی پیدائش، ان کے انجیل ملنے، نبی اسرائیل کی طرف رسول ہونے اور ان کے بڑے بڑے نجاتات اور ان کے آنے کی غرض اور ان کے حواریوں کے ایمان لانے اور لوگوں کے فریب سے ان کو بچانے اور ان کے ”رفع الی السماء“ اور ان کے چیزوں پر غالبہ پانے وغیرہ کا ذکر ہے۔

اب اس مقام پر دو قسم کا ارتقاء ہے۔ جس کا ذکر الگ الگ ہو چکا ہے۔ ایک تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے خلاف آیات اور دوسرا ان کے رسولوں کی طرح رسول ہونے کا ذکر، اس لئے پہلے ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن میں لفظ مسیح آیا ہے۔

نوٹ: الفاظ پر بحث بعد میں کی جائے گی۔

جن آیات مبارکہ میں کہا گیا تھا: ”انی متوفیک و رافعک الٰی“ ان کی توضیح سورہ النساء میں یوں کردی گئی ہے: ”وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله وما قتلواه و ماصلبوه ولكن شبه لهم، و ان الذين اختلفوا فيه لفی شک منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلواه يقينا بل رفعه الله الیه، و كان الله عزیز حکیما۔ و ان من اهل الكتاب الایؤمن به قبل موتة و يوم القيمة يكون عليهم شہیدا“ ہے اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح خدا کے رسول

کو قتل کرڈا، حالانکہ نہ تو ان لوگوں نے اسے قتل ہی کیا اور نہ سولی دی مگر ان کے لئے (ایک دوسرا شخص عیسیٰ کے مشاہب) کر دیا گیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ یقیناً لوگ اس (کے حالات) کی طرف سے دھوکے میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ ان کو اس (واقعہ) کی خبر ہی نہیں۔ مگر فقط انہل کے پیچے (پڑے) ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور خدا تو پر از بر دست تدبیر والا ہے اور جب عیسیٰ (مہدی موعود) کے ظہور کے وقت آسمان سے اتریں گے تو اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو گا جو ان پر ان کے مرنے کے قتل ایمان نہ لائے اور خود عیسیٰ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ ۴۷

صاف ظاہر ہے کہ شان کا قتل واقع ہوا اور نہ ہی ملیک دی گئی۔ بلکہ ان کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا اور اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو گا جو ان پر ان کے مرنے سے قبل ایمان نہ لائے۔ ارتقاء یہ ہے کہ ان پر موت آئی ہے اس لئے وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جس پر موت راقع ہو سکتی ہے، وہ خدا نہیں ہے۔

آگے سورہ النساء میں یوں آیا ہے: ”لَنْ يَسْتَنْكِفُ الْمُسِيْحُ إِنْ يَكُونُ عَبْدَ اللَّهِ وَلَا الْمَلَكُوْنَ مِنْ يَسْتَكْبِرُ فَسِيْحُهُرُ هُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا“ ۴۸ نہ تو حکیم خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز عار کہ سکتے ہیں اور نہ خدا کے مقرب فرشتے اور جو شخص اس کے بندہ ہونے سے عار کئے گا اور شجاعتی کرے گا سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس..... اور ہر ایک کو اس کے کام کی جزا اسزادے گا۔ ۴۹

تشریح ارتقاء

ارتقاء یہ ہے کہ وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد مقرب فرشتوں کے ساتھ ہیں اور ان کو خدا کا بندہ کہلانے میں کوئی عانشیں۔ اگر خدا نخواستہ وہ ایسا کریں تو وہ رسولوں کی طرح جواب دہ ہوں گے۔

اس امر پر کہ یہ آیت حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے، بحث آگے آئے گی۔ آگے سورہ المائدہ میں یوں آتا ہے: ”لَقَدْ كَفَرَ الظَّيْنُ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسِيْحُ أَبْنُ مُرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يُمْلِكُ مِنَ الْأَنْهَى إِنَّ اللَّهَ شَيْءَ أَنْ إِرْدَانَ يَهْلِكَ مُسِيْحُ أَبْنِ مُرْيَمَ وَإِنَّمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا“ ۵۰ جو لوگ اس کے قاتل ہیں کہ مریم کے بیٹے تھے جس خدا ہیں، وہ ضرور

کافر ہو گئے۔ ان سے پوچھو تو ہملا اگر اللہ کریم کے بیٹے سچ اور ان کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں، کوہلاک کرنا چاہے تو پھر کس کا بس چل سکتا ہے؟ ۴)

ہلاک کے معنی یہاں نیست و نابود کرنے کے ہیں۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ ہر چیز کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ جس میں سچ بھی شامل ہے تو پھر سچ کو خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ بیان کرتا ہوں۔ امید ہے کہ لوگ اس پر صبر و تحمل سے غور کریں گے۔ کیونکہ پہلے چل جب الہ دل نے مجھ سے ذکر کیا تو میں نے بھی سرہادی تھا اور وہ یہ ہے کہ ”امہ“ کے معنی بھی یہاں وہی ہیں جو سورہ القارعہ میں ہے۔ جہاں آیا ہے: ”وَامَا مِنْ خَفْتٍ مَا زِينَهُ فَأَمَّا هَلَوْيَهُ“ ۵) اور جس کے (یہ اعمال کے) پہلے ہوں گے تو اس کا ملکانہ ہادی یہ ہے۔ ۶)

اگر ”امہ“ کے بھی معنی اس آیت میں لگائے جائیں یعنی ”ملکانے“ کے کئے جائیں تو مطلب بڑا صاف ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر خدا کا یہ ارادہ ہو کہ وہ سچ کو کہ جس کا ملکانہ (یعنی آسمان اور جہاں وہ ہیں) اور ساتھ ہی وہاں کے رہنے والے اور تمام زمین کے رہنے والے کو ہلاک کر دے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ اس لئے یہاں ہلاک کے معنی موت کے ہو سکتے ہیں۔ اگر یعنی علیہ السلام کی وفات پہلے سے واضح ہو جگی ہے تو پھر ان الفاظ کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ آگے المائدہ میں یوں آیا ہے:

”بِالْمَسِيحِ بْنِ مَرْيَمَ الْأَرْسُولِ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرِّجْلُ وَالْمَهْدِ
صَدِيقُهُ كَانَا يَأْكُلُانِ الطَّامَ انْظَرْ كَيْفَ نَبَيَنَ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظَرْ أَنِي يَوْفِكُونَ“
۷) میریم کے بیٹے سچ تو ایک رسول ہیں اور ان کے ہتھیارے رسول گزرے اور ان کی ماں بھی پچ سی بندی تھی اور دونوں کھانا کھاتے تھے غور تو کرو کہ ہم اپنے احکام ان سے کیے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ لوگ کہاں بھلکے جا رہے ہیں۔ ۸)

ارقاہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا عجیب و غریب دلیل بتائی حضرت سعیؑ علیہ السلام کو عام آدمیوں کی طرح کھانے کی حاجت تھی (کھانے کے بعد کے متانع ۹) کا ذکر نہیں فرمایا۔ آدمی خود خیال کر سکتا ہے (تو اسی سقی کو یہ لوگ کیسے خدا کہہ سکتے ہیں؟ یہ آیت بھی یعنی علیہ السلام کی حیات پر واضح دلیل ہے۔ اس کے متعلق میں سید اولیاء قادری وکیل ہائیکورٹ حیدر آباد کے رسال ”نور حق“ سے اقتباس درج کرتا ہوں:

”اس آیت شریف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بقید حیات ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے رحلت نہیں فرمائے گے۔ اگر ایسا ہوتا تو ”قد خلت من قبلہ الرسل“ ارشاد نہ ہوتا اور ”قد خلت“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل کر دیئے جاتے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام موت طبعی سے اب تک نہیں مرے۔ اس لئے وہ ”قد خلت من قبل“ (کی عبارت کے پیش نظر) سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ پس یہ تجویز لکلا کہ اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بقید حیات ہونا ثابت ہے۔“

آیت مبارکہ ”وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل“ سے عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تقدیر ای مستثنیٰ فرمادیئے گئے ہیں۔ جس طرح ”فانکحوا ماطاب لكم من النساء مثنی وثلاث ورباع کلوا وشربوا ولا ترموا (نساء: ۳)“ ہے یعنی نکاح کر قوم ان عورتوں سے جن کو تم چاہو، دو، تین چار، کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ یہ کی آیات سے اول الذکر میں بلا تخصیص ہر عورت سے نکاح کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ بلا استثنی محروم شریعی ہر عورت سے نکاح کی اجازت ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے معنی میں محروم شریعی تفسیر ای مستثنیٰ رکھے گئے ہیں۔ ان کے سوا باقی ان تمام عورتوں سے جو عرم ہیں، نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

اس طرح آیت نمبر ۲ میں ہر جسم کی چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت ہے۔ لیکن کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حرام چیزوں بھی اس آیت کے استدلال سے کھائی پی جاسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ حلال چیزوں میں ہیں ان کو کھاؤ اور پیو اور حرام چیزوں تقدیر ای مستثنیٰ رکھی گئی ہیں۔ اسی طرح آیت شریف ”وما محمد الا رسول“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تقدیر ای مستثنیٰ رکھے گئے ہیں۔ اگر اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ نہ ہوں تو آیت ”مالمسیح ابن مریم الا رسول“ غلط ہو جائے گی۔

ان دونوں آیتوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور یہ ارشاد باری تعالیٰ: ”ولو كان من عند غير الله لوجد و فيه اختلافا كثيرا (النساء: ۸۲)“ ہے اگر قرآن پاک بجز خدا کے کسی اور کسی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلافات پیدا ہو جاتے۔ یہ کے پیش نظر بوجہ اختلاف، منزل من اللہ کس طرح کہا جاسکے گا۔ درآنحالیکہ اس کا منزل من اللہ ہونا مسلم ہے۔ پس

الک صورت میں آیت ”وما محمدا رسول“ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تقدیر اُستھی کئے بغیر اختلاف آیات رفع نہ ہو سکے گا۔ اس سے یتیجہ لکھا کہ آیت ”وما محمد الارسول“ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی۔

آخر دفعہ صحیح کا لفظ یوں آیا ہے سورہ توبہ میں: ”وقالت اليهود عزيرن ابن الله و قالت النصارى المسيح ابن الله، ذلك قولهم بافوا لهم يضا هون، قول الذين كفروا من قبل قاتلهم الله انى يوفكون، اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مریم وما امرموا الا ليعبدوا الها واحد لا الله الا هو سبحانه عما يشركون (۳۱)“ اور یہود نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا صحیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ تو ان کی بات ہے (اور وہ بھی خود) انہی کے منہ سے یہ لوگ ابھی انہی کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے (گزر چکے) ہیں۔ خدا ان کو قتل کرے کہاں بھکرے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اپنے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اپنے زادبوں کو اور مریم کے بیٹے صحیح کو اپنا پروردگار بناڑا۔ حالانکہ انہیں سوائے اس کے حکم ہی نہیں دیا گیا کہ خدا نے یکتا کی عبادت کریں اور اس کے سوا کوئی قابل پرتش نہیں جس چیز کو لوگ اس کا شریک بتاتے ہیں وہ اس سے پاک اور پاکیزہ ہے۔

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں آخری دلیل ہے۔ الوہیت کی ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ یہ بات ان کی خود ساختہ ہے جیسا کہ ان سے پہلے یہود نے عزیز کو خدا کا بیٹا بنایا۔ یا جیسے دیگر لوگوں نے اپنے دیوتاؤں کو خدا کہا۔ آپ نے ملاحظہ کر لیا ہو گا کہ لفظ صحیح کے بیان میں بھی ارتقاء کو بخوبی رکھا گیا ہے تو اور کون سی اسکی بات ہے جس میں نہیں رکھا ہو گا اور یہ بھی دیکھ لیا ہو گا کہ اس ارتقاء کو بخوبی رکھا جائے تو لکھنے مطالب صاف ہو جاتے ہیں۔

آیات مندرجہ نمبر ۳ کے الفاظ پر بحث

”ويعلمهم الكتاب والحكمة والتورات والإنجيل“ ۶۷ کھادے گا اس کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجلیل۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”الكتاب والحكمة“ سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسروں نے الكتاب کے معنی لکھنے کے کئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ الكتاب سے مرا وہی تورات اور الحکمة

سے مراد انجلیں ہیں۔ میرے ہمیں یہ آیا ہے کہ الکتاب والحکمت دونوں ایک ایسی چیز کے جزو ہیں جو تورات اور انجلی سے ضرور افضل ہے اور خود قرآن کریم سے اس کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ الکتاب والحکمة پہلی جگہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسما جمل علیہ السلام کی دعائیں اس طرح آئے ہیں۔ جب کہ وہ کعبہ شریف کی تعمیر کر رہے تھے: ”ربنا وابعث فیهم رسولا ویعلّمہم الکتاب والحكمة ویزکیہم نک انت العزیز الحکیم (البقرہ)“ ۷۱۴ اے پورا دگار ہمارے پیغام ان پر ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آئیں اور سکھادے ان کو کتب اور حکمت بیٹھ لو ہی بڑی زبردست حکمت والا ہے۔ ۷۱۵

البقرہ کے روایت نمبر ۶ میں ہے: ”وادأٰتینا موسى الکتاب والفرقان لعلکم تهتدون“ ۷۱۶ اور جب ہم نے وہی موسیٰ کو کتاب اور حق کو تلقی سے جدا کرنے والے احکام تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ۔ ۷۱۷ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے ساتھ الحکمت کا لفظ نہیں آیا۔ آگے کتاب اور حکمت البقرہ میں یوں آیا ہے:

”کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایاتنا ویزکیکم و یعلمکم الکتاب والحكمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون“ ۷۱۸ قبلی کی تبدیلی سے یہ اعتمام نہت اور تجھیل ہدایت تم پر ایسی ہوئی جیسے ہم نے تم میں تجھیں میں کا ایک رسول سمجھا جو تم کو ہماری آئیں پڑھ کر سنائے اور تمہارے نفس کو پاکیزہ کرے اور تجھیں کتاب اور حکمت سکھائے اور تم کو وہ باقیں بتائے جن کی تم کو خبر نہ تھی۔ ۷۱۹

ان دونوں آیتوں سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ الکتاب اور الحکمة سے گویا مراد قرآن اور حضور کی تعلیم (اسلام) ہے۔ جیسے آگے بھی ظاہر ہوگا انہی الفاظ کا دوبارہ آٹا ظاہر کرتا ہے کہ آگے مضمون بدلتے گا۔ آگے اس طرح آیا ہے:

”وادأٰتیتم النساء فبلغن اجلهن فاما سکو هن بمعرفة او سرحوهن بمعرفة ولا تمسکو هن ضرار لتعذدوا ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه ولا تتخذوا ایات الله هزوا واذکروا نعمة الله علیکم وما انزل علیکم من الكتاب والحكمة يعظكم به، واتقوا الله واعلموا ان الله بكل شيء علیم (بقرہ: ۲۳۱)“ ۷۲۰ اور جب طلاق وی تم نے عورتوں کو پھر پہنچی انہی عدت تک تو رکھ لو ان کو موافق و ستور

کے یا چھوڑ دوان کو بھلی طرح سے اور نہ رو کے رکھو ان کے ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادہ کرو اور جو ایسا کرے گا، وہ بے شک اپنا ہی نقشان کرے گا۔ اور مت ٹھہر اؤال اللہ کے احکام کو بھی اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو جو اتاری تم پر کتاب اور علم کی باقی کہ تم کو فتحت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اور ذریتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب کو مجھ جانتا ہے۔ ۴۶

مثلاً Deuteronomy تورت کی کتاب استنباب ۲۲ میں لکھا ہے کہ جب ایک آدمی ایک عورت سے شادی کرے اور پھر اس سے ناراض ہو جائے۔ اس لئے کہ اس میں اس نے کچھ ناپاکیزگی دیکھی تب وہ اس کو طلاق نامہ لکھ دے اور اس کے ہاتھ میں دے دے اور اس کو اپنے گھر سے باہر نکال دے جب وہ عورت دوسرے سے شادی کر سکتی ہے۔

لیکن قرآن مجید میں نکاح، ایلا، خلخ، رجعت، حلالہ وغیرہ کے متعلق کیے پر اذ حکمت احکام دیئے ہیں۔ جن سے عورت اور مرد کے حقوق کی پوری حفاظت ہوتی ہے۔ تورات کے مقابل قرآن مجید الکتاب والحمدت ہے۔ ارتقاء یہ ہے کہ الکتاب والحمدت کی ایک مثال پیش کر دی۔

اس کے بعد یہی آیت ہے جو اس وقت موضوع بحث ہے۔ یعنی ”وَيَعْلَمُهُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ وَالْتُّورَاةُ وَالْأَنْجِيلُ“ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت میں علیہ السلام نے اپنے وقت میں الکتاب اور الحکمت کی تعلیم دی۔ اس کا جواب بھی قرآن کریم نے خود ہی بتایا جیسا کہ پہلے مذکور ہے اور آگے بھی آتا ہے۔

آگے جا کر سورہ آل عمران میں کتاب اور حکمت کا لفظ مشترک آیا ہے۔ لیکن الکتاب والحمدت نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ آیت یہ ہے: ”وَإِذَا خَذَلَ اللَّهُ مِيشَاقُ النَّبِيِّينَ لِمَا أَتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مَصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لِتَؤْمِنُنَّ بِهِ وَلِتُنَصِّرَنَّهُ قَالَ الْقَرْدَمُ وَأَخْذَتْهُ عَلَى ذَالِكُمُ الْأَصْرِيَّ، قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَأَشَهَدُ وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ“ ۴۷ اور جب لیا اللہ نے عہد نیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور حکمت سے بھر آؤتے تھارے پاس کوئی رسول کہ سچا تاوے جو کچھ تھارے پاس ہو تو اس رسول چرا یمان لا دے گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور ان پاتوں پر جو ہم نے تم سے اقرار لیا۔ تم نے میرے عہد کا بوجہ اخالیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، ارشاد ہوا (اچھا) تو تم (اج کے قول وقرار) آپس میں ایک دوسرے کے گواہ رہتا اور تھارے ساتھ میں

بھی ایک گواہ ہوں۔ ۴)

اس آیت کے مختلف معنی لئے گئے ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن آیت مبارکہ سے اتنا تو ظاہر ہے کہ دوسرے نیتوں کو الکتاب اور الحکمت نہیں دی گئی۔ بلکہ اس سے میں سے کچھ حصہ دیا گیا اور وہ ایک دوسرے کے مصدق تھے۔ اس کے دو آتوں کے بعد ان پیغمبروں کا نام لے دیا جن کو الکتاب و حکمت کا حصہ ملا۔

اس کے بعد سورہ آل عمران میں یوں آیا ہے: ”فَمَنِ اتَّبَعَ رَضْوَانَ اللَّهِ كُمْ بَاهْ بَسْخَطَ مِنَ اللَّهِ وَ مَا وَاهَ جَهَنَّمْ وَ بِسْ الْمُصِيرِ، هُمْ درجتَ عَنْدَ اللَّهِ وَ اللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ، لَقَدْ مِنَ اللَّهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَذْبَعَثُ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنفُسِهِمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يَزِّكُهُمْ وَ يَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ وَانْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي ظَلَالٍ مُبِينٍ“ ۵) بھاجادہ شخص خدا کی خوشبوتوی کا پابند ہو گیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے غصب میں گرفتار ہوا درجیں کا لمحکانہ جہنم ہے اور وہ کیا بر لمحکانا ہے۔ وہ لوگ خدا کے ہاں مختلف درجوں کے ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ خدا نے تو ایمان داروں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے دامنے انہی کی قوم کا ایک رسول بھیجا جو انہیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان (کی طبیعت) کو پا کیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب (خدا) اور حعل کی باقیں سکھاتا ہے۔ اگر چہ وہ پہلے کھلی گمراہی میں (پڑے) تھے۔ ۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر کمال احسان ہے کہ وہ حضور ﷺ کی تعلیم اور تابع داری سے نہ صرف شرک سے پاک ہوتے ہیں بلکہ ان کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب ملتے ہیں۔ جو رضوان کا مفہوم ہے۔ جیسا کہ سورہ التوبہ میں فرماتا ہے:

”وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمُسَاكِنٍ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عِدْنَ وَرَضْوَانَ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْرُ الْعَظِيمُ“ ۷) وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان و ای مردوں اور ایمان و ای عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، رہا کریں انہی میں اور سترے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور رضا مندی اللہ کی ان سب سے بڑی ہے۔ سمجھی ہے بڑی کامیابی۔ ۸)

کویا الکتاب اور حکمت سے حق رضوان اللہ اور فوز علیم حاصل ہو سکتی ہے۔ سبی ارتقاء

ہے۔ آگے سورہ النساء میں یوں آتا ہے: ”ام يحسدون الناس على ماتاهم الله من فضله فقد اتينا ال ابراهيم الكتاب والحكمة واتينا ملكا عظيما“ ۷ یاحد کرتے ہیں جو اپنے فضل سے (تم) لوگوں کو عطا فرمایا ہے اللہ نے سوہم نے تو یہ ابراہیم کے خادمان میں کتاب اور حکمت اور ان کو دی ہے یہی سلسلت۔ ۸

یعنی کیا یہود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب پر اللہ کے فضل و کرم کو دیکھ کر حد میں مرے جاتے ہیں۔ یہ تو ان کی یہودگی ہے۔ کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں ہی (یعنی حضور ﷺ کو) کتاب و حکمت اور سلطنت عطا کی ہے۔ یعنی یہ جیزیں ابراہیم کے گھرانے میں رہی ہیں۔ یہودی کوں حد کرتے ہیں۔ وہ بھی اُآل ابراہیم ہیں۔

اس آیت سے مراد بعض لوگوں نے یہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام و دیگر کوئی نبیت اور ملک عظیم عطا ہوا تھا۔ مگر یہ آیت بمحاذیق و سہاق پہلے معنوں کو ظاہر کر رہی ہے۔ ”قد اتينا“ کے حق میں تک ہوتا یکم و ”قد افلح المؤمنون“ اور ہم ہر روز کہتے ہیں ”قد قامت الصلوٰۃ“ اس سے پہلی آیت میں ”رضوان اللہ“ کا ذکر تھا اور یہاں دنیاوی کامیابی کا ذکر فرمادیا۔ بھی ارتقاء ہے۔ آگے سورہ النساء میں یوں آیا ہے:

”ولولا فضل الله عليك ورحمته لهبت الطائفة منهم ان يضلوك وما يضلون الا انفسهم وما يضرونك من شى و انزل الله الكتاب والحكمة وعلّمك مالم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما“ ۹ اور اگر نہ ہوتا تھوڑا اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تو قصد کر رہی بھی تھی ان میں ایک جماعت کر تھوڑا بہکاویں اور بہکائیں سکتے گراہے آپ کو اور تیرا کچھ بھیں بکار کر سکتے اور اللہ نے اسی تھوڑا کتاب حکمت اور تھوڑا کو سکھائیں وہ باعث ہے تو شجاعت تھا اور اللہ کا فضل تھوڑا ہے۔ ۱۰

یہ آیت مبارکہ ایک چور اور اس کے طرف داروں کے متعلق ہے۔ ایک یہودی پر ایک چور نے جھوٹا الزرام لگادیا تھا۔ حالانکہ اس نے خود چوری کی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے واقعات حضور پر ظاہر کر دیئے۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت اور دیگر آیات مختلفہ نازل ہوئیں جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے حضور ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل ہوئی جس سے مراد ہے بیان کرنا آپ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اللہ کے فضل اور کمال علی کا اور اللہ کا فضل آپ پر ۱۱

بے نہایت ہے جو ہمارے بیان اور ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اس کا ان کی عظمت اور تقدس کو ٹھوڑ رکھ کر اس پر غور کرنا چاہئے اور بالفہرست سے گریز کرنا چاہئے۔ آگے سورہ المائدہ میں یوں آیا ہے:

”وَإِذْقَالُ اللَّهِ يَعِيسَى بْنَ مُرِيمٍ أَذْكُرْنَعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالدِّتْكِ إِذْ أَيْدِتُكَ بِرُوحِ الْقَدْسِ تَكَلَّمُ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلَا وَإِذْ عَلِمْتَكَ الْكِتَبَ وَالْحَكْمَةَ وَالْتُّورَاةَ وَالْأَنْجِيلَ (۱۱۰)“ ﴿جب کہے گا اللہ سے صلیٰ امریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا تھجھ پر اور تیری ماں پر مدد کی میں نے تیری روح پاک سے، تو کلام کرتا تعالیٰ لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور سکھائی میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجلیل۔﴾

یہ گفتگو قیامت کے روز کی ہے۔ اس کی نسبت پھر بیان کیا جائے گا۔ جبکہ صلیٰ علیہ السلام کی رسالت کے متعلق آیات کا ارتقاء ظاہر کیا جائے گا۔ یہاں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے تھوڑو کتاب اور حکمت سکھائی تھی۔ وہی سوال باقی رہتا ہے کہ انہوں نے اپنے وقت میں کتاب اور حکمت کی تعلیم دی تھی۔ اس کا جواب آگے آئے گا جو کہ دوبارہ وہی الفاظ لیتی ”الکتاب والحكمة“ تورات و انجلیل آئے ہیں۔ اس لئے امیر رکھنی چاہئے کہ آئندہ مضمون بدلتے گا۔

آگے الکتاب والحكمة کا لفظ سورہ بجمہ یوں آیا ہے: ”یسبع لله ما في السموات والأرض الملك القدس العزيز الحكيم، هو الذي بعث في الأميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفی ضلل مبین واخرين منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز الحكيم . ذلك فضل الله يوتیه من یشاهـ والله ذو الفضل العظيم“ ﴿جو جیز آسانوں میں ہے اور جو جیز زمیں میں ہے (سب) خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ جو (حقیقی) پادشاہ پاک ذات، غالب حکمت والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے جاہلوں میں انہی میں ایک رسول (محمد) بیجا۔ جوان کے سامنے اس کی آسمیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور ان کو کتاب اور عقل کی ہاتھیں سکھاتے ہیں۔ اگرچہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں (پڑے ہوئے) تھے اور ان میں سے ان لوگوں کی طرف بھی (بیجا) جواہی تک ان سے ملتی نہیں ہوئے اور وہ غالباً حکمت والا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا تو بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔﴾

یہاں ارتقاء یہ ہے کہ حضور کی تعلیم اور حکمت صرف عرب تک نہیں محدود نہ رہے گی۔ بلکہ عرب و غیرم (آخرین منہم) میں پھیل جائے گی۔ حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ الکتاب والحکمة جیسے میں پہلے پڑھ چکا ہوں۔ قرآن اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم ہے۔ جس کا علم حسب مراتب دوسرے تغیرتوں کو دیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی کہ ہماری نسل سے ایک ایسا تغیر ہو جو اللہ کی آیات پڑھ کر سنائے اور کتاب والحکمت کی تعلیم دے تو گویا ان کو معلوم تھا کہ الکتاب والحکمة کیا ہے۔ درود وہ ایسی دعا کیوں مانگتے۔ لیکن یہاں ایک نکتہ بیان کرنے کے قابل ہے۔ انہوں نے یہ دعا مانگی کہ ”پور دگار! انہی میں کا ایک رسول پیغمبر جو تیری آسمیں ان کو پڑھ کر سنائے اور الکتاب والحکمت کی تعلیم دے اور پاک کر سان کو۔“

گویا ان کی دعا کا مشارف یہ تھا کہ وہ آیات اور کتاب والحکمت کی تعلیم کے بعد پاک ہاز بن جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب پیدا قبول فرمائی تو یوں کہا ”ہم نے بھیجا تم کو رسول جو پڑھ کر سناتا ہے ہماری آیات اور تمہیں پاک ہاز بناتا ہے اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت اور وہ علم حرم حوت نہیں جانتے تھے کہ تم پہلے صریح گمراہی میں تھے۔“

جیسا کہ میں نے ارتقائی نوٹ میں لکھا ہے کہ اس تعلیم کے حاصل کرنے والوں کو نہ صرف عاقبت میں ایک بڑی کامیابی نصیب ہوگی بلکہ انہیں اس دنیا میں بھی بڑی سلطنت ملے گی اور یہ تعلیم عرب تک محدود نہیں ہوگی۔ بلکہ عرب و غیرم میں پھیلے گی۔ جیسا کہ ہورہا ہے۔ حضرت میسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں لیکن انہوں نے اپنی تغیری کے زمانے میں یوں کہا، سورہ زخرف:

”ولما جاءه عيسى بالبيّنات قال قد جلتكم بالحكمة ولا بتن لكم بعض الذي تختلفون فيه فاتقو الله واطيعون“ (جب آیا میسیٰ نشانیاں لے کر بولا میں لا یا ہوں تمہارے پاس حکمت اور تہلانے کو بعض وہ چیزیں جس میں تم جھکڑ رہے تھے۔ سوڑو اللہ سے اور میرا کھاناو۔)

یہ ہے لب بباب حضرت میسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا جو انہوں نے اپنے وقت میں دی۔ ویگر الکتاب والحکمة کی تعلیم کا ذکر صرف ایک تغیر یعنی حضرت میسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں آیا ہے یا حضور ﷺ کی امت کے متعلق۔ لہذا اس سے یہ نتیجہ لکھتا ہے کہ جب حضرت میسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں صرف الحکمت کی تعلیم دی اور الکتاب والحکمة کی تعلیم نہیں

دی تو یہ قسم وہ اسی وقت دیں کے جب ان کا ظہور اس امت میں ہوگا اور وہ دوپارہ اس دنیا میں تشریف لا کر اسلام کی امداد کریں گے۔

میراث حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس کے بعد جس موضوع پر لکھنا چاہتا ہوں وہ میراث عیسیٰ ہیں۔ ان کے حسب ذیل بیان ہوئے ہیں: ”کہ میں گارے سے پر عدو کی قتل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حرم سے اڑتا چاہوں بن جاتا ہے۔ اچھا کرتا ہوں ماوراء اندھے اور کوڑھی اور مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حرم سے۔“

بعض مادہ پرست اور دیگر اصحاب کی وجہ سے اس آیت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیثاً مردے زندہ نہیں کرتے تھے اور دیگر میراث عیسیٰ ان سے صادر نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ یہ ایک روحانی فعل تھا۔ بعض کے خیال میں ایسا ہوا خلاف فطرت ہے یا دیگر قرآنی آیات کے خلاف ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے معنی سبکی لئے جائیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمل روحانی طور پر صادر ہوا۔

میری رائے میں یہ اعتراضات قابل پذیرائی نہیں ہیں۔ کیونکہ وجہات کی بنا پر۔ سوال یہ ہے کہ ”احیاء موتی“ کا لفظ صرف اصلی محتوں میں استعمال ہوا ہے یا بجا زی معنوں میں؟ ”موتی“ میراث کی معنی ہے جس کے معنی مردہ انسان کے ہیں۔ قرآن مجید میں موتی کا لفظ پہلے ہیل سورة بقرہ میں آیا ہے:

”وَإِذْ قُتِلْتُمْ نفْسًا فَادْرُهُ تَمْ فِيهَا وَاللهُ مخْرُجُ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ، فَقُلْنَا أَضْرِبُوهُ بِعِصْبَاهَا كَذَلِكَ يُحِيِّنَ اللَّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتَهُ لِعُلْكُمْ تَعْقُلُونَ“ ۷۳ اور جب مارڈ الام تم نے ایک شخص کو، پھر لگے ایک دوسرے پر الزام دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم پھیلاتے تھے پھر ہم نے کہا ماروس مردے پر اس گائے کا ایک گلزار، اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مردوں کو اور کھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو۔ ۷۴

قرآن کریم میں اس سے پہلے وہ کچھ جھی بیان کی گئی ہے جو یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے محبت لیت و حل شروع کی اور بڑی مشکل سے ذبح کی۔ اسی وقت ایک آدمی قتل کیا گیا تھا۔ لیکن قاتل کا پوتہ نہیں تھا۔ وہ ایک دوسرے پر الزام دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حرم دیا کہ اس ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ایک گلزار اور اس مردے کے اس سے

ضرب لگا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا حق کیا اور وہ مزدہ زندہ ہو گیا۔
آئت مبارکہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اسی طرح
زندہ کرے گا اللہ مردوں کو قیامت کے دن اور انہی قدرت کی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے کہ شاید تم غور
کرو اور بیکھلو کر خدا تعالیٰ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔"

اب اس دافع کے نہ ماننے والوں کی تغیریز را لاحظہ ہو۔ رسولی مولیٰ صاحب تغیریں
ترجمہ کرتے ہیں: "اور جب تم نے ایک شخص کو (اپنی طرف سے) قتل کر دیا اور بھرا میں میں اس
(قتل) میں اختلاف کیا اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم پہنچاتے تھے۔ میں تم نے کہا کہ اس کو اس
کے بھنس سے مار دیا۔ اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور جیسیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے ٹاکر تم
صلح سے کام لو۔"

"فَطَلَّنَا أَضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا" کی آئی تغیریں کرتے ہیں اور حق بھی ایسے عی
کرتے ہیں۔ یعنی بعض قتل سے اس کو مار دیا جائیں قتل اس پر پرانا دار ہونے دو۔

ان کے خیال میں اس آیت میں اشارہ حضرت میںی طیبہ السلام کی نسبت ہے جن
کو صلیب دی گئی ہے۔ لیکن پورے طور پر صلیب پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کی
ہملاں نہیں توڑی گئیں۔ جو تغیری قرآن کی اگرجنی ۱۹۱۵ء میں قادران سے مرزا بشیر الدین کے ذری
ہدایت شائع ہوئی۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: "اور یاد کرو جب تم نے تقریباً ایک آدمی کو مار دیا
اور آپس میں اس پر اختلاف کیا اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم لوگ پہنچاتے تھے۔ جب تم نے کہا
مار دیا کو بچو جس کے گناہ کے ایک حصہ۔ (۷۰.۶۰)

اور تغیری میں اس کی وضاحت یہ یہ کہ فرہتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسرا نکلیوں کو زرا
دکر انہوں نے حضرت میںی طیبہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اسکی من گھرست
تغیری کو کیا کہیں۔ آیا یہ تاویل بجید ہے یا تحریف یا ایک خیالی بات ہے۔ اس پر بکھر اور لکھتا ہے سو
ہے کیوں کراس۔ تغیری میں تغیری کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یعنی نہ اختلاف کے
اصلی معنی لئے ہیں نہ بھازی۔

لکھا "قتلتقم" صاف ظاہر کر رہا ہے کہ قتل واقعی تھا اور یہ کتاب اس میں کوئی وجہ
نہیں اس کے پرستی کی کہ اپنی طرف سے قتل کرو۔ "اسی طرح" فَطَلَّنَا أَضْرِبُوهُ

بعضها“ کے معنی بھی کچھ ادائی سے میان کئے ہیں۔ اس میں معنی بیان کرتے وقت سیاق و سہاں کا بالکل لحاظ نہیں رکھا گیا نہ حضرت صیلی علیہ السلام کا اس کی اگلی آجتوں میں ذکر ہے اور نہ یہ تفسیر دہاں چپاں ہو سکتی ہے۔ اس سے تو یہ بہتر تو سرید کی تفسیر بالائے تھی۔ جنہوں نے فتحتم کا ترجیح تو ہمیں کیا کہ واقعہ قتل ہو چکا ہے لیکن ”فقلنا اضرابوہ ببعضها“ کی انہوں نے یہ تفسیر کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قاتل معلوم کرنے کی یہ تجویز بتائی کہ لوگوں کو کہو کہ اس مردے کو ہاتھ لگا سیں اور اس طرح جو قاتل ہو گا اس نے ڈر کے مارے ہاتھ نہ لگایا ہو گا اور یوں قاتل کا پتہ چل گیا لیکن انہوں نے باقی ترجیح عجیب طرح کیا ہے:

”مہرہم نے کہا کہ اسی مقتول کو اسی کے گلوے (یعنی اعضاء سے مارو) اور اس طرح اللہ زندہ کرتا ہے (یعنی ظاہر کرو جتا ہے) مارے ہوئے (یعنی نامعلوم قاتل) کو اور اپنی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔“

یہ ہے تفسیر بالائے کا نتیجہ۔ اللہ کی قدرت کو نہ ماننے والوں کا بھی حال ہے مجھے تو تجب ہوتا ہے مولوی محمد علی کی تفسیر پر جس میں وہ حضرت صیلی علیہ السلام کے ہر مجرمہ کے ہارے میں تاویل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حضورؐ سے حق القمر کا مجرمہ واقع ہوا اور کہ حانا (وہ لکڑی جس سے حضرت محمد ﷺ پشت مبارک لگا کر بیٹھے تھے) سے آواز آئی جب کہ حضورؐ نے اس کے ساتھ بھی کانًا چھوڑ دیا اور منبر پر عذر فرمانے لگے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ملم کا ایک مسونہ دکھایا ہے کہ وہ کس طرح ایک مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ طوالت کے خوف سے اسی تو پنج پر استغفار کرتا ہو۔

اس کے بعد ”موتی“ کالفظ البقرہ میں یوں آیا ہے:

”أو كَالذِي مَرَّ عَلَى قُرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عِرْوَشَهَا قَالَ أَنِّي يَحِي هَذِهِ الَّلَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَنْمَاتَهُ اللَّهُ مائِةً عَالَمَ ثُمَّ بَعْثَهُ قَالَ كُمْ لِبَثْتَ قَالَ لِبَثْتَ يَوْمًا أَوْ بَعْضِ يَوْمٍ، قَالَ بَلْ لِبَثْتَ مَاةً عَالَمَ فَانْظَرْ إِلَيْ طَعَامَكَ وَشَرَا بَكَ لَمْ يَتَسْنَهُ وَانْظَرْ إِلَيْ حَمَارَكَ وَلَنْجِعَكَ أَيَّةً لِلنَّاسِ وَانْظَرْ إِلَيْ العَظَامِ كَيْفَ نَنْشِزُهَا نَكْسُوهَا الْحَمَاءَ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَإِذَا قَالَ إِبْرَاهِيمَ رَبِّ ارْنَى كَيْفَ تَحِي الْمَوْتَى قَالَ أَوْلَمْ تَؤْمِنَ، قَالَ بَلِي وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَ

قلبی قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل على كل جبل منهن
جزء اثم ادعهن ياتينك سعيها، واعلم ان الله عزيز حكيم

﴿(اے رسول) تم نے (اس بندے کے حال) پر بھی نظر کی جو ایک گاؤں پر (سے)
ہو کر﴾ گزارا، اور وہ ایسا اجڑا ہوا تھا کہ اپنی چمتوں پر دھے کر گرد پڑا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بندہ (کہنے لگا)
اللہ اب اس گاؤں کو (السی) دیرانی کے بعد کیوں گکرا ہاد کرے گا۔ اس پر خدا نے اس کو (مارڈ والا
اور) سورس تک مردہ رکھا پھر اس کو جلا اٹھایا (تب) پوچھا تم لکھی دیر پڑے رہے ہے؟ عرض کی کہ ایک
دن پڑا رہا۔ یا ایک دن سے بھی کم، فرمایا نہیں! تم (ایسی حالت میں) سورس پڑے رہے اب ذرا
اپنے کھانے پینے (کی چیزوں) کو دیکھو کہ میں تک نہیں اور ذرا اپنے گدھے (سواری) کو تو دیکھو
کہ (اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور سب اس واسطے کیا ہے) تاکہ لوگوں کے لئے جسمیں قدرت
کا نمونہ بنائیں اور اچھا اب اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم کیوں گران کو جوڑ جائز ڈھانچے
ہناتے ہیں پھر اس پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ میں جب ان پر ظاہر ہوا تو بے ساختہ بول اٹھے کہ
(اب) میں بے یقین کامل جانتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور (اے رسول وہ واقعہ بھی یاد کرو)
جب ابراہیم علیہ السلام نے (خدا سے) درخواست کی کہ اے میرے پروردگار تو مجھے بھی تو
دکھادے کہ تو مردہ کو کیوں گزندہ کرتا ہے۔ خدا نے فرمایا کیا تمہیں (اس کا) یقین نہیں۔ ابراہیم علیہ
السلام نے عرض کیا (کیوں نہیں) یقین تو ہے گمراہ گھسے دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں کہ میرے دل
کو پوراطمینان ہو جائے۔ فرمایا (اچھا) اگر یہ چاہئے ہو تو چار پرندوں اور ان کو اپنے پاس ملکوں والوں
اوکھے لکڑے کرڈاں۔ پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک رکھ دو اس کے بعد ان کو بلاو۔ پھر دیکھو
تو کیونکہ وہ سب کے سب تھہارے پاس دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور سمجھ رکھو کہ خدا بے شک
 غالب اور حکمت والا ہے۔﴾

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ایک بتیغیر کو سوال لئے بعد زندہ کیا
اور ان کے گدھے کو ان کے سامنے زندہ کر کے دکھادیا۔ اتنی مدت مدیتک طعام و شراب کو جوں کا
توں ہاتھی رکھا اور بتیغیر کا یہ جواب کہ وہ اس حالت میں ایک دن یا وہ کا بعض حصہ رہے ہیں۔ الیسا
ہی ہے جیسا کہ بعض اہل محشر کہیں گے۔

دوسری صورت میں کس طرح اللہ تعالیٰ نے ۳ پرندوں کو جو قیمة کئے ہوئے تھے۔ زندہ

کر دکھایا۔ ان واقعات پر بھی خدا کی قدرت پر ٹک کرنے والوں نے حقیقت کی رائے زندگی کی
ہے۔ مگر امر اول کی نسبت میں یہ کہوں گا کہ اگر بقول ان لوگوں کے یہ ایک خواب یا عالمِ روایات کا
واقعہ تھا تو ان الفاظ کے کیا معنی ہیں: ”ولنجعلک ایة للناس“ کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے ایک
نتانی ہادیں گے۔ ان میں سے ہر ایک صاحب ان آیات کی تفسیر کرنے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر کو
چور جاتے ہیں۔ آئندہ میں تو بھی صورت واقع ہے کہ سوال مردہ رہ کر انہیں زندگی کیا گیا۔

روزِ العالیٰ میں برداشت حاکم، حضرت علیٰ اور مدعاۃ اللہ علیہ السلام بن شیر حضرت ابن عباس
مبدی اللہ سے قتل کیا ہے کہ یہ شخص حضرت مزین علیہ السلام تھے۔ پرمودوں کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ
ان کے مارنے کا کوئی ذکر نہیں ”صرہن“ کے دلوں میں ہیں، بلاتا اور قیصر کرنا۔

سریدنے خوب لکھا ہے کہ اگر ہم یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
کہا کہ چار پرندے لے لو اور ان کو اپنے پاس ہلاوان چاروں جالوں کو ایک ایک کر کے چار
پہاڑوں پر رکھ گے اور پھر ان کو آواز دے تو وہ تمیرے پاس آ جائیں گے۔ تو یہ امر ایک بچوں کا
حکیل ہے۔ سریدنے کیا ہی خوب کہا ہے۔ اس واسطے سریدنے کہا کہ یہ روایا کا واقعہ ہے۔ الفاظ
سے صاف ظاہر ہے کہ روایا کے متعلق بیہاں کوئی قریب نہیں ہے۔

میرے خیال میں ”وقت“ سعیا ”ظاہر گرد ہا ہے کہ ان پرمودوں کے گلوے گلوے کر
دیئے گئے تھے۔ کیونکہ سعی کے متنی دوڑنے اور جیزی سے چلنے کے۔ قرآن کریم میں بھی کسی جگہ یہ
لکھا گئی اپنے اصلی معنیوں میں آیا ہے۔ اگر وہ جانور زندہ ہوتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان کے لئے
”وقت“ طیبر لانا ”پا ایسا ہی کوئی اور لفظ نہ آتا۔ مسلم ہوتا ہے کہ ان کے گلوے دوڑتے ہوئے آئے
ہوں اللہ کی قدرت سے یہ مل کر پرندے بن گئے اور الفاظ مزین علیہ اس کی حزیبتا شد کرتے ہیں۔

بعض میسائیوں کا یہ اعتراض کہ مردے و نیناں زندہ نہیں ہوتے، خود بائبل کے خلاف
ہے اور ان کے اپنے عقیدہ کے خلاف ہے۔ دیکھو کتاب خریل میں سیکھوں مرمدوں کا زندہ ہونا
مذکور ہے اور کتاب ۲۳:۱۷ کے تجزیہ میں اب اور اور اوس میں ہے کہ انس نبی کی قبر میں لوگوں نے
ایک مردہ کوڈاں دیا اور جب وہ شخص گر کیا اور انس کی بیٹیوں سے لگا تو میں اٹھا اور پاؤں پر کمزرا

۶۷۴

اس کے بعد ”سوئیں“ کا لفظ آں میں کی اسی آئندہ میں ہے جس کا ذکر میں کر رہا

ہوں۔ یعنی میں علیہ السلام کا تجوہ جس کے افلاط ہیں: ”واحیس الموتی باذن اللہ“ اور اس میں تک کو رفع کرنے کے لئے سورہ المائدہ میں قیامت کے دو زمانہ تھائی کی طرف سے انعامات بیان کرتے ہوئے حضرت میں علیہ السلام کو کہا جائے گا: ”وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِأَذْنِي“ (۶) اور جب کمال کمزرا کرتا تھا تو مردوں کو یہ حکم سے۔ ۷)

ہائل میں بھی ذکر ہے کہ حضرت میں علیہ السلام نے قبر میں سے تین دن کے مردہ کو بھی زندہ کر دیا۔ میسپ بات یہ ہے کہ ”احس الموتی“ کے سچی روحاں زندگی کو نہ والے جب ”تخرج الموتی“ پہ آتے ہیں تو چکے سے بغیر تحریر کے گز رہ جاتے ہیں۔ کہ تک ان افلاط کی کوئی اور تجیریں نہیں ہو سکتی۔

میں آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک مخلوق کو ایک ذئب شدہ گائے کے گوشت کا کلوانا کرنے سے زندہ کر دیا۔ جس نے ۳۱ کا پڑ دیا۔ وہ سری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کو اس طرح دکھایا کہ ۱۰۰ اسال کے بعد اسی انسان کو زندہ کیا اور ایک چوبائے کو بھی اس کے سامنے زندہ کیا اور کھانے پینے کی چیزوں کو بھی سڑنے ملتے سے روکے رکھا۔ حضرت ابراہیم طیہ السلام کے سامنے پہنڈوں کو زندہ کر کے دکھایا۔ اس کے بعد یہ دکھایا کہ اس کو پیغمبیری قدرت حاصل ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو یہ شرف ملشے کر دے مردہ انسان کو اس کے حکم سے زندہ کر دے جیسے حضرت میں علیہ السلام۔

قرآن کے افلاط سے صاف ظاہر ہوا ہے کہ حضرت میں علیہ السلام حرم الہی سے امدادوں اور کوڑیوں کو اچھا کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور قرآن سے دیکھدی آیات بھی ٹیک کر دی گئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کو ہر حرم کی قدرت حاصل ہے اور یہ کہ وہ انسانوں اور دیگر جانداروں کے زندہ کرنے سے اپنی قدرت کا انتہا کرتا رہتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم نہ مانیں کہ ایسا ہوا ہے یا ان کی تاریخ یہ کہیں کہ یہ روحاںی طور پر تھیا عالم رہ دیا میں واقع ہوا۔

کوئی اگر اسکی تبلیغ کریں تو ایک اور ایسا اعتراض ہو گا جس کا کوئی جواب نہیں اور وہ یہ ہے کہ جب لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ حضرت میں علیہ السلام اپیسے تجوہے دکھاتے تھے لائق، مرقس اور حقیقی کی تاریخوں میں کسی تجھے پر یہ ذکر ہے کہ حضرت میں علیہ السلام نے اپیسے مجرمات

دکھائے۔ اگر قرآن کریم کا یہ فتحاء تھا کہ حضرت صیلی علیہ السلام کے یہ مجرم نہیں تھے اور واقعی طور پر مردے زندہ نہیں ہوتے تھے۔ یا انہے دیکھنے نہیں لگتے تھے تو قرآن کریم میں ان واقعات کو ایسے صرخ الفاظ میں کیوں بیان کر دیا۔ محاوا اللہ خداوند کریم کا مقصداں واضح الفاظ کے لانے سے دنیا کو ایک طرح کا دھوکہ دینا تھا۔ جس طرح قرآن کریم نے حضرت صیلی علیہ السلام کے یہ مجرمے بیان نہیں کئے کہ حضرت صیلی علیہ السلام جنات کو انسانوں سے کالا کرتے تھے۔ جن کا اکڑا واقعات ذکر متى، مرسی اور لا تقا کی کتابوں میں آیا ہے۔ تو قرآن کریم نے یہ بھی کیوں نہ کہ دیا کہ حضرت صیلی علیہ السلام فی الواقع مردے زندہ نہیں کرتے تھے بلکہ صرف ہدایت دیتے تھے۔ جن سے ان کے مردہ دل زندہ ہو جاتے تھے یا قرآن کتابیت بیان کر دیتا کہ ایسا ہوا ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں یہ آیت آئی ہے:

”انَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سُوَءٌ عَلَيْهِمْ ۖ أَنذَرْتَهُمْ إِنْ لَمْ تَنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ،
خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غَشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ
(بقرہ: ۷۰:۶)“ ہے جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے، وہ ایمان نہ
لا سیں گے۔ مہر کروی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور آنکھوں پر پردہ ہے اور ان
کے لئے بڑا عذاب ہے۔“

عبارت خود بتاری ہے کہ دلوں پر مہر کرنے کے معنی یہاں یہ ہیں کہ وہ حق بات کوئی نہیں
بھیتے۔ کانوں کو مہر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کچی بات کو متوجہ ہو کر نہیں سنتے اور آنکھوں پر پردے
کے معنی یہ ہیں کہ راہ حق کوئی نہ دیکھتے۔ یا یہ آیت: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُو اللَّهِ
وَرَسُولَ اذْدِعُوكُمْ لَمَا يَحِيدُكُمْ (انفال: ۲۴)“ اسے ایمان والو! حکم بالواللہ کا اور رسول
کا جس وقت بلا وے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔“

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں ہوتے کے بعد زندہ کرنا مراد نہیں بلکہ ایسے کام کی
طرف دعوت دیتی ہے جس میں تمہارے لئے دنیا میں عزت اور طینان کی زندگی اور آخرت ابدی
کا بیام ہے۔ جس موسین کی شان ہے کہ خدا اور رسول کی دعوت پر بلیک کہے۔ مگر حضرت صیلی علیہ
السلام کی نسبت جو الفاظ بیان میں آئے ہیں یعنی: ”تَخْرُجُ الْمُوْتَسِّعِ“ وغیرہ تو ان الفاظ کے
سوائے لغوی معنوں کے اور دوسرے معنی نہیں لئے جاسکتے۔ مگر اس صورت میں کہ ضروری تاویل
کرنی ہے۔ حالانکہ تاویل کی تجھاں نہیں۔

اس لئے نہ صرف الفاظ ہی ظاہر کر رہے ہیں کہ واقعی ایسا ہوا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایسے مجرمات کا ہونا عیسائیوں کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ بلکہ زبانِ روزگاری بھی تھا۔ قرآن کریم جن ہاتوں کی تصدیق کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو نہ مانا جائے اور خواہ مخواہ تاویل کی جائے۔ آیات قرآنی کی رو سے ان مجرمات پر ایمان لانا ضروری ہے اور اگر ان پر ایمان لاؤے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے یا آسمان پر جانے کے متعلق شبهات کی گنجائش نہیں رہتی۔

تشریح الفاظ متعلق تشریح آیت نمبر ۳

آگے ان الفاظ کی تشریح کی ضرورت ہے: ”وَمَكْرُوْ وَامْكَرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (آل عمران: ۵۴)“ مکر بمعنی الطیف و خیہ تدبیر بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس تدبیر کی طرف اللہ کا اشارہ ہے۔ ”خَيْرُ الْمَاكِرِينَ“ کا لفظ قرآن کریم میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک اس جگہ اور دوسرا سورہ انفال میں: ”وَإِذْ يَمْكِرُبِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَعْكُرُونَ وَيَمْكِرُونَ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ“ اور جب فرب کرتے تھے کافر کر تھے کو تدبیر کرویں یا مارڈاں یا انکال دیں اور وہ بھی واڑ کرتے تھے اور داؤ کرتا تھا اللہ اور وہی سب سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ یہ آیت مبارکہ بھرت سے تشریح کفار کمک کے دارالندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کرنے کی بابت ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ کوئی کہتا تھا کہ قید کیا جائے۔ کسی کی رائے تھی انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ آخر میں ابو جمل کی رائے پر فصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر اس کو قتل کر دیں تا کہ نبی ہاشم سارے عرب سے لڑائی نہ کر سکیں اور خون بھائے دینا پڑے۔ یہاں تودہ اشتیایہ تدبیریں گاندھی رہے تھے مگر خدا کی تدبیروں کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ حضور گوفرشتے نے اطلاع کی۔ آپ اپنے بستر پر حضرت علیؑ کو لٹا کر اس مجھ کی آنکھوں میں خاک جھوکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ صبح تو کے جب وہ اندر و داخل ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ حضور تشریف نہیں رکھتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے حضور ﷺ کے قتل کا مشورہ دیا تھا، جنگ بد مریں وہی قتل کئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جیسا کہ ہر خس تعلیم کرتا ہے، یہودیوں نے قتل کرنے کی سازش کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک خواری یہوداہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبری کی کہ فلاں جگہ پر ہیں۔

اس کے آگے اختلاف آراء شروع ہو جاتا ہے۔ یہودیوں کی کوئی مستند کتاب نہیں ہے۔ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کفارے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے اور

ایک تیار شدہ قبر میں رکھے گئے۔ قبر سے دو زندہ ہو کر ہاں سے کل آئے اور اپنے حواریوں سے ملاقات کر کے آسان پر چلے گئے۔ مسلمانوں کا عام طور پر قرآن کریم کے ہیان کے مطابق اعتقاد ہے کہ جب یہودی ان کو گلائے کے لئے آئے تو حضرت مسیٰ علیہ السلام آسان کی طرف افرا لئے گئے اور جس نے بُلگری کی تھی۔ اس کا پھر حضرت مسیٰ علیہ السلام جیسا ہو گیا اور اسی کو پھانسی دی گئی۔

خیر المأکرین کے الفاظ اضافہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور حضرت مسیٰ طیہ السلام کو یہودیوں کو سازش سے بغیر کسی ذمہ کے اسی طرح بچالا ہوا گا جیسے کہ حضور ﷺ کو شرکین کو کے مطلع سے بچالا تھا۔

سریدہ احمد فان نے یہ کہا کہ جو واقعات متى، آنقا اور یو جانا کی انجیل میں مختلف طور پر یا ان کو گئے ہیں۔ ان سے پنجمو ۱۰۰ ہے کہ حضرت مسیٰ طیہ السلام ۲۳۲۳ گھنے کے بعد صلیب پر سے اناڑ لئے گئے اور ہر طرح پر بیٹھن ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ تھے۔ رات کو وہ لمبے لال لئے کے اور وہ جلی طور پر اپنے سر یہوں کی حفاظت میں رہے۔ حواریوں نے ان کو دیکھا اور سلے اور بھر کنی وقت اپنی سوت ہے مر گئے۔ بلاشبہ ان کو یہودیوں کے خوف سے نہایت غلی طور پر کسی مسلم مقام میں دفن کیا گیا ہوا گا۔ جواب تک نامعلوم ہے اور یہ شہر کیا ہوا کہ وہ آسان پر چلے گئے۔

سریدہ کو جواب تو لوگوں نے یہ دیا کہ قرآن کریم اور حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیٰ طیہ السلام زندہ آسان پر اخالتے گئے اور قیامت کے قرب ان کا نزول ہو گا۔ مگر قادریانی جماعت نے سریدہ سے ایک قدم آگے گئے کہ انہوں نے یہ مضمون خود حضرت مسیٰ کے مدفن کا بھی پس پہلا لایا اور یہ کہ حضرت مسیٰ سولی پر چڑھائے گئے۔ میکن سولی پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مسیٰ طیہ السلام غالباً ہندوستان سے ہوتے ہوئے شہر جا پہنچ۔ جہاں سری گھر محلہ خانیار میں ان کا مادر ہے۔

حدھوں کی بات انہوں نے یہ کہ حضرت کے دوبارہ نزول کے متعلق جو مذہبیں کوئی پا یاد نہیں ہیں۔ ان کا اصلی مفہوم (جو تیرہ سو سال کے بعد اب ظاہر ہوا ہے) یہ ہے کہ حضرت مسیٰ طیہ السلام نہیں آئیں گے بلکہ مثل میں آئیں گے اور اس کی بیوی اوہ بائل کے ایک دو فلروں پر رکی جن کا ذکر آگئے آتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اور لوگوں نے باخل کے ان فلروں کے سلسلی کیا تھا۔ مگر یہ راستے میں اس دوسرے کی بیاناتا و مگر اس تاویل کی قرآن وحدت میں کوئی دفعہ اور بھی نہیں۔

مولانا محمد علی اپنی تفسیر بیان القرآن میں یوں لکھتے ہیں: "حضرت صیلی و سعینی طیبها السلام دنوں کے لئے کتب سابق میں کچھ مشین کو بیان تھی۔ حضرت سعینی علیہ السلام کے متعلق مشین کوئی طاکی نبی کی کتاب میں ان الفاظ میں تھی" ویکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پشتہ میں الیاس نبی کو تمہارے پاس بیجوں گا۔" (طاکی ۵، ۶)

بظاہر اس پیش کوئی میں الیاس کے آنے کا ذکر ہے اور الیاس کے متعلق یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ زندہ آسمان پر چلا گیا اور یہ صرف خیال ہی نہیں تھا۔ بلکہ ان کی کتاب میں یہ الفاظ بھی تھے کہ: "ایلیاہ بگولے میں ہوا کے آسمان پر جاتا رہا۔" (سلامین ۱۱، ۱۲)

اب حضرت سعیج نے دعویٰ کیا تو یہودیوں نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ہماری مشین کو بیجوں میں لکھا ہے کہ سعیج سے پشتہ ضروری ہے کہ الیاس علیہ السلام آئے۔ چنانچہ شاگردوں نے یہ اعتراض حضرت سعیج علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے جواب دیا "الیاہ تو آچکا اور انہوں نے اس کو نہیں بیجا ہا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھا گئے گا۔" اس کے بعد لکھا ہے "جب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ہم سے یہ حثیت حسمہ دینے والی کی بابت کہا۔" (متی ۱۷، ۱۲، ۱۳، ۱۴)

اور دوسرا جگہ اس کی وجہ یوں دی ہے: "اور ایلیاہ کی روح اور وقت میں اس کے آگے آگے چلے گا۔" گویا سعینی کی آمد ہی الیاس کی دوبارہ آمد تھی۔ اس لئے وہ اس کا مقابل ہو کر آیا۔ مگر یہودی اس پتھر سے مطمئن نہیں ہوئے۔

مشیل سعیج کی حقیقت

اس سے جماعت احمد یہ نیچہ لکھتی ہے کہ حضرت صیلی کی جگہ مشیل عیسیٰ آنذاق جو آچکا۔ آذڑا اس کی حقیقت کی چھان بین کریں۔ طاکی نبی کا ذکر انسائیکلو پیڈیا برٹنی ایکا کے چھوڑویں ایئر پیش کے ص ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴ پر ہے۔ وہ ڈاکٹر ہنزی رانس چیسے فاضل کا لکھا ہوا ہے۔ جس کو نہیں تحریر لکھنے میں خاص مہارت ہے اور وہ ۱۹۲۰ء سے ریجسٹر پارک کالج لندن کا پرنسپل ہے۔

طاکی کتاب (۶، ۳) میں یہ پیشگوئی درج ہے: "ویکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پشتہ ہی ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بیجوں گا اور وہ ہاپ کا دل بیٹھے کی طرف اور بیٹھے کا ہاپ کی طرف مائل کرے گا۔ مبادا میں آؤں اور زمین کو مطعون کروں۔"

طاکی کی کتاب کے یہ آخری الفاظ ہیں۔ ڈاکٹر رامسن صاحب کہتے ہیں کہ یہ حصہ غالباً

کسی نے بعد میں ایزا د کیا ہے۔ گویا عیسائی مسیح خون کی تحقیق کے مطابق یہ ایک بناوٹی پیشگوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہی ہے۔ کیونکہ متی، لوقا اور یوحنا نے اس کے متعلق جب عجب ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

متی کی ۷ء، احادیث ۱۳ء میں یہ درج ہے: ”شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فتنہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاء (آپ) کا اور انہوں نے اسے نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان کے ہاتھ سے دکھا ٹھانے گا۔ تب شاگرد بھی گئے کہ اس نے ان سے پوچھیسہ دینے والی کی بابت کہا ہے۔

(نوٹ: جوان بھیں انگریزی، پرانی ہے۔ اس کے ۷ء، ۱۱ء میں لکھا ہے: Elijah (ایلیا) shall truly frist come)

مگر ریواںذہ ایڈیشن میں جو آج لوگ پڑھتے ہیں۔ یوں لکھا ہے: (Elijah (ایلیا) indeed come)

خیریہ عیسائیوں کی تحریف ہے (یاد رتی ہے) وہ اپنًا آپ جانیں۔ میں تو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ متی نے اس میں کہاں تک ٹھوکر کھائی ہے۔ متی کی ۵۰ء، ۳۶ء میں ہے: ”اور تیرے پھر کے قریب یوسع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا، ایلی، ایلی، لامسٹھنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے بھض نے سن کر کہا۔ یہ ایلیا کو پکارتا ہے اور فوراً ان میں سے ایک شخص دوڑا اور سُنج لے کر سر کہ میں ڈوبو یا اور سر کنڈے پر رکھ کر چھایا۔ اگر باقیوں نے کہا غیر جاو۔ دیکھیں تو ایلیا اسے بچانے آتا ہے یا نہیں۔

اور اسی متی کے باب ۱۱ص ۳” میں (و تم کو توبہ کے لئے پانی سے پتھر دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس کی جو تیار اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے پتھر دے گا۔ اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیان کو خوب ساف کرے گا اور اپنے کیہوں کو تو کھتے میں جمع کرے گا۔ مگر بھوی کو اس آگ میں جلائے گا جو بختے کی نہیں۔“

علاوہ ازیں متی کے باب ۱۳ص ۳ میں لکھا ہے: ”اور دیکھو میں اور ایلیا، اس کے ساتھ ہاتھیں کرتے کھائی دیئے۔“ گویا ایلیا بھی خود آگئے۔

اب متی کے ان چار بیانوں میں سے کس کو صحیح سمجھا جائے؟ لوقا کی کتاب کے باب ۱۰

لغایت یہ اسی درج ہے: ”کہ خداوند کے مقدس میں جا کر خوبیوں جائے اور لوگوں کی ساری جماعت خوبیوں جائے وقت باہر دعا کریں تھی کہ خداوند کا فرشتہ خوبیوں کے فتح کی وہی طرف کرزا ہوا۔ اس کو دکھائی دیا اور زکر بیا و کچھ کر گھبرا گیا اور اس پر وہشت چھائی۔ مگر فرشتے نے اس سے کہا اے زکر بیا! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لئے تیری بھی ایشع کے پیٹا ہو گا۔ تو اس کا نام یوختار کھنا اور تجھے خوشی و خری ہو گی اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب سے خوش ہوں گے۔ کیونکہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہو گا اور ہرگز نہ مے اور نہ کوئی شراب پہنچا گا اور اپنی ماں کے طلنہ سے روح القدس سے بھر جائے گا اور بہت سے نبی اسرائیل کو خداوند کی طرف جوان کا خدا ہے، پھر لے گا اور وہ ایلیاہ کی روح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلے گا۔

توقا کا ابتدائی بیان حضرت مسیحؐ کے متعلق قرآن کریم سے کسی قدر ملتا جاتا ہے۔ مگر قرآن اس بات کی تصدیق نہیں کرتا کہ حضرت مسیحؐ کا تعلق ایلیاہ (ایاس) سے ہو گا۔ دوسرا آپ نے دیکھا ہو گا کہ اس بیان میں ملا گی کا نمبر ۵/۲۷ کا ذکر نہیں ہے مگر ۶/۲ کے پکھے کا ذکر ہے۔ اسی توقا کے ۱۸۔۳۰۔۷ میں ہے:

”اور یوحنًا کو اس کے شاگردوں نے ان سب باتوں کی خبر دی اس پر یوحنانے اپنے شاگردوں میں سے دو کو پلا کر خداوند کے پاس یہ پوچھنے کو بیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ انہوں نے اس کے پاس آ کر کہا کہ یوحنانہ تمہ سہ دینے والے نے ہمیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ اسی گھری اس نے بہتلوں کو بیماریوں اور آفاتوں اور بری روحوں سے نجات دیتی اور بہت سے اندھوں کو پیتا می عطا کی۔ اس نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اور سنتا ہے۔ یوحنانے بیان کر دو کہ انہیں دیکھتے ہیں۔ لئکر چلتے ہیں۔ کوڑی می پاک صاف کئے جاتے ہیں۔ بہرے سنتے ہیں۔ مردے زندہ کئے جاتے ہیں۔ فربوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکرنا کھائے۔

جب یوحنانے کا قاصد چلے گئے تو یوحنانے کے حق میں لوگوں سے کہنے لگا کہ تم بیان میں کیا دیکھنے لگئے تھے؟ کیا ہوا سے ملتے ہوئے سرکذیے کو؟ تو پھر کیا دیکھنے لگئے تھے؟ کیا ہمین کپڑے پہنے ہوئے شخص کو؟ دیکھو جو چکدار پشاک پہنے اور عیش و عشرت میں رہتے ہیں وہ بادشاہی محلوں میں ہوتے ہیں۔ تو پھر تم کیا دیکھنے لگئے تھے؟ کیا ایک نبی؟ ہاں میں تم سے کہتا ہوں۔

بکھرنی سے بڑے کو۔ یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے: ”وَكُلَّ مِنْ أَهْنَا تُقْبَرُ تَيْمَرَةً آتَكَهُمْ بَعْدًا
ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تپار کرے گا۔“

میں تم سے کہتا ہوں کہ جو عروقی سے بیدا ہوئے ہیں۔ ان میں یو جھاتھسہ دینے
والے سے کوئی بڑا نہیں۔ لیکن جو خدا کی پادشاہی میں چوٹا ہے وہ اس سے بڑا ہے اور سب عام
لوگوں نے جب سناؤ انہوں نے اور محصول لینے والوں نے بھی یو جھاتھسہ لے کر خدا کو راست
پازمان لیا۔“

یو جھاتے یو جھاتھسہ تباہی ہے ۱۹ الفاظیت ۱/۱۸:

”اور یو جھاتی کی گواہی یہ ہے کہ جب بیدا ہوں نے یہ عالم سے کاہن اور لاادی یہ پر چھپنے کو
اس کے پاس بھیجے کر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟
اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں انہوں نے اس سے کہا بھر تو کون ہے؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں
کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہاں جیسے عسراہ نبی نے کہا، یہاں میں ایک
پھارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریبیوں کی طرف سے بھیجے کے
تھے۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ سچ ہے تو ایلیاہ۔ نہ وہ نبی تو پھر ہم تو سہ کیوں دینا
ہے۔ یو جھاتے جواب دیا کہ میں پانی سے ہمسر دیتا ہوں۔ تمہارے درہمان ایک فحش کھڑا ہے۔
جسے تم نہیں جانتے لیکن میرے بعد کا آنے والا جس کی جو قی کا ترس میں کھولنے کے لائق نہیں۔ یہ
ہاتھی یہ دن کے پار بیت عجناہ میں واقع ہیں جہاں یو جھاتھسہ دینا تھا۔“

بھی ذکر متی کے ۲/۳ میں ہے۔ گویا حضرت مجھی نے خود کی قسم کا تعلق حضرت ایلیاہ
(الیاس) سے نہیں تھا۔ جب متی، لوقا اور یو جھاتا کا آجی میں یہ اختلاف ہو اور ملا کی کی پیش کوئی
میں کوئی اصلیت بھی نہ ہو تو پھر یہ کہنا کہ چونکہ حضرت سچ مثیل الیاس تھے۔ اس نے حضرت میسی
نہیں آئیں کے۔ بلکہ مثیل میسی آئیں گے، حقیقت سے بہت دور ہے:

خشش اول چون نہد معار کج
تاشیا نیبر ود دیوار کج

متی اور لوقا کی بابت تو یہ سائی موز نہیں نے خود کہ دیا ہے کہ وہ واقعات کو کسی پیش کوئی
کے مطابق کرنے کے لئے ان میں کسی قد رترف کر لیتے ہیں۔ (دیکھو ان کی کلوب پڑی یا ج ۱۶۹۳ ص)

جب حالات یہ ہوں اور (یہ سائیوں کی کتابوں میں) قرآنی پیشگوئیوں کو اس نے بدلا

گیا ہے کہ حضور ﷺ کی بحث کی نسبت ان سے دلیل نہیں جائے تو ایک ایسی پیش کوئی پر (تو قات کی) جس کی نسبت خود عیسائی یہ کہتے ہوں کہ کسی نے بعد ازاں ایجاد کر دی ہے۔ حضرت میسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے متعلق کوئی دور کی جھٹ پکڑنی قابل پذیر ای نہیں۔

اب چونکہ حضرت الیاس کا بھی ذکر آگیا ہے۔ اس داستے یہاں اس کی توضیح مرید ضروری معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ اور ذکر ہو چکا ہے۔ یہودیوں کی کتاب میں درج ہے کہ حضرت الیاس اپنے شاگرد حضرت اسمع کو چھوڑ کر ان کے سامنے ہی بادل میں بیٹھ کر آسمان کی طرف چلے گئے۔ میں نے رفع کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس طرح پر ہے۔ سورہ مریم میں آیا ہے:

”واذکر فی الکتاب ادريس انه كان صديقاً نبياً ورَفِعْنَاهُ مَكَانًا عَلَيْنَا (۵۶،۵۷)“ اور کتاب میں اور لیں کا بھی ذکر کرد۔ پیکھت وہ بڑے پیچے اور نبی تھے اور ہم نے اس کو بلند جگہ پہنچا دیا۔

”رفعنادہ مکانا علیما“ کے معنی بعض مشرین کے نزدیک یہ ہیں کہ ان کو بلند مرتبہ کیا اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ خدا نے انہیں زمادہ آسمان پر بلا لیا۔ ایک اختلاف اس امر میں ہے کہ حضرت اور لیں علیہ السلام کون صاحب تھے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔ یعنی نوح بن ملک بن متولی بن حوک یعنی حوک یا اخنوخ ان کا نام اور اور لیں لقب تھا۔ تورات سفر پیدائش کے ۵ باب ۲۳ درس میں یہ ہے: ”اور حوک کی ساری عمر ۳۶۵ برس ہوئی۔“ س ۲۲ پر ”اور حوک خدا کے ساتھ چلا تھا۔ غائب ہو گیا۔ اس لئے کہ خدا نے اسے لے لیا۔“

دوسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ اور لیں علیہ السلام آسمان پر ہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی جامع اور ابن المدیر اور ابن مرسودیہ نے تفسیر میں حضرت انسؓ سے حدیث مسراج میں روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اور لیں علیہ السلام کو آسمان پر دیکھا۔ ترمذی کے مطابق یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سیوطیؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ اور لیں علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ سیوطیؓ نے کہا کہ اسنا د اس کی حسن ہے۔ گویا حضرت اور لیں علیہ السلام بالفاظ دیگر حضرت الیاس علیہ السلام، آسمان پر ہیں جو جائے قرار ہے حضرت میسیح علیہ السلام کی۔

میرے خیال میں اس کی تائید قرآن کریم کی سورہ انعام کی ایک آیت سے بھی ہوتی ہے اور وہ اس طرح ہے: ”وَهَبَنَا لَهُ اسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلُّا هَدِينَا وَنُوحاً هَدِينَا مِنْ

قبل ومن ذريته داؤد و سليمان و يوسف و موسى و هارون وكذا لك نجزي
المحسنين وزكرياء و يحيى و عيسى والياس كل من الصالحين وأسماعيل
واليسع و يونس ولوطا وكل فضلنا على العالمين ”
﴿أَوْرَاسُ كُوْخَنْهَا هُمْ نَّا لَهُنَّ أَوْرَادٌ
يَعْقُوبُ، سَبُّ كُوْهَدَاهِيَتْ وَيْدِي اُورْنُوحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُوْهَدَاهِيَتْ وَيْدِيَ
مِنْ دَاؤَوْ دَاؤَوْ سَلِيمَانُ كُوْأَرْيَابُ اُورْيَسُفُ كُوْأَرْمُوْيُ اُورْهَارُونُ كُوْأَرْهَمُ بَلْ دَيْتِيَهُ چِنْ تَيْكَ
كَامُ دَالُونُ كُوْأَرْزُكَرِيَا اُورْيَكَجِي اُورْيَسِيَا اُورَالِيَاسُ كُوْ. سَبُّ چِنْ تَيْكَ بَخْتُونُ مِنْ اُورَاسِعِيلُ اُورَالِيَعِ
اوْرَيُونُ اُورَلُوطُ اوْرَسُبُ كُوْهَمْ نَّا بَزْرُگِي وَيِّي سَارَے جَهَانَ دَالُونَ پَرِ۔﴾

نوٹ: یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ۲/۳ واں آیت میں حضرت یعقوب اور
اولاد یعقوب کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ السلام کا نام آیا ہے۔ پہلے سبط کا ذکر کیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ
السلام کا کیونکہ وہ صلی اولاد حضرت یعقوب سے نہ تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں ذریثہ کا لفظ آیا ہے
یعنی بڑی کی اولاد ذریثہ میں شامل ہے۔

جہاں تک نیری نظر ہے کسی صاحب تفسیر نے یہ نہیں لکھا کہ ان انبیاء کو اس ترتیب میں
کیوں ذکر فرمایا اردو میں تفسیر موہب الرحمن ایک جامع تفسیر ہے۔ اس کے فاضل صفات نے تو یہ
بھی لکھ دیا کہ واضح ہو کہ یہاں انبیاء علیہم السلام کا ذکر بہ اعتقاد زمانہ، ترتیب و ارجمند فرمایا بلکہ معنوی
حکمت ہے جسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس میں بحث بے قائد ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ یہ
ماجرہ اپنے تدریکات نتیجہ ٹیش نہ کرے۔

قرآن کریم میں ترتیب الفاظ کی حکم کی ہے۔ کبھی فضل سے افضل کی طرف۔ کبھی فضل
سے افضل کی طرف۔ کبھی لمحاظ زمانہ، کبھی لمحاظ واقعات و فیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ میں نے اپنے
رسالے گلستان معانی میں مثالیں دے کر عرض کیا ہے۔ آیات مبارکہ مندرجہ بالا میں ایک عجیب و
غریب ترتیب رکھی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت سے جوڑا جزو اکر کے پیغمبروں کا ذکر
فرمایا۔ پہلے ذکر فرمایا داؤد اور سليمان علیہ السلام کا۔ داؤد پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ اسی طرح ان
کے فرزند حضرت سليمان علیہ السلام بھی پیغمبر اور بادشاہ تھے۔

آگے ذکر ہے حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام۔ حضرت ایوب
علیہ السلام کی نسبت تاریخوں میں ہے کہ ان کو ہر حکم کی تکلیف پہنچی حتیٰ کہ بال پیچے بھی ضائع ہو
گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیفیں دور فرمادیں اور ان کو پھر اپنی عنایت سے ملا مال کر دیا۔ قرآن
کریم میں آتا ہے:

”وَإِيُوبَ اذْنَادِي رَبِّهِ أَنَّى مَسْنَى الْضَّرِّ وَأَنْتَ ارْحَمُ الرَّاحِمِينَ“
 فاستجبناله فكشفنا ما به من ضر واتيناه اهله ومثلهم معهم رحمة من عندنا
 وذكر للعابدين (انبیاء: ۸۲) ”اوایوب کو جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر
 پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے رحم والا پھر ہم نے سن لی اس کی فریاد سودور کر دی جو
 اس پر تھی تکلیف عطا کئے اس کو اس کے گھروالے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ رحمت اپنی طرف
 سے اور صحت ہے بندگی کرنے والوں کو۔“

حضرت ایوب علیہ السلام جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر ہے۔ حضرت
 ایوب علیہ السلام کا ملک شام اور سینا کے درمیان میں تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حال زیادہ
 لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ انہیں ان کے بھائیوں نے گھر سے لے جا کر کنوں
 میں پھینک دیا۔ جہاں سے قافلے والوں نے انہیں لکالا۔ پھر غلام کی حیثیت سے عزیز مصر کے
 پاس فردوخت ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ پھر قید کردیئے گئے اور پھر بادشاہ نے انہیں بلا کر
 خراں والوں کا افسر کیا اور پھر عزیز مصر ہوئے اور والدین، بھائی، اور خویش واقارب آکر ان کے ساتھ
 شامل ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی تمام حالات میں صابر و شاکر ہے۔
 ان دونوں حضرات کو اگرچہ نبوت کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ
 السلام کی طرح بادشاہت نہیں ملی۔ مگر بادشاہت سے کم درجے کی امارت سے ضرور بہرہ انہوں نے
 ہوئے۔

بعد اس کے ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا۔ ان کے
 حالات مشہور ہیں۔ اس کے لئے تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں حضرات ایک قسم
 کی غلائی کی حالت میں بیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا دلن چھوڑنا پڑا اور مدین میں جا
 کر نوکری کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر آرہے تھے کہ راستے میں نبوت عطا ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ
 السلام کے بھائیوں کا حال تو آپ سن پکے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کے
 ساتھ کیا سلوک کیا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت ملتے ہی اللہ تعالیٰ سے الجھا کی کہ ان کے
 بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر کر دیا جائے۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ دونوں بھائی آخوندیں اخماک
 مصر سے اپنی قوم کو نکالنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لیکن فرعون ان کا تاقاب کرتا ہے۔ وہ دونوں
 بھائی قوم کے سمندر سے پار ہو جاتے ہیں اور فرعون غرق ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہیں حکم ہوا کہ
 جہاد کرو عمالقہ سے اور ملک شام فتح کرو۔ مگر قوم نے ناقوتا ناروی دکھانے لگے۔ اس تغیری کی وجہ

سے ۲۰ سال تک جنگلوں میں بھکتے ہوتے رہے۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو شام جانا نصیب نہیں ہوا۔ اگرچہ ان دونوں حضرات کو نبوت اور ایک طرح کی امارت حاصل تھی۔ مگر وہ دو امارت نہیں تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں اور حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنے ملک میں نصیب ہوئی تھی۔ حضرت داکو اور سلیمان علیہما السلام کی بادشاہت ملنے کا تذکرہ کیا۔ ان آجتوں میں اور بھی کئی قسم کے ارتقاء ہیں جن پر بحث تھے اپنے موضوع سے دور لے جائے گی۔ اس وقت میں صرف ترتیب کا ذکر کر رہا ہوں۔ اس کے بعد ذکر ہے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لئے دعا کی تو ان کو نبوت ملی۔ ان کے مقابلے میں فرعون اور ان کے جاراللکڑ کو بخیرہ قلم میں غرق کر دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے میں فرزند کی دعائیگتھے تھے۔ اللہ نے یہ دعائیکوں کر کے ان کی بانجھ یہودی کو جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، اچھا کر کے ایک بیناعطا فرمایا اور نام بھی خود بھی جو یہ کرتے ہیں اور نبوت عطا کرتے ہیں۔ مگر اس کی مشیت اور حکمت کو کون جانتے۔ ان کی اپنی قوم یہودی نے باپ بیٹے کو چدرا مرام کا کرقہ کر دیا۔

اس کے بعد ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور الیاس کا۔ یہ دونوں انبیاء علیہما السلام جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، شہتوں کے ہاتھوں سے چاکر آسان پر اٹھائے گئے۔ اس کی حکمتوں کو دہ خود بھی جانے۔ صالحین کے لفظ سے ظاہر کر دیا کہ یہ چاروں نبی ان الزامات سے پاک تھے۔ جو لوگوں نے ان پر لگائے۔

اس کے بعد ذکر ہے حضرت اسماعیل اور اسماعیل علیہما السلام کا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ بیان کرنے کی بجائے یہاں الگ ذکر کیا۔ کیونکہ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو بچپن میں مکہ چھوڑ کر واہیں چلے آئے اور بعد ازاں وفات فوت کا ان کی خبر گیری اور تربیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عبید اللہ تعمیر ہوا اور فرقد رفتہ کہ شریف آباد ہوا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام کے شاگرد تھے اور انہوں نے ان کے زیر سایہ تربیت پائی۔ جب حضرت الیاس علیہ السلام آسان پر اٹھائے گئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے جاشین ہوئے اور بڑے بڑے کارناٹے کئے اور مجھے دکھائے۔

اس کے بعد ذکر ہے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا۔ ان کی بابت اتنا کچھ لکھ دینا کافی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قوم کو لاکھ سembaya مگر وہ راست پر نہ آئی۔

آخر انہوں نے بدوا کی اور خوبستی کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر جب عذاب کے آثار ظاہر ہوئے تو بستی والوں نے نہایت لجاجت اور عاجزی سے ہار گاہِ الہی میں دعا کی اور وہ عذاب ان سے ٹل گیا۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تادم آخربے سے برے کاموں میں مشغول رہی۔ یہاں تک کہ جب فرشتے لاکوں کی ٹھکل میں ان کی بستی میں نسودوار ہوئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے گمراہ شہرے تو انہوں نے ان کے گمراہ ماحسرہ کر لیا۔ مگر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ کا پیغام پہنچایا کہ راتوں رات تم اپنے اہل و عیال کو لے کر کل جاؤ۔ اس لئے کہ صبح ہوتے ہی ان پر عذاب نازل ہو گا اور یہ بھی کہہ دیا کہ تمہاری عورت عذاب میں گرفتار ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بستی الٹ وی گئی اور مجرموں کو اپنی سزا ملی۔ دیکھا ترتیب الفاظ قرآنی کیا کیا معنی اپنے اندر رکھتی ہے۔

اب میں نفس مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یعنی قرآن کریم اس امر کی تائید کرتا ہے کہ حضرت ایاس اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں آسمان پر اٹھائے گئے۔

انہی وجہات سے میں کہتا ہوں کہ ”خیر الملکرین“ کا لفظ ظاہر کردہ ہے کہ جیسے حضور ﷺ کو شنوں کے ارادہ قتل سے بچالیا تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر کسی گزد ع کے سوئی دیئے جانے سے بچالیا۔ قرآن کریم کے الفاظ اتنے پر مغزاً اور پستی ہوتے ہیں کہ ان کی خوبی دیکھ کر انسان پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے بشرطیکہ انسان ان کی تاویل کرنا نہ شروع کر دے۔ دیکھیے حضور ﷺ کی بحث کا ذکر و درسی جملہ الفاظ میں آیا ہے:

”ان لاتنصروه فقد نصره الله اذا خرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذهم فى الغار اذا يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سكينة عليه وايده بجنود لم تروها وجعل كلته الذين كفروا السفلى وكلمة الله هي العليا، والله عزيز الحكيم“ (اگر تم نہ دکرو گے رسول کی توس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو لا اتحا کافر دوں سے، وہ دوسرا تھا وہ میں کا، جب وہ دونوں تھے غار میں، جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفق سے تو غم نہ کھا بیکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تکین اور اس کی مدد کو وہ فوہیں جو تم نہیں دیکھیں اور یقین کر دکھائی بات کافر دوں کی اور اللہ ہی کا ہمیشہ بول بالا ہے اور زبردست حکمت والا۔)

اس موقع پر گویا حضور ﷺ کی حفاظت فرشتوں سے کرائی جانے کا ذکر کیا اور اپنی تعریف ”عزیز حکیم“ سے فرمائی۔ سبی الفاظ یعنی ”عزیز حکیم“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے درفع کے متعلق استعمال فرمائے۔ جیسا کہ سورہ النساء میں فرمایا: ”وما قاتلواه يقينا بل رفعه الله اليه و كان الله عزيزا حكما (۱۵۸، ۱۵۷)“ اور اس کو توں نہیں کیا ہے بل کہ اس کو اخالیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ نے زبردست حکمت والا۔

یہ خیال کرنا..... کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں زخمی ہو گئے تھے۔ وہ چکٹے سے کسی طرف لکل آئے۔ کسی طرح درست نہیں۔ اول تو یہ کس طرح مان لیا جائے کہ یہود یوں اور عیسائیوں کو آج تک پتہ نہ چلا اور قرآن کریم میں بھی ان کے اس طرح سے چلے جانے کا ذکر نہ ہوا۔

”وَسَرِيَّ خَيَالَ آمَتْ“ خیر الماكرين ” کے خلاف ہے۔ تیرا یہ خیال آمیت ”وجبها فی الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ“ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ ذلت و رسوانی کیا ہو سکتے ہے۔

بہتر ہو گا کہ اس موقع پر ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْأَلِيمُّ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ (نساء: ۱۵۹)“ کے متعلق بھی کچھ کھا جائے۔ اس کے متعلق میں رسالہ شہادت القرآن حصہ دوم مصنف مولانا حاجی محمد ابراہیم فاضل سیالکوٹی سے اقتباس درج کرتا ہوں:

”بَهْمَ شَرْحِ وِبْطَ كَسَاطِ ثَابَتَ كَرْبَلَى ہِيَنْ كَلُونَ تَأْكِيدَ (تَقْلِيَّةً يَا خِفْيَةً) مَفَارِعَ كَوْ استِبَالَ كَلَى خَاصَ كَرْدَجَا ہے اور نَسْرِيَّةَ كَهْ لَبِقْ مَنْ بَهْ“ میں لام تم کا ہے۔ جس کا ہونا استِبَال نَسْرِی پُونَ تَأْكِيدَ دُشِّ ہونے کے لئے ضروری ہے۔ یہ آمیت ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْأَلِيمُّ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ (نساء: ۱۵۹)“ کا لفظی ترجمہ یہ ہوا ہے کہ نہیں ہو گا اہل کتاب سے کوئی مگر ابتداء یا ان لاوے گا ساتھی عیسیٰ کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰ کے۔

اور حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لے آؤں گے۔ یہ چونکہ ابھی تک اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا اتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے کے پارے میں نہیں پایا گیا اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اہل کتاب کے ایمان اتفاق کے بعد ہوتی ہے اور جب اب تک وہ ایمان میں متحقق نہیں ہوئے تو آپ کی موت بھی واقع نہیں ہوئی۔

اس آمیت کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں۔ محاورہ زبان عرب اور قواعد فتح اور محاورہ کتب و نثر کی رو سے بھی ایک تھجھ ہے اور اس کے سوائے جس قدر احتہالات ہیں۔ وہ سب غلط

ہیں اور باطل ہیں کیونکہ کسی معنی کی ہباد پر "لیومن" کا لفظ خاص استقبال کے لئے باتی نہیں رہتا۔

اس میں بھی نہیں کہ اس آیت کے یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ میں کوئی نہ ہوگا۔ مگر وہ ضروری ایمان لائے گا۔ عیسیٰ پر اپنی موت سے پہلے جبکہ ملائکہ موت کو معاشرہ کرے گا۔ لیکن ان معنوں پر کئی ایک اعتراض ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ یہود یہوں اور یہساٹیوں کا کیا حال جو اس آیت کے نزدیک سے پہلے مرچے تھے۔ دوسرا یہ کیوں تسلیم کر لیا جائے کہ یہود و نصاریٰ کے لئے مرتب وقت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

تیرا بہت سے اہل کتاب ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی صدمہ ناگہانی سے یا سوتے سوتے مرجاتے ہیں۔ واقعہ کوئی تازہ مثال ہمارے سامنے ہے۔ اسکی صورت میں یہ آیت کس طرح ان پر صادق آسکتی ہے؟۔

چوتھا اسی آیت سے پہلی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور مصلوب ہونے کا اثکار کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ ان کو خداوند کریم نے اٹھالیا پہنڈا وہ زندہ ہیں اور ان پر کسی نہ کسی وقت موت وار ہوئی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ وہ قیامت کے قریب زمین پر اترے جائیں گے جبکہ ان کی موت واقع ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ "قبل موتہ" "کے معنی یہ کہ جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اہل کتاب ان پر ضرور ایمان لائیں گے اور یہ اس وقت ہو گا جب وہ زمین پر دوبارہ تشریف فرماؤں گے۔

اور الفاظ "ویوم القيامة یکون علیهم شهیداً" کا اگر الفاظ "وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم (الملائکہ)" کو طاکر پڑھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ شہادت ان کے ایمان پر ہو گی اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ ان میں موجود ہوں اور یہ ایسا ہو گا جب وہ دوبارہ تشریف فرماؤں گے۔ اس لئے زیادہ ثبوت کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم با الصواب!

آیت "متوفیک و رافعک" پر غور کرنے سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم دیکھیں کہ اب تک ہم کس نتیجہ پر پہنچے ہیں:

۱..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام (علیہ الرحمۃ الرحمیۃ) روح القدس سے بلا باپ ہیدا ہوئے۔

۲..... ان سے مجرمات مثلاً مردوں کا زندہ ہوتا بغیرہ صادر ہوئے۔

۳..... یا مورثت اللہ کے خلاف ہیں۔

۴..... یہ امور اللہ تعالیٰ کی قدرت لامتناہی سے موقع پذیر ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ان کا "کن" کہنا بھی کافی ہوتا ہے۔

۵..... (الف) آیت "وَمَا قتلوهُ وَمَا صلبوهُ بِلِ رفعهِ اللَّهِ إلَيْهِ (نساء: ۱۵۷)" کے الفاظ خاہر کر رہے ہیں کہ ان کو نہ قتل کیا گیا اور نہ سولی وی گئی۔ نیز یہ کہ انہیں مصلوب ماننا آیت "وجيهاً فِي الدِّينِ وَالْآخِرَةِ" کے خلاف ہے۔

ب..... یہاں پر "رفع" کے معنی درجات کرنا تاویل بجید ہے اور منشاء قرآن کے خلاف ہے۔

ج..... اس کے بعد کی آیت "وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَيُؤْمِنُنَّ بِهِ قَبْلِ مَوْتِهِ (۱۵۹)" اس بات کی تائید کر رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہوئی۔ اس "واسطے" "رفع" کی تائید مرید ہوتی ہے۔

..... "رفع" بحالت حیات (رفع بالجس) کی تائید آیت "مَا الْمُسِيحُ ابْنُ مَرِيمَ الَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (ملدود: ۵۷)" سے ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت بھی ان کی موت کے خلاف ہے۔

..... اس کی مرید تائید آیت "لَنْ يَسْتَنِكُنَّ الْمُسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدَ اللَّهِ وَلَا الْمَلَكُوْنَ المقربون" سے ہوتی ہے۔

ڈ..... آیت "وَمَكْرُوا وَمَكْرُوا وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَلَكِرِينَ (نساء: ۱۷۲)" بھی ظاہر کر رہی ہے کہ من کسی طرح سے حضرت مسیح علیہ السلام پر قابو نہ پاسکے۔

س..... آیات "يَكْلِمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (آل عمران: ۴۰)" اور "قُلْ فَمَنْ يَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنَّ ارَادَنَا يَهْلِكُ مُسِيحًا ابْنَ مَرِيمَ وَأَمَهْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (آل عمران: ۴۶)" حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات فی المسام پر دلالت کرتی ہیں۔

۶..... رفع بقید حیات کوئی ایسا امر نہیں جس پر خدا کو قادر مطلق جانتے ہوئے یقین نہ کیا جائے کیونکہ:

الف..... یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ بع جمادا طہ مراج شریف کی رات آسمانوں پر تشریف فرمائے ہوئے۔

ب..... حضرت الیاس علیہ السلام کا آسمان پر بقید حیات جانا تورات سے ثابت ہے۔

- ج آسمانوں میں بھی اسکی آبادی ہے جیسی دنیا میں۔
 و حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین پر آنا بھی اس کی مریدتائید کرتا ہے۔
 ر حیات کے متعلق جو آیات پیش کی جا سکی ہیں۔ اس کی مریدتائید کرتی ہیں۔
 ی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی دیے گئے تھے مرنے نہیں تھے اور وہ غیر ملکوں میں ٹپے گئے۔ ان کے پاس اس کی دعویٰ دلیل ہے نہ لٹی۔ اس کے متعلق آیات بھی بیان ہو سکتی ہیں۔
- ۸ آیت "يَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْحَكْمَةُ" ظاہر کر رہی ہے کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن پورا نہیں ہوا۔ وہ تب ہی ہو گا جب وہ نزول فرمایا کہ اسلام کا احیاء ٹانیے کریں گے۔
 ۹ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان ہاتوں کے مانند سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ پروفیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ختن غلط ہنسی کا فکار ہیں۔ چونکہ قرآن کریم نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔
- ۱۰ مثل سچ کے آنے کی کہانی بے نیاد ہے اور بھی نہیں بلکہ جس پیشگوئی پر اس کا انعام ہے وہ مختفین کے نزدیک ملاجی خبر برکتی نہیں۔ بلکہ بعد میں کسی نے ایزا دکی ہے۔
 ۱۱ ان کی الوہیت کی ہر طرح سے تردید کی گئی۔ اگر واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفات پاچکے ہیں تو قرآن نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ وہ مرچکے ہیں اس لئے خدا نہیں۔
 ۱۲ وہ علم المساجد (نشانی قیامت) اسی طرح ہو سکتے ہیں کہ دوبارہ آئیں۔
- اگر ان امور پر پورے طور پر تسلی ہو جائے تو پھر "متوفیک" اور "وراءفعک" کے معنی کرنے میں کوئی دقت نہیں رہتی۔ وقت اس لئے پیدا ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمام آیات پر ایک وقت میں غور نہیں کیا گیا۔ اس لئے صحابہ کے بعد متوفیک کے معنی کرنے میں کسی قدر اختلاف پیدا ہوا۔ اپنا نظریہ پیش کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ متوفیک کے متعلق جو کچھ تفاسیر میں آیا ہے۔ اسے یہاں پر کسی قدرتی نقل کیا جائے۔ چونکہ تفسیر مواعظ الرحمن میں تقریباً سب اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس کی عمرت یہاں نقل کی جاتی ہے:
- واضح ہو کہ حدیث بخاری و مسلم میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر صریح وارد ہوا ہے اور مضمون وہی ہے جو مسخر جلالی نے ذکر کیا اور بخوبی نے بھی اپنی اسناد سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور اکثر طرق سے مردی ہے اور ابو داؤد طیالسی کی حدیث میں ۴۳ برس زندہ رہنا پھر مرنا اور مسلمانوں کا ان پر تمماز جتنا زد پڑھنا مردی ہے اور امام احمدؓ نے اس کو بعد صحیح حضرت ابو ہریرہؓ

سے روایت کیا۔ ”کماذکرہ ابن حجر فی الاصابة“

اور ابن کثیر نے کہا کہ قوله تعالیٰ ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنْ بِهِ قَبْلَ مُوتِهِ“ راجح بجانب عیینی علیہ السلام ہے جیسا کہ تفسیر میں انشاء اللہ آئے گا اور یہ اسی وقت ہو گا جب کہ وہ آسمان سے دنیا میں قتل روز قیامت کے نازل ہوں گے۔ پس سب مسلمان ہوں گے کیونکہ وہ جزیہ اخداویں گے اور سوائے اسلام کے کچھ قبول نہیں کریں گے اور سن بھری نے مرسا روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عیینی علیہ السلام نہیں مرے اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹنے والے ہیں۔ پس ان وجہ مذکورہ کی وجہ سے مفسرین رحمہ اللہ نے قوله تعالیٰ ”أَنَّى مَتَوفِيكَ“ میں تاویل کی۔ کیونکہ صحیح بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بدون وفات دنیا سے اخالیا جیسا کہ مفسرین نے اسے ترجیح دی ہے اور اس کو ابن حجر طبری نے اختیار کیا ہے۔ بنظر دلائل مذکورہ بالا کے اور کہا کہ توفی ان کی بھی اخالیا ہے۔ پس محمد بن اسحاق نے جو وہب بن منبه سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے دن چڑھے کی تین گھنٹی ان کو موت دی پھر اخالیا اور ابن اسحاق نے کہا کہ نصاریٰ زعم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی اور اور لیں نے وہب سے روایت کی کہ تین روز موت دے کر پھر زعہ کر کے اخالیا۔ یہ سب روایات نصرانیوں سے ہیں اون پر اعتماد نہیں۔

صحیح بھی ہے کہ بدون موت کے اخالیے گئے۔ اب آہت میں تاویل پیان کرنی چاہئے۔ پس مقادیر وغیرہ نے کہا اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی ”أَنَّى رَافِعُكَ إِلَى مَتَوفِيكَ“ پہلے اخالیا ہے۔ پھر قریب قیامت کے نازل ہونے کے بعد وفات ہو گی۔ اور ابو البقاع عبد اللہ بن حسین عکبری نے کہا کہ ”وَإِذْ“ تو مطلق جمع کے واسطے ہوتا ہے۔ اس میں کوئی ترتیب کے معنی محوظ نہیں ہوتے۔ تو کچھ اس کی حاجت نہیں رہتی کہ تقدیم و تاخیر کی جادے۔ بلکہ جیسی لفظ موجود ہے۔ اس کے بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ ذکرہ فی اعراب القرآن پس بخاری میں جو علی ابن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے مذکور ہے کہ متوفیک بمعنی صحیح ہے۔ اے میں تجھے موت دینے والا ہوں“ اس کے بھی معنی ہیں کہ تیری موت کے وقت پر بعد نزول من المساء موت دوں گا اور اب تجھے اخالیے لیتا ہوں۔

اوی بعض کا یہ مذهب ہے کہ پہلے وہ ایک مرتبہ دنیا میں مر کر پھر اخالیے گئے۔ پھر آخر زمانے میں چالیس برس بعد رہیں گے اور دفن ہوں گے اور اگر کپا جائے کہ حدیث مسلم میں تو سات ہی برس پھر رہا مذکور ہے تو جواب یہ ہے کہ پھر رہا کسی خاص حال پر مذکور ہے نہ آن کر ان کی

زندگی اس قدر ہو گی۔ کیونکہ اس پر نص نہیں۔

اور مسلم الوراق سے روایت ہے کہ ”انی متوفیک“ اے دنیا میں تجھے وفات دوں گا اور وہ وفات موت نہیں۔ اور ربع بن انس نے حسنؓ سے روایت کی کہ ”انی متوفیک“ یعنی خواب کی موت دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں اٹھالیا۔ شیخ ابن کثیرؓ نے فرمایا کہ ان مفسرین کے نزدیک وفات سے یہاں تکیہ نوم و خواب مراد ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُمْ بِاللَّيلِ“ (انعام: ۶۰) ۴۲ یعنی ہے جو رات کو تمہیں وفات دیتا ہے۔ ۴۳ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”يَتَوَفَّى الْأَنفُسُ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا“ (زمر: ۴۲) اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ رات میں جب تہجد واسطے خواب سے اٹھتے تو یوں فرماتے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمْتَنَا“ ۴۴ یعنی سب شا اور صفت پا کیزہ اسی اللہ پاک کو ہے جس نے ہم کو موت دے کر پھر جلا یا ۴۵ اور خواب کو موت کہنا بہت شائع ہے۔ یا ”توفی“ ۴۶ یعنی قبض لیا جائے۔ ماخوذ از ”توفیت مالی“ میں نے اپنا مال قبض کیا۔

اور اسی کو کشاف کی مانند مفسر بیضاویؓ نے اختیار کیا ہے اور چونکہ قبض کر لیا وہ طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک بوجب اور ودم برفع تو مفسر نے ”قابضك من الدنيا من غير موت“ سے مراد ظاہر کرو یہ کہ اٹھالینے کے ساتھ قبض کر لیا مراد ہے۔ آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ حتدین کی تفاسیر کا لاب لاب یہ ہے کہ وہ زندہ آسان پر گئے۔ مولانا محمد ابراهیم صاحبؒ نے اپنی کتاب شہادت القرآن میں ایک نقشہ آیات توفی مع بیان قریبہ درج کیا ہے اور جس نقشہ پر آپ پہنچے ہیں وہ حسب ذیل ہے:

”توفی“ کا اصل مادہ وفا ہے اور اس کے اصلی اور صرف معنی ”أخذ شیء و افیأ“ یعنی کسی چیز کو پورا پکڑ لیما اور رفع یعنی اور پر کو اٹھالیما اور نیند اور موت اور وصولاً، قبض سب اس کے انواع ہیں اور یہ امر مسلم ہے کہ مختلف انواع سے ایک نوع معین کرنے کے لئے قرینہ کا ہوا ضروری ہے۔ جس جہاں توفی کے ساتھ موت اور اس کے لوازمات کا ذکر ہو گا۔ اس جگہ توفی سے مراد موت ہو گی اور جہاں نیند اور اس کے مقتضیات مذکور ہوں گے وہاں نیند مراد ہو گی، جیسے:

”قل يَتَوَفَّكُمْ مَلْكُ الْمَوْتِ الَّذِي وَكَلَّ بِكُمْ (آل سجدة: ۱۱)“ ۴۷ یعنی اے

میثربان سے کہہ دو کہم کو ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پورا پکڑ لے گا۔

اور نیز آیت: ”اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا“

(زمر: ۴۲) ”﴿اللَّهُمَّ جَانُوا مَوْتَكُمْ كَمَا وَقْتَ قِبْلَتِهِمْ أَوْ جَنَّةِ مَوْتِهِمْ كَمَا وَقْتَ قِبْلَتِهِمْ نَهْجَتِهِمْ آيَاتٍ نَهْجَتِهِمْ نَهْجَتِهِمْ﴾“ اور نیز آیت:

”وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُمْ بِاللَّيلِ (انعام: ۶۰)“ ﴿اللَّهُمَّ كُوْرَاتَ كَمَا وَقْتَ قِبْلَتِهِمْ لَيْتَهُمْ﴾ اور نیز شعر:

قَلَّا تَوْفَاهُ رَسُولُ الْكَرِي

﴿وَأَوْرَجْبَ اسْكُنْدَرَ كَمَا طَبَّنِي نَے پُورا پُورا کِپُورِ لِيَا۔﴾

ان مثالوں میں مکمل الموت اور موت، توفی سے موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔ اور ”منام، لیل، کری“ اس سے نیند مراد لینے کے۔ اسی طرح آیت مذکورہ زیرِ بحث میں اگر توفی کے متعلق موت کا ذکر ہے تو اس سے مراد موت ہو گی اور اگر نیند کا ذکر ہے تو پھر نیند مراد ہو گی۔ اگر رفع یعنی اوپر اٹھانے کا ذکر ہے تو اس سے مراد رفع ہو گی۔ یعنی اوپر کو اٹھائیں۔ لیں چونکہ اس آیت توفی کے ساتھ سوائے رفع کے ذکر کے اور کچھ مذکور نہیں لہذا اس جگہ توفی سے سوائے رفع کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتی۔

مولانا نے اپنی طرف سے آیت مذکورہ بالا کی نہایت عمدہ توجیہ کی ہے۔ عربی دان طبقہ ضرور اس کی قدر کرے گا۔ قادیانی صاحب اس ”متوفیک“ کے معنی صرف یہ لیتے ہیں کہ ”میں تمھاری موت دوں گا“، لیکن ان کے خیال میں شہر جانے کے بعد ان کی موت واقع ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے بھی متوفیک کے معنی ممیک کے کئے ہیں۔ یعنی میں تمھاری موت دینے والا ہوں۔ لیکن ان کے قول کے مطابق یہ موت نزولِ من السماء کے بعد واقع ہو گی۔ میری ذاتی راستے بھی سمجھا ہے کہ سمجھا اس کے معنی صحیح ہیں۔ لیکن اس کے سمجھنے میں تھوڑی سی غلطی ہوئی ہے اور وہ غلطی ترتیب الفاظ کے متعلق ہے۔ میں نے اپنے رسائلِ گفتہ معانی میں بیان کیا ہے کہ قرآن میں ترتیب الفاظ کی تتم کی ہے اور مختلف وجوہات پرستی ہوتی ہے (مثالیں وہاں دیکھ لی جائیں) یہاں بھی ترتیب الفاظ ہے اور وہ اس طرح ہے:

”مَطْهُرُكَ مِنَ الظِّينِ كُفَّارُوا وَرَافِعُكَ الَّى وَمِتَوْفِيكَ (آل عمران: ۵۵)“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ میں تم کو یہود یوں کی گرفت سے بچا ہوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور اس کے بعد موت دوں گا۔ متوفیک اس لئے پہلے آیا کہ یہود یوں کا منتہ ان کے قتل یا سلوی دینے کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے بچانا تھا کہ وہ تمھارے کو مارنے پر قادر نہ ہوں گے۔ بلکہ میں خود موت دوں گا جب مناسب ہو گی۔

دوسراے اس لئے متفقیک پہلے لایا گیا کہ جیسا کہ میں نے سچ کے ارتقاء کے متعلق بیان کیا ہے کہ پا الوہیت کے عقیدے کو درکار نے کے لئے (موت کے ذکر کی) مقدم کیا اور فقط ”جاعل الذین اتبعوك“ کو سب سے آخر اس لئے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے رفع بعد ان کے ہمروؤں کو یہودیوں پر غلبہ دینے والا تھا اور دیا۔

بخاری و مسلم نے روایت کی کہ یہ حدیث کہ وہ قیامت کے قرب آسان سے اتریں گے، ہمارے نبی محمد ﷺ کی شریعت کے موافق (الکتاب والحمد لله) لوگوں میں حکم کریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور خزر کو قتل کر دلیں گے اور صلیب ہے فرانی پوچھتے ہیں، اسے توڑ دلیں گے اور جزیہ اخادیں گے۔ لیکن بجا ایمان کے کسی شخص سے جزیہ وغیرہ قول نہیں کریں گے۔

جو ترتیب میں نے اوپر بیان کی ہے وہ مطابق ہے قول حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قیادہؓ کے۔ میں نے صرف پوری ترتیب الفاظ بیان کروی ہے۔ بعض لوگ اکثر پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیوں آنحضرت ﷺ کا دنیا میں وصال کرو یا اور وہ محفون ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسان پر لے گئے۔ جس سے ان کی فویقیت پائی جاتی ہے۔

فویقیت پر تو بحث ہو گئی ہے اور آئندہ بھی لکھوں گا۔ مگر سوال کا دوسرا حصہ متعلق مشیت ایزدی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ انسان کو کیوں گناہ کرنے کے قابل ہتایا اور شیطان کے ہنانے کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن ایک جواب تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس میں حضور ﷺ کی فویقیت ہے۔ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی نسبت خوبی دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ رکھا تاکہ دوبارہ دنیا میں تشریف لا کر خاتم النبیین کے بطور ایک انتی کے مصدق بنیں۔

دوسرا قیامت جیسے ہولناک واقع کے ہونے سے پہلے ممکن ہے کہ منتادہ الہی یہ ہو کہ دنیا پر ظاہر کر دیا جائے کہ جورب العالمین ایک شخص کو اتنی مدت تک آسمانوں پر زندہ رکھ سکتا ہے۔ وہ ضرور اس امر پر قادر ہے کہ انسان جب مردہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے تو وہ اسے دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا تاکہ وہ اپنے اعمال کی جزا یا سزا پائے۔ اگر آج دنیا کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین ہو جائے تو دنیا کا نقش فوراً بدل جائے اور ایمان کا مکمل کاربجہ آج سب کوں جائے۔ میرے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی وجہ سے ”علم للساعة“ کہا ہے۔ جس کا ذکر آگئے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری

میں نے اوپر لکھا تھا کہ سورہ آل عمران میں جن آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان ہوتے ہیں۔ ان میں دو حکم کا ارتقاء ہے۔ ایک توفیقیح کا جو بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا

حضرت میسیٰ علیہ السلام کا ان کے غیر ہونے کی حیثیت سے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ تادینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ ہر ایک غیر کے حالات بیان کرنے میں قرآن کریم میں ارتقاء ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکی خوبی سے حضور ﷺ کے متعلق ارتقاء اور ان کی فضیلت بیان کی جاتی ہے کہ انسانی عمل حیران رہ جاتی ہے۔ لہذا تھوڑا تھوڑا ذکر اس امر کا بھی ہوتا جائے گا۔ تاکہ قارئین کرام خود اس نتیجہ پر پہنچیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ منظر

ذکورہ بالآیات میں حضرت میسیٰ علیہ السلام کا ذکر یوں آیا ہے: ”رسولا اللہ بنی اسرائیل و مصدقالما بین یدیٰ من التوراة ولا حل لكم بعض الذی حرم علیکم و جلتکم بایة من ربکم فاتقوا اللہ و اطیعون . ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم (آل عمران: ۵۱،۵۰)“ ۴ وہ رسول تھے نبی اسرائیل کی طرف اور انہوں نے کہا میں مصدق ہوں ان چیزوں کا جن کا تورات میں ذکر ہے اور اس واسطے کے حلال کروں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ سنو! اور تمہارے پروردگار کی طرف سے (اپنی نبوت کی) نتائی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں سوڑواللہ سے اور سیرا کہنا نالہ رب ہے میرا اور تمہارا سوسائی بندگی کرو یہا راہ مستقیم ہے۔ ۴

اس کے بعد سورہ آل عمران میں یوں آیا ہے: ”قل امنا باللہ و مَا انزل علینا و مَا انزل علی ابراهیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والا سبطان و مَا اوتی موسیٰ و عیسیٰ والنبویون من ربهم لا نفرق بین احد منهم و نحن له مسلمون و مَن يبتغ غير الاسلام دینا، فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين“ ۵

﴿ (اے رسول ان لوگوں سے) کہہ دو کہ ہم تو خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر نازل ہوئی اور جو (صحیح) ابراهیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل ہوئے اور موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے غیر ہوں کو جو (کتاب) ان کے پروردگار کی طرف سے حمایت ہوئیں (سب پر ایمان لائے) ہم تو ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور اس کے علاوہ اس کا وہ دین ہرگز قول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں سخت گھائے میں رہے گا۔ ۶

اس میں بتایا ہے کہ خدا کی طرف سے حضرت میسیٰ علیہ السلام پر جو کچھ اور اس کی تعلیم تھی جو دوسرے غیر ہوں کوئی تھی اور جبکہ خدا کا دین اپنی مکمل صورت میں آن پہنچا تو مقامی نبتوں اور بہادرتوں کا عہد گزرنچا۔ سورہ النساء میں اس طرح آیا ہے: ”اَنَا اوحيَنَا إِلَيْكَ كَمَا

او حیناً الی نوح والنبوین من بعده و او حیناً الی ابراهیم و اس معیل و اس خق و يعقوب والا سبط و عیسیٰ و ایوب و یونس و هارون و سلیمان و اتینا باقد زبوراً، و رسلاً قد قصناهم علیک من قبل و رسلاً لم نقصصهم علیک، و کلم الله موسیٰ تکلیماً، رسلاً مبشرین و منذرین لثلاً یکون للناس علی الله حجه بعد الرسل، و كان الله عزیزاً حکیماً“

﴿(اے رسول) ہم نے تمہارے پاس (بھی) تو اسی طرح وہی بھی ہے جس طرح نوح اور بعد والے غیروں پر بھی تھی اور جس طرح ابراهیم و اساعلیٰ اور اسحاق و یعقوب و اولاد ویعقوب و عیسیٰ و ایوب و یونس و هارون و سلیمان کے پاس وہی بھی تھی اور ہم نے واکوز بور عطا کی اور (تم کو بھی ویسا ہی رسول مقرر کیا جس طرح کہ) اور بہت سے رسول (بیجے) جن کا حال ہم نے تم سے پہلے ہی بیان کرو دیا اور بہت سے (ایسے) رسول (بیجے) جن کا حال تم کو بیان نہیں کیا اور خدا نے موئی سے (بہت سی) باتیں بھی کیں اور (ہم نے نیکوں کو بہشت کی) خوشخبری دینے والے اور (بدوں کو عذاب سے) ڈرانے والے غیر (بیجے) تاکہ غیروں کے آنے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی جھٹ باتی نہ رہ جائے اور خدا تو بڑا آزر بروت حکیم ہے۔﴾

ان آیات میں بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اسی طرح وہی آئی جیسے دوسرے اولو العزم غیروں پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔ جیسے دوسرے غیر۔

اس آیت سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ جو علم میں پختہ ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان پر جو تم پر اتر اور جو تم سے پہلوں پر اتر ایکن اس کے بعد فرمایا ہے: “لَكُنَ اللَّهُ يَشَهِدُ بِمَا نَزَّلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمٍ وَالْمَلَائِكَةُ يَشَهُدُونَ وَكُفَّىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا (نساء: ۱۶۹)“ ﴿لَكُنَ اللَّهُ شَاهِدٌ بِمَا فِي جُنُونٍ وَالْمَلَائِكَةُ يَشَهُدُونَ وَكُفَّىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا (آل عمران: ۲۷)﴾ کافی ہے حق ظاہر کرنے والا۔

دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارتقا و فضیلت حضور کو کس خوبی سے ادا کرو دیا۔ سورہ مائدہ میں اس طرح آیا ہے: ”وَقَوْنَىٰ عَلَىٰ اثْلَرَهُمْ بْنَ عِيسَىٰ ابْنَ مُرْيَمَ مَصْدِقًا لِّمَا بَيْنَ يَدِيهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَأَتَيْنَاهُ الْأَنْجِيلَ فِيهِ هُدَىٰ وَنُورٌ وَمَصْدِقًا لِّمَا بَيْنَ يَدِيهِ مِنَ التَّوْرُلَةِ وَهُدَىٰ وَمَوعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ وَالْيَحْكُمُ أَهْلُ الْأَنْجِيلَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ

بِالْحَقِّ مَصْدِقاً لِمَا بَيْنَ يَدِيهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهِمَّا نَا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ لَكُلَّ جُلُّنَا مِنْكُمْ شَرِيعَةٌ وَمِنْهَاجٌ وَلَوْشَاءَ اللَّهُ لَجَعْلِكُمْ أَمَّةً وَاحِدَةً وَلَكُنْ لِيَقْلُوكُمْ فِي مَا تَكُونُ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيَنْبَغِي بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ”

اور ہم نے انہیں تین خبروں کے قدم پر قم مریم کے بیٹے یسی کو چلا یا اور وہ اس کتاب توریت کی بھی تصدیق کرتے تھے۔ جوان کے سامنے (پہلے سے) موجود تھی اور ہم نے ان کو انجلی بھی عطا کی جس میں (لوگوں کے لئے ہر طرح کی ہدایت تھی اور نور ایمان) اور وہ اس کتاب توریت کی جو وقت نزول انجلی (پہلے سے) موجود تھی تصدیق کرنے والی اور پرہیز گاروں کی ہدایت و صحت تھی اور انجلی والوں (نصاری می) کو جو کچھ خدا نے (اس میں) نازل کیا ہے۔ اس کے مطابق حکم کرنا چاہئے اور جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے موافق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں اور (اے رسول) ہم نے تم پر بھی برحق کتاب نازل کی جو کتاب (اس سے پہلے سے) اس کے وقت میں موجود ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی نگہبان (بھی) ہے تو جو کچھ خدا نے تم پر نازل کیا ہے۔ اس کے مطابق تم بھی حکم دو اور جو حق بات خدا کی طرف سے آئی ہے۔ اس سے کہرا کے ان لوگوں کی خواہش نفسانی کی میروی نہ کرو اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے واسطے (حسب مصلحت وقت) ایک ایک شریعت اور خاص طریقہ مقرر کر دیا اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کے سب کو ایک ہی (شریعت کی) امت بنا دیتا گر (مختلف شریعتوں سے) خدا کا مقصد یہ تھا کہ وہ جو کچھ تمہیں دیتا ہے اس میں تمہارا امتحان ہے۔ بس تم تینیوں میں پاک کر آگے گئے ہو جاؤ اور (یقین مانو کر) تم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جب (اس وقت) جن باتوں میں تم اختلاف کرتے وہ تمہیں بتادے گا۔

اس میں حضرت یسی علیہ السلام کی نسبت یہ ارتقاء ہے کہ وہ نہ صرف تین خبری ہی تھے اور تورات کے مصدق تھے۔ بلکہ ان کو انجلی میں ہدایت و روشنی تھی اور وہ تصدیق کرتی تھی اپنے سے مکمل کتابوں کی اور راہ بتلانے والی اور صحت تھی ڈرنے والوں کے لئے۔ لیکن اگلی آئت میں فرمایا کہ قرآن کریم تمام مکمل کتابوں کا حافظ اور امتن ہے۔ یہ بڑی فضیلت ہے۔

آ گے سورہ مائدہ میں یوں آیا ہے: ”لَعْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوِيدَ وَعِيسَى ابْنِ مُرِيمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا كَانُوا يَعْتَدُونَ . كَانُوا إِلَّا يَتَنَا هُونَ عَنْ مُنْكَرٍ فَلَعْنُهُ لِبْسٌ مَلَكَانُوا يَفْعَلُونَ . تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَُّونَ الَّذِينَ

كفروا لبئس ماقدمت لهم انفسهم ان سخط الله عليهم وفي العذاب هم
حالدون . ولو كانوا يؤمنون بالله والنبي وما انزل اليه ماتخذ وهم اولياء
ولكن كثيراً منهم فاسقون . لتجدن اشد الناس عداوة للذين امنوا اليهود
والذين اشركوا او لتجدن اقربهم مودة للذين آمنوا الذين قالواانا نصريء
ذلك بان منهم قسيسين ورهبانا وانهم لا يستكبرون . واذا سمعوا ما النزل
الى الرسول ترى اعينهم تفيض من الدمع مما عرفا من الحق يقولون ربنا
امنا فلاكتبنا مع الشهدان . ومالنا لا نؤمن بالله وما جاءنا من الحق ونطعن
ان يدخلنا ربنا مع القوم الصالحين ”

﴿ جو لوگ کافرتے ان پر داؤ دا مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبانی لعنت کی گئی یہ (اعتنی ان
پر پڑی تو صرف) اس وجہ سے کہ (ایک تو) ان لوگوں نے نافرمانی کی اور (پھر ہر معاملے میں) خد
سے بڑھ جاتے تھے اور کسی برے کام سے جس کو ان لوگوں نے کیا، باز نہ آتے تھے (بلکہ اس کے
باوجود صحبت، اڑے رہتے تھے) جو کام یہ لوگ کرتے تھے کیا ہی بر اتحاد (اے رسول) تم ان
(یہودیوں) میں سے بھیروں کو دیکھو گے کہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں۔ جو سامان پہلے سے ان
لوگوں نے خود اپنے واسطے درست کیا ہے کس قدر برآ ہے (جس کا نتیجہ یہ ہے) کہ (دنیا میں
بھی) خدا ان پر غضبناک ہوا اور (آخرت میں بھی) ہمیشہ عذاب ہی میں رہیں گے اور اگر یہ لوگ
خدا اور رسول پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے ایمان رکھتے تو ہرگز (ان کو) (اپنا) دوست نہ
ہٹائے گریں میں سے بھیرے تو بدھن ہیں (اے رسول) تم ایمان لانے والوں کا دشمن سب سے
بڑھ کر یہودیوں اور شرکوں کو پاؤ گے اور ایمان داروں کا دوستی میں سب سے بڑھ کر قریب ان
لوگوں کو پاؤ گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ کیونکہ ان (نصاریٰ) میں سے یعنی بہت سے عالم اور
عادل ہیں اور اس سبب سے (بھی) کہ یہ لوگ ہرگز شخصی نہیں کرتے اور تو دیکھتا ہے کہ جب یہ لوگ
اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو ہمارے رسول پر نازل کیا گیا ہے، تو ان کی آنکھوں سے بے ساختہ
(چلک کر) آنسو جاری ہو جاتا ہے کیونکہ انہیوں نے (امر) حق کو بچان لیا ہے (اور) عرض
کرتے ہیں کہ اے میرے پانے والے ہم تو ایمان لاچکے تو (رسول کی) تصدیق کرنے والوں
کے ساتھ ہمیں بھی لکھر کھا رہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم خدا اور جو حق بات ہمارے پاس آ جھکی ہے، اس
پر تو ایمان نہ لائیں اور (پھر) خدا سے یہ امید رکھیں کہ وہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ
ہمیں (بہشت) میں پہنچا ہی دے گا۔ ﴿

حضرت میں علیہ السلام نے ان پر لخت کی اس سے پہلے حضرت وادوان پر لخت کر پکھے تھے۔ جبی وجہ ہے کہ یہود خصوصیت پر بھی ایمان نہیں لائے۔ ارتقاء ہے کہ ان کے لئے حضرت میں علیہ السلام کے نہ مانے والے ملعون ہوئے اور جو ایمان لائے انہوں نے ہدایت پائی اور وہ بالآخر خصوصیت پر ایمان لائے۔ ویکھیے قرآن کریم اور رسالت حضور محمدؐ اور رسول پر اللہ نے کیسی واضح فضیلت عطا فرمائی۔

آگے سورہ المائدہ میں یوں آیا ہے: ”اتقوا اللہ، واسمعوا اللہ لا یهدی القوم الفاسقین، ویوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبرتم، قالوا لا علم لنا، انک انت علام الغیوب، اذقال اللہ یاعیسی ابن مریم اذکر نعمتی عليك وعلى والدتك اذیدتك بروح القدس تکلم الناس فی المهد وكھلا واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجیل واذ تخلق من الطین کھیثة الطیر باذنی فتنفح فيها فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکھ وابرمن باذنی واذ تخرج البوتنی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جتھم بالبینات فقال الذين کفروا منهم ان هذا الاسحر مبین، واذ لوحيت الى الحوارین ان امنوا بی وبرسولی قالوا امنا واشهد باننا مسلمون، اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم هل یستطيع ربک ان ینزدیل علينا مائدة من السماء، قال اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین، قالوا نرید ان نأكل منها وتطمئن قلوبنا ان قد صدقتنا ونكون عليها من الشاهدين، قال عیسی ابن مریم اللهم ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عیدا لا ولنا وآخرنا وایة منك وارزقنا وانت خیر الرا ذقین، قال اللہ انی منزلا علیکم فمی یکفر بعد منکم فانی اعذبه عذابا لا اعذبه احد من العالمین، واذ قال اللہ یاعیسی ابن مریم، انت قلت للناس اتخذوني وامی الہین من دون اللہ، قال سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق، ان کنت قلت فقد علمته، تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک، انک انت علام الغیوب، ماقلت لهم لا مالا ما امرتني به ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت عليهم شهدا ما دمت فیهم فلما توفیتینی کنت انت الرقیب علیهم انت على كل شی شهیدا، ان تعذبهم فانهم عبادک ان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم، قال اللہ هذایوم ینفع الصادقین صدقهم لهم جنت تجری من

تحتها الانهار خلدين فيها ابداً . رضي الله عنهم ورضوانعنه . ذالك الفوز العظيم . الله ملك السموات والارض وما فيهن . وهو على كل شيء قادر ”

﴿ خدا سے ڈردار سن لو اور خدا بدلن لوگوں کو منزل مقصود کئیں پہنچانا اس وقت کو یاد کرو جس دن اللہ (اپنے) تغیروں کو جمع کر کے پوچھتے گا کہ تمہیں (تمہاری امت کی طرف سے تبلیغ احکام کا) کیا جواب دیا گیا۔ تو عرض کریں گے کہ ہم تو (چند ظاہری باتوں کے سوا) کچھ نہیں جانتے تو تو برابر غائب دان ہے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب خدا فرمائے گا کہ اے مریم کے بیٹے صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے جو احسانات تم پر اور تمہاری ماں پر کئے انہیں یاد کرو جب ہم نے روح القدس (جریل) سے تمہاری تائید کی کہ تم جھولے میں (پڑے پڑے) اور ادھیز ہو کر (یکساں) باقیں کرنے لگے اور جب ہم نے تمہیں لکھنا اور عقل دوائی کی باقی اور توریت و انجیل (یہ سب چیزیں) سکھائیں اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے چڑیا کی مورت بناتے پھر اس پر کچھ دم کر دیتے تو وہ میرے حکم سے (معنی) چڑیا بن جاتی تھی اور تم میرے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑی کو چھا کر دیتے تھے۔ اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکال کھڑا کرتے تھے اور جس وقت تم نے اسرائیل کے پاس محو رے لے کر آئے اور اس وقت میں نے ان کو تم (پر دست درازی کرنے) سے روکا تو ان میں سے بعض کفار کہنے لگے یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے اور جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاو تو عرض کرنے لگے، ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہتا کہ ہم تیرے فرمانبردار بندے ہیں (وہ وقت یاد کرو) جب حواریوں نے (صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کی کہ اے مریم کے بیٹے کیا آپ کا خدا اس پر قادر ہے کہ ہم پر آسان سے (نعت کا) ایک خوان نازل فرمائے۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اگر تم پچھے ایمان دار ہو تو خدا سے ڈر دو۔ (اسی فرمائش جس میں امتحان معلوم ہونہ کرو) وہ عرض کرنے لگے، ہم تو (فاظ) یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے (تم کا) کچھ کھائیں اور ہمارے ول کو (آپ کی رسالت کا پورا پورا)طمینان ہو جائے اور یقین کر لیں کہ آپ نے ہم سے (جو کچھ کہا تھا) معنی فرمایا تھا اور ہم لوگ اس پر گواہ رہیں۔ (تب) مریم کے بیٹے صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو (آپ کی رسالت کا پورا پورا)طمینان ہو جائے اور یقین کر لیں کہ آپ نے (بارگاہ خدامیں) عرض کی خدادند! اے ہمارے پانے والے ہم پر آسان سے ایک خوان نعت نازل فرمایا کہ وہ دن ہم لوگوں کے لئے ہمارے اگلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے یعنی دعا کا قرار پائے اور ہمارے حق میں تیری طرف سے ایک بڑی نشانی ہو اور تو ہمیں روزی دے اور تو سب روزی دینے والوں سے بہتر ہے۔ خدا نے فرمایا میں خوان تو تم پر ضرور نازل کروں گا (گریا د رہے) کہ پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کافر ہوا تو میں اس کو یقیناً ایسے سخت عذاب کی سزا

دوس گا کہ ساری خدائی میں کسی ایک پر بھی دیساخت عذاب نہ کروں گا اور (وہ وقت یاد کرو) جب (قیامت میں بھی سے) خدا فرمائے گا کہ (کیوں) اے مریم کے بیٹے بھی کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو خدا ہاں والوں بھی عرض کریں گے بجان اللہ! میری تو یہ مجال نہ تھی کہ میں اسکی بات من سے نکالوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو (اچھا) اگر میں نے کہا ہو گا تو مجھے تو ضروری معلوم ہو گا۔ کیونکہ تو میرے ول کی (سب بات) جانتا ہے۔ ہاں البتہ میں تیرے جی کی بات نہیں جانتا۔ کیونکہ (اس میں تو شک عن نہیں) تو یہ غیب کی باتیں خوب جانتا ہے تو نے مجھے جو کچھ حکم دیا اس کے سوا تو میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا بھی کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پالنے والا ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کی ویکھے بھال کرتا رہا پھر جب تو نے مجھے (دنیا سے) اٹھا لیا تو تو یہ ان کا نگہبان تھا اور تو تو خود ہر چیز کا گواہ ہے تو اگر ان پر عذاب کرے گا تو (تو مالک ہے) یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے گا تو (کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ) بے شک تو زبردست حکمت والا ہے۔ خدا فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے کہ چچے بندوں کو ان سچائی (آج) کام آئے گی ان کے لئے (ہرے بھرے) باغات ہیں جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ اس میں ابد تک آباد رہیں گے خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی بھی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب خدائی کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۴۶

اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سیدگی راہ پر نہیں چلاتا اور اسی حضن میں حضرت بھیلی علیہ السلام اور اس کے چچے بیویوں کا ذکر فرمایا۔ حضرت بھیلی علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کا دوبارہ ذکر کرنے کا ممکن ہے یہ مدعی ہو کہ لوگ ان کی پیدائش یا بلاپ اور ان کے مردہ زندہ کرنے والے مجرموں کے مانے میں کوئی جیل و محنت نہ کریں گے۔ مگر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا لوگ اب بھی ان کی تاویل کرتے ہیں۔ وسرایہ تاویا کہ حضرت بھیلی علیہ السلام کے بیووں بھی انہیں بھی اہن مریم ہی جانتے تھے۔ یعنی ان کے بلاپ ہونے پر یقین رکھتے تھے۔

تیرایہ کہ ان کے بیویوں کی ورخاست پر اور حضرت بھیلی علیہ السلام کی دعا سے ایک خوان نعمت آسمان سے اتنا راجوان کے لئے تقویت و مزید ایمان کا باعث ہوا جو لوگ یہ نہیں مانتے کہ واقعی خوان نعمت آسمان سے اتنا کیونکہ قرآن کریم میں صاف مذکور نہیں کہ یہ خوان آخر میں اتنا را گیا تھا۔ مگر ان کو اس آیت مبارکہ سے یہ تو مان لیتا چاہئے کہ خدا وہ ذکر کریم ایسا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا جو مجرموں کے صادر ہونے کی دلیل ہے اور ساتھ ہی پچھلے مضمون کی تحلیل کی

ارقاء یہ ہے کہ ایک غیربر کے سچے بیروؤں سے خداوند کریم نہ صرف خود راضی ہوتا ہے بلکہ وہ خدا کے بندے خوبی خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے راضی و خوش ہوتے ہیں۔
نوٹ: چونکہ کئی الفاظ دوبارہ آئے ہیں۔ اس لئے مضمون بدلتے گا۔ آگے سورہ انعام میں اس طرح آیا ہے: ”وَوَهْبَنَا إِلَّا إِحْقَاقُ وَيَعْقُوبَ كَلَّا هَدَيْنَا وَنَوْحَا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلِ وَمِنْ ذَرِيْتِهِ دَاؤْدُ وَسَلِيمَانُ وَأَيُّوبُ وَيُوسُفُ وَمُوسَى وَهَارُونُ وَكَذَالِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ . وَزَكْرِيَا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَالْيَاسُ . كُلُّ مِنَ الصَّالِحِينَ . وَاسْمَاعِيلُ وَالْيَسْعَى وَيُونُسُ وَلُوطٌ . وَكَلَّا فَضْلَنَا عَلَى الْعَالَمِينَ“

ان آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ارتقاء اس طرح پر ہے۔ یہ آیات مبارکہ سورہ انعام کی ہیں جو اس طرح شروع ہوتی ہیں: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظَّلَمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدَلُونَ (انعام: ۱)“ ۔ سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس میں علّف ختم کی تاریکی اور روشنی بنائی پھر (باد جو داں کے) کفار (اور لوگوں کو) اپنے پروردگار کے برابر کہتے ہیں۔ ۴)

اس آیت مبارک میں کفار کے تین گروہوں کا رد ہے۔ ایک تو ہر لوگوں کا رد ہے جو اس کے قائل ہیں کہ تمام اشیاء کوئی خالق نہیں بلکہ یہ چیزیں خود خود ہو گئیں۔ دوسرے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ ظلمت و نور تمام چیزوں کے خالق ہیں۔ تیسرا مشرکین جو بتوں کو خدا کہتے ہیں۔ باقی سورت تقریباً اس کی تشریح ہے۔ آیات متذکرہ بالا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں، اس سے پہلے کی یہ آیت ہے:

”تَلَكَ حِجَّتُنَا أَتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ . نَرَفِعُ درجاتَ مِنْ نِشَاءِ أَنَّ رَبَّكُمْ حَكِيمٌ عَلَيْهِمْ (انعام: ۸۲)“ ۴) اور یہ ہماری (سمجھائی جھائی) دلیلیں ہیں جو ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم پر (غالب آنے کے لئے) عطا کی تھیں ہم جس کے مرتبے کو چاہیں بلند کرتے ہیں پہلک تھا را پروردگار حکمت والا باخبر ہے۔ ۴)

ان دلوں کو ملا کر پڑھنے سے ظاہر ہے کہ مشرکین کا رد ہوا ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اور کن کے ذریعے سے ہدایت بھیجا رہا۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں وہ بھی و دسرے غیربروں میں سے ایک تھے اور اسی ہدایت کے طریقے پر تھے جس پر کہ

دوسرے پیغمبر تھے اور اگر کسی کو پیغمبری کے ساتھ باشہرت یا امارت ملی یا کسی نبی کو قتل کروایا گیا۔ یا کسی نبی کو آسمان پر اٹھالا گیا تو اس سے نبوت کے معاملے میں نہ کوئی کمی ہوتی ہے نہ فضیلت ہوتی ہے۔ انہی وجہات پر آگے فرمایا:

”وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ تَبَارِكَ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا الْعَلْمَ تَرْحِمُونَ
(انعام: ۱۰۵)“ اور یہ کتاب (قرآن) جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ برکتِ والی ہے تو تم لوگ اس کی بیرونی کرو اور (خدا) سے ذرتے رہو تو کتم پر حرم کیا جائے۔“

”قُلْ أَنْتَ هُدْنٰى رَبِّى إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيمًا مَلَةً إِبْرَاهِيمَ
جَمِيعًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قُلْ أَنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَا لِي وَمَمَاتِي لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ بِذَلِكَ أَمْرُتْ وَإِنَّا أَوْلَى مُسْلِمِينَ (انعام: ۱۶۱ تا ۱۶۳)“
”(اے رسول) تم ان سے کہہ دو کہ مجھ کو سمجھائی میرے رب نے راہ سیدھی وین صح
طت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور دو تھا شرک کرنے والوں میں کہ میری نماز میری عبادت
(قربانی) اور میرا ہینا اور مرنا سب خدا ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروروگار ہے اور اس کا
کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام والا ہوں۔“
لیکن فضیلت اس نبی میں ہے جس میں یہ صفات بد رجہ اتم پائی جائیں اور اسی کی بیرونی
لائز ہے۔

آگے سورہ مریم میں یوں آیا ہے: ”وَإِذْكُرُوا فِي الْكِتَابِ مَرِيمَ إِذَا نَتَبَذَّلَتْ مِنْ
أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحًا فَتَمَثَّلَ لَهَا
بِشَرًا سُوِيًّا قَالَتْ أَنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ نَقِيًّا قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ
رَبِّكَ لَا هُبَّ لَكَ غَلَامًا زَكِيًّا قَالَتْ أَنِّي يَكُونُ لِي غُلَمٌ وَلَمْ يَمْسِسْنِي بِشَرٍ وَلَمْ إِكْ
بِغِيَا قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ هِينٍ وَلَنْ جُعَلَهُ أَيْةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مَنَا وَكَانَ
إِيمَانُهُ مَضِيًّا فَحَمِلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا فَاجْهَاهُ الْمَخَاصِفُ إِلَى جَذْعِ
النَّخْلَةِ قَالَتْ يَلِيْتُنِي مَتَ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مَنْسِيًّا فَنَادَهَا مَنْ تَحْتَهَا إِلَّا
تَحْزِنَنِي قَدْ جَعَلَ رَبِّكَ تَحْتَكَ سَرِيًّا وَهَزَى إِلَيْكَ بِجَذْعِ النَّخْلَةِ تَسْقُطُ عَلَيْكَ
رَطْبًا جَنِيًّا فَكَلَى وَأَشْرَبَى وَقَرِى عَيْنًا فَامَّا تَرَيْنَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدٌ فَقُولِي أَنِّي
نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صُومًا فَلَنْ أَكُلَّ الْيَوْمَ أَنْسِيًّا فَاتَّتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلَهُ قَالَوا
يَمْرِيمُ لَقَدْ جَلَّتْ شَيْئًا فَرِيًّا يَا خَتْ هَرُونَ مَلَكَانَ أَبُوكَ أَمْرُهُ شَوَّهُ وَمَلَكَاتْ

امك بغيها، فاشارت اليه، كيف نكلم من كان في المهد صبياً، قال انى عبدالله اتاني الكتاب وجلعني نبياً، وجعلنى مبارك اين ما كنت واوصانى بالصلة والزكوة مادمت حياً، وبرابوالدتي ولم يجعلنى جباراً اشقياً، والسلام على يوم والدت ويوم اموت ويوم البعث حياً، ذلك عيسى ابن مریم قول الحق الذى فيه يمترون، ما كان لله ان يتخذا من ولد سبحة، اذا قضى امراً فانما يقول له كن فيكون، وان الله ربكم فاعبدوه هذاصراط مستقيم، فاختلاف الاحزاب من بينهم فوبل للذين كفروا من مشهد يوم عظيم، اسمع به وابصر يوم ياتوننا لكن الظالمون اليوم في ضلال مبين”

(اور (اے رسول) قرآن کریم میں مریم کا (بھی) تذکرہ کرو کہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب طرف والے مکان (عشل کے واسطے) جانشی پھر اس نے ان لوگوں کے سامنے پر وہ کریا تو ہم نے اپنی روح (جبریل) کو اس کے پاس بھجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی صورت بن کر ان کے سامنے آ کرہا ہوا (وہ اس کو دیکھ کر گھبرا لئی اور) کہنے لگیں کہ اگر تو پرہیز گار ہے تو میں تھوڑے خدا کی پناہ مانگتی ہوں (میرے پاس سے ہٹ جا) جبریل نے کہاں تو صاف تھا رے پروردگار کا پیغام بر (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو پاک دپاکیزہ لڑکا عطاہ کروں۔ مریم نے کہا مجھے لڑکا کیوں گھر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کسی (مرد) آدمی نے مجھے چھوٹا سک نہیں اور نہ میں بدل کا رہوں۔

جبریل عليه السلام نے کہا تم نے کھانیک (مگر) تھا رے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ بات (بلا باپ کے لڑکا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے تاکہ اس کو (پیدا کر کے) لوگوں کے واسطے (اپنی قدرت کی) نشانی قرار دیں اور اپنی خاص رحمت (کا ذریعہ) بنا لیں اور یہ بات فیصل شدہ ہے۔ غرض لڑکے کے ساتھ وہ آپ ہی آپ حاملہ ہو گئیں۔ پھر اس کی وجہ سے الگ ایک دور کے مکان میں چلی گئیں۔ پھر (جب جتنے کا وقت قرب آیا) تو دروزہ انہیں ایک چمٹہ جاری کرو یا (سوکھے) درخت کی جڑ میں لے آیا اور (یہ کسی میں شرم سے کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے مر جاتی) اور ناپید ہو کر بالکل بھوی بسری ہو جاتی جب جبریل نے مریم کے ہائی طرف سے آوازوی کر تم کڑھوئیں و یکھو تو تھا رے پروردگار نے تھا رے (قرب ہی) یعنی ایک چشمہ جاری کرو یا (شوق سے خرے کی جڑ) (پکڑ کر) اپنی طرف سے ہلا دتم پر کپے کپے تازہ خرے چھڑپڑیں گے۔ پھر (شوق سے خرے کی جڑ) اور (چشمہ کا پانی) پھر اور (لڑکے سے) اپنی آنکھ شندی کرو پھر اگر تم کسی آدمی کو دیکھو (اور وہ تم سے کچھ پوچھے) تو تم (اشارة سے کہہ دینا) کہ میں نے خدا کے واسطے روزہ

کی نذر کی تھی تو آج ہرگز کسی بات نہیں کر سکتی پھر مریم اس لڑکے کو اپنی گود میں لئے ہوئے (اپنی قوم کے پاس آئیں) وہ لوگ (دیکھ کر) کہنے لگے اے مریم! تم نے یقیناً بہت برا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدنکار تھی یہ تو نے کیا کیا۔ تو مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھلو) وہ لوگ کہنے لگے (بھلا) ہم گود کے پچھے سے کیوں بربات کریں اس پر وہ پچھے (قدرت خدا) سے بول اخفا کہ بے شک میں خدا کا بندہ ہوں مجھ کو اس نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا اور میں (چاہے) کہیں رہوں مجھ کو مبارک بنایا اور مجھ کو جب تک زندہ رہوں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کی تاکید کی اور مجھ کو اپنی والدہ کافر مان بردار بنایا اور (الحمد للہ) کہ مجھ کو سرکش نافرمان نہیں بنایا اور (خدا کی طرف سے) جس دن میں پیدا ہوا ہوں اور جس دن مردوں گا مجھ پر سلام ہے اور جس دن (دوبارہ) اخفا کرنا کیا جاؤں گا۔ یہ ہے مریم کے بیٹے عیسیٰ کا چاق قصہ جس میں یہ لوگ (خواہ نقاہ) شک کیا کرتے ہیں۔ خدا کے لئے یہ کس طرح سزا دار ہے کہ وہ کسی کو پیدا نہ نئے۔ وہ پاکیزہ ہے جب ہو کسی کام کا کرنا غمان لیتا ہے تو بس اس کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جاتو وہ ہو جاتا ہے اور اس میں تو شک ہی نہیں کر خدا (عی میرا پروردگار) ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے تو سب کے سب اسی کی عبادت کرو یعنی (توحید) سیدھا راستہ ہے (اور سہی دین عیسیٰ لے کر آئے تھے) پھر (کافروں کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا تو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے بڑے (خت) دن (خدا کے حضور) حاضر ہونے سے خرابی ہے۔ جس دن یہ لوگ ہمارے حضور حاضر ہوں گے کیا کچھ سننے دیکھتے ہوں گے مگر آج تو نافرمان لوگ حکمل کھلا گرائی میں ہیں۔)

اس میں حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا اور یہ خصوصاً قابل غور ہیں: ”میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھ کو اس نے کتاب دی اور مجھ کو اس نے نبی بنایا اور کیا مجھے برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے۔ سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مردوں اور جس دن میں انھوں کھڑا ہوں زندہ ہو کر۔“

خدا کا بندہ کہہ کر جو لوگ ان کے حق میں جھوٹ کہتے ہیں۔ ان کو ساقط و مردود کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ”عبدالله“ خدا نہیں، وہ سکتا اور یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں: ”ناور دی مجھ کو کتاب اور کر دیا مجھے برکت والا جہاں میں رہوں۔“

”فتح البيان“ میں نقل کیا کہ ابو ہریرہؓ نے حضرت محمد ﷺ سے روایت کی کہ قوله

”جعلنى مباركاً أين ملكت“ کے معنے یہ ہیں کہ کر دیا مجھے لوگوں کو نفع پہنچانے والا جذر میں متوجہ ہوں اور دوسرا روایت میں ہے کہ شریعی ادب سخنانے والا کر دیا مبارک اس وجہ سے بھی تھے کہ ان کی دعا سے لوگوں کو فائدہ ہوتا تھا۔ مردے زندہ ہوتے تھے اور مادرزادوں اور برص والوں کو اچھا کر دیتے تھے اور ”ایسناکنت“ کے الفاظ (جہاں میں رہوں) ظاہر ہے ہے ہیں خواہ زمین میں ہوں یا آسمان میں ہوں۔ اس لئے آگے کہا:

”او صانی بالصلوة والزکوۃ“ (مجھے نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم ملا۔) جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی دوسرے نیک انسانوں کی طرح اپنی شریعت کے پابند تھے۔ اس لئے ان کے بیروؤں کو بھی ضرور پابند شریعت رہتا چاہئے۔ زکوۃ (نصاب سے شرط) ہے لیکن نماز تو آسمان پر بھی ادا ہو سکتی ہے اور غالباً بھی معنی ہیں اس آیت کے جس کا حالاں پہلے دیا چاکا ہے یعنی: ”لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمُسِيْحَ اَنْ يَكُونَ عَبْدَ اللَّهِ وَلَا الْمُلْكُ لِلْمُقْرَبِينَ (نساء: ۱۷۲)“ (نَذَرُكُمْ هی خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز عارک ہٹ سکتے ہیں اور نہ خدا کے مقرب فرشتے۔)

جبکہ حضرت میسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت آسمان پر زندہ نہ ہوں تو ان کی نسبت یہ کہیے کہا جاسکتا ہے کہ ان کو عبد اللہ ہونے میں عارفیں ہیں اور اس سے ”مادمت حیا“ کے معنے واضح ہو جاتے ہیں (یعنی جب تک میں زندہ رہوں) ایک امر قابل غور ہے۔ جو اس میں مدد و نجات ہے۔ یعنی یہاں کہا کہ میں نماز ادا کرنے والا ہوں جب تک زندہ رہوں لیکن قیامت کے روز حضرت میسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میں لوگوں کے حالات سے واقف تھا جب تک ”مادمت فیہم“ میں ان میں رہا یا اس لئے کہ وہ تاقیام قیامت زمین پر دوبارہ تشریف فرمائے گے اور وفات پا چکے ہوں گے اور ان کا بھی اور تمام تلوقات کے ساتھ ہی ختم ہو گا۔

اس کے بعد کہہ دیا کہ مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا جس دن میں ہر دوں اور جس دن زندہ ہو کر اٹھوں گا۔ اسی سورہ میں اس سے پہلے اللہ کی طرف سے ایسے ہی الفاظ حضرت میسیٰ علیہ السلام کی نسبت آئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان پر موت واقع ہو گی اور ان کی پیدائش سے موت تک کوئی ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہو گا جس کے باعث وہ اللہ کے سلام یعنی رحمت سے محروم ہو جائیں۔ اس کے بعد اور تغییروں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اور لیں علیہ السلام کا ذکر فرمائیا گی کہ:

”اولئک الذين انعم الله عليهم من النبيين من ذرية ادم و من حملنامع نوح ومن ذرية ابراهيم و اسرائيل و من هدينا و اجتبينا ، اذا تتنى عليهم ايات الرحمن خروا سجدا و بكيما ، فخلف من بعدهم خلف اضعوا الصلوة واتبعوا الشهوات ففسوف يلقون غيما ، الا من تاب و امن و عمل صالحا فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون شيئا (مریم: ۶۰)“

»یہ انبیاء لوگ جنہیں خدا نے نعمت دی آدم کی اولاد سے ہیں اور ان کی نسل سے جنہیں ہم نے (طوفان کے وقت) نوح کے ساتھ (کشتی پر) سوار کر لیا تھا اور ابراہیم و یعقوب کی اولاد سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور فتح کیا۔ جب ان کے سامنے خدا کی (نازل کی ہوئی) آیتیں پڑیں جاتی تھیں تو سجدہ میں زار و قطار روتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ پھر ان کے بعد کچھ خلف (ان کے جائشیں) ہوئے جنہوں نے تمذیز کوئی نہیں اور نفسی خواہشوں کے چیلے بن دیتے۔ عذریب ہی یہ لوگ اپنی گردی (کے خیازے) سے میں کے مگر (ہاں) جس نے توبہ کر لیا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے ان پر کچھ بھی علم نہ کیا جائے گا۔«

دعایہ ہے کہ جب یہ لوگ اولو العزم پیغمبر اور دروسے نیک بندے خدا کی آسموں کوں کر سجدے میں زار و قطار روتے ہوئے گر پڑتے تھے تو ان کے ہمراہ کوئی چاہئے کروہ اپنی نفسانی خواہشوں کو چھوڑ دیں اور توبہ کریں اور اللہ کی ان آیات پر ایمان لا کیں جو ان پر پڑی جاتی ہیں تاکہ وہ فلاح پاویں۔ دیکھئے دھرم کے ارتقاء کو کس خوبی سے تایا ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اگرچہ ان کے نام سے ساتھ نہیں آیا۔ قرآن میں حضرت ذکریا علیہ السلام کے ذکر کے بعد یوں آیا ہے: ”والقى احصنت فرجها فنفخنا فيها من روحنا وجعلتها وابنها اية للعلميين“ (اور وہ مورث جس نے قابو میں رکھی یعنی حلال و حرام دونوں طریقوں سے محفوظ پھر پھونک دی ہم نے اس مورث میں روح اور کیا اس کو اس کے بیٹے کو شانی جہاں والوں کے داسٹے۔)

سورہ مریم میں جیسا کہ اد پر آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ فرشتہ نے کہا تھا کہ یوں ہی ہو جائے گا اور تیرے رب پر یہ امر آسان ہے اور ہم اس کو شانی بنا کیں گے۔ لوگوں کے لئے اور مہربانی اپنی طرف سے اور حکم یہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہے ”فحملته“ پھر پہیٹ میں لیا اس کو۔ اب نہ کوہہ بالا آیت نے اس آیت کی وضاحت کر دی ہے کہ جمل کس طرح مٹھرا جو

ارقاء ہے اور ساتھ ہی ارتقاء کے پیغمبگی کہا کہ ہم نے مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جہاں والوں کے لئے نشانی بنا لیا۔ حضور ﷺ کی نسبت اس کے چند آیات بعد کہا: ”وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ“ ۚ اور تجھے کو ہم نے بھیجا تام جہاںوں کے لئے رحمت ۖ

اس کے بعد سورہ المؤمنون میں یوں آیا ہے: ”وَجَعَلْنَا أَبْنَى مُرِيمَ وَأَمَهَ أَيَّةَ وَأَوْيَثُمَا إِلَى رِبْوَةِ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُوا مِنْ طَيَّبَاتٍ وَاعْمُلُ صَالِحًا، أَنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيهِمْ“ ۚ (اور بنا لیا) ہم نے مریم کے بیٹے کو اس کی ماں کو ایک نشانی اور ان کو شکانا تا دیا ایک ٹیلے پر جہاں تھہر نے کاموں تھا اور پانی سخرا۔ اے رسولو! کھاؤ! کھاؤ! ستری چیزیں اور کام کر دھولا جو تم کرتے ہو میں جانا ہوں۔ ۖ

آج کل یہ ایک بڑی متازع فیہ آت ہے۔ قادیانی اور لاہوری انجمی یہ بیان کرتے ہیں کہ نہیاں ”ربوہ“ سے مراد کشمیر ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے جانے کے بعد زخموں کے اچھا ہونے کے بعد چپکے سے اپنے دن سے تکل آئے اور کشمیر میں آ کر دفن ہوئے جو کہ ایک افسانہ ہے اور زیرے خیال میں سراسر غلط ہے۔ اس کی کوئی ایک وجہات ہیں۔ اول! تو سورہ انعامہ کی آت میں ذکر تھا کہ ان کی پیدائش کس طرح ہوئی۔ ارتقاء کے لحاظ سے یہ آت ظاہر کر رہی ہے کہ انہوں نے کہاں پر ورث پائی اور کہاں پڑے ہوئے۔ اس آت کی تاویل یہ کہتا کہ وہ اپنی تغیری کا زمانہ ختم کر کے کشمیر پنج گھنگی کسی طرح فہم سیم کو قابل قبول نہیں۔

ربوہ کے معنی مولوی محمد علی صاحب نے اردو تفسیر میں یوں کہے ہیں: ”ربی کے معنی ہیں بڑھا اور بلند ہوا اور ربوبہ اعلیٰ درجے کی زمین کو کہتے ہیں۔“ اس موقع پر میں تفسیر مواہب الرحمن سے کچھ نقل کرتا ہوں:

”ضحاکؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ربوبہ زمین سے اوپر جا مقام ہے کہ اس میں بیاتاتِ عمدہ ہوتی ہیں۔ یہی قول عبادہ و عکرمہ و سعید بن جبیر و قادہ کا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ذاتِ قرار یعنی اس میں پیداوار برخلاف قحط کے خوب ہے اور میں سے مراد یہ ہے کہ اس میں پانی ظاہر ہے۔ یہ ذاتِ عین ذات و ذات قرار یعنی علماء تابعین نہ کوہہ بالا سے مردی ہے۔“

حاصل یہ ہے کہ جس ربوبہ میں ان کو شکانا تا دیا تھا وہ زمین سیر حاصل تھی۔ پیدا اور اچھی تھی اور اس میں جسمیے جاری تھے۔ علماء نے کلام کیا کہ وہ کون مقام تھا؟ ابن ابی حاتم نے سعید بن الحسینؓ سے روایت کی کہ وہ دشمن ہے اور اس کی مانند

عبداللہ بن سلام و حسن بصری وغیرہ سے مردی ہے نیز مانداس کے ابن عباس سے روایت کی اور
مجاہد نے کہا غوطہ مشق ہے اور عبد الرزاق نے ابو ہریزہ سے روایت کی کہ ربہ فلسطین میں ہے اور
وہ مقام رملہ ہے اور قیادہ سے مردی ہے کہ وہ بیت المقدس ہے۔

۱۹۲۸ء میں جب میں بیت المقدس سے ہوتا ہوا مشق پہنچا توہاں مجھے میرے گایہ
نے اس مقام کو دکھایا جو مشق میں ربہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس موجودربہ کے پاس ایک نہر
بھتی ہے۔ توہاں ایک مقام پر کٹھری نی ہوئی ہے جس کے اندر پتھر پر حضرت مریم اور حضرت صیلی
علیہما السلام کی تصاویر ہیں۔ وہ کٹھری ایک ترک کے قبیلے میں تھی۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ
یہاں سے عیسائی مسیح تھرا کا لے جاتے ہیں۔ مشق اپنی سربراہی اور شادابی کے لحاظ سے دنیا بھر میں
مشہور ہے۔ فلسطین کا علاقہ کیلئے جہاں حضرت صیلی علیہ السلام نے پورش پائی، اپنے چشموں اور
شادابی کے لحاظ سے دنیا میں اپنی نظر نہیں رکھتا۔ (دیکھو انیکا لوپہ یا برنا زیکان ج ۹ ص ۷۷، ۸۹)

کیلئے دو حصوں میں منقسم ہے ایک شمالی حصہ اور ایک جنوبی۔ دونوں میں چشمہ جات
اور سیدہ جات، ہر چشم کی سربراہی و شادابی پائی جاتی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ ورنز نے کیلئے کوصوبہ
بنایا۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ کیلئے وہ جگہ ہے جہاں حضرت صیلی علیہ السلام نے پورش پائی اور
جہاں وہ اپنا وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ موجودہ لوقا اور مرقس کی کتابوں سے بھی ثابت ہے کہ
حضرت صیلی علیہ السلام اور ان کی والدہ فلسطین میں پھرتے رہے۔ جب تک وہ حاکم جس نے
حضرت صحیح علیہ السلام کو قید کر کے قتل کر دیا تھا، فوت نہ ہوا۔ یہ دوسرا دلیل اسی امر کی ہے کہ
حضرت صیلی علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی والدہ کو کیلئے اور مشق
کے اطراف میں امان دی اور ایک ظالم پادشاہ کی گرفت سے بچایا اسی واسطے فرمایا: ”وَاوَيْنَهُمَا“
یوں ہم نے انہیں بچایا۔

تیرا اس آیت مبارکہ میں ذکر حضرت صیلی علیہ السلام اور ان کی والدہ کا ہے۔ کسی
ملک کی تاریخ اس پر شاہد نہیں ہے کہ حضرت مریم حضرت صیلی علیہ السلام کے ساتھ یا ان کے بعد
بھی کشمیر گئی ہوں۔

۱۹۳۵ء میں جب کشمیر کیا تو خاص طور پر یوز آصف کی قبر کو دیکھا۔ جس کی نسبت اس
زمانے میں کہا گیا ہے کہ یہ حضرت صیلی علیہ السلام کی قبر ہے۔ جہاں اور لوگوں کے علاوہ مولوی محمد
شاہ صاحب محاون مفتی شہرسری گھر سے طا۔ انہوں نے انہار سالہ (حالات یوز آصف) مروف
سری گھر بمقام خان یار دیا۔ مفتی صاحب نے اس سالے میں تاریخی حوالوں سے ثابت کر دیا ہے

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سر جنگ کشیر میں نہیں آئے۔

دوسرے سال اس بارے میں مولوی حبیب اللہ امیر ترسیٰ کا بھی قاتل دیوبھے۔ میں نے جو دیکھا وہ یہ تھا کہ یہ قبر دوسری قبروں کے درمیان میں ہے جس پر ایک مکان بننا ہوا ہے اور کوئی خاص اس قبر کی تحریر نہیں ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی قبروں کی طرح یہ بھی ایک قبر ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں کبھی اس طرح آتے تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ ان کی قبر بھی اسکی ہوتی ہیں دوسرے مسلمانوں کی ہے۔ خاص کر کشیر میں اسلام کا دور دورہ چند صد یوں سے ہوا اور اس سے پہلے وہاں ہندو اور بدھ مذہب کا دور دورہ تھا۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اتنے سفر دراز کے بعد کوئی ایک چیزوں بھی نہ طا جوان کی یاد گارچھوڑتا یا کشیر میں انجیل و تورات کامانے والا کوئی تو پایا جاتا۔ یہ امر قاتل غور ہے کہ تسلیم و اقطاعات میں ارتقاء کو منظر رکھنا کسی قد رزق تجھے خیر ٹھابت ہوتا ہے۔

آگے سورہ احزاب میں یوں آیا ہے: ”وَإِذَا خَذَنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِثَاقَهُمْ وَمِنْكُمْ

وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنَ مُرِيمٍ وَأَخْذَنَا مِنْهُمْ مِثَاقًا غَلِيلًا
لِيُسْتَقْلِلُ الصَّادِقِينَ عَنْ صَدَقَهُمْ وَأَعْدَدْنَا لِكُفَّارِنَا عِذَابًا أَلِيمًا“ (۱۶) اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجویح سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے جو پیٹا تھا مریم کا اور لیا ہم نے ان سے گھڑا اقرار تھا کہ پوچھے اللہ کیوں سے ان کا حق اور تیار رکھا ہے مکروں کے لئے دردناک عذاب۔ (۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارتقاء یہ ہے کہ ان کو پانچ الوالہ عزم ہیکلیوں میں شمار کیا۔ یعنی پروردش کے بعد وہ ایک الوالہ عزم ہیکلی ہوئے۔ مگر ناموں کے دینے میں پہلے نام ہمارے نبی ﷺ کا لیا۔ حالانکہ عالم شہود میں آپ کا ظہور سب سے بعد ہوا۔ مگر درجے میں آپ سب سے پہلے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے آپ کا نام مبارک لیا گیا۔ اسی سورت کے آخر میں آپ کو خاتم النبیوں کے لقب سے یاد کیا گیا۔ جو اس ترکیب و ترتیب میں ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔

آگے سورہ الشوریٰ میں یوں آیا ہے: ”شَرِعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وُصِّلْتُ إِلَيْكُمْ وَمَا
وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكُمْ وَمَا وَصَّلَنَا إِلَيْكُمْ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ
وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ“۔ کبر علی المشرکین ما تدعوهُمْ إِلَيْهِ، اللَّهُ يَعْلَمُ إِلَيْهِ مِنْ
يُشَاهِدُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مِنْ يُنْهَى (۱۸) اور راہداری دی تھمارے لئے دین میں وہی جس کا
حکم تھا نوح کو اور جس کا حکم کیا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ کو اور

میں کو یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ الوار جس دین کی طرف تم مشرکین کو بلاستے ہو وہ ان پر بہت شاق گرتا ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اپنی ہار گاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اپنی طرف پہنچنے کا راستہ دکھادیتا ہے۔ ۷۶

اگرچہ اس میں حضرت میسیٰ علیہ السلام دو گیر انبیاء کے ہیروں کو حکم ہے کہ حضور ﷺ کی ہیروی کریں اور اختلاف نہ کریں۔ مگر حضرت میسیٰ علیہ السلام کی نسبت ارتقاء یہ ہے کہ انہیں پانچ تین بروں کا ذکر فرمایا کہ ان سب کا دین واحد ہے۔ اگرچہ مختلف کتب یا صحیفے دینے کے مگر حضور ﷺ کی نسبت ایک لحیف لکھتے ہیں کیا جو حضور ﷺ کے متعلق ارتقاء ظاہر کر رہا ہے کہ دو گیر انبیاء علیہم السلام کو وحی بذریعہ کتاب یا صحیفہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کو جو وحی کی گئی وہ قبلائے صفتی سے خالص وحی کی گئی۔ آگے سورہ الزخرف میں یہاں آیا ہے:

”ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه يصدون . و قالواه المتنا خيرا ام هو ماضربوه لك الا جدلا . بل هم قوم خصون ، ان هو عبدا نعمنا عليه فجعلناه مثلاً لبني اسرائيل . ولو نشأ لجعلنا منكم ملائكة في الأرض يختلفون . و انه لعلم للساعة فلا مترون بها و اتبعون ، هذا صراط مستقيم . ولا يصدقكم الشيطان انه لكم عدو مبين . ولما جاء عيسى بالبيانات قال قد جلتكم بالحكمة ولا يبين لكم بعض الذى تختلفون فيه فاتقوا الله و اطيعون ، ان الله هودي و ربكم فاعبدوه . هذا صراط مستقيم . فاختلف الاحزاب من بينهم فويل للذين ظلموا من عذاب يوم اليم“

﴿ اور (اے رسول) جب مریم کے بیٹے میسیٰ کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تمہاری قوم کے لوگ حکلکھلا کر ہنسنے لگے اور بول اٹھئے کہ بھلا ہمارے معبود اجھے یادہ میسیٰ۔ ان لوگوں نے جو میسیٰ کی مثال تم سے بیان کی ہے صرف جھگڑنے کو بلکہ (حق تو یہ ہے کہ) یہ لوگ ہیں جھگڑا لو۔ میسیٰ تو بس ہمارے ایک بندے تھے۔ جن پر ہم نے احسان کیا (نی ہتایا اور مجھرے دیے) اور ان کو ہم نے نی اسرائیل کے لئے (اپنی قدرت کا) نمونہ ہتایا اور اگر ہم چاہئے تو تم ہی لوگوں میں سے (کسی کو) فرشتے ہوادیجے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے اور وہ تو یقیناً قیامت کی ایک روشن دلیل ہے۔ تم لوگ اس میں ہرگز جگہ نہ کرو اور میری ہیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور (کہنیں) شیطان تم لوگوں کو (اس سے روک نہ دے) وہ یقیناً تمہارا کھلمن کھلا دشمن ہے اور جب میسیٰ واضح دروشن مجرمے لے کر آئے تو (لوگوں سے) کہاں جھمارے پاس دانای (کی کتاب) لے کر

آیا ہوں اور تاک ب بعض پاتیں جن میں تم لوگ اختلاف کرتے تھے تم کو صاف صاف بتاؤں تو تم لوگ خدا سے ڈراؤ اور میرا کہما نو۔ پیش خدا ہی میرا تمہارا پرو رودگار ہے۔ تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے تو ان میں سے کئی فرقے (ان سے) اختلاف کرنے لگے تو جن لوگوں نے قلم کیا ان پر دروناک دن کے عذاب سے افسوس ہے۔

شان نزول میں آیا ہے کہ لفڑی حضور ﷺ سے پوچھا کہ نصاریٰ صحیح ابن مریم کو پوچھتے ہیں اور وہ یافت کیا کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ جس پر یہ جواب ملتا ہے کہ یہ تو ناجھ جھکڑتے ہیں۔ وہ تو ایک بندہ تھا جس پر ہم نے فضل کیا ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ گودہ بلاپ علیہ بیدا ہوئے تھے۔ مگر ہم چاہیں تو تمہاری جگہ فرشتے ہی وہ نیا میں آباد کرویں اور یہ کہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں۔ پس تم لوگوں کو میری (حضرت ﷺ) کی تابعداری اب کرنی چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اول المژموم غیرہ تھے۔ مگر ان کی تعلیم کا ذکر بھی یہاں فرمادیا: ”قال قد جلتكم بالحكمة“ جس کا ذکر ”الكتاب والحكمة“ کے ضمن میں آچکا ہے۔

متاز عدیہ امریہ ہے ”وانہ لعلم للساعة“ میں ضمیر کا مرتعن کون ہے؟ صحیح قول یہ ہے کہ اس کا مرتعن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ مہرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے یعنی ان کا مردوں کو زندہ کرنا گو قیامت کی دلیل ہے۔ لیکن پہلا قول راجح ہے۔ اس لئے کہ ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قیامت کے پہلے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتا رے جائیں گے (رواہ احمد) اور سینی قول حضرت ابو ہریرہؓ و مجاہد و ابو العالیہ و ابو مالک و عمرہ و حسن و قاتدة و شعاک وغیرہم سے مردی ہے اور رسول ﷺ سے متواترا احادیث میں دارو ہوا ہے کہ آپؐ نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا ہے کہ قیامت جب بہت قریب ہو گی تو میری امت میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک امام عادل حاکم ہنا کرنا تاریخے گا۔ لیکن اس کا ارتقاء ہے۔

قادیانی صاحبوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں وہ کی ضمیر قرآن کریم کی راجح ہے۔ آپ غور سے دیکھ لیں گے کہ سیاق و سبق عبارت کے خلاف ہے۔ دوسرا ان کی طرف یہ کہا گیا کہ الساعۃ سے مراد قیامت ہی نہیں بلکہ کسی عظیم الشان امر کے وقوع پر بھی الساعۃ کا لفظ بولتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ الساعۃ کے یہاں کیا معنی ہیں؟

”الساعۃ“ کا لفظ قرآن کریم میں جہاں کہیں استعمال ہوا ہے وہ قیامت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مگر قادیانی صاحبوں کا ایک جگہ قرآن کریم میں (خلاف سارے قرینے کے) اسکی ملی ہے جس کی نسبت وہ وہاں کہتے ہیں کہ وہاں الساعۃ سے مراد عالمین کی تباہی کی گھری ہے نہ

کرتیا ملت اور وہ بزم سورہ القمر کی مندرجہ ذیل آیت ہے: "ام یقولون نحن جمیع
منتصر۔ سیہزم الجمع و یولون الدبر۔ بل الساعة موعدهم وال الساعة ادھی
وامر" ॥ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بہت قوی جماعت ہیں۔ غفریب عی یہ جماعت فکست کھائے کی
اور یہ لوگ پیشہ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے اور
قیامت بڑی سخت اور بہت سخت (جیز) ہے۔ ۴)

اس آیت مبارکہ کا فتحا تو یہ ہے کہ فکست اور قتل و ہریت سے جو مصیبت کفار پر آئے
گی یہ ان کے کفر کی سزا کامل نہیں ہے۔ بلکہ اس داسٹے ہے کہ ونیا میں ان کی ذات سے فتنہ و فساد
منقطع ہو اور ان کی بدائع الیاذ یہاں بہت بڑھ گئی ہیں کہ جو لوگ ان میں سے مقتول ہوں وہ جلد
اپنے عذاب آخرت سے محفوظ ہو جائیں۔ پھر اصل عذاب جہنم کا وعدہ ان کے لئے قیامت ہے۔
”ادھی“ کے معنی ہر دھنی ہے جس کا ضرر بے انتہا ہو اور اس کی خرابی و مصیبت سب سے بڑھ کر
ہو۔ جیسی بھی کسی کے ہم میں نہ آئی ہو۔ جس سے ظاہر ہے کہ الساعۃ کے معنی یہاں بھی قیامت عی
کے ہیں۔ اس لئے الساعۃ کا لفظ قرآن میں صرف قیامت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔
فتبدروا

آگے سورہ الحیدر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ ذکر ہے: ”ثُمَّ قَفِينَا عَلَى
اثَارِهِمْ بِرِسْلَنَا وَقَفِينَا بِعِيسَى ابْنِ مُرِيمَ وَاتِّيَنَاهُ الْأَنْجِيلَ وَجَلَعْنَا فِي قُلُوبِ
الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً، وَرَهَبَانِيَةً نَأْبَدُهُمَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمُ الْأَبْتِفَادَ
رَضْوَانَ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقُّ رَعْيَتِهَا فَاتَّيْنَا الَّذِينَ امْنَوْا مِنْهُمْ جَرْهَمَ، وَكَثِيرٌ
مِنْهُمْ فَسَقُونَ، يَا يَهُا الَّذِينَ آمَنُوا تَقُولُوا اللَّهُ وَآمَنُوا بِرَسُولِهِ يُوتَّمُ كَفَلِينَ مِنْ
رَحْمَةِ اللَّهِ وَيُجْعَلُ لَكُمْ نُورٌ تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرُ لَكُمْ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ لَّمَّا يَعْلَمُ
أَهْلَ الْكِتَابَ إِلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَإِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُوتَّمُ
يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ“

» ہر ان کے پیچے ہی ان کے قدم بقدم اپنے اور پیغمبر بیسمیلہ اور ان کے پیچے مریم کے
پیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت
اور شہرمانی ڈال دی اور رہبانیت (ذات سے کنارہ کشی) ان لوگوں نے خود ایک نئی بات لکائی تھی
ہم نے ان کو اس کا حکم دیا تھا مگر (ان لوگوں نے) خدا کی خوشودی حاصل کرنے کی غرض سے
(خود ایجاد کیا) تو اس کو بھی جیسا بھانا جا ہا تھا نہماں کے تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم

نے ان کا اجر دیا اور ان میں سے بھتیرے تو بد کاری ہیں۔ اے ایمان دار و خدا سے ڈر و او بر اس کے رسول (محمد) پر ایمان لا کو تو خدام کو اپنی رحمت کے دو حصے اجر فرمائے گا اور تم کو ایسا نور عطا کرے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور تم کو بخش بھی دے گا اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے (پس لئے کہا جاتا ہے) تاکہ اہل کتاب نہ سمجھیں کہ یہ مومنین خدا کے فضل و کرم پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور یہ تو یقینی بات ہے کہ فضل خدا ہی کے قبضے میں ہے وہ جس کو چاہے ہے عطا فرمائے اور خدا تو بڑے فضل و کرم کا الک ہے۔)

اس میں ارتقاء یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا اثر یہ تھا کہ ان کے ہیر و دوں میں نزی اور مہربانی پائی جاتی ہے۔ لیکن رہبانت انبیوں نے خود نکالی تاکہ وہ اللہ کو راضی کریں۔ لیکن وہ اس کو نباہ نہ سکے۔ حضورؐ کی نسبت ارتقاء یہ ہے کہ ان کے ہیر و دوں کی نسبت یہ کہا گیا کہ اگر وہ اللہ سے ڈرتے رہیں گے اور اس رسول کے تابع رہیں گے تو ان کو رحمت کا دگنا حصہ نہ گا۔ ان کو نور حاصل ہوگا جس کی روشنی میں وہ چلتے پھریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرتے ہیں۔

اس کے بعد آخری دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر سورہ القف میں یوں آیا ہے:

”واذ قال عيسى ابن مریم يبْنِ اسْرَائِيلَ اُنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
بِمَا دَرَأَ اللَّهُ عَلَيْكُم مِّنَ الْقُرْآنِ وَمِنْ أَنْذِلْنَا إِلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ
فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سُحْرٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
كَمَا أَنْتُمْ مِّنْ تَهَارَنَّ بِآيَاتِنَا كَمَا بَيَّنَاهُوا (آیا) ہوں (اور) جو کتاب توریت
میرے سامنے موجود ہے اس کی تقدیق کرتا ہوں اور ایک خبر جن کا نام احمد ہوگا (اور) میرے
بعد آئیں گے ان کی خوشخبری سناتا ہوں اور جب وہ (خوبیر احمد) ان کے پاس واضح اور روشن
مجھے لے کر آیا تو کہنے لگے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔)

آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سیجے جانے کا نشانہ خاص ظاہر فرمایا کہ ایک طرف تو وہ حضرت موتی علیہ السلام اور ان کی کتاب کی تقدیق کریں۔ دوسری طرف حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین کی بشارت دیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی بیعت اسی نعمت عظیمی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس خوشخبری کا پہنچانے والا بیان فرمایا۔ جیساں بن معنی نے کہا کہ رسول ﷺ فرماتے تھے کہ میرے نام بہت ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں

الماجی ہوں، میرے ذریعے سے اللہ کفر مٹائے گا اور میں الماشر ہوں کہ میرے قدم پر لوگوں کا حشر ہو گا اور میں العاقب ہوں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

جو صاحب اس سے یہ محتی تکالنا چاہیں کہ احمد سے مراد یہاں مرزا غلام احمد قادریانی ہیں۔ وہ اپنے رب نام کی نسبت نہ صرف غلوکرتے ہیں بلکہ انکی تادیل کرتے ہیں جو بے بنیاد ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین و مرسلین احمد ﷺ کو چھوڑ کر ان کے ایک غلام (غلام احمد) کے آئے کی بشارت دیں اور اس بشارت کا علم نہ ضعوف ﷺ کو ہوا ہو جن پر کہ قرآن نازل ہوا اور ان کے صحابہ کو جوززوں قرآن کے گواہ تھے۔ قرآن کریم میں خود ذکر ہے کہ حضور کا ذکر تورات اور انجیل میں تھا اور ہے دیکھو جیسا کہ آیت ۷۵ سورہ الاعراف میں آیا ہے۔ وہ مذہبا

”الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مكتوبا عندهم فی التورات والانجیل“ (یعنی جو لوگ ہمارے نبی ایسی تغیر کے قدم پر قدم چلتے ہیں جس کی بشارت) کو اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ ۴۴

اسی طرح سورہ القف کے دوسرے رکوع میں آیا ہے: ”یا الیہا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسیٰ ابن مریم للحواریین من انصاری اللہ . قال الحواریون نحن انصار اللہ فامنـت طائفة من بنی اسرائیل وکفرت طائفة . فایدنا الـذین امنوا علی عدو هم فاصـبحو اظہـرین (۱۴)“

”اے ایمان دارو! خدا کے مدگارین جاؤ جس طرح مریم کے بیٹے عیسیٰ نے حواریوں سے کہا تھا کہ (بھلا) خدا کی طرف بلانے میں میرے مدگار کون لوگ ہیں تو حواری بول ائمے تھے کہ ہم خدا کے انصار ہیں۔ تو ہم اسرائیل میں سے ایک گروہ (ان پر) ایمان لایا اور ایک گروہ کافر رہا تو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مددی تو آخری غالب رہے۔ ۴۵

قرآن کریم میں یہ آخری مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اس میں ایک تدبیر یا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مانے والوں کو ان کے نہ مانے والوں پر (یہودیوں) غلبہ دیا گیا اور ساتھ ہی موننوں کو تغییر ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں مال اور جان سے کوشش کریں تاکہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و سرفراز ہوں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتظار میں رہنے سے دنیا میں کامیاب حاصل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح انصار بننے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کتبہ التہذیب لائبریری بعلوون

مرزا غلام احمد قادریانی کی ایک

پیشگوئی

کا تحریزیہ (عمر مرزا)



جناب باو تاج محمد نکودری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَا بَعْدُ!

درسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۹ شوال المکرم ۱۴۸۲ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۶۵ء میں درسہ کی طرف سے ایک شعبہ تالیف و تصنیف کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے صدر حضرت مولانا عبد القدر یہ صاحب کیمبل پوری زید مجده، شیخ الحدیث مدرسہ نہادورنا غلام مولوی تاج محمد صاحب بکوری مقرر ہوئے۔ اس شعبہ کی طرف سے پہلی تالیف بھروسہ شائع کی جاری ہے۔

اس حیر فقیر نے حضرت بمعیت مولانا عبد اللطیف صاحب، مدرس و مفتی درسہ پڑا وجتاب خان محمد عبد اللہ خان صاحب ترین مدرسہ مجلس عاملہ درسہ ہذا مختلف مجلس میں کتاب کامسوودہ حرفاً فراپورے غور و خوض سے نہ۔ مناسب موقع پر مشورہ بھی دیا گیا۔ میری رائے میں یہ کتاب طالب حق کے لئے بھروسہ نہایت جھکتی ہوئی مشتعل ہدایت ہے۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی عمر سے متعلق پیش گوئی کا کما حد تجزیہ کیا گیا ہے اور مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے مرزا قادیانی کے پس انڈگان نے جوبے شارط بازیاں کھائی ہیں اور ”نجاب چیس“ جیسی کتاب میں بھی جور و اتنی تحریفات کی ہیں۔ فاضل مصنف نے اس سب کو طشت اذہام کرو دیا ہے۔ اس پیش گوئی کا کذب مخفق ہونے سے تو مرزا قادیانی بقول خود عوی نبوت میں غیر صادق ثابت ہوتے ہیں اور ان کے صدق و کذب جانے کے لئے اس ایک پیش گوئی کی تحقیق ہی کافی ہے۔

بَنْدَهُ فَضْلُ مُحَمَّدِ عَفَّالِ اللّٰهِ عَنْهُ

مہتمم درسہ عربیہ قاسم العلوم..... فقیر والی ضلع بہاولنگر

حَمَدًا وَمَصْلِيَا وَمَبِسْلِمًا! اہل علم پر یہ بات تحقیق نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ابطال میں علماء رہائی نے عقلیٰ تعلیٰ و دلائل و برائیں سے اپنی خدمات نہایت قابل قدر طریقوں سے پیش کی ہیں۔ قادیانی لٹریچر کی ہرش پر مبسوط بحث کر کے اس کا فقط ہونا ثابت کیا ہے۔ تحریر ہذا کتاب و نسبت کے کسی علمی مowa پر مشتبی نہیں۔ بلکہ نہایت حام فہم انداز میں مرزا قادیانی کی ایک پیشگوئی اور اس سلسلہ میں قادیانی علماء کی تحریفات کی وہ دردناک داستان ہے جس کے تجزیہ سے علم و دین کی آنکھیں یکسر پیچی ہو جاتی ہیں اور ارتدا کی گود میں جنم لینے والے نظریات پوری طرح بے نقاب ہو جاتے ہیں۔

مچھلے دلوں ففت روزہ ”عوت لاہور“ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء اور ”الفصل“ ربوہ (چنان گر) کیم ۲۰ مبر ۱۹۶۲ء میں جناب علامہ خالد محمود صاحب ایم اے پروفیسر ایم اے او کا جمع لاہور اور قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری مہتمم شعبہ نشر و اشاعت اصلاح و ارشاد ربوہ کے مائنن مرزا غلام احمد قادریانی کی عمر کے متعلق ایک ولپوش بحث نظر سے گزری۔ مرزا قادریانی کی تحریرات کی روشنی میں علامہ خالد محمود صاحب کا دعویٰ ہے کہ مرزا قادریانی کی عمر ۷۸، ۷۷ برس سے زیادہ نہیں۔ قاضی محمد نذیر کا بیان ہے کہ مرزا قادریانی اپنے الہام کے مطابق ۶۷ برس زندہ رہے۔ قاضی صاحب کے بیان کے مطابق اگر مرزا قادریانی کی کل عمر ۶۷ سال ثابت ہو جائے تو وہ پیش گوئی کے مطابق صادق تھہر تے ہیں۔ علامہ خالد محمود صاحب کا بیان ہے کہ مرزا قادریانی نے ۶۸ برس کے قریب عمر پائی ہے اور وہ اپنے ہی مقرر کردہ معیار کی رو سے کاذب ہیں۔ ”خدا کے فرستادہ“ اور ”مامورو مرسل“ ہونے کے مدعا کی پیش گوئی کا اس طرح غلط لکھنا اس کے صدق و کذب جانچنے کا ایک بے غبار آئینہ ہے۔

اس تحریری بحث کے دوران ہی قاضی محمد نذیر کی بعض ایک محض عبارتیں نظر سے گزریں جن کو پڑھ کر ہم صرف افسوس ہی نہیں کرتے بلکہ ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ قاضی صاحب جیسے شخص کے قلم سے جو کسی وقت جامعہ احمدیہ ربوہ (چنان گر) کے پرہیل رہ پچھے ہیں اور موجودہ وقت میں شعبہ نشر و اشاعت اصلاح و ارشاد کا اہتمام ان کے سپرداور جماعت احمدیہ میں ایک متاز علمی حیثیت کے بھی مالک ہیں۔ جب وہ بھی دوسرے مصنفین کی کتب سے حوالہات تحریر کرتے ہوئے دیانت داری کا یہ مظاہرہ کرتے ہیں تو جماعت کے دیگر افراد کی نسبت ہم کیا گمان کر سکتے ہیں۔ ہاں! اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب موصوف کو جب ہم اس انداز میں دیکھتے ہیں وہ مرزا غلام احمد قادریانی سے انتساب رکھتے ہیں تو پھر ہماری یہ تیراگی یکسر درہو جاتی ہے۔ البتہ اس لحاظ سے ہم جناب قاضی صاحب کے مخلوق ہیں کہ انہوں نے اس مضمون کی بھیل کے لئے ہمیں بھی کچھ نہ کچھ عرض کرنے کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ ہماری صرف یہ گزارش ہے کہ.....
مرزا غلام احمد قادریانی نے اپنی عمر کے متعلق جو پیش گوئی کی تھی۔ وہ قطعی طور پر غلط ثابت ہوئی۔

.....۲ اس پیش گوئی کے غلط ہونے کے صدمہ میں جماعت احمدیہ کے علماء ہی نہیں بلکہ خلفاء بھی اپنی سابقہ تحریروں سے مخفف ہوئے ہیں؟۔

..... مرزا قادیانی کی وفات کے بعد ”عمر والی پیشگوئی“ کے متعلق ان کے مریدین کو کیا کیا پریشانیاں لاحق ہوئیں۔

..... دیگر مصنفوں کی کتب سے جو الجات تحریر کرتے ہوئے قادیانی علم و دیانت نے کیا کیا کل
کھلائے ہیں اور انہیں طرح طرح کے تغیر و تبدل سے کس طرح عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔
جماعت احمدیہ میں سے نہ صرف قاضی صاحب بلکہ تمام قادیانی علماء سے ہم گزارش
کرتے ہیں کہ ہمارے بیان پر اپنے اخبارات و رسائل میں جرح کرنے سے قبل ہمارے مضمون کو
بھی من و عن دیانت داری کے ساتھ شائع کریں اور پھر اس کی ہر حق پر ڈٹ کر منصفانہ بحث
کریں۔ اس صورت میں جواب آنے پر ہم جواب الجواب کے لئے انشاء اللہ العزیز پھر قلم
اخھائیں گے اور مตلاشیان حق کے لئے حق دباطل کا فصلہ نہایت واضح صورت میں سامنے آجائے
گا۔ سب سے پہلے ہم مرزا قادیانی کی وہ اصل عبارت تحریر کرتے ہیں جن میں مرزا قادیانی نے
اپنے صدق و کذب کو پرکھنے کے لئے پیش گئیں گے کوئی کوپوری اہمیت دی ہے۔ بعد ازاں ہماری اصل
بحث شروع ہوگی۔

مرزا قادیانی فرماتے

۱ ”جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیش گئیاں بیان کی ہیں۔ وہ حقیقت میرے صدق یا
کذب آزمائے کے لئے بھی کافی ہے۔“ (ازلہ اوہام ج ۲۳۵ ص ۶۳۵، خزانہ آن ج ۳ ص ۳۳۳)

۲ ”ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک
امتحان نہیں ہو سکتا۔“ (آنینکہ کالا میں ج ۵ ص ۲۸۸، خزانہ آن ج ۵ ص ایضاً)

۳ ”اگر کوئی حلش کرتا کرتا مردی جائے تو اسکی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے لٹکی ہو، اس
کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔“ (کشمی نوح ص ۶، خزانہ آن ج ۱۹ ص ۶)

۴ ”کیوں ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی لٹکے۔“

(تریاق القلوب میں، خزانہ آن ج ۱۵ ص ۵۱۲)

۵ ”مدعا کاذب کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی بھی قرآن کی تعلیم ہے بھی تو رات
کی۔“ (آنینکہ کالا میں ج ۵ ص ۳۲۶، خزانہ آن ج ۵ ص ایضاً)

۶ ”ممکن نہیں کہ نیوں کی پیش گوئیاں اُں جائیں۔“ (کشمی نوح ص ۵، خزانہ آن ج ۱۹ ص ایضاً)

۷ ”اگر ثابت ہو کہ میری سوچ پیش گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی ہے تو میں اقرار کروں گا کہ
میں کاذب ہوں۔“ (اویسین نمبر ۲۲ ص ۲۲، خزانہ آن ج ۷ ص ۱۷)

اپنی عمر کے متعلق مرزا قادیانی کا الہامی دعویٰ

- ۱..... ”لنجیبینک حیوۃ طبیۃ ثمانین حولاً او قریباً من ذالک“ ”خدا کہتا ہے کہ ہم تمھ کو اسی سال کی عمر دیں گے یا اس کے قریب۔“ (ازال الداہم ص ۲۳۵، خزانہ ج ۳ ص ۳۳۳)
- ۲..... ”اس نے (خدا نے) مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ان کاموں کے لئے تجھے ۸۰ سال یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال ۸۰ برس سے زیادہ عمر دوں گا۔“ (مجموعہ اشہارات ح سوم ص ۱۵۲)
- ۳..... ”خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں ۸۰ سال یا دو تین برس کم یا زیادہ۔“ (ضییر تخت گلزار دیوب ۱۹، خزانہ ج ۷ ص ۲۶)
- ۴..... ”ہم تجھے ایک پاک اور آرام کی زندگی عطا کریں گے۔ ۸۰ برس یا اس کے قریب قریب یعنی دو چار برس کم یا زیادہ۔“ (ضییر تخت گلزار دیوب ۱۹، خزانہ ج ۷ ص ۲۶)
- ۵..... ”خدا نے مجھے خبر دی کہ تیری عمر ۸۰ برس یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہو گی۔“ (سراج منیر ص ۱۷، خزانہ ج ۱۲ ص ۸۱)
- ۶..... ”مجھے بھارت دی گئی ہے کہ اسی برس یا اس کے قریب قریب تیری عمر ہے۔“ (نٹانی آ سانی ص ۱۳، خزانہ ج ۳ ص ۲۷)
- ۷..... ”میں کس محنت کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ تیری عمر ۸۰ برس ہو گی۔“ (اربعین نمبر ۲۳، خزانہ ج ۷ ص ۲۱)
- ۸..... ”میرے لئے بھی ۸۰ برس کی زندگی کی پیش گوئی ہے۔“ (تخت ندوہ ص ۲، خزانہ ج ۱۹ ص ۹۳)
- ۹..... ”خدا نے مجھے صریح لکھنوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر ۸۰ برس کی ہو گی یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔“ (ضییرہ اہین بقیم ص ۹۶، خزانہ ج ۲۱ ص ۲۵۸)
- ۱۰..... ”اسی طرح ان لوگوں کے منسوبوں کے برخلاف خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں ۸۰ برس یا دو تین برس کم یا زیادہ عمر کروں گا۔“ (اربعین نمبر ۳۰، خزانہ ج ۷ ص ۷۹)
- ۱۱..... ”اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ”ثمانین حولاً او قریباً من ذالک“ یعنی تیری عمر ۸۰ برس کی ہو گی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ۔“ (ضییر تخت گلزار دیوب ۱۹، خزانہ ج ۷ ص ۲۶)
- ۱۲..... ”جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۲۷ اور چھ ماہی کے اندر اندر عمر کی تعین کرتے ہیں۔“ (ضییرہ اہین بقیم ص ۲۶، خزانہ ج ۲۱ ص ۲۵۹)

مرزا قادیانی کا ایک کشف

(البستری ج دوم حصہ دوم ص ۳۳، بدرج نمبر ۲، ۱۹۰۳ء) پر درج ہے: ”مجھے روایا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی دعائیں مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جائے۔ آخر میں نے مانگی شروع کیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ خیال آیا کہ یہ دعا بھی مانگ لوں کہ: ”میری عمر پچانوے سال ہو جائے“ میں نے دعا کی۔ اس نے آمین نہ کی۔ میں نے وجہ پوچھی۔ وہ خاموش ہو رہا۔ پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس سے ہاتھ پاپی کرتا تھا۔ بہت عمر صد کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو۔ میں آمین کوہوں گا۔ چنانچہ میں نے دعا کی کہ: ”اللہی میری عمر پچانوے برس کی ہو جاوے“ اس نے آمین کی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ اس دعا پر کیا ہو گیا۔ اس نے ایک دفتر عذر و کاپیاں کا پیمان کیا۔ مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔“

(ازالہ ادیام طبع دوم ص ۹۲۵، خدا آن ج ۳ ص ۶۲۲) پر ہے: ”اس جگہ ان خویم مولوی مردان علی صاحب بھی ذکر کے لائق ہیں۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے پچے دل سے پانچ برس اپنی عمر کے آپ کے نام لگادیئے۔ خدا اس ایثار کے جزا اوان کو یہ بخشنے کر ان کی عمر دراز کرے۔“

مرزا قادیانی کا الہام۔ مقابلہ ڈاکٹر عبدالحکیم

”اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تھے مواخذہ لے گا اور پھر آخر میں اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر بڑھا دوں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جو لاٹی ۱۹۰۱ء سے چودہ میںیں تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرا دشمن پیش کوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کر دوں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تاکہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹)

ان مختلف بیانات سے مرزا قادیانی کے اصل الہام کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا حالات پر غور کرنے سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی پیشگوئی کو ایسا گذڑ کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی شخص صحیح تجھے پہنچنے سکے اور اپنے مریدین کے لئے یہ سہولت پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ بڑ کے تکمہ کی طرح ان کی عمر کو جب چاہیں اور جتنا چاہیں بڑھا سکیں۔

مرزا قادیانی کے ان مختلف الہامات کا مختصر نقشہ

میری عمر ۸۰ برس کی ہوگی نہ کم نزیادہ	میری عمر ۸۰ برس کی ہوگی
میری عمر ۸۰ برس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی	میری عمر ۸۰ برس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی
میری عمر ۷۷ یا ۸۱ سال یا ۸۲ یا ۸۳ برس	میری عمر ۷۷ یا ۸۱ سال یا ۸۲ یا ۸۳ برس
میری عمر ۷۶ برس یا ۷۷ برس ہوگی یا ۸۲ یا ۸۳ برس	میری عمر ۷۶ برس سے دوچار برس کم یا زیادہ
میری عمر ۷۵ یا ۷۷ برس ہوگی یا ۸۳ یا ۸۵ برس	میری عمر ۷۵ یا ۷۷ برس سے چار پانچ برس کم یا زیادہ
میری عمر ۷۴ یا ۷۷ برس ہوگی یا ۸۴ یا ۸۶ برس	میری عمر ۷۴ یا ۷۷ برس سے پانچ برس کم یا پانچ چھ برس زیادہ
میری عمر ۷۳ یا ۷۷ برس سے زیادہ نہیں ہوگی	میری عمر ۷۳ یا ۷۷ برس سے کم نہیں ہوگی

مرزا قادیانی کی پیدائش

اس بات میں نہ ہمیں کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی کسی قادیانی کو کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ اب صرف معلوم یہ کرتا ہے کہ مرزا قادیانی پیدا اکس سن میں ہوئے تھے؟ اسی سے مرزا قادیانی کی کل عمر کا پتہ چل جائے گا۔ مرزا قادیانی نے اپنی عمر کے متعلق جو پیشگوئی کی تھی وہ سراسر جھوٹی ثابت ہوئی۔ کیونکہ مرزا قادیانی ۷۷ برس سے پہلے پہلے ہی اس دنیا سے چل بے۔

بیان اول

”میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔“

(کتاب البر یہ ۱۳۶، جز ۱۳۳، ص ۷۷)

دلیل اول

لیکن مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اگر مرزا قادیانی کے بیان کے مطابق ان کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ہوتی تو تکمیل کل عمر ۷۹ برس بنتی ہے۔ اگر پیدائش ۱۸۴۰ء میں ہوتی تو مرزا قادیانی کی کل عمر ۷۸ برس بنتی ہے۔

بیان دوم

”۱۸۵۷ء میں مولہ یاسڑہ برس کا تھا۔“ (کتاب البر یہ ۱۳۶، جز ۱۳۳، ص ۷۷)

دلیل دوم

اگر ۱۸۵۷ء میں مرزا قادیانی کی عمرستہ برس تھی تو پیدائش کا سن ۱۸۴۰ء ثابت ہوا۔

پس اگر پیدائش ۱۸۲۰ء میں ہوا وفات ۱۹۰۸ء میں ہو تو مرزا قادیانی کی کل عمر ۸۸ برس ثابت ہوتی ہے۔

بیان سوم

”میری عمر ۳۵، ۳۵ برس کی ہو گی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔“

(کتاب البریص، ۱۶۰، خزانہ حج ۱۳۱۲)

دلیل سوم

مرزا قادیانی کے والد کا انتقال ۱۸۷۳ء میں ہوا۔ (نزول الحج ص ۱۱۶، خزانہ حج ۱۸۹۳) اگر مرزا قادیانی کی عمر ۳۵، ۳۵ برس تھی تو پیدائش ۱۸۳۹ء کی تھی ہے۔ پس جب وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی تو مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۹ برس ثابت ہوئی۔

بیان چہارم

”حضرت سعی موہود فرماتے تھے جب سلطان احمد پیدا ہوا۔ اس وقت ہماری عمر صرف سول سال تھی۔“ (رواہت مولوی شیر علی مجاہدی مرزا قادیانی مندرجہ سیرت المحدثی الحج ص ۲۷۲، رواہت ببر ۲۸۳)

دلیل چہارم

مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی (مجد و عظم الحج ص ۱۳۵) اگر ۱۸۵۶ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۱۶ برس ہو تو ۱۹۰۸ء میں کل عمر ۶۸ سال ہو گی۔

بیان پنجم

”براہین احمدیہ کے ص ۱۲ میں میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر میں برس گزر کئے اور وہ یہ ہے ”ولقد لبنت فیکم عمر امان قبله افلا تعقولون“ یعنی ان عقائیض سے کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں عوارہ تھا ہوں اور اس مدت و راستک تھم مجھے دیکھتے رہتے ہو کہ میرا کام افترا اور شرارت اور کبر اور خیانت سے محفوظ رہا..... الحج“

(تزاہ القلوب ص ۲۸، خزانہ حج ۱۳۱۵)

دلیل پنجم

براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء میں لکھنی شروع کی۔ اس وقت مرزا قادیانی کی عمر ۳۰ برس تھی۔ تزاہ القلوب ۱۸۹۹ء میں لکھی گئی۔ پس ۱۸۹۹ء تک عمر ۲۰ برس اور مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ پس مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۹ برس ثابت ہوئی۔



بیان ششم

”اور انہوں نے (کریم بخش نے) نہایت رقت سے چشم پر آب ہو کر کنی جلوں میں میرے روپ و اس زمانہ میں جب کہ چودھویں صدی میں سے ابھی آٹھ برس گزرے تھے۔ یہ گواہی وی کہ مہذوب گلاب شاہ نے آج سے تمیں رس پہلے یعنی اس زمانہ میں جب کہ یہ عاجز بیس سال کی عمر کا تھا، خبر دی کہ عیسیٰ جو آنے والا تھا، پیدا ہو گیا ہے۔“

(تحفہ گلڑ دیوبیس ۱۷، خزانہ ائمہ ج ۷، ص ۱۳۹)

دلیل ششم

چودھویں صدی سے آٹھ برس گزرے۔ یعنی ۱۳۰۸ء میں عمر تقریباً ۵۰ برس (۳۰ برس پیشگوئی کے برس ان سے پہلے کے) اور مرزا قطب الدینی کی وفات ۱۳۲۶ء میں ہوئی۔ ۲۶ میں سے ۱۳۲۶ء کا بیان تو ۱۸ باتی رہے۔ یہ ۱۸ پہلے ۵۰ میں جمع کریں تو وہی ۲۸ بنتے ہیں۔ جس شخص کی عمر ۱۳۰۸ء میں ۵۰ برس ہوا اور اس کا انتقال ۱۳۲۶ء میں ہوا ہو تو اس کی کل عمر ۲۸ سال ہی ہوتی ہے۔

بیان ہفتم

”پورپ اور امریکہ اور آبادی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا۔ بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور راز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ کویا معدوم تھے۔ بلکہ اگر وہ سامنہ برس الگ کر دیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۷۵۰ء تک بھی اشاعت کے وسائل کاملہ گوپا کا الحدم تھے۔“

دلیل ہفتم

”تحفہ گلڑ دیوبیس ۱۳۱۸ء میں لکھی گئی۔ (دیکھیے ص ۹۲، خزانہ ائمہ ج ۷، ص ۲۲۸) اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۳۱۸ء میں عیسوی سن کون ساتھا۔ (تریاق القلوب م ۱، خزانہ ائمہ ج ۷، ص ۹۵، ۱۳۲۶ء) ملاحظہ فرمائیے اس وقت سن عیسوی کی مطابق ۱۹۰۰ء سن ہجری کے مطابق ۱۳۱۸ء میں عمر ۶۰ سال تو ۱۳۲۶ء میں عمر ۲۸ سال، سن عیسوی کے مطابق ۱۹۰۰ء میں عمر ۲۰ سال تو ۱۹۰۸ء میں عمر ۱۸ سال۔

بیان ہشتم

”بلکہ اس سامنہ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دن ہیں۔ ان تمام

اشاعت کے ویلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا۔” (تحویلہ میں ۱۰۱، خزانہ انجمن ج ۷ ص ۲۶۳)

دلیل ہشتم

تحویلہ کوڑا ویہ ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی۔ اس وقت مرزا قادیانی اپنی عمر ۴۰ برس بیان فرماتے ہیں ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کا انتقال ہوا۔ پس مرزا کی کل عمر ۶۸ سال ثابت ہوئی۔

بیان نہم

”آقہم کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنی قریب ۶۲ سال کے۔“

(اعجاز احمدی ص ۳، خزانہ انجمن ج ۱۹ ص ۱۰۹)

دلیل نہم

اعجاز احمدی ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے۔ اس وقت مرزا قادیانی کی عمر قریباً ۶۲ سال تھی۔ حساب کیجئے جن شخص کی ۱۹۰۶ء میں عمر تقریباً ۶۳ سال ہو تو ۱۹۰۸ء میں زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکتی ہے۔

بیان دهم

”میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال ہے۔“

(حقیقت الوجی ص ۲۰۱، خزانہ انجمن ج ۲۲ ص ۲۰۹ حاشیہ)

دلیل دهم

مرزا قادیانی نے حقیقت الوجی جولائی ۱۹۰۶ء میں لکھی۔ اگر ۱۹۰۷ء میں عمر ۶۸ سال ہے تو اگلے سال ۱۹۰۸ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ پس مرزا قادیانی کی کل عمر ۶۹ سال ثابت ہوئی۔

بیان یازدہم

”میں ابتدائی عمر سے اس وقت جو قریباً ۶۰ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور آقہم سے اس کام میں مشغول رہا ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی پچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پہنچوں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

دلیل یازدہم

مرزا قادیانی کی تحریر ۱۸۹۸ء کی ہے۔ (ایضاً ص ۳۱) پس اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۱۸۹۸ء میں قریباً ۲۰ سال کی تھی۔ لہذا کل عمر قریباً ۶۹ یا ۷۰ سال ہوئی۔

بیان دوازدہم

”۱۶ ائمیٰ ۱۹۰۱ء حضرت مسیح موعود کے بیان جو آپ نے عدالت گوردا پھر میں بطور گواہ بحق مدد عالیہ نظام الدین راستہ شارع عام پنڈ کرنے کے لئے دیا۔ اللہ تعالیٰ حاضر ہے میں مج کہوں گا میری عمر ۲۰ سال کے قریب ہے۔“
(سنوراللہی ص ۲۷)

دلیل دوازدہم

”۱۶ ائمیٰ ۱۹۰۱ء کو اگر مرزا قادریانی کی کل عمر بقول ان کے سچے بیان کے قریباً ۲۰ برس تھی تو ۱۹۰۸ء تک ان کی کل عمر قریباً ۲۷ سال ثابت ہوتی ہے۔

بیان سیزدهم

”۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ء کا ذکر ہے کہ مولوی گل علی شاہ صاحب کے پاس جو ہمارے والد نے خاص ہمارے لئے استادر کھے ہوئے تھے۔ پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت میری عمر ۱۶، ۱۷، ۱۸ برس کی ہو گی۔“
(سنوراللہی ص ۱۳۳۸، الحجم ۱۲، اکتوبر ۱۹۰۱ء)

دلیل سیزدهم

اگر ۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ء میں مرزا قادریانی کی عمر اسال ہو تو ۱۹۰۸ء میں ۲۶، ۲۵ سال بنتی ہے۔

بیان چہاروہم

”مشیر اعلیٰ: اب جناب کی عمر کیا ہو گی۔“ حضرت اقدس: ۶۵ یا ۶۶ سال۔“
(الحمدج نمبر ۱۱، ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء)

دلیل چہاروہم

”۱۹۰۳ء میں اگر مرزا قادریانی کی عمر ۲۵ برس کی تھی تو ۱۹۰۸ء میں ۲۹ سال بنتی ہے۔

بیان پانزدہم

”اب حضرت کی عمر ۲۵ سال کی ہے۔“
(الحمد ۱۱ تا ۱۷ نومبر ۱۹۰۳ء)

دلیل پانزدہم

”۱۹۰۳ء میں مرزا قادریانی کی عمر ۲۵ سال ہو تو ۱۹۰۸ء تک کل عمر ۲۹ سال ثابت ہوتی ہے۔

بیان شانزدہم

”خدا تعالیٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورہ الحصر کے اعداد

سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے۔ یعنی یہیں برس کا تمام دکمال زمانہ کپل مدت گزشتہ زمانہ کے ساتھ طاکر ۲۷۳۹
برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت ﷺ کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں۔“

(تحفہ گلزادیہ ص ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳)

اس حساب کی رو سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چہ ہزار میں گیارہ برس رجے

تھے۔“ (تحفہ گلزادیہ ص ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳ حاشیہ)

دلیل شانزدہم

آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی وفات تک دنیا کی کل عمر = ۲۷۳۹

آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی بھرت تک دنیا کی کل عمر = ۲۷۲۸

مرزا کی وفات ہوئی ۱۳۲۶ھ میں۔ آدم علیہ السلام سے مرزا کی وفات تک دنیا کی کل

عمر = ۱۳۲۶ + ۲۷۲۸ سال۔ مرزا قادریانی کی پیدائش اس وقت ہوئی جب ہزار ششم

میں گیارہ برس رجے تھے۔ آدم علیہ السلام سے مرزا قادریانی کی پیدائش تک دنیا کی کل عمر = ۱۱-۲۰۰۰ = ۵۹۸۹۔ اگر مرزا قادریانی کی وفات تک دنیا کی کل عمر میں سے مرزا قادریانی کی

پیدائش تک دنیا کی کل عمر منہما کر دی جائے تو مرزا قادریانی کی عمر معلوم ہو جائے

گی۔ ۵۹۸۹ - ۲۰۵۲ = ۳۹۳۷ سال۔ پس مرزا قادریانی کی عمر ۲۵ سال ثابت ہوئی۔

بیان هفت و هم

”مدت ہوئی ہزار ششم گزر گیا۔ اب قریباً پچاسوں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اور اب

دنیا ہزار ہفتہم کو بسر کر رہی ہے اور صدی کے سر پر سے بھی متہ برس گزر گئے ہیں۔“ (تحفہ گلزادیہ

ص ۹۵، خراں ج ۷، خ ۲۵۲ حاشیہ) میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چہ ہزار میں گیارہ برس رجے

تھے۔“ (تحفہ گلزادیہ ص ۹۵، خراں ج ۷، خ ۲۵۲ حاشیہ)

دلیل هفت و هم

تحفہ گلزادیہ ۱۳۱۸ء میں لکھی گئی۔ ۱۳۱۸ء سے ۵۰ برس پیشتر سن بھری ۱۳۲۸ تھا۔ پس

معلوم ہوا کہ ہزار ششم اس وقت تھم ہوا جب آدم تھا۔ لہذا مرزا قادریانی کی پیدائش ۱۳۲۸ء

سے گیارہ سال پیشتر ہوئی۔ پس جب مرزا قادریانی کی پیدائش ۱۳۲۷ء میں ہوئی اور وفات

۱۳۲۶ء میں تو مرزا کی کل عمر ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ = ۱۹ برس۔ مرزا کی کل عمر ۱۹ برس ثابت ہوئی۔

مرزا کی زندگی میں قادریانی جماعت کے خلاف اعلما اور اخبارات و رسانہ کے بیانات
نمبرا "سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ۱۸۳۹ء۔"

(لور الدین ص ۷۷ امتحن لور الدین)

نمبر ۲ "ظاہر ہے کہ جب ۲۷ مئی ۱۸۳۰ء بر سر انجمنی میں جو اختتام نبوت کا زمانہ ہوا تھا، تو چھٹا ہزار ضرور ۱۲۵۵ھ میں پورا ہوا تھا۔ حضرت مرزا قادریانی ۱۸۳۹ء (مطابق ۱۲۵۵ھ) میں پیدا ہوئے تھے۔"

نمبر ۳ "حضرت مرزا قادریانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔"

(حیات احمد مولفہ یعقوب علی صاحب عرفانی)

نمبر ۴ "الف ششم جو کہ ۱۲۵۵ھ کو ختم ہوا۔ آپ کی پیدائش ہوئی (تکریماً موریت) کیونکہ آپ کی ولادت ۱۲۵۵ھ کو ہوئی۔" (احکم رجنوری ۱۹۰۸ء)

نمبر ۵ "آپ کی مبارک پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۳۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔" (احکم ۲۲ دسمبر ۱۹۰۳ء)

نمبر ۶ "مرزا قادریانی کا جنم ۱۸۳۹ء یا ۱۸۳۰ء میں ہوا تھا۔" (احکم ارب ۱۹۰۶ء)

نمبر ۷ "آپ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۳۰ء میں مقام قادریان اسی مکان میں جہاں سکونت ہے، پیدا ہوئے۔" (پدرچ نمبر ۱۱، ۱۹۰۲ء)

نمبر ۸ "میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۳۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔"

(پدرچ نمبر ۳۰، ۱۹۰۳ء)

نمبر ۹ "حضرت مرزا قادریانی کا جنم ۱۸۳۹ء یا ۱۸۳۰ء میں ہوا۔" (پدرچ ارب ۱۹۰۶ء)

نمبر ۱۰ "حضرت مرزا قادریانی کی ولادت با سعادت سکھوں کے آخری وقت یعنی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۳۰ء میں ہوئی۔" (عمل مصلحی حصہ اول ص ۵۷۵)

نمبر ۱۱ "۱۸۳۹ء اور ۱۲۵۵ھ دنیا کی تاریخ میں بہت مبارک سال ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضی کے گھر قادریان میں مسیح موعود و مہدی پیدا فرمایا۔ جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین و آسمان پر ہوئی تھیں۔" (سچ مسعود کے شخص حالات مندرجہ را این مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

نمبر ۱۲ "مسیح موعود کی ولادت اور رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال میں واقع ہوتا مسلمان بخش کے نشانات کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ مہاجر رنجیت سنگھ کی سلطنت کا تاج قاب جو سچ مسعود

کے پیدا ہوتے ہی ۲۷ رجب ۱۸۳۹ء کو گر کر خاک میں مل گیا۔

(مختصر مودودی کے فخر حالات، مندرجہ براہین مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

مشترک گرفن و کرنل میسی

”یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضی کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور نبی فرقہ احمدیہ کا بابی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔“

(تذکرہ روزہ سائے چخا بچ دو مس ۲۹، ترجمہ سید نواز شاہ علی مطبوعہ نوٹکھور ۱۹۱۱ء)

ہم نے بغفلتہ تعالیٰ از ردے تحریرات مرزا قادیانی دیبايات علائے سلسلہ قادریانیہ اور ان کے اخبارات درسائیل سے قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ پیش کوئی کمیری عمر ۸۰ برس کی ہو گی، غلط ثابت ہوئی۔

پیدا شد ہوئی ۱۸۳۹ء امیا ۱۸۴۰ء میں..... وفات ہوئی ۱۹۰۸ء میں

$1839-1908 = 69$ سال مرزا قادیانی کی کل عمر ہوئی۔

مرزا قادیانی کی اس پیشگوئی کے غلط ثابت ہونے پر قارئین کرام مرزا قادیانی کے ان الفاظ میں جوانہوں نے ۸۰ سال عمر کی پیشگوئی کے متصل بعد تحریر فرمائے ہیں۔ پھر غور فرمائیں：“جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں بیان کی ہیں۔ میرے صدق یا کذب آزمائے کے لئے یہی کافی ہے۔” (از الادب مص ۲۳۵، خزانہ بحث و اسناد ج ۳ ص ۲۲۲)

اقوال مرزا غلام احمد قادیانی

۱..... ”میرے لئے بھی اسی برس کی زندگی کی پیشگوئی ہے۔“

(تفہیم الدہ م ۲، خزانہ بحث و اسناد ج ۹ ص ۹۳)

۲..... ”میں کس محنت کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ میری عمر ۸۰ برس کی ہو گی۔“

(اربعین نمبر ۲، خزانہ بحث و اسناد ج ۷ ص ۱۷)

۳..... ”اگر ثابت ہو جائے کہ میری سو پیشگوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نہیں ہے تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔“

(اربعین نمبر ۲، خزانہ بحث و اسناد ج ۷ ص ۱۷)

۴..... ”مدعی کاذب کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے یہی تورات کی۔“

(آئینہ کالات اسلام مص ۳۲۶، خزانہ بحث و اسناد ج ۵ ص ۳۲۶)

۵..... ”ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پر وسری پا توں میں بھی اس پر اقتدار نہیں رہتا۔“

(چشمہ صرفت مص ۲۲۲، خزانہ بحث و اسناد ج ۲ ص ۲۲۳)

..... ۶ ”خدا کے جھوٹوں پر نایک دم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔“

(تحفہ گلزار دیوبندی میں ۸، خزانہ ائمہ ج ۱۷ ص ۲۸)

..... ۷ ”مکر تو دنیا میں ہوتے ہیں پر بڑا بد بخت وہ مکر ہے جو مرنے سے پہلے معلوم نہ کر سکے کہ میں جھوٹا ہوں۔“ (تحفہ گلزار دیوبندی میں ۱۵، خزانہ ائمہ ج ۱۷ ص ۵۳)

مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش تبدیل کردی گئی

مرزا قادیانی تو اس دنیائے فانی سے چل ہے۔ اب مرزا قادیانی سے یہ سوال کس طرح کیا جائے کہ آنحضرت اپنے دھوٹی میں صادر تھے یا کاذب؟ لیکن ان کے مریدین سے یہ استفسار کرنے کے بعد ہم اس حیران کن جواب سے ہالکل دمکر رہ جاتے ہیں کہ:

الف ”حضور کی تاریخ پیدائش حضرت کی کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔“ (مولوی عبدالرحمٰن خادم)

ب ”ہمیں آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہے۔“ (مولوی ابوالاطا صاحب)

ج ”حضرت مسیح موعود کو اپنی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔“ (جاتب عبد الرحیم درد)

سلسلہ احمدیہ کے جوابات سننے کے ساتھ ہی مرزا قادیانی کے اقوال بھی ذہن میں رکھئے۔

..... ۱ ”میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں عکسون کے آخری وقت میں ہوئی۔“

(کتاب البریم میں ۲۳۶، خزانہ ائمہ ج ۱۳ ص ۱۷)

..... ۲ ”۱۸۵۰ء میں میری عرسولہ یا مترحویں برس میں تھی۔“ (ابینا)

..... ۳ ”میری عمر ۳۳، ۳۵، ۳۷ برس ہو گی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔“

(کتاب البریم میں ۱۶، خزانہ ائمہ ج ۱۳ ص ۱۹۲)

(ان تمام عبارات کے حوالے میں قید صفوی کتاب پہلے گز رچکے ہیں۔)

کچھ مدت تک قادیانی اسی حتم کے ہیر پھیر کر کے وقت گزارتے چلے گئے۔ آخر ایک تدبیر سمجھی۔ طے یہ ہوا کہ سرے سے مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش ہی کیوں نہ تبدیل کر دی جائے: ”نہ ہے گاہنس نہ بجے کی بانسری۔“

مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش تبدیل کرنے میں خصوصی طور پر یہ خیال مد نظر رکھا گیا کہ مرزا قادیانی کی عمر ۲۷ اور ۸۶ سال کے اندر اندر ظاہر کی جائے۔ چنانچہ قادیانیوں کے ایک سرگرم رکن عبد الرحیم صاحب درو لکھتے ہیں:

”اگر آپ کی پیدائش ۱۸۲۲ء اور ۱۸۳۶ء کے اندر اندر ثابت ہو جائے تو کسی حتم کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔“ (میرت المهدی حصہ سوم میں ۱۸۸۱ء رواہت نمبر ۱۶۳)

دوسرے قادیانیوں کے نظریات بھی اسی حتم کے تھے۔ قادیانی لٹریچر کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چیدہ چیدہ قادیانیوں نے اپنے اپنے ذہن میں مرزا قادیانی کی علیحدہ علیحدہ تاریخ پیدائش جویز کی تھی اور ہر شخص اپنا اپنا نظریہ دوسروں سے منوانے کا خواہاں تھا۔ اس امر پر مختصری روشنی دلانے کے لئے اقوال ذیل کافی ہیں:

☆ حکیم نور الدین: ”کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا کہ آپ کی پیدائش (۱۸۳۶ء، ۳۷ء) میں ہوئی۔“

☆ مرزا بشیر احمد: ”صحیح امر یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء، ۳۷ء میں ہوئی۔“

☆ ڈاکٹر بشارت احمد: ”صحیح امر یہی ہے کہ حقیقتات کی رو سے آپ کی پیدائش ۱۸۲۵ء میں ہوئی۔“

☆ میر قاسم علی صاحب: ”صحیح امر یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۲۸ء، ۲۹ء میں ہوئی۔“

☆ عبد الرحیم درود: ”صحیح امر یہی ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۳۲ء، ۳۳ء میں ہوئی۔“

☆ عبد الرحیم درود: ”بھیتیت مجموعی زیادہ تر میلان ۱۸۳۲ء، ۳۳ء کی طرف ہے۔“

☆ الغفل ۳، ستمبر ۱۹۳۲ء صحیح سن دلادت ۱۸۳۳ء ہے۔

تاریخ پیدائش تبدیل ہو رہی ہے حکیم نور الدین (خلیفہ اول)
مرزا قادیانی کی زندگی میں

”سن پیدائش حضرت صاحب صحیح موعود و مهدی مسعود ۱۸۳۹ء“

(نور الدین میں اطیع اول)

مرزا قادیانی کی وفات کے بعد

”اس بات کے لئے میں کوشش میں ہوں کہ پڑھے چلے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو مرزا قادیانی محفور کی کیا عمر تھی۔ مرزا سلطان احمد نے تولد کا ستر ۱۸۳۶ء، ۲۷ء، ۱۸۳۷ء، ۲۷ء اس ستری حساب سے آپ کی عمر قمری حساب میں ۲۷ء، ۲۵ء ہوتی ہے اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا اور حضرت نے نصرہ الحق میں قرباً یہی لکھا ہے۔“ (ریویو ج ۲۷ء ص ۲۷۰ اور ریویو ج ۲۳ء نمبر ۲۳۳)

مرزا محمود احمد (خلیفہ ثانی)

مرزا کی زندگی میں

”حضرت مرزا قادیانی ۱۲۵۵ء (مطابق ۱۸۳۹ء: نقل) میں پیدا ہوئے۔“

مرزا قادیانی کی وفات کے بعد

”حضرت مرزا غلام احمد قریب ۱۸۳۶ء، ۲۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔“ (سیرت سعیج موسوی ۲)

میاں معراج الدین عمر

مرزا کی زندگی میں

”۱۸۳۹ء اور ۱۸۵۵ء دنیا کی تاریخ میں بڑا مبارک سال ہے۔ جس میں خدا نے تعالیٰ

نے مرزا غلام مرٹلی کے گمراہیان میں موعود مہدی پیدا کیا۔“ (ماہین احمدی مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

مرزا کی وفات کے بعد

”حضرت مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔“

(سیرت المهدی حصہ سوم ۸۲۱ روایت نمبر ۹۶۵)

بدر قادیان

مرزا کی زندگی میں

”آپ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔“ (بدرج نمبر ۱۹۰۲ء ام زیر ادارت محمد افضل)

وفات کے بعد

”آپ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔“ (بدار جون ۱۹۰۸ء)

”مرزا قادیانی میرے خیال میں ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔“ (بدرج نمبر ۲۰۸۰ء)

مرزا بشیر احمد

مرزا قادیانی کی تاریخ وفات ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک قلمی فیصلہ نہ کر سکے کہ مرزا

قادیانی کی پیدائش کا کون سان جو بیز کیا جائے۔ ان کی تصانیف کا حاصل مطالعہ یہ ہے:

”آپ کی پیدائش ۱۸۳۲ء بنتی ہے۔“

”آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء، ۳۷ء بنتی ہے۔“

”آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۵ء بنتی ہے۔“

عبد الرحمن درود

حضرت سعیج موسوی کو اپنی سعیج تاریخ پیدائش معلوم نہ تھی۔ مختلف قسم کا حساب لگا کر کئی قسم

کے نظریات ذہن میں رکھتے تھے اور مختلف حالات کی رو سے نتائج پول نکالتے ہیں:

”آپ کی پیدائش ۱۸۳۰ء کے قریب ہوتی ہے۔“

”آپ کی پیدائش ۱۸۳۱ء کے قریب ہوتی ہے۔“

”آپ کی پیدائش ۱۸۳۲ء کے قریب ہوتی ہے۔“

”آپ کی پیدائش ۱۸۳۳ء کے قریب ہوتی ہے۔“

”آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء کے قریب ہوتی ہے۔“ (سیرت المحدثیہ جلد اول ص ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰)

الحق وہی زیر ادارت میر قاسم علی

”صحیح امر نبھی ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۲۸، ۲۹ میں ہوئی۔“ (۲۷ فروری ۱۹۱۳ء)

مرزا قادیانی کی وفات کے ۲۸ برس بعد تاریخی فیصلہ

”بعض حوالے اور روایات اسکی طبی ہیں جن سے میعنی تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۵ء میں ہوئی تھی۔ میں (مرزا بشیر احمد) امید کرتا ہوں کہ ہمارے احباب تحریر و تقریر میں اسی میعنی تاریخ کو بیان کریں گے۔“ (الفصل اول اگست ۱۹۳۶ء)

تذکرہ رو سائے پنجاب میں تحریف کی گئی

”تذکرہ رو سائے پنجاب“ پنجاب کے امراء رو سا اور ریاستوں کے والیان کی تاریخ ہے۔ سر نیشنل گرفن صاحب نے اسے حسب فرمائش سربراہت ملکہری گورنر پنجاب تالیف کرنا شروع کیا۔ ان کے بعد کرفن میں اور ایج ڈی کریک صاحب نے اس کو پایہ تھیں تک پہنچایا۔ اصل کتاب انگلش میں ہے۔ جس کا نام ”پنجاب چیفس“ ہے۔ سید نوازش علی صاحب نے پنجاب گورنمنٹ سے ایج ڈی کریک صاحب کی وساطت سے ”پنجاب چیفس“ کا اردو ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کی۔ جس کا نام ”تذکرہ رو سائے پنجاب“ ہے۔ یہ کتاب دو جلدیوں میں شائع کی گئی۔ جو ترجمہ اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کا ناتکمل پنج ان الفاظ سے مزین ہے:

تذکرہ رو سائے پنجاب (گرفن)

مرتبہ سید نوازش علی مطبوعہ نوکھوڑا ہورا ۱۹۱۱ء

سہی ایڈیشن (مطبوعہ نوکھوڑا ہورا ۱۹۱۱ء) پنجاب پیک لائبریری لاہور میں بھی موجود ہے۔ وہاں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

”تذکرہ رو سائے پنجاب“ مرتبہ سید نوازش علی (مطبوعہ نوکھوڑا ہورا ۱۹۱۱ء) حصہ دوم ص ۲۹۶۔ مرزا قادیانی کے خادم ان کا تذکرہ جلد اول ص ۲۹۸ سے ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

”یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتفعی کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور نبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔“

مرزا محمود احمد نے جو مرزا غلام احمد کے بڑے بیٹے ہیں اور جو موجودہ وقت میں قادریٰ سلسلہ کے خلیفہ ہانی ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ کی ایک سوانح عمری سیرت صحیح موجود کے نام سے لکھی ہے۔ جو ۱۹۱۶ء دفعہ ۱۹۱۶ء میں طبع ہوئی۔ ہمارے پیش نظر ”سیرت صحیح موجود“ کا ایڈیشن چہارم ہے۔ جسے محمد فخر الدین ملتانی نے ال بخش شیم پر لیں قادریان سے ستمبر ۱۹۳۲ء کو طبع کرایا تھا۔ اس میں سرلیپل گرفن کی کتاب ”بخار چیفس“ کا حوالہ دیتے ہوئے مرزا غلام احمد قادریانی کا سن پیدا ۱۸۳۹ء میں بجا تحریف کر کے ۱۸۳۷ء میں پیدا گیا ہے۔

”سیرت صحیح موجود“ کے ص ۶ پر بخار چیفس کے حوالہ سے یہ الفاظ داخل کئے گئے: ”یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتفعی کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور نبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا۔“

علامہ خالد محمود کا اعتراض

جناب علامہ خالد محمود اسی کلمہ کھلا تحریف اور خیانت پر قادریانیوں کو ان الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ملاحظہ ہفت روزہ دعوت لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء) ”اس جماعت کے خلیفہ ہانی نے سرلیپل گرفن کی کتاب بخار چیفس سے مرزا قادریانی کا سن پیدا ۱۸۳۷ء نقل کرنے میں کلمہ کھلا تحریف اور خیانت کی ہے۔ قارئین ”دعوت“ مطلع رہیں کہ اصل کتاب میں ۱۸۳۷ء میں بلکہ ۱۸۳۹ء ہے۔ یہ تحریف صرف مرزا قادریانی کی عمر کو لمبا کرنے کے لئے عمل میں لائی گئی ہے تاکہ اسے کچھ تو پہنچنکی کے قریب لایا جاسکے۔ لیکن افسوس کہ اس پر بھی مرزا قادریانی آنجمانی کی پہنچنکی و اتعات کا ساتھ نہیں دے سکی۔“

غمون کے آخر پر قادریانیوں سے یہ سوال کیا کہ: ”کیا مرزا محمود نے ”بخار چیفس“ کے حوالے سے مرزا قادریانی کا سن پیدا ۱۸۳۷ء نقل کرنے میں تحریف اور خیانت نہیں کی؟ نقل کو اصل کے مطابق ثابت کر کے خلیفہ سے بد دیانتی کے اس واقعہ کو دور کریں۔“

قاضی محمد نذری لائل پوری کا جواب

قاضی محمد نذری لائل پوری مہتمم شعبہ نشر اشاعت ربوبہ نے مرزا محمود احمد کی بد دیانتی کے واقع کو ”فضل“ کیمپ نومبر ۱۹۶۳ء میں ان الفاظ میں دور کرنے کی ناکام کوشش کی ہے:

” واضح ہو کہ سر لیلیل گرفن کی اصل کتاب جوانگش میں ہے، مجھے نہیں ملی۔ جس میں خالد محمود نے سرموصوف کی طرف سے حضرت اقدس کی پیدائش ۱۸۳۹ء کھٹنے کا ذکر کیا ہے۔ البتہ اس کا وہ ترجمہ طاہر ہے جو ”تذکرہ روایت سائے بخاب“ کے نام سے سید نوازش علی پنشر نے شائع کیا ہے۔ اس میں آپ کی پیدائش کا سن ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۵ء درج ہے۔ حضرت خلیفۃ المسنونؑ اثنانی ایدیہ اللہ نے جو ”سیرت صحیح موعود“ تحریر فرمائی ہے۔ اس میں لیلیل گرفن کے اقتباس میں ۱۸۳۷ء کا درج ہونا بخشنہ ہو کاتب ہے۔“

قاضی صاحب نے اتنا بیان دے کر قصہ ہی پاک کر دیا۔ تمام گناہ کی ذمہ داری کا تب پڑاؤں کر خلیفہ صاحب کو بری الذمہ قرار دے دیا۔

اولًا! قاضی نذریاءحمد صاحب کا یہ بیان پڑھ کر بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ایسی باتیں تو ان لوگوں کے لئے مخالفت کا سامان بن سکتی ہیں۔ جنہوں نے مرزا غلام احمد قادریانی کی تصنیفات یا اس سلسلہ کے دوسرے لٹریچر کا کبھی توجہ سے مطالعہ نہ کیا ہو۔ لیکن ہر وہ شخص جس نے اس سلسلہ کے لٹریچر کا گھری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ”الفضل“، سو ستمبر ۱۹۳۳ء کے ذریعہ ہمیں دفعہ یہ بات عبد الرحیم صاحب درد کے مضمون سے مختل عالم پر آئی کہ مرزا قادریانی کا سن پیدائش ۱۸۳۵ء کبھی ہو سکتا ہے اور تین برس بعد ۱۹۳۶ء کو مرزا بشیر احمد نے اس پر عملدرآمد کرایا۔

قارئین کرام! اب خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ جس چیز کی بنیاد ہی ۱۹۳۶ء میں رکھی جاتی ہے تو وہ ۲۵ برس فیشر ۱۹۱۱ء میں لکھی جانے والی ایک کتاب میں کس طرح مختل عالم پر آسکتی ہے؟

ثانیاً! اب زندگی یہ بات کہ قاضی صاحب نے ”بخاب چیس“ کے کس ایڈیشن کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کس من میں طبع ہوا۔ اس بات کی کوہ کے لئے راقم الحروف نے سٹرل لاجبری بہاولپور کی طرف رجوع کیا۔ معلوم ہوا کہ ”بخاب چیس“ کا یہ ایڈیشن جس سے قاضی صاحب نے حوالہ دیا ہے ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ ماشاء اللہ احتمم بد دور۔ اس ایڈیشن میں حسب خواہش بے بہا اتنی تهدیاں کرائی گئی ہیں کہ انسان پڑھ کر دیگر رہ جاتا ہے۔

۱۹۱۱ء کے ایڈیشن میں ”مرزا سلطان احمد ریس قادریانی“ کا عنوان دیا گیا تھا۔

۱۹۳۰ء کے ایڈیشن میں اس عنوان کو تبدیل کرو کر مرزا عزیز احمد آف قادریانی کھوادیا گیا۔

۱۹۱۱ء کے ایڈیشن اور اس سے متعلق تمام ایڈیشنوں میں مرزا غلام احمد کی تاریخ پیدائش

۱۸۲۹ء درج ہے۔ لیکن ۱۹۳۰ء کے ایڈیشن میں مرزا قادریانی کی اصل تاریخ پیدائش تبدیل کرو اکر ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۵ء درج کروائی گئی ہے۔

۱۹۳۰ء کے ایڈیشن میں ذیل کی عبارت بھی زائد درج کرائی گئی ہے۔ جس کا اس سے قبل کے ایڈیشنوں میں نام دشمن تک نہیں:

”مرزا سلطان احمد کو خان بہادر کا خطاب اور ۵ مرربعہ جات اراضی عطا ہوئے اور ۱۹۳۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا سب سے بڑا کام مرزا عزیز احمد ام اے اب خاندان کا سرکردہ اور بنگاٹ میں اکسر ااسٹنٹ کمشنر ہے۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد کا چھوٹا بیٹا رشید احمد ایک اولو اعزم زمیندار ہے اور اس نے سندھ میں اراضی کا ایک بہت بڑا قبرے لیا ہے۔“

۱۹۳۰ء کے ایڈیشن میں Appendix علیحدہ طبع ہوا ہے۔ اس میں مرزا قادریانی کے خاندان کا تجھرہ نسب درج کیا گیا ہے۔ اس میں مرزا محمود احمد کے سترہ بیٹوں میں سے نام دار چار کے ن وفات اور باقی تیرہ کے سن پیدائش بھی درج کرائے گئے ہیں۔ اسی طرح مرزا بشیر احمد اور شریف احمد کے بھوؤں کے سن پیدائش اور وفات درج کرائے گئے۔

ان تحریرات اور اضافات سے یہ امر واضح ہے کہ بنگاٹ جیفس کے اس ایڈیشن میں یہ تبدیلیاں اور تحریریات بھی سہو کتاب اور ارباب مطبع کی کرم فرمائیاں گئیں بلکہ اس تمام ہیر پھیر میں مرزا بشیر الدین محمود اور اس کے خاندان کا پورا غرض مندازنا ہاتھ ہے۔

ٹالا! ایک معرض کے لئے یہ اعتراض کرنے میں کون سا امر نام ہو سکتا ہے کہ مرزا محمود احمد نے ”سیرت سعیح موعود“ میں بنگاٹ جیفس کا حوالہ دیتے ہوئے مرزا غلام احمد کا صرف سن پیدائش تحریف کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اصل کتاب کے اردو ایڈیشن کے ص ۲۶۹ اور ۲۷۰ میں بھی نہایت صفائی سے تحریف مزید کی جسارت فرمائی ہے۔ اس اردو ایڈیشن کے ص ۲۹۹ سطح ۲۹۳ میں یوں درج ہے: ”مگر اس نمبرداری کا کام بجائے اس کے سلطان احمد کے اس کا چجاز اد بھائی نظام الدین جو غلام مجتی الدین کا سب سے بڑا بیٹا ہے کرتا ہے۔“

ص ۲۷۰ سطح ۲۹۳ میں یوں درج ہے: ”مرزا غلام احمد کا اپنارشتہ دار ایک بھی اس کا ہیر دھیں ہے۔“

ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ مرزا محمود احمد نے سیرت سعیح موعود میں ان حوالجات کو نقل

کرتے ہوئے تحریف کی ہے۔ م ۲۹ سے دو سطریں اور م ۷۰ سے ایک سطر ہا لکل گول کر گئے ہیں۔

ہمیں نہ تو مرز اسلطان احمد کی نمبرداری سے غرض ہے اور نہ ہی یہ بحث مطلوب ہے کہ مرز اقادیانی کا انہار شست دار ایک بھی ان کا ہمہ و تھیا نہیں۔ لیکن قادیانی سلسلہ کے علماء کی خدمت میں بہتم نیاز ہم یہ گزارش کریں گے کہ آپ کی جماعت کے خلیفہ ہانی نے م ۲۹ اور م ۷۰ میں دونوں دہائیے تحریف کی ہے اور یقیناً کی ہے اور یہ سلسلہ متواتر دو چار سال تک ہی نہیں بلکہ نصف صدی تک چلتا رہا ہے۔ یہ ڈرامہ آپ انہی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ آپ لوگوں کے لیوں کو جنبش تک نہ ہوئی۔ کیوں؟

کسی دوسرے شخص کی کتاب سے حوالہ نقل کرتے ہوئے تحریف کرنے کو ہی علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے ”بد دینی“، قرار دیا ہے۔ ہم پھر گزارش کریں گے کہ میراں فرمایا کہ اس بدنام داعی کو خلیفہ صاحب سے دور کیجئے۔

رابعًا امرز احمد نے اس حوالہ کو کہ ”غلام احمد کا انہار شست دار ایک بھی اس کا ہمہ و نہیں ہے۔“ اپنی کتاب میں تو سرے سے درج ہی نہیں کیا۔ لیکن خلیفہ کے چھوٹے بھائی میاں بشیر احمد نے اس فقرہ کو سیرت المهدی حصہ اول میں درج تو کر دیا۔ لیکن فقرہ کی خلیفہ طرح بنا کر مفہوم کو بالکل بدلتا ہے۔ یعنی ”مرزا قادیانی کے اپنے رشتہ داروں میں اس کے ذہب کے پیرو بہت ہی کم ہیں۔“ قارئین کرام اصل فقرہ اور اس کی نقل کا مفہوم بتائیں؟ خلیفہ صاحب تو خلیفہ صاحب! آپ کے میاں صاحب بھی کچھ کم نہیں۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اعلان عام

گرفن صاحب کی اصل انگلش کتاب ”ہنجاب چیفس“ طبع اول اور اس کے اردو ایڈیشن طبع اول میں مرز اسلام احمد قادیانی کا سن پیدائش ۱۸۳۹ء ہی درج ہے۔ روئے زمین کے تمام قادیانی مخاطب ہیں کہ اگر کوئی صاحب ان ایڈیشنوں میں ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۷ء کی یا ۱۸۳۵ء کی ہو تو وہ ہم سے انعام کے مستحق ہوں گے۔ فاتو ابراہانک ان کفتہ صادقین!

قادیانی علماء کی پریشانیاں

جیسا کہ آپ ابتدائی اور اق میں ملاحظہ فرمائچے ہیں۔ قادیانیوں کے لئے مرز اقادیانی

کی تاریخ پیدائش تبدیل کرنے کی مہم کو سر کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مرزا قادریانی کے بے بہاس پیدائش جو بزرگ کئے گئے۔ لیکن اندر وہی اختلافات کی نذر ہو گئے۔ اگر ایک ۱۸۳۲ء احمد جو پر کرنے پر صرحت تو دوسرا ۱۸۳۳ء۔ اگر تیسرا ۱۸۳۴ء کی تائید کر رہا تھا تو چوتھا ۱۸۳۶ء کا نظریہ قائم کئے ہوئے تھا۔

جن لوگوں نے قادریانی لٹریچر کا گھبی نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ ان پر یہ بات روز روشن۔ کی طرح عیاں ہے کہ اس زمان کی اصل اور حقیقی وجہ صرف یہ تھی کہ اس رستے میں اتنے والے روڑے خود مرزا قادریانی کی تصنیفات اور اس سلسلہ کے علماء کی تحریریں تھیں۔ جن کو رستے سے ہٹانا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ مثلاً:

- ☆ ”میری پیدائش ۱۸۳۹ء ایام ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔“
- ☆ ”۱۸۵۷ء میں سولہ یا ستر ہویں برس میں تھا۔“
- ☆ ”میری عمر ۳۲، ۳۵، ۳۷ برس کی ہو گئی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔“
- ☆ ”والد صاحب کا انتقال ۱۸۷۷ء میں ہوا۔“
- ☆ ”۱۹۰۲ء تک والد صاحب کے انتقال کو ۲۸ برس ہو چکے ہیں۔“
- ☆ ”حضرت سعیج موعود فرماتے تھے کہ جب سلطان احمد پیدا ہوا تو ہماری عمر صرف سولہ برس تھی۔“

☆ ”مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء کے قریب تھی ہے۔“
اب سب تحریروں کا سرے سے ہی انکار کرنا اور بہانہ سازی کر کے دوسرا است اختیار کرنا عملہ ناممکن تھا۔ لیکن کیا کریں دوسروں کی ہاتھیں۔ خود مرزا قادریانی کی اولادی ان حالات کا انکار کر رہی ہے۔

آدم بر سر مطلب: مرزا قادریانی کی پیدائش تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ:
۱ ”مرزا قادریانی کے والد غلام مرتفعی صاحب کی تاریخ وفات تبدیل کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔“

۲ ”مرزا قادریانی کے بیٹے سلطان احمد کی تاریخ پیدائش تبدیل کرنی ضروری تھی۔“
۳ ”مرزا قادریانی کے بیٹے سلطان احمد کے بھائی فضل احمد اور سلطان احمد کی عمر میں صرف دو سال کا فرق تھا۔ اس تو اون کو قائم رکھنے کے لئے فضل احمد کی تاریخ پیدائش میں بھی تبدیلی ایک لازمی امر تھا۔“

۳..... ”سلطان احمد کی پیدائش کی تہذیلی کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی پیدا ہونا لازمی تھا کہ آخر مرزا قادیانی کی شادی کس عمر میں ہوئی تھی۔ جس مرزا قادیانی کی شادی کے وقت عمر کے تین کو بھی بدلتا گیا۔“

دنیا کو یہ ذرا سہ وکھانے کا پروگرام طریق ذیل پر مرتب کیا گیا کہ: ”مرزا غلام احمد کا سن پیدائش ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۴۵ء کر دیا جائے۔“ (افضل ارائت ۱۸۴۹ء)

”مرزا غلام مرتضی کا سن وفات ۱۸۷۲ء کی بجائے ۱۸۷۶ء کر دیا جائے۔“

(سرت صحیح موجود ۲۰)

”مرزا سلطان احمد کا سن پیدائش ۱۸۵۶ء کی بجائے ۱۸۵۳ء کر دیا جائے۔“

(تاریخ احمدیت ج ۱۹ ص ۸۳)

”مرزا فضل احمد کا سن پیدائش ۱۸۵۸ء کی بجائے ۱۸۵۵ء کر دیا جائے۔“

(تاریخ احمدیت ج ۱۹ ص ۸۳)

مرزا سلطان احمد کی پیدائش کے وقت مرزا قادیانی کی عمر ۱۶ سال کی بجائے مرزا قادیانی کی صرف شادی کرنے والی ۱۹ برس کی عمر میں ظاہر کیا جائے۔

الباب الثاني

مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضی کی تاریخ وفات

میں بھی تحریف کی گئی (۱۸۷۲ء) کی بجائے (۱۸۷۶ء) بنادیا گئی

مرزا غلام احمد قادیانی نے ”نزوں اسح“ کے (ص ۱۱، خزانہ تاریخ ۱۸۹۲ء) پر اپنے والد مرزا غلام مرتضی کی تاریخ وفات ۱۸۷۲ء اور تحریف کی ہے۔ اس تاریخ وفات کی تصدیق نہ صرف نزول اسح بلکہ دیگر کئی ستابریں میں بھی کی گئی۔ نزوں اسح کے ص ۱۱۲، ۱۱۱ پر مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ

”ہفتہ کا بروز تھا، دو پھر کا وقت تھا۔ جوں کا مہینہ تھا۔ سن عیسوی ۱۸۷۲ء تھا۔ مجھے کچھ غنوگی سی طاری ہوئی اور یہاں ہوا: ”والسماء والطارق“ جس کے معنی مجھے یہ سمجھائے گئے کہ تم ہے آسمان کی اور تم ہے اس ماڈل کی کہ غروب آفتاب کے بعد پڑے گا اور دل میں ڈالا گیا

کہ یہ پیشگوئی میرے والد کے متعلق ہے اور وہ آج ہی غروب آفتاب کے بعد وفات پائیں گے۔ اس پیشگوئی میں مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ بھر غنووگی ہوئی اور یہ الہام ہوا ”الیس اللہ بکاف عبده“ یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟“

(نزول الحج ص ۱۱۶، ۱۱۷، آخر ان حج ۱۸۷۳ء میں) کا خلاصہ پیان کر کے ہم پہلے اس بات کو ہی لیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی کہ آپ نے کہو اپنے والد صاحب کی تاریخ وفات ۱۸۷۲ء تحریر کر دی ہو اور وفات ہوئی دراصل کسی اور ہی سن بھسوی میں ہو۔ محض اس بات کی تحقیق کے لئے اگر بردا راست جاتا مرزا قادیانی سے ہی مکالہ کیا جائے تو یہ بات مرزا غلام مرتضی کی تاریخ وفات معلوم کرنے کے لئے فیصلہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ مکالہ مرزا قادیانی کی عی تحریریات کے پیش نظر مرتب ہے:
مسلمان: جاتا مرزا قادیانی ایہ فرمائیے کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال کس سن بھسوی میں ہوا؟

مرزا قادیانی..... میرے والد صاحب کا مرزا غلام مرتضی کا انتقال سن بھسوی ۱۸۷۳ء میں ہوا۔

مسلمان..... کیا آپ نے اپنی کسی کتاب میں یہ تاریخ وفات درج کیا فرمائی ہے؟

مرزا قادیانی..... میں نے اپنی کتاب نزول الحج کے (ص ۱۱۶، آخر ان حج ۱۸۷۳ء) پرسب سے پہلے پیش کوئی اپنے والد صاحب کی وفات کے متعلق ہی کی ہے جو ۱۸۷۲ء میں ہوئی۔ اسی ص کی دائیں جانب ”تاریخ بیان پیش گوئی“ کے نیچے موٹے الفاظ میں ۱۸۷۲ء درج ہے۔

مسلمان..... جاتا والا آپ کو اپنے والد صاحب کی تاریخ وفات کے متعلق کوئی شبہ تو نہیں ہے؟

مرزا قادیانی..... مجھے قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہفتہ کا روز تھا۔ وہ پھر کا وقت تھا۔ جون کا ہمینہ تھا۔ سن بھسوی ۱۸۷۳ء تھا۔ جس وقت مجھے یہ الہام ”السماء والطارق“ ہوا۔ یہ میرے والد صاحب کی وفات کے متعلق تھا۔

مسلمان..... آپ نے کسی اور تاریخ وفات کی تصدیق کی ہے۔ ہم مرید تحقیق کے لئے آپ سے تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔

مرزا قادیانی..... آپ کی مرید تسلی بھی کئے دیتا ہوں۔ میں نے اپنی کتاب (نزول الحج ص ۱۱۷، آخر ان حج ۱۸۷۳ء) پر درج کی ہے کہ ”آج تک جو ۱۹۰۲ء ہے۔ مرزا صاحب مر جم

(مرزا غلام رضی) کے انتقال کو انھائیں برس ہو چکے ہیں۔“

کیا آپ اتنا حاب بھی نہیں جانتے کہ اگر ۱۹۰۲ء میں سے ۲۸ منہا کئے جائیں تو ہاتھ
۱۸۷۴ء میں بنتے ہیں۔

مسلمان ہماری حریدتیلی کے لئے کچھ تجوڑا اہبہ اور بیان فرمادیجئے۔

مرزا قادیانی دیے تو میں نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ آپ کی تسلی اسی سے ہو جانی چاہئے تھی۔
لیکن حریدتیلی جتنی چاہو کرو۔ میں نے ”نزوں اسح“ کے اسی ص ۳۲۳ دفعہ بار بار تحریر کیا ہے کہ
میرے والد صاحب کے انتقال کو ۱۹۰۲ء تک پورے ۲۸ سال گزر چکے ہیں۔ میری کتاب نزوں
اسح نایاب نہیں، عام طبق ہے۔ ملکوا کرد یہکے لیجئے۔ بار بار ۳۲۳ دفعہ یہی بات دھرائی گئی ہے کہ والد
صاحب کا انتقال ۱۸۷۴ء میں ہوا تھا۔

مسلمان کیا آپ نے اپنے والد صاحب کی تاریخ وفات اور الہام ”الیس اللہ بکاف
عبدہ“ کا تذکرہ نزوں اسح کے علاوہ کسی اور کتاب میں بھی کیا ہے۔ وہ حال درکار ہے۔ جس
سے سن بیسوی کا تعلیم ہو سکے۔

مرزا قادیانی ہاں! بڑی خوشی سے تحقیق کیجئے۔ میں نے اپنی کتاب (اربعین نمبر ۴۷، خزانہ
رج ۱۸۷۴ء ص ۳۹۲) جو ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی، والد صاحب مرحوم کی وفات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا
ہے، الہام ”الیس اللہ بکاف عبدہ“ جو میرے والد صاحب کی وفات پر ایک انگلشتری پر کھودا
گیا تھا اور امر تسری سے ایک ہر کن سے کھدو دیا گیا تھا۔ وہ انگلشتری اب بھک موجود ہے اور وہ لوگ
موجود ہیں جنہوں نے تیار کرائی اور برائیں ان احمدیہ موجود ہے جس میں یہ الہام لکھا گیا ہے اور جیسا
کہ انگلشتری سے ثابت ہوتا ہے کہ بھی ۲۶ برس کا زمانہ ہے۔

اربعین ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی۔ اس سے ۲۶ برس پیشتر والد صاحب کی وفات کے بروز
مجھے الہام ”الیس اللہ بکاف عبدہ“ ہوا۔ ۱۹۰۰ء میں سے ۲۶ منہا کرو۔ وہی میرے والد
کی وفات کا سن ۱۸۷۴ء تھا۔

مسلمان اچھا اتنا فرمائیے کہ آپ کے والد صاحب کی وفات اور وہی جوان وقت ہوئی، اس کا
کوئی گواہ بھی ہے؟

مرزا قادیانی میری کتاب (نزوں اسح ص ۱۶۱) احادیث خزانہ (ص ۳۹۲) پر یہ الفاظ درج ہیں:

"اس دی الہی کی گواہ روئت ایک بڑی جماعت ہے۔ اگر میں تفصیل سے لکھوں تو ایک ہزار سے بھی زیادہ ہو گا۔"

مسلمان..... مرید تسلی کے لئے آپ اپنی کسی اور کتاب سے حوالہ بیان فرمائیے کہ واقعی آپ کے والد صاحب کا انتقال ۱۸۷۲ء میں ہوا۔

مرزا قادریانی..... آخر وجہ کیا ہے کہ آپ مجھ سے بار بار ۱۸۷۲ء کے متعلق اپنی تحقیق کر رہے ہیں۔ کیا میرے ان دلائل سے آپ کی ابھی تسلی نہیں ہی نہیں ہوئی؟

مسلمان..... اگر آپ کوئی ایک آدھ حوالہ اپنی کسی اور کتاب سے بیان فرمادیجئے تو مرید تسلی ہو جائے گی۔

مرزا قادریانی..... بہت بہتر، مرید تسلی فرمائیے۔ میری تصنیف (کتاب البریس ۱۳۶، خداش ج ۱۳۶) پر یہ الفاظ درج ہیں کہ "میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔ میری عمر ۳۲ برس ہو گی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔" اب حساب کرو $35 + 1839 = 35 + ۱۸۳۹ = ۱۸۷۳$ اور $۱۸۷۳ - ۱۸۳۹ = ۳۴$ وفات یہ کہ میرے والد صاحب کی تاریخ وفات ۱۸۷۳ء ہی بنتی ہے۔ اب تو آپ کی تسلی ہو گئی یا ابھی کچھ اور طمینان کرنا چاہئے ہیں؟

مسلمان..... ہم نے آپ کا بہت وقت صرف کیا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے نہایت وضاحت سے اپنے والد صاحب کا سال وفات بیان کر دیا ہے۔

مرزا قادریانی..... میں یہ معلوم کرتا چاہتا ہوں کہ آخراتی زبردست تحقیق اور جتنو کی وجہ کیا ہے؟

مسلمان..... وجہ کیا تاہم؟ کچھ کہنے کی بات ہی نہیں۔

مرزا قادریانی..... آخر پر بڑی کچھ وجہ تو ہو گی۔

مسلمان..... سن لیجئے! آپ کے ہی بیٹے میاں بشیر احمد کہتے ہیں کہ "آپ نے اپنے والد مرزا افلام مرتفعی کی تاریخ وفات ۱۸۷۳ء میں بھنپ یاد کی، بناء پر لکھی اس لئے ذہول ہو گیا ہے۔"

مرزا قادریانی..... میرے بیٹے بشیر احمد کے قصہ کو چھوڑ دیئے۔ وہ تو اپنے دادا کی وفات کے بعد ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوا۔ اس کو کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ یقین میری بات پر کجھ۔ جو اپنے باپ کی وفات پر لا ہور سے قادریان پہنچا تھا۔

مرزا افلام مرتفعی کی تاریخ وفات ۱۸۷۳ء میں ثابت کرنے کے بعد اب ہم اس موضوع

کی طرف لوئے ہیں کہ صرف مرزا قادیانی کی اولاد نے بلکہ تمام جماعت ہی نے مرزا قادیانی کی اس بات سے انکار کیا ہے اور ان کی تحریرات کو پس پشت ڈال کر غلام مرتضی کی وفات کا ایک نیا سن گھڑ لیا ہے۔ یعنی اس کی تاریخ ۱۸۷۲ء کی بجائے ۱۸۷۶ء ہنادی گئی۔ تحریف ۱۸۷۳ء کا ۱۸۷۶ء بن گیا۔

بیان مرزا محمود احمد (مرزا قادیانی کا بڑا بیٹا)

”آپ کی عمر قریباً چالیس برس تھی جبکہ ۱۸۷۶ء میں آپ کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔“ (سرت صحیح موجود ۲۰)

بیان مرزا بشیر احمد (مرزا قادیانی کا منجھلا بیٹا)

..... ”ہمارے وادا (مرزا غلام مرتضی) کی تاریخ وفات ۱۸۷۳ء میری تحقیق میں درست نہیں ہے۔ بلکہ صحیح تاریخ ۱۸۷۶ء ہے۔“

..... ۲ ”۱۸۷۳ء میں یادو دہانی کی بنا پر لکھا ہے۔ اس لئے ذہول ہو گیا ہے۔“

..... ۳ ”زندوں اسح“ کے تاریخی اندازے تحقیقی ہیں اور حقیقی نہیں کہ صحیح ہوں۔“

..... ۴ ”چونکہ الہام“ والسماء والطارق“ والواصالح کی وفات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق بھی ۱۸۷۶ء تاریخی درست سمجھی جائے گی۔“

(سرت المهدی ۳۳ ص ۰۸۷۶ء روایت نمبر ۷۶۸)

بیان ڈاکٹر بشارت احمد (مؤلف مجدد اعظم)

..... ”یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ (یعنی مرزا غلام احمد کے) والد بزرگوار کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔“

..... ۲ ”۱۸۷۶ء میں آپ کے والد ایک مرتبہ ہی بیمار ہو کر فوت ہوئے۔“

(مجدد اعظم ج ۱ ص ۶۲)

بیان دوست محمد شاہد (مؤلف تاریخ احمدیت)

”حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام اول جون ۱۸۷۶ء میں چیف کورٹ میں والد ایک مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور تحریف فرماتھے کہ آپ کو عالم روپیا میں خبر دی گئی کہ آپ کے والد ماجد سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ہیں۔ یہ اطلاع پاتے ہی آپ لاہور سے قادیانی پہنچے اور دیکھا

کہ آپ زیر کے عارضہ میں جلا ہیں۔ لیکن مرض کی شدت کم ہو چکی ہے۔ دوسرے دن ۲۰ جون ۱۸۷۶ء میں جبکہ آپ چوبارہ پر استراحت فرمائے تھے۔ ایک خادم جمال شیری آپ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ آپ پر الہام نازل ہوا ”والسماء والطارق“ کے سامنے کی قسم ہے اور رات کے حدش کی قسم ہے اور اس کی تفسیم یہ ہوئی کہ حضور کے والد ماجد آج غروب آفتاب کے وقت اس جہاں سے رحلت فرماجائیں گے۔ (تاریخ احمدیت ج ۱ ص ۱۹۲)

ایک مخالف اور اس کا جواب

میاں بشیر احمد لکھتے ہیں کہ ”ہمارے دادا صاحب کی تاریخ وفات ۱۸۷۳ء میں ہے۔ بلکہ شیری حقیقی میں صحیح تاریخ ۱۸۷۶ء میں ہے۔ جیسا کہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) نے ”شف الخطاۃ“ کے حوالہ سے سرکاری روکارڈ میں لکھی ہے۔ ”حضرت صحیح موعود کی بعض دوسری تحریروں سے دادا صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ثابت ہوئی ہے۔ (دیکھو ”شف الخطاۃ“ چونکہ سرکاری روکارڈ بھی اسی کا مونڈ ہے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۴ء میں یاد کی ہوئے پر لکھا ہے۔ اس لئے ذہول ہو گیا ہے۔“

(سیرت المهدی سوم ج ۱۹۳)

جواب: یہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ میاں بشیر احمد مرزا غلام مرتضی کے پوتے ہیں۔ لیکن ایک سینڈ کے لئے بھی یہ بات ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کرنا ہوں نے ”شف الخطاۃ“ کا حوالہ ورست دیا ہے۔ ”شف الخطاۃ“ جو شیری روکارڈ پوچھا تھا ایک داشاعت قادیانی نے دسمبر ۱۹۳۶ء میں ہارو دم شائع کرائی۔ ہمارے پاس اس وقت موجود ہے۔ اس کتاب پر کل ۳۶ صفحات ہیں۔ اول سے آخر تک مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب پر کسی ایک صفحہ یا سطر میں بھی مرزا قادیانی نے اپنے والد کے سن وفات ۱۸۷۳ء کی کہیں تردید کی ہے اور نہ عن کسی جگہ یہ فقرہ درج پا یا۔ ہے کہ میرے والد کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ معلوم نہیں کہ قادیانیوں کے نزدیک وہ کون سا سرکاری روکارڈ ہے جو اس مفروضہ حوالے کی تائید کر رہا ہے۔ میاں بشیر احمد کے یہ الفاظ: ”حضرت صحیح موعود کی بعض دوسری تحریروں سے دادا صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ثابت ہوئی ہے۔“

مطالبه: ہم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی بعض دوسری تحریریں ہوں یا بعض تیری، میوسیں اور سینکڑوں عیّنیں۔ بلکہ بعض ہزار ہا بھی کیوں نہ ہوں۔ لیکن آج تک بہتر سے کسی شخص میں اتنی جرأت تو نہ ہو سکی کہ مرزا قادیانی کی صرف کسی ایک تصنیف سے ہی تاثیر کر سکتا

کہ مرزا قادریانی نے فلاں جگہ یہ لکھا ہے کہ میرے والد کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ جو صاحب جرأت اور استقلال کا شہوت دیتے ہوئے صرف اتنا مطالبہ پورا کرنے کی فرمائیں گے کہ ”مرزا قادریانی نے اپنی ۲۸ یا ۲۹ سالہ زندگی میں کسی جگہ کسی وقت اور کسی تحریر میں یا کسی تقریر میں کسی کتاب میں یا کسی رسالہ میں کسی اشتہار میں کسی سرکاری یا غیر سرکاری ریکارڈ میں صرف اتنے الفاظ ہی تحریر کئے ہوں کہ میرے والد صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔“ تو وہ ہم سے انعام لینے کا مستحق ہو گا۔ حق اور باطل کے فیصلہ کے لئے بھی کافی ہے۔ فاتح ابراہانکم ان کنتم

صادقین!

مرید تحریف کی گئی

مرزا قادریانی کے بھٹلے بیٹے میاں بشیر احمد نے صرف سخنی کے روبدل کو اپنے دادا جان کی تاریخ وفات اور والد صاحب کی تاریخ پیدائش پر ہی آزمائ کر بس نہیں کیا۔ بلکہ کمی اور جگہ پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔

مرزا بشیر احمد نے اپنے بھائی غلام قادر کی وفات ۱۸۸۱ء میں لکھی ہے۔ بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: ”ان کی وفات ۱۸۸۳ء میں ہوئی (مرزا محمود احمد لکھتے ہیں ۱۸۸۲ء میں ہوئی) (سیرت سعی موجود ۲۷۰۶)“ وجہ اس کی یہ لکھتے ہیں کہ حضرت صاحب کو یاد نہیں رہا۔“

مرزا قادریانی نے (حقیقت الوفی ص ۲۵۲، خداوند ۲۲، ۱۷۴۳) پر مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں سفر ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے۔

مرزا بشیر احمد اتفاق کرتے ہیں کہ یہ سفر ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ وجہ اس کی یہ لکھتے ہیں کہ ”حضرت صاحب کو اس بارے میں ذہول ہوا ہے۔“

مرزا قادریانی نے سرفی کے چھینتوں والا نشان ۱۸۸۳ء میں لکھا ہے۔

مرزا بشیر احمد نے اس کو ۱۸۸۳ء میں لکھا ہے ”ڈاکٹر بشارت احمد نے اس کو ۱۸۸۵ء میں لکھا ہے۔“ (مهد و مضم ص ۵۷)

”وجہ اس کی یہ تائی کہ حضرت صاحب نے اسے یونی ٹیجینی رنگ میں لکھا ہے۔“

مرزا قادریانی نے اپنا دلفی کا لکھا ۱۸۸۵ء میں بیان کیا ہے۔

مرزا بشیر احمد اس کو ۱۸۸۳ء میں لکھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ تائی کہ: ”حضرت صاحب

نے محض تجھیں کہا ہے۔“

مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کی تاریخ پیدائش میں تغیر و تبدل کرنے کی جگارت عبدالرحیم صاحب درود نے مرزا غلام احمد کی ایک سوانح حیات ”لائف آف احمد“ انگلش میں لکھی ہے۔ درود صاحب اس کے ص ۳۲۱ پر لکھتے ہیں کہ ”مرزا فضل احمد، سلطان احمد کے دو سال بعد تولد ہوئے۔“ ہمیں درود صاحب کا یہ حوالہ بسرچشم منظور لیکن مؤلف ”مجد و عظم“ نے دونوں بھائیوں کی تاریخ پیدائش یوں لکھی ہے: پیدائش مرزا سلطان احمد ۱۸۵۲ء اور پیدائش مرزا فضل احمد ۱۸۶۰ء (مجد و عظم ص ۱۳۵)

مولف ”تاریخ احمدیت“ نے دونوں کی تاریخ پیدائش حسب ذیل لکھی ہے: ”پیدائش مرزا سلطان احمد ۱۸۵۳ء اور پیدائش مرزا فضل احمد ۱۸۵۵ء“ (تاریخ احمدیت ج ۱ ص ۸۲)

مولف ”حیات طیبہ“ میں لکھا ہے کہ: ”پیدائش مرزا سلطان احمد ۱۸۵۲ء اور پیدائش مرزا فضل احمد ۱۸۶۰ء“ (حیات طیبہ ص ۱۲)

اگر دوست محمد صاحب شاہد مؤلف ”تاریخ احمدیت“ کے بیان کے مطابق فضل احمد کی پیدائش ۱۸۵۵ء میں تسلیم کی جائے اور عبدالقادر صاحب (مؤلف حیات طیبہ) کی تحریر کے مطابق ۱۸۶۰ء میں، تو دونوں بھائیوں کی عمر میں دو سال کی بجائے پورے ۵ سال کا فرق ہے۔ یہ فرق عبدالرحیم درود کے بیان کی تکذیب کر رہا ہے۔ اگر عبدالرحیم صاحب درود کا بیان صدق پرمنی ہے تو دوسرے دونوں صاحبین کا بطلان ظاہر ہے۔

یقیناً یہی درست ہے

”میری عمر صرف سول برس تھی۔ جب میرا لڑکا سلطان احمد پیدا ہوا،“ (سیرت المهدی حصہ اول ص ۲۲۷) ”مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔“ (مجد و عظم، حیات طیبہ، سیرت المهدی) ۱۸۵۲ء = ۱۴۲۰ھ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادریانی نے ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہو کر صرف ۲۸ یا ۲۹ برس و نیماں زندگی گزار کر رہا تھا اور مطابق ۳۲۲ میں مولف حیات طیبہ اور راجح الثانی ۱۳۲۶ء انتقال کیا۔

مرزا سلطان احمد کی عمر

عبدالقادر صاحب مؤلف حیات طیبہ ص ۱۲ ”مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔“

مرزا بشیر احمد (سیرت المهدی) ”مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔“
ڈاکٹر بشارت احمد مولف (محمد اعظم حاصہ ۱۲۵) ”مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء
میں ہوئی۔“

مرزا قادیانی کے ایک جلیل القدر صحابی شیر علی خان کا بیان
مولوی شیر علی صاحب جو مرزا قادیانی کے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔
(معاذ اللہ) جن کے متعلق روایت یہاں کرنے میں جتاب مرزا قادیانی کے صاحبزادہ میاں بشیر
احمد تحریر فرماتے ہیں کہ: ”مولوی شیر علی کوئی کوئی نے طریق روایت میں بہت گناہ پایا،“ انہی مولوی
شیر علی صاحب کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیے:

”حضرتؐ کی موجود فرماتے تھے، جب سلطان احمد پیدا ہوا، اس وقت ہماری عمر صرف
(سیرت المهدی حصہ اول ص ۲۲۳) ۱۶ سال تھی۔“
اب ڈاکٹر بشارت احمد کی بات بھی ہے: ”حضرت مرزا کی شادی ۱۹ برس کی عمر میں
(محمد اعظم حاصہ ۱۲۵) آپ کے والد صاحب نے کی۔“

جناب مرزا قادیانی کے اپنے قول کے مطابق
جب مرزا سلطان احمد پیدا ہوا تو مرزا قادیانی کی عمر ۱۶ برس کی تھی۔ لیکن افسوس کہ مرزا
قادیانی کی شادی ۱۹ برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ اب یہ فصلہ قرئیں کریں کہ مرزا قادیانی کی
شادی سے ۳ برس پہلے سلطان احمد کیے پیدا ہو گیا؟
قاضی محمد نور لائل پوری کے ایک درج مخالف طمع جوابات
مخالف نمبر ۱

”صرف انداز سے ۲، ۵ سال کم عمر بتانا بھی معمولی طریق کلام ہے۔“
جواب: صاحب من! نہ چار سال کم بتائی نہ پائی۔ یہ سب ہیر پھیر ہیں۔ مرزا قادیانی
کا فرمان تو یہ ہے: ”۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدائش ہوئی۔“ ۱۸۵۷ء میں عرسولہ یا سترہ برس تھی۔
۱۸۷۳ء میں عمر ۳۲ یا ۳۵ برس تھی۔ ۱۸۵۶ء میں عمر صرف ۱۶ برس تھی۔“ قاضی صاحب اسی
حساب دان کی طرف رجوع فرمائیے۔

مخالف نمبر ۲

”میری طرف سے ۲۲ راگت ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر اگر بیڑی میں یہ اشتہار

شائع ہوا تھا۔ جس میں یہ فقرہ ہے کہ میں عمر میں ۷۰ برس کے قریب ہوں اور اُوئی چیزیں کہ وہ بیان کرتا ہے۔ ۵۰ برس کا جوان ہے۔ ”گوپا ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۷۰ برس ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ کل عمر ۵۷ برس ثابت ہوئی۔

جواب: مرزا قادیانی نے ۷۰ برس کے قریب الفاظ تحریر کئے ہیں نہ کہ پورے ۷۰ برس۔ آپ کے قول کے مطابق اگر ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی عمر تھیک ۷۰ برس تھی تو حساب کی رو سے ۱۹۰۵ء میں مرزا قادیانی کی عمر تھیک ۷۲ سال کی ہوئی چاہئے تھی۔ لیکن ۱۹۰۵ء میں بھی مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ عمر ۷۰ برس کے قریب ہے۔

(ضمیر، این حصہ پنجم ص ۷۹، خزانہ ح ۲۱، ص ۲۵۸)

اگر آپ کے قول کے مطابق ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی عمر تھیک ۷۰ برس تھی۔ تو حساب کی رو سے ۱۹۰۷ء میں عمر ۷۲ سال ہوئی چاہئے لیکن مرزا قادیانی ۱۹۰۷ء میں بھی لکھتے ہیں کہ میری عمر ۷۰ سال کے قریب ہے۔ پکیوں؟
 (حقیقت الحقیقت ص ۱۰۷، خزانہ ح ۲۰۹، ص ۲۲۲) پر آپ کی نظر سے مرزا قادیانی کے یہ الفاظ کیوں او جمل رہے کہ ”میری عمر اس وقت ۶۸ برس کے قریب ہے۔“ اگلے سال ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کا انتقال ہو گیا۔ جس ۶۹ برس عمر پائی۔ ”جو چیز حساب کی رو سے تھیک پہنچ دیتی سب سے زیادہ صحیح اور یقینی ہوا کرتی ہے۔“

مقالات نمبر ۳

”مجھے دھاوا کہ آخر تم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے براء تھی یعنی قریباً ۶۲ سال کے آخر ۱۸۹۶ء میں مرا۔ اس کے مرنے کے ۱۲ برس بعد آپ زندہ رہے۔ ہم ۷۶ برس عمر پائی۔“ اگر کوئی جاہل اس قسم کے لا یقین استدلال پیش کرتا تو ہم اسے یقیناً معمور خیال کرتے کہ اس نے محض اپنی علمی کے باعث ایک بہانہ خلاش کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ہم اس کے جواب دینے پر چند سطریں تحریر کرنا بھی محض تشویج اوقات سمجھتے۔ چونکہ پیاستدلال ایک ذمدار قادیانی عالم کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اس کا تحقیقی اور اثراوی رنگ میں جواب دینا ہی مناسب ہے۔

تحقیقی جواب

مرزا قادیانی نے ۱۸۹۳ء میں کتاب ”الوار الاسلام“، کمی اور شائع کروائی۔ جو ایڈیشن

اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ وہ غلام قدر قصیر نے پنجاب پرنس سیالکوٹ میں طبع کرایا ہے۔ اس کتاب کا (حاشیہ ص ۳۶، خزانہ حج ص ۲۷) پڑھئے۔ مرزا قادیانی ۱۸۹۳ء میں فرماتے ہیں کہ ”عبداللہ آنھم کی جیسا کہ تو رافشاں میں لکھا گیا ہے، صرف اب تک ۶۲ برس کی عمر ہے۔ جو میری عمر سے صرف چھ سال برس تک زیادہ ہے۔“

گویا یقیناً مرزا قادیانی ۱۸۹۳ء میں آنھم کی عمر ۶۲ برس کی تھی اور مرزا قادیانی کی عمر اس سے ۶۷ برس کم تھی۔ دو برس بعد ۱۸۹۶ء میں آنھم مر گیا۔ آنھم کے مرنے کی در تھی کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی فوراً عمر میں اس سے برابر ہو گئے۔ یہ استدلال ہے یا بچوں کا محیل؟ زندگی بھر تو مرزا قادیانی اور آنھم کی عمر میں ۶۷ برس کا فرق رہا۔ لیکن ان میں سے ایک کے مر جانے سے دونوں کی عمریں برابر ہو گئیں۔ اسکی دلکشی بازی ایک عالم کی زبان سے زیب نہیں دیتی۔ ممکن ہے قاضی صاحب خود بھی غور فرمائیں تو انہیں اس استدلال پر ہمی آجائے کہ یہ کیا حرکت ان سے سرزد ہوئی؟۔

ازامی جواب نمبر ۱

”میرے نزدیک حضرت سعیج موعود کی مندرجہ ذیل تحریر سے ”مجھے دکھاؤ کہ آنھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنی قریب ۶۷ سال کے۔“ (اعجاز احمدی ص ۳، خزانہ حج ص ۱۰۹) یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ آنھم ۲۷ رجب ۱۸۹۶ء کو مرا۔ (اجام آنھم ص ۱۶، خزانہ حج ص ۱۱) اس لئے آپ کی عمر ۶۷ برس ہوئی، درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ حضرت سعیج موعود نے جس رنگ میں اپنی عمر آنھم کے برابر ظاہر کی ہے۔ وہ ایسا نہیں کہ ایک حوالہ کو لے کر نتیجہ نکالا جائے۔ آنھم کے مقابلے میں جس امر پر آپ زور دینا چاہئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم دونوں پر قانون قدرت یکساں موثر ہے۔“ (یادگار احمد صاحب درود مندرجہ اخبار الفضل)

ازامی جواب نمبر ۲

بدر ۸ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۵ کالم ملاحظہ فرمائیں: ”حضرت مرزا قادیانی نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت جو آپ کی عمر تھی۔ اس کا مقابلہ عبد اللہ آنھم کی عمر سے کیا ہے۔ اعجاز احمدی ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے۔ (کتاب البریص ص ۳۶، خزانہ حج ص ۱۲، ۱۷، ۱۸ اطراف) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے

آخری وقت میں ہوئی اور ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہ برس کا تھا۔ اب حساب کرلو کہ ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر ۲۲ سال کی ہوئی چاہئے تھی یا نہیں؟“
مغالطہ نمبر ۲

”الہام و کشف کے مطابق ساڑھے ۵ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔“

جواب: (تاریخ احمدیت حصہ سوم ص ۵۲۹) پر یوں لکھا ہے کہ: ”وفات کے وقت حضور کی عمر سو اپنے سال کے قریب تھی۔ دن منگل تھا اور شنبہ تاریخ ۲۶ ربیعی ۱۹۰۸ء۔“

مغالطہ نمبر ۵

”ہاں بعض صورتوں سے جو دریائی زمانہ کی ہیں اور عمر کے متعلق بعض بعض اعدادے بتاتی ہیں۔ آپ کی عمر میں کچھ دشواری پیدا ہوتی ہے۔ مولوی خالد محمود نے بعض ایسی عمارتوں کو پیش کر کے حضرت اقدس کی عمر ۲۶ سال بتا کر آپ کی عمر کے متعلق الہامی پیشگوئی کو اعتراض کا شاندار بنایا ہے۔ جو تحریرات آپ کی عمر اعداء ۵۷ سال بتاتی ہیں۔ انہیں دانتہ نظر انداز کر دیا ہے۔“

جواب: مرزا قادیانی کی کوئی ایسی تحریر دکھا دیجئے جہاں مرزا قادیانی نے تحریر فرمایا ہو کہ میری عمر قریباً ۵۷ سال ہے۔ حالانکہ آپ لوگ مرزا قادیانی کی عمر کو ریوکی طرح ۴۷ سے تک کمیٹھی کر لے جاچے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱..... ”آپ کی عمر شنبہ لحاظ سے ۳۷ سال ہوئی۔“ (ربیوب اپریل ۱۹۲۳ء)

۲..... ”وفات کے وقت حضور کی عمر سوا ۳۷ سال تھی۔“ (تاریخ احمدیت حصہ سوم)

۳..... ”حضرت اقدس کی عمر وفات کے وقت ۳۷ سال تھی۔“

(تعمید الاولیاء ان جون، جولائی ۱۹۰۸ء)

۴..... ”الہام و کشف کے مطابق ساڑھے ۵۷ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔“

(انقلاب یکم نومبر ۱۹۲۳ء)

۵..... ”آپ کی عمر اس لحاظ سے ۶۷ سال ہوئی۔“ (ربیوب اپریل ۱۹۲۳ء ص ۲۲)

۶..... ”حکمت الہی نے حضرت مسیح موعود کو ۸۰ سال عمر حنایت فرمائی۔“

(ربیوب تیر ۱۹۱۸ء ص ۳۳)

۷..... ”مئی ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۸۳، ۸۲ سال ہوئی۔“ (ربیوب تیر ۱۹۱۸ء ص ۳۳)

مغالطہ نمبر ۶

”حضرت اقدس پر ۱۹۰۵ء تک یہ واضح ہو چکا تھا کہ آپ کی بیدائش کا سن ۱۲۵۰ء مطابق ۱۸۳۵ء ہے۔“

جواب: گستاخی محاف ! صرف اتنا بتا دیجئے کہ آپ کے بیان کے مطابق جب مرزا قادریانی پر ۱۹۰۵ء تک یہ واضح ہو چکا تھا کہ آپ کی بیدائش ۱۸۳۵ء میں ہوئی تو تحقیقت الوفی وہ برس بعد کے ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی (ص ۱۸۰، خواہن ج ۲۲۲ ص ۲۰۹) پر یہ کیوں تحریر فرمایا کہ ”میری عمر اس وقت تقریباً ۲۸ سال ہے۔ (یہ اشارہ تھا تاریخ بیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کی طرف)

مغالطہ نمبر ۷

”اگر ۱۸۳۵ء آپ کی بیدائش کا سال قرار دیا جائے تو ۱۹۰۰ء میں آپ کی عمر ۶۶ سال تھی۔“

جواب: پہلے یہ فرمائیے کہ آپ کا قول صحیح ہے یا مرزا قادریانی کا۔ مہریانی فرما کر (تحفہ گلزاری میں ۱۵۲) لکھ لئے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ء میں لکھی گئی۔ اس وقت سن یہیسوی ۱۹۰۰ء تھا۔

(دیکھو تیاق القلوب میں، اندر اس ج ۱۵ ص ۱۳۶)

تحفہ گلزاری میں ۱۳۱۸ء مطابق ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی یا ب مرزا کا فرمان پڑھئے اور اس پر ایمان لا لیئے: ”اس ۶۰ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دون ہیں۔ اگر وہ ۲۰۰۰ سال الگ کر دیجئے جائیں تو جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دون ہیں۔“

۱۳۲۲ء مطابق ۱۹۰۸ء میں دفاتر پائی۔ سن بھری کے مطابق ۱۳۱۸ء میں عمر ۶۰ سال تو ۱۳۲۶ء میں ۲۸ سال۔ سن یہیسوی کے مطابق ۱۹۰۰ء میں عمر ۴۰ سال تو ۱۹۰۸ء میں ۲۸ سال۔ فہو المرا! لیکن آپ ۱۹۰۰ء میں مرزا قادریانی کی فرضی عمر ۶۶ سال قرار دے رہے ہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کیجئے۔

مغالطہ نمبر ۸

”اگر آپ کی بیٹت کا سن ۱۲۹۳ء قرار دیا جائے تو ۱۲۹۳ء میں عمر ۳۳ سال تھی۔“

جواب: آپ کی بیٹت کا سن جو بزر کرنے کی جسارت فرمائے ہیں اور مرزا قادریانی نے یوں لکھا ہے: ”وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے اور اس عاجز کا یہ دعویٰ وہ ہے کہ

سے شائع ہو رہا ہے۔” (ازالہ ادہام ص ۲۹۵، بخراں ج ۳ ص ۲۷۵)

ازالہ ادہام ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔ دس برس کم کر دباقی ۱۸۸۱ء۔

”یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بھارت دی گئی کہ ۸۰ برس تک یا اس کے قریب تیری میرے۔ سواں الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے۔ جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے ہیں۔“

(شان آسمانی ص ۱۲، بخراں ج ۲۲ ص ۲۷۲)

شان آسمانی ۱۸۹۲ء کی تصنیف ہے۔ دس برس کم کر دیے باقی ۱۸۸۲ء

”سچ موعود نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا۔“

(شہادت القرآن ص ۸۰، بخراں ج ۶ ص ۲۷۵)

شہادت القرآن ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے۔ مرتaza قادیانی نے یہ الفاظ ادا نہیں کئے کہ

”تیرھویں صدی کے آخر میں“ بلکہ چودھویں صدی کا شروع سال بیان کیا ہے جو ۱۳۰۰ء ہے۔

”ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالہ و مخاطبہ

پاچ کا تھا۔“ (حقیقت الوجی ص ۲۰۰، بخراں ج ۲۲ ص ۲۷۲)

”میں ترقیتاً تسلی برس سے خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں۔“

(پیغام صلح ص ۱۲، بخراں ج ۲۲ ص ۲۷۲)

پیغام صلح مرتaza قادیانی کی وہ تصنیف ہے جو وفات سے تین روز قبل ۱۹۰۸ء میں لکھی۔

۱۹۰۸ء سے ۳۰ برس کم کر دباقی ۱۸۷۸ء مبنی ہیں۔

اب خلاصہ یہ لکھا کہ

حقیقت الوجی کے مطابق تاریخ بخش ۱۸۷۳، ۱۸۷۴ء مبنی ہے۔

پیغام صلح کے مطابق تاریخ بخش ۱۸۷۸ء مبنی ہے۔

ازالہ ادہام کے مطابق تاریخ بخش ۱۸۸۱ء مبنی ہے۔

شان آسمانی کے مطابق تاریخ بخش ۱۸۸۲ء مبنی ہے۔

شہادت القرآن کے مطابق تاریخ بخش ۱۸۸۳ء مبنی ہے۔

صرف سہی نہیں، بلکہ مرتaza قادیانی کا مکمل اثربیجہ بنور مطالعہ کرنے کے بعد ایسے میسیوں

حوالے میں گے کہ کسی ایک سن کو متعین کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ نصف سے زائد صدی ہو گی ہے کہ مرزا قادیانی کی تاریخ بخش کا آپ سے فیصلہ نہ ہوا کا۔

مخالطہ نمبر ۹

مولوی خالد محمود صاحب نے اپنے مضمون میں حضرت اقدس کی ایک عبارت سے آپ کی عمر ۲۶ برس ثابت کرنے کے لئے مخالف طور پر نیکی کی کوشش کی ہے۔ حضرت اقدس کی کتاب تریاق القلوب صیہر نمبر ۲۸ طبع اول سے ذیل کی عبارت پیش کرتے ہیں: ”جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے مجھے الہام و کلام سے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ میری عمر کے ۲۰ برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپنہجا۔ تب خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتوں کا چارہ گر ہے۔“

خالد محمود صاحب نے اس عبارت کے الفاظ صدی کے سر سے ۱۳۰۰ھ متعین طور پر مراد لے کر آپ کی عمر $26 + 30 = 56$ سال بتائی ہے۔ حالانکہ حضور کے نزدیک صدی کے سر سے مراد تھیک ۱۳۰۰ھ تھیں بلکہ تیرھویں صدی کا آخری عشرہ ہے۔ جبکہ آپ ۳۰ سال کے ہو چکے تھے۔ انہوں نے صدی کے سر سے مراد وانتہ ۱۳۰۰ھ لے کر اس وقت آپ کی عمر چالیس سال فرض کر کے ۱۳۲۶ھ سال وفات تک آپ کی عمر ۲۶ سال بتائی ہے۔ حساب میں سے دو برس گول کر گئے۔“

جواب: صدی کا سر متعین کرنے کے لئے یا تو مرزا قادیانی کی وہ تحریریں آپ کی نظر سے نہیں گزریں اور یا آپ دیہہ دانستہ چشم پوشی کر رہے ہیں: ”تیرھویں صدی کے فتح ہونے پر“ ۱۳۰۱..... ۱۳۹۰..... ۱۴۹۰ یا ۱۴۹۰ چند ہویں صدی کا شروع سال ۱۳۰۱ ۱۳۰۰ ہوتا ہے یا ۱۴۹۰ ہے؟ ”غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ تکرکن“ تکرکن

۱۳۰۰ متعین کرنے کیلئے مرزا قادیانی کے فرمودات ملاحظہ فرمائیے

صدی کا سر

”سچ مسعود نے بھی چند ہویں صدی کے سر پر تھوڑا کیا۔“

(شان آسمانی ص ۱۶، اندازش ج ۲۲، ص ۳۷۸)

داڑ نشانہ یے خدا یکے ایں است کہ اور عدد نام میں

عدد زمانہ مرالپشیدہ داشتہ اگر خوانی در عدد

”غلام احمد قادریانی ۱۳۰۰ھ فلکر کن“

چودھویں کا آغاز

”غلام احمد قادریانی کے عدد بہ حساب جمل پورے ۱۳۰۰ تکتے ہیں۔ یعنی اس نام کا امام

چودھویں صدی کے آغاز پر ہو گا۔“ (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء، مخطوطات ج ۱۵۰)

تیر ہویں صدی کے ختم ہونے پر

”اہل کشف نے بھی اس زمانہ کی خبر دی اور بھوی بھی بول اٹھے کہ سچ مسحود کا یہی وقت
ہے اور جس نے دعویٰ کیا اس کا نام غلام احمد قادریانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے کہ
یعنی تیرہ سو کا عدد بتا رہا ہے کہ تیر ہویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا۔“

(تیاق القلوب ص ۱۶، خزانہ ائمہ ۱۵۷)

چودھویں کا شروع سال

”سف صالحین میں سے بہت سے صاحب مکافات سچ کے آنے کا وقت چودھویں

صدی کا شروع سال بتلاتے ہیں۔“ (از الارادہم ص ۱۸۲، خزانہ ائمہ ۱۸۸، ۱۸۹)

صدی کے سر سے مراد ۱۳۰۰ھ ہے

”مدت ہوئی ہزار ششم گز رگیا اور اب قربیا پھا سواں سال اس پر زیادہ جارنا ہے اور
اب دنیا ہزار بیہم کو بسر کر رہی ہے اور صدی کے سر پر سے سترہ برس گز رگئے۔“

(تحنیہ گلاؤ دی میں ۹۵، خزانہ ائمہ ۱۵۲، حاشیہ)

نوٹ: اگر صدی کے سر سے مراد ۱۳۹۰ھ ہے تو ۲۷ سال گزر لئے چاہیں تھے نہ کہ

۷۔ تحنیہ گلاؤ دی کے یہ صفات اس وقت لکھے جا رہے تھے۔ جب ۱۳۱۷ھ کے سال پورے ہو گئے
تھے اور ۱۳۱۸ھ سے چھ ماہ گزرے تھے۔

تیر ہویں کا آخر تیر چودھویں کا ظہور

”جب تیر ہویں صدی کا آخر ہوا اور چودھویں کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام

کے ذریعے سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔“

”یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ تمیک ۱۲۹۰ء میں
خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالہ و فاطمہ پاچ کا تھا۔“

(حقیقت الوہی ص ۲۰۹، بخراں ج ۲۲ ص ۲۰۸)

”جب میری عمر ۴۰ برس تک پہنچ لے خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے شرف
کیا۔“

(تریاق القلوب ص ۲۹، بخراں ج ۱۵ ص ۲۸۲)

معلوم ہوا کہ ۱۲۹۰ء میں آپ کی عمر ۲۰ سال تھی اور ۱۳۲۶ء میں انتقال ہوا۔ کل عمر
۷۶ برس۔

جواب: مرزا غلام احمد قادریانی (حقیقت الوہی ص ۲۰۹، بخراں ج ۲۲ ص ۲۰۸) پر فرماتے
ہیں کہ الہام ”والسماء والطارق“ یہ ان سب الہاموں سے پہلا الہام اور پہلی پیغمبরی تھی جو
خدا نے مجھ پر ظاہر کی۔ ”مرزا محمود احمد“ سیرت سعیج موجود ص ۲۰، پر فرماتے ہیں کہ: ”حضرت
صاحب کو الہام“ والسماء والطارق ”اپنے والد کی وفات سے ویثڑ ہوا اور حضرت صاحب کو
اس سے پہلے ایک حدت سے روایتے صالح ہو رہے تھے۔ لیکن پہلا الہام جو حضرت سعیج موجود کو ہوا
وہ پہلی تھا جس میں آپ کو اپنے والد کی وفات کی خبر دی گئی تھی۔“

جناب قاضی صاحب! آپ مرزا قادریانی کی کوئی ایسی تحریر ان کی کسی کتاب کی اخبار
کی اشتہار سے پہلی سمجھتے۔ جہاں مرزا قادریانی نے یہ تحریر فرمایا ہو کہ (۱): ”میرے والد کے انتقال
کے وقت میری عمر تھیک چالیس برس کی تھی۔“ یا یہ تحریر فرمایا ہو کہ (۲): ”الہام“ والسماء و
الطارق“ مجھے والد کی وفات پر تھیک چالیس کی عمر میں ہوا۔ یا یہ ہی کہیں درج کیا ہوا کہ (۳):
”میرے والد صاحب کی وفات تھیک ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔“

درستہ عمر کے متعلق قریباً قریباً ”مکت“ کی گروان تو مرزا قادریانی نے اپنی متعدد تصانیف
میں وہ ہر ای کہے۔

”چالیس برس تک“ ”چالیس برس کی عمر تھک“ ”چالیس برس کے قریب“ ”قریباً
چالیس برس“ ”اہزاد آچالیس برس“

”قریب قریب“ یا ”انداز“ یا ”سک“ یا ”قریبا“ کامو مای مطلب ہیں ہوتا کہ ٹھیک چالیس برس نہ ایک کم نہ ایک زیادہ آپ ہی کا توجیہ قول ہے کہ: ”صرف اندازے سے ہیان کرنے میں عام دستور کے مطابق، ۵، ۵ سال کم عمر پاتا ہجی معمولی طریق کلام ہے۔“ مثلاً: ”۱۸۹۳ء میں اتنی عمر قریباً ۲۰ سال لکھتے ہیں۔“

لیکن ۱۸۹۶ء میں پھر اپنی عمر قریباً ۲۰ سال لکھتے ہیں۔“

۱۹۰۵ء میں پھر انی عمر قریباً ۷۰ سال لکھتے ہیں۔“

لیکن ۱۹۰۴ء میں پھر اپنی عمر قریباً ۲۰ سال کھتے ہیں۔“

اب آپ علی حساب کر کے فرمائیے کہ جس شخص کی عمر ۱۸۹۳ء میں ترقیباً ۲۰ سال تھی۔ ۵ سال بعد ۱۸۹۹ء میں کتنی چاہئے؟ بھی کہ ۲۵ سال۔ لیکن مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ میری عمر ۱۸۹۹ء میں بھی ترقیباً ۲۰ سال تھی۔ اسی طرح ۱۹۰۵ء میں عمر ترقیباً ۲۰ سال کلتھے ہیں۔ لیکن دو سال کے بعد ہوئی تو جانے عمر ترقیباً ۲۱ سال لیکن تحریر فرماتے ہیں ترقیباً ۲۸ سال۔

۱۲۹۰ء مطابق ۳۷-۱۸۷۴ء میرزا قادیانی کو الہام ”السماء والطارق“ ان کے والد کی دفاتر پر ہوا۔ لیکن اس وقت میرزا کی عمر چالیس برس کے قریب تھی۔ لیکن ٹھیک فرماتے ہیں کہ ”میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری۔“ اور اسی کتاب کے (ص ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۱۹۱۰ء) پر میرزا قادیانی تحریر چالیس برس کی نہیں تھی۔ مثلاً (کتاب البریض ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۱۹۱۰ء) پر میرزا قادیانی تحریر چالیس برس کی نہیں تھی۔

قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ جس شخص کے والد کا انتقال اس کی عمر کے ۳۵ ویں برس میں ہو گیا ہو تو اس نے اپنے والد کے ذریعہ سایہ چالیس برس کیسے گزارے؟۔ ”قرب قرب چالیس“ کا مطلب ہی ۳۴ یا ۳۵ برس ہے۔ اگر ۲۷۸۷ء میں مرزا قادریانی کی عمر تھیک ۳۵ برس ہو تو مرزا قادریانی کی تاریخ پیدائش تھیک ۱۸۳۹ء تھی، جو بالکل درست ہے۔ پس ۱۸۷۹ء میں مرزا قادریانی کی عمر تھیک ۳۵ برس تھی۔

ہمارا استدلال تو صرف یہ ہے

کہ صحیح ۱۲۹۰ء میں الہام پایا "والسماء والطارق۔" یہ الہام ہوا تھا۔ مرزا غلام مرتضی کی وفات کے متعلق غلام مرتضی کی وفات ہوئی ۱۸۷۳ء میں پس ۱۲۹۰ء کے وقت سن بیسوی ۱۸۷۳ء تھا اور مرزا کی عمر تھی ۳۵ برس۔

۱۲۹۰ء سے ۳۵ برس تفریق کر دو۔ مرزا کی تاریخ پیدائش ۱۲۵۵ء تھتی ہے۔ ۱۸۷۳ء سے ۳۵ برس تفریق کر دو۔ مرزا کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء تھتی ہے۔ پس ثابت ہوا مرزا قادریانی کی پیدائش ۱۲۵۵ء مطابق ۱۸۳۹ء ہوئی۔

مخالطہ نمبر ۱۱

"آپ کا یہ بیان کہ آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی۔ جب چھ بڑا میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔ محض ایک سرسری انداز پر بنی ہے۔" (حقیقت الواقع ص ۱۹۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۰۷) اور مراہین چشم کے پیانات جو ۱۲۹۰ء میں آپ کی عمر ۲۰ سال بیان کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت القدس کی آخری تحقیقات ہے۔ اس لئے گیارہ سال کا اندازہ ان آخری تحریروں کے لحاظ سے طویل جیسیں رکھا جائے گا۔ بلکہ ان آخری بیانات کی روشنی میں چھ بڑا کے شروع ہونے میں دراصل ۲۱ برس باقی تھے۔"

جواب: قاضی صاحب نے یہ آخری فیصلہ دے کر علام خالد محمود کے ساتھ حساب بے ہاق کر دیا۔ "جب چھ بڑا میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔ ایک سرسری اندازہ ہے۔" سرسری اندازہ ہے؟

قاضی صاحب امرزا قادریانی تھذگولڈیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے خدا تعالیٰ نے کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے۔" دنیا کی عمر کی اطلاع خدا تعالیٰ سے کشفی حالت کے بعد پا کر مرزا قادریانی نے درست حساب لگایا اور اپنی تاریخ پیدائش متین کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔"

خدانے کشف کے ذریعہ سے مرزا قادریانی کو یہ اطلاع تو دے دی کہ آدم علیہ السلام

سے لے کر آنحضرت ﷺ کے روز وفات تک ۲۷۳۹ برس قمری تھا اس سے ہیں۔ لیکن خداتعالیٰ نے مرزا قادریانی کو ان کے سرسری اندازہ (یا کہو کہ غلط حساب) پر اطلاع نہ کیا تھا کہ مرزا قادریانی! آپ کا یہ اندازہ سرسری ہے۔ حساب غلط ہے۔ گیارہ برس غلط ہیں اور جسی برس ۲۱ ہیں۔ حالانکہ مرزا قادریانی اس تقریر کے آٹھ برس بعد تک زندہ رہے اور تمام مرید گیارہ برس کی تصدیق کرتے رہے۔

مقالات نمبر ۱۲

”حقیقت الوجی اور برائین حصہ چشم ۱۲۹۰ھ میں آپ کی عمر چالیس برس ہیاں کرتے ہیں۔ یہ حضرت اقدس کی آخری تحقیقات ہے۔“

جواب: برائین احمد یہ حصہ چشم ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی۔ لیکن سب سے آخری فحیم کتاب چشمہ معرفت سے پہلے، ۱۹۰۶ء میں جو لکھی گئی وہ حقیقت الوجی ہے۔
مرزا قادریانی کی آخری تحقیق

(حقیقت الوجی میں ۱۴۰۷ء کا شیرخوار آن ج ۲۲۲ ص ۲۰۹) پر فرماتے ہیں: ”خداتعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورہ عصر کے حروف بحساب جمل کے رو سے ابتدائے آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جس قدر برس گزرے ہیں۔ ان کی تعداد ظاہر کرتے ہیں۔ سورہ ممودہ کی رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جائے تو معلوم ہو گا کہ اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے اور اسی حساب کی رو سے میری بیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے۔ کیونکہ میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال کی ہے۔“

برائین احمد یہ حصہ چشم کے حوالہ سے صرف قاضی صاحب ہی نہیں بلکہ ہر ایک قادریانی مقالہ دیتا ہے۔ ہمارے دوست قادریانی حضرات سے یہ سوال ضرور کیا کریں کہ اگر ۱۹۰۵ء میں مرزا قادریانی کی عمر ۲۷ برس تھی تو پھر بمقام جاندن ۱۹۰۵ء میں مرزا قادریانی نے دوران تقریر یہ کیوں فرمایا تھا کہ: ”خداتعالیٰ ایک مفتری کذاب انسان کو اتنی بھی مہلت نہیں دیتا کہ وہ حضور ﷺ سے بڑھ جائے۔ میری عمر ۲۷ سال کی ہے اور میری بعثت کا زمانہ ۲۳ سال سے بڑھ گیا ہے۔“

(رسالہ پیغام امام بحوالہ عمر مرزا)

۱۹۰۳ء میں مشیر اعلیٰ کو جواب دیا کہ ”میری عمر ۲۶ سال ہے۔“ یہ ہے مرزا کی آخری

حقیقت۔

۱۹۰۵ء میں فرمایا: ”میری عمر ۲۷ سال ہے۔ یہ بھی ہے، مرزا کی آخری حقیقت۔“

۱۹۰۶ء میں فرمایا: ”میری عمر ۲۸ سال ہے اور یہ بھی ہے مرزا کی آخری حقیقت۔“

قارئین کرام منصفانہ فیصلہ فرمائیں کہ جس شخص کو ۱۹۰۳ء میں عمر ۲۶ سال، ۱۹۰۵ء میں

عمر ۲۷ سال اور ۱۹۰۶ء میں عمر ۲۸ سال ہوا اور اس شخص کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوتا

خدار از روئے انصاف تائیے کہ اس نے کتنی عمر پائی؟۔

باب الاستفسارات

دعوت لاہور، ۱۲ راکتوبر ۱۹۶۳ء علامہ خالد محمود صاحب ایم اے

سوال: بکری و محترم جناب علامہ صاحب قبلہ!

السلام علیکم رحمۃ اللہ! آپ نے ریحیم یارخان میں مجلس کے ووران یہ فرمایا تھا کہ مرزا
غلام احمد نے اپنی عمر کے متعلق جو الہام شائع کیا تھا، وہ امر واقع کی روشنی میں ہا لکل غلط تھا۔
میرے بھائی صاحب اس کا انکار کرتے ہیں اور حوالہ مانتتے ہیں۔ براہ کرم مجھے اس کے مفصل
حوالجات سے مطلع کریں۔ ممکن ہے اس سے بھائی صاحب کے عقائد و درست ہو جائیں۔

(سائل: عبدالحق ریحیم یارخان)

جواب: علیکم السلام و رحمۃ اللہ!

مرزا قادیانی نے جولائی ۱۸۸۷ء میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مقاطب کر
کے فرمایا: ”یاتی علیک زمان مختلف بالارواح مختلفہ و تری نسلا بعیدا
ولنحیبنک حیوة طيبة ثمانین حولاً او قرباً من ذالک“ عبارت کا ترجمہ یہ ہے:
”اور ہم تجھے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ اسی سال یا اس کے قریب قریب۔“
مرزا قادیانی نے اپنی اس پیشگوئی کا اشتہار شائع کیا تھا اور پھر اس الہام کو اپنی کتاب
(از الہ اور اہم ۲۳۵، خزانہ حسوس ۳۳۲) میں بھی نقل فرمایا۔ مرزا قادیانی اسے نقل کرنے کے بعد

لکھتے ہیں: ”اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں کی ہیں۔ وہ حقیقت یہ رہے صدق یا کذب آزمائے کے لئے بھی کافی ہے۔“

اس تصریح سے یہ امر واضح ہے کہ اسی سال عمر ہونے کی پیشگوئی مرزا قادریانی کے صدق یا کذب کو جانچنے کے لئے کافی ہے۔ ہاں مرزا قادریانی نے اس پیشگوئی کو ”او قریبہ ما من ذالک“ یعنی ”یا اس کے قریب قریب“ کے الفاظ سے جس طرح گول کیا ہے۔ اب ہم اس کی بھی تحدید کئے دیتے ہیں کہ اس سے مراد کیا تھا۔

مرزا قادریانی حقیقت الوجی میں اپنا یہ الہام کرتے ہیں: ”اطال اللہ بستلک اسی یا اس پر پائی چار سال زیادہ یا کم“ (حقیقت الوجی ص ۹۶، فخر ان ح ۲۲۰ ص ۱۰۰)

پھر مرزا قادریانی نے احتیاطاً اس کی اور تو سیع کی خود لکھتے ہیں: ”خدانے صرخِ لفظوں میں مجھے اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہو گئی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم“ (براہینِ احمد پور حصہ ۷، ۹۷، فخر ان ح ۲۱۲ ص ۲۵۹)

ان تصریحات کی روشنی میں مرزا قادریانی کی عمر کم از کم ۲۷ سال اور زیادہ سے زیادہ ۴۶ سال ہوئی چاہئے تھی۔ مگر انسوں کہ مرزا قادریانی ان تمام پیشگوئیوں کو قطعاً ثابت کرتے ہیں ۱۳۲۲ھ میں قریباً ۲۶ سال کی عمر میں فوت ہو گئے اور وہ پیشگوئی کوئی ہے انہوں نے خود اپنے صدق و کذب کا معیار تھہرا�ا تھا۔ انہیں یکسر کاذب تھہرا گئی۔

مرزا قادریانی کی عمر پر پہلا استدلال

مرزا قادریانی لکھتے ہیں: ”جب یہری عمر چالیس برس کے قریب پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ یہری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپنچا۔“ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے یہرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مہددار صلیبی فتوح کا چارہ گر ہے۔“ (زیارات المقلوب ص ۲۸، فخر ان ح ۲۱۵ ص ۲۲۳)

غلام احمد قادریانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی ۱۳۰۰ کا عدد جو اس نام سے لکھتا ہے، وہ تھلا رہا ہے کہ تیرھوںی صدی کے ثتم ہونے پر بھی مہدد آیا۔ جس کا نام تیرہ سو کا

(تیاق اقلوب ص ۱۶، خزانہ ج ۱۵، ص ۸۵۸)

عدد پورا کرتا ہے۔

مندرجہ بالاحوالوں سے یہ دوہائیں ثابت ہیں:

۱..... مرزا قادیانی تیرھویں صدی کے فتح ہونے پر مجددیت ہوئے۔

۲..... اس وقت مرزا قادیانی کی عمر پرے چالیس برس کی تھی۔

مرزا قادیانی کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی ہے۔ چودھویں صدی کے یہ چھیس

سال چالیس سال میں جمع کئے جائیں تو آپ کی کل عمر ۶۶ برس کے قریب تھی ہے۔

مرزا قادیانی کی عمر پر دوسرا استدلال

”خدات تعالیٰ نے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ سورہ الحصر کے اعداد سے

بساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے مبارک عصر تک جو

عہد نبوت ہے۔ یعنی تیجس برس کا تمام دکمال زمانہ یہ کل مدت گزشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۲۷۳۹

برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت ﷺ کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں۔“

(تغذیہ گلزاریہ ص ۹۵، ۹۳، خزانہ ج ۱۷، ص ۱۵۲، ۱۵۳)

اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بھرت کے وقت دنیا کی عمر ۲۷۳۹ سے گیارہ

برس کم یعنی ۲۷۲۸ برس تھی۔ مرزا قادیانی کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ جس سے واضح ہوتا ہے

کہ مرزا قادیانی کی وفات کے وقت دنیا کی عمر $= 1326 + 2728 = 4053$ برس کے قریب تھی۔ اب

مرزا قادیانی کی پیدائش کا وقت ان کے اپنے بیان کی رو سے ملاحظہ فرمائیے۔

”اس حساب سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس

رہے تھے۔“ چھ ہزار سے گیارہ نکال دیں تو باقی ۵۹۸۹ برس رہ جاتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا

قادیانی کی پیدائش کے آغاز یا ۵۹۸۹ کے آخر میں کسی وقت ہوئی۔

خلاصہ ایکہ مرزا قادیانی کی پیدائش اس وقت ہوئی جب دنیا کی پیدائش پر تقریباً

۵۹۸۸ برس گزر چکے تھے اور وفات اس وقت ہوئی جب دنیا کی عمر ۶۰۵۳ برس کے قریب تھی۔

اس مدت سے ۵۹۸۸ نکال دینے سے باقی ۶۶ سال ہی رہ جاتے ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کی عمر کا

تعین ان کے دعویٰ اور الہامات پر مبنی ہے۔ ان کی بحث اگر تیرھویں صدی کے ختم پر چودھویں صدی کے آغاز سے کچھ ایک دسال پہلے جو یزد کی جائے تو زیادہ سے زیادہ اس عمر کا تعین ۷۶ یا حدود ۲۸ برس ہو سکے گا۔ اس سے زیادہ کسی صورت میں ممکن نہیں۔ مشہور اگریز سرپلیل گرفن نے پنجاب چیفس کے نام سے پنجاب کے زمینداروں کی ایک اہم تاریخی مربوط کی تھی۔ اس کی دوسری جلد کے ص ۲۶ پر مرزا قادیانی کے خاتمیان کا بھی تذکرہ ہے۔ مؤرخ موصوف اس میں لکھتے ہیں: ”علام احمد جو غلام مرتضی کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔“

مرزا قادیانی کی وفات اگریزی حساب سے ۱۹۰۸ء کے اوائل میں ہوئی۔ ۱۸۳۹ء میں پیدا شد ہو تو ۱۹۰۷ء کے اختتام تک مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ برس تھی ہے۔ قادیانی سلطے کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے اپنی کتاب نور الدین میں (جو مرزا قادیانی کی زندگی میں عی لکھی گئی تھی اور ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی) مرزا قادیانی کی تاریخ پیدا شد ان الفاظ میں لکھی ہے:

”سن پیدا شد حضرت صاحب سعیج معمود و مهدی مسعود ۱۸۳۹ء۔ نور الدین ص ۷۰ مطیع ضیاء الاسلام قادیانی الہامات پر مبنی عمر ۲۶ سال ہو یا تاریخی واقعات پر ۲۸ سال ہو۔ ہر دو اعداد عمر مرزا غلام احمد کے اس الہام کو غلط ثابت کرنے کے لئے کہ ان کی عمر کم از کم ۲۷ سال ہو گی اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال کی ہو گی، کافی دو اوری ہیں۔“

اب ہم مرزا قادیانی کی اس عبارت کو پھر پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اسی سال کی عمر کی پیشگوئی تحریر فرمانے کے متصل بعد لکھی ہے: ”اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیش گوئیاں بیان کی ہیں۔ درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمائے کے لئے بھی کافی ہے۔“

(از الہام ص ۶۳۳، ج ۲، ج ۳ ص ۳۳۲)

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ مرزا قادیانی کی مقام افسوس خلاف الہام وفات سے سبق لینے کی بجائے آپ کے واقعات عمر میں عی رو بدبل کرنا شروع کر دیا۔ وفات کی تاریخ تو وہ بدبل نہ سکتے تھے۔ تاچار انہوں نے تاریخ پیدا شد میں اختلاف شروع کر دیا تو کہ کسی نہ کسی بھانے واقعات کو پیشگوئی پر مطابق کیا جاسکے۔

یاد رہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ان کی پیدائش کبھی زیر اختلاف نہیں آئی۔ ہم نے مرزا اُنیٰ حضرات کو بارہا چیخ دیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش کا کوئی اختلاف وہ مرزا قادیانی کی زندگی کے واقعات سے پیش کریں۔ اگر یہ سب اختلافات مرزا قادیانی کی وفات سے بعدی اٹھے ہیں تو کیا یہ خود اس امر کا ثبوت نہیں کہ اس کا واحد سبب مرزا قادیانی کی وہ الہامی پیش کوئی ہے جس پر مرزا قادیانی کی ندت حیات کسی طرح منطبق نہ اتر سکی۔ مرزا بشیر الدین محمود نے سیرت سعیت مسعود کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا۔ جواب پانچ یوں ہمارہ بود کہ مرکز جدید سے شائع ہوا ہے۔ اس میں جماعت کے خلیفہ ہانی نے سر لپیل گرفن کی کتاب پنجاب چیفس سے مرزا قادیانی کا سن پیدائش نقل کرنے میں حکم خلا تحریف اور خیانت کی ہے۔ مرزا محمد اس رسالہ کے ص ۵ پر اس یوں نقل کرتے ہیں:

”غلام احمد جو غلام مرتفعی کا چھوٹا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ایک مشہور نہجی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوا۔“ ۔ (سیرت سعیت مسعود ۶۴ صفحہ مرزا بشیر الدین محمود) قارئین ”دعوت“ مطلع رہیں کہ اصل کتاب میں ۱۸۲۷ء نہیں بلکہ ۱۸۳۹ء ہے۔ یہ تحریف مرزا قادیانی کی عمر کو بعض لمبا کرنے کے لئے عمل میں لائی گئی ہے تاکہ اسے کچھ تو پہنچکوئی کے قریب لا یا جاسکے۔ لیکن افسوس کہ اس پر بھی مرزا قادیانی آجھانی کی پیش کوئی واقعات کا ساتھ نہیں دے سکی۔

مرزا اُنیٰ حضرات سے دوسرا سوال

۱..... اپنے قدیم تحریر ذخائر سے یہ ثابت کریں کہ مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کے متعلق اختلافات کبھی ان کی زندگی میں بھی اٹھے ہوں۔

۲..... مرزا محمد نے پنجاب چیفس کے حوالے سے مرزا قادیانی کا سن پیدائش نقل کرنے میں تحریف اور خیانت نہیں کی؟ نقل کو اصل کے مطابق ثابت کر کے خلیفہ سے بد دیانتی کے اس داغ کو دور کریں۔

الحاصل مرزا قادیانی کی عمر ۶۶ سال اور ۶۵ سال کے عی قریب ہے اور کسی صورت بھی ۷۷ سال تاثب نہیں ہوتی۔ مرزا قادیانی اپنی خلاف الہام وفات سے اپنے دعویٰ کی پوری طرح بخندیب کرچکے ہیں۔

داستان لاتین علی

داستان مرزا



مولانا عبدالجیس سودروی

دیباچہ

یہ کوئی فرضی و استان یا افسانہ نہیں ہے جو محض قشن طبع کے طور پر لکھا گیا ہو۔ بلکہ امر واقعہ ہے جن دنوں میں لاہور قیام پذیر تھا۔ عینہ یہ واقعہ پیش آیا اور اسی سلسلہ میں کئی دن تک قادیانی دوستوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ مضمون میں صرف نام بدل دیئے گئے ہیں یا چند خیالات میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ فی الحال اس و استان کا صرف ایک جو توہین پر مشتمل ہے۔ نذر قارئین ہے۔ اگر احباب کرام نے اسے پسند فرمایا اور یہ رسالہ مفید ثابت ہو تو ہم یقینہ حصہ بھی جن میں مرزا قادیانی کی اخلاقی حالت، ان کے دماغی توازن، کلام میں تنشاد، کذب و افتراء اور غلط سلط الهبات پر بحث ہوگی، سلسلہ وار شائع کریں گے تا کہ نئی روشنی کے دوست اسے مستفید ہو سکیں۔ خاکسار!

عبدالجید خادم ایمیڈیٹر مسلمان

کیم جون ۱۹۳۲ء سو نمبر

باب اول و استان مرزا

تصنیفات مرزا سے تو ہیں انبیاء

فیض باغ لاہور آج خوب چل چکل ہے۔ ایک طرف خیے اور تقاں گئی ہوئی ہیں۔ کرسیاں بھی نہایت قرینے سے بھی ہوئی ہیں۔ کیس کے ہڈے جگہا رہے ہیں اور لوگ جو ق در جو ق آرہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج یہاں کوئی بہت بڑا جلسہ ہے۔ جس کے لئے اتنے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ آنے والوں میں تماش بیان بھی ہیں اور سمجھدار بھی، جمال بھی ہیں اور تعلیم یافتہ بھی، پرانی دفع کے بزرگ بھی ہیں اور نئی روشنی کے جلیلین بھی۔ غرضیکہ ایک بہت بڑا اجتماع ہے۔ جس میں ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ ابھی نہ صاحب صدر تشریف لائے ہیں نہ مقرر صاحبان، اس لئے عوام گروہ در گروہ ہو کر آپ میں پاؤں میں مصروف ہیں۔ کوئی کسی سے دل گئی کر رہا ہے۔ کوئی کسی سے، کہ اتنے میں ایک ڈاکٹر صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ آپ نے دور بھی سے مسٹر جیڈ کو دیکھا اور اس کی طرف لپکے۔ مسٹر جیڈ نے بھی ڈاکٹر صاحب کے لئے کری

خالی کردی اور اپنے ہم جو بیویوں سے ان کا اکثر ڈیوس (تعارف) کرنے کے لئے بیوں گویا ہوئے:
 ”ڈیز خالد، یہ ہمارے پرائے کلاس فیلو ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں ہم دونوں نے اکٹھے
 لی۔ اے کا امتحان دیا۔ یہ ڈاکٹری میں چلے گئے اور میں ایل بی میں۔ مجھے قدرتی طور پر ان
 سے بہت محبت ہے۔ یہ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے اب
 تک مشہور چلا آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور آپ کی تعریف؟

مسٹر حمید: یہ بھی میرے پرانے مہربان ہیں۔ پلیٹر ہیں اور آج کل ٹکری پریش کر
 رہے ہیں۔ محض اس جلسہ کی خاطر تعریف لائے ہیں۔ مشہور پکھرار ہیں اور یہ جو آپ کے پاس
 بیٹھے ہیں مولا نا اختر حسین صاحب ہیں۔ یہ ایم اے ہیں۔ نتشی فاضل بھی ہیں اور مولوی فاضل بھی
 میرے کالج کے پروفیسر ہیں۔
 ڈاکٹر صاحب..... ٹکریہ تشریف رکھئے۔ کیا باقیں ہو رہی تھیں۔ میں آپ کی گفتگو میں ناقص تھل
 ہوا۔

خالد..... کچھ نہیں! یونہی آج کل کے جلسہ پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اس کا مقصد کیا ہے۔
 حمید..... میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ سیرت کا جلسہ ہے۔ جیسا کہ اشتہار سے ظاہر ہے مختلف مذاہب
 کے پکھرار ہوں گے (جنہیں دعوت دی گئی ہے) اور سیرت رسول کریم ﷺ پر تقریر کریں گے۔
 اختر صاحب فرماتے تھے کہ یہ صرف قادیانیوں کا جلسہ ہے اور وہی اس کے پانی مباری ہیں۔ سیرت
 رسول کریم ﷺ کا تو محض بہانہ بنا لایا گیا ہے۔ درحقیقت تبلیغ قادیانیت اس کا اصل مقصد ہے۔
 ڈاکٹر جیل..... اور آپ کی کیا رائے ہے؟

حمدید..... یہاں رائے زندگی کی کیا ضرورت ہے۔ جلسہ خواہ کسی کا بھی ہو ہمیں اس سے کیا؟ یہ تو
 محض مولویانہ باقی ہیں کہ فلاں قادیانی ہے۔ فلاں دہابی ہے۔ فلاں شیعہ ہے۔ دیکھو ان کی
 محفوظوں میں نہ جاؤ۔ ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔

خالد..... خوب بہت خوب! ایک مسلمان کو ایسا ہی آزاد خیال ہونا چاہئے۔ میں آپ کی اس
 رائے کو قدر کی لگاؤں سے دیکھتا ہوں۔

اختر..... قدر تو ہم بھی کرتے ہیں مگر اس قدر ما در پر آزاد ہونا بھی پسند نہیں کرتے کہ سب کو
 ایک نظر ہی دیکھنے لگیں۔

جمیل..... تو کیا آپ بھی نکفیرین اسلامیں کے قائل ہیں اور ان فرقوں میں سے کسی کو کافر سمجھتے ہیں؟

حید..... میں نہیں چاہتا تھا کہ اس موضوع پر گفتگو ہو۔ مگر چونکہ اب سلسلہ کلام شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے میں اختر صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ نہایت آزادی سے اپنی رائے کا اظہار فرمائیں تاکہ خالد صاحب بھی اس پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔

جمیل..... ہاں! ہاں آج ضرور اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے۔ خصوصاً قادیانیوں کے متعلق تو فیصلہ ہو جانا چاہئے۔ وہ تو آئے دون ہمارے کان کھاتے رہتے ہیں اور مرزا قادیانی کے فضائل بیان کر کے ہمیں ان کی طرف سمجھنے لیتا چاہتے ہیں۔

خالد..... تو وہ کون سامنہ کام کرتے ہیں۔ آپ کو بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اسلام کی اشاعت کرتے ہیں۔ باہمی نکفیر بازی سے روکتے ہیں اور سب مسلمانوں کو ایک نظام میں لا کر قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرنا چاہتے ہیں۔

اختر..... میں ہاں! یہ سب کچھ وہی کرنا جانتے ہیں۔ دوسرے مسلمان بھلا ان باتوں کو کیا سمجھیں۔

جمیل..... اشاعت اسلام کا کام تو اتنی وہ خوب کر رہے ہیں۔ یورپ اور دیگر ممالک میں بھی ان کے مبلغ مکمل چکے ہیں اور بڑے بڑے عیسائی مسلمان ہو رہے ہیں۔ جن کی روپورثیں آئے دن اخبارات میں توجہی رہتی ہیں۔

حید..... سمجھا وجہ ہے کہ ہم بھی ان کی تعریف کرتے ہیں اور اکثر چندہ بھی دیتے ہیں۔

خالد..... آپ تو مشارع اللہ سمجھ دار ہیں۔ مگر میں حیران ہوں کہ پروفیسر صاحب کیوں اس قدر نگک دل واقع ہوئے ہیں کہ پرانے ملنوں کی طرح قادیانیوں کو ابھی تک کوئے چلے جا رہے ہیں۔

جمیل..... پروفیسر صاحب! آخر آپ کب تک خاموش رہیں گے۔ خدا را اس مہر سکوت کو توڑیئے اور فرمائیے کہ مرزا قادیانی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

حید..... ہاں! ہاں اختر صاحب کی رائے ضرور دین دار ہو گی۔ یہ بہت تجوہ بکار ذی علم بزرگ ہیں اور تمام مذاہب کے متعلق وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ گزشتہ دنوں مسٹر سعید کی شادی پر جب بہت سے قادیانی متعہ ہوئے تھے تو باتوں عی باتوں میں پروفیسر صاحب کی ان

سے جہرپ ہو گئی اور آپ نے انہیں ایسے آڑے ہاتھوں لیا کہ وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔
جمیل آخر وہ کیا باتیں تھیں؟ کم از کم ایک آدھ کا توڑ کر دیجئے۔

حید چونکہ مجھے ان دونی اس قسم کا مذاق نہ تھا۔ اس لئے میں نے کوئی دلچسپی نہ لی اور نہ ہی غور سے باتیں سنیں۔ میں تو اب بھی مذہبی حلقہوں سے بہت دور رہنا چاہتا ہوں۔ مگر چونکہ اب منگلو چل پڑی ہے اور بہت سے قادیانی دوست مجھے قاریانیت قبول کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آج اس کے متعلق ضرور کچھ معلومات حاصل کر دیں تاکہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤں۔

جمیل بھائی! وہ تو مجھے بھی بہت کہہ رہے ہیں اور اپنے تمام لٹریچر کی مفت بھجوار ہے ہیں۔ جس میں عام طور پر اشاعت اسلامی کا ذکر ہوتا ہے۔

آخر معلوم ہوتا ہے کہ اب مجھے بولنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ جب آپ جیسے ذی ہوش تعلیم یافتہ احمدیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ تو پھر خاموش رہنا بھی تمیک نہیں۔

خالد ہاں! ہاں کہنے جو کچھ آپ کہتا چاہتے ہیں۔ بندہ بھی جواب کے لئے حاضر ہے۔
جمیل بہت خوب! اب تو حق و باطل میں امتیاز ہو کر رہے گا:

کچھ ہو رہے گا مشق و ہوس میں بھی انتیاز

آیا ہے اب مراجح تیرا امتحان پر

حید میں امید کرتا ہوں کہ یہ منگلو طاویں کی ہی منگلو نہیں ہو گی۔ کیونکہ پچھلے دونوں میں نے اسی قسم کا ایک مناظرہ دیکھا۔ جس میں تو تو، میں میک لوہت پہنچ گئی اور فریقین نے جوش میں آ کرو وہہ باتیں کہہ دیں جو انہیں کہنی نہ چاہئے تھیں۔ مگر یہاں تو سب تعلیم یافتہ ہیں اور منگلو بھی برادرانہ ہے۔ جس میں محض حقیقت حق مطلوب ہے۔ نہ کہ کسی کو حق دیکھست۔

خالد یہاں حق و نکست کا خیال ہی کیا ہے۔ حقیقت تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہے۔ اب پروفسر صاحب محض علماء کے فتوے سنانا کر ڈرائیں گے اور ہمیں کافر بنائیں گے۔ اس سے زیادہ اور کیا کریں گے۔

آخر نہ صاحب انہ میں مولویوں کے فتوے پیش کروں گا۔ نہ آپ کو کافر ظہراویں گا۔ بلکہ میں تو مرتaza قادیانی ہی کے مخطوطات و ارشادات سناؤں گا اور اس پر پھر اعلیٰ کردوں گا کہ آپ خود بخود دو دھکا دو دھکا اور پانی کا پانی الگ کر لیں۔

خالد اس سے آپ کا کیا مطلب؟ آپ ہمارے موجودہ کام اور مرزا قادیانی کے قائم کر دہ نظام پر اعتراض کریں اور ان میں جو تقصی و برائیاں ہوں، وہ بیان کریں۔

آخر مجھے کسی کے عیب ڈھونڈنے اور برائیاں جلاش کرنے کی کیا مصیبت پڑی ہے۔ میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ نہ آپ کو کافر کہوں۔ نہ علمائے اسلام کے فتوے پیش کروں۔ جن سے آپ کو رنج ہوا ورنہ حق کسی کی دل ٹکنی ہو۔

خالد پھر آپ کہنیں گے کیا؟ مرزا قادیانی کے مخفوقات میں تو بجز فناہیں اسلام اور کچھ ہے ہی نہیں۔ ان کی تو ساری زندگی تبلیغ اسلام ہی میں صرف ہو گئی اور ساری عمر حلقہ نصیحت اسلام کو جواب دیتے اور اسلام کی صداقت اور فضیلت بیان کرنے میں بس ہوئی۔

آخر جیسا! یہی چیزیں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آیا مرزا قادیانی یہی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ (یعنی جن کا ذہول پینا جا رہا ہے) یا کچھ اور باقیات الصالحات بھی چھوڑ گئے۔

حید ڈاکٹر صاحب! اب خوب لطف آئے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے وہی رنگ اختیار کر لیا ہے جو سڑھی سید کی شادی پر اختیار کیا تھا۔

خالد تو کیا آپ مرزا قادیانی کے دعاوی پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور ان کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جسے ایک جماعت تسلیم کرتی ہے اور دوسرا اس سے مگر ہے۔

آخر مثل مشہور ہے ”چور کی داڑھی میں تنکا“ آپ کو خود بخود یہ سوچ دو اور سچ مسح موجود ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی کرشن بنے۔ کبھی جے سکھ بھادر۔ کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ مگر آپ مطمئن رہیں کہ میں ان میں سے کوئی چیز بیان نہیں کروں گا۔

جیل اوہوا! کیا مرزا قادیانی نے اس حرم کے دعوے بھی کر رکھے ہیں؟

خالد نہیں! یہی محض بہکانے کی باتیں ہیں تاکہ عوام ان سے پذلن ہو جائیں۔

حید تو کیا پروفیسر صاحب غلط فرمار ہے ہیں۔

آخر گوئیں یہ ذکر تو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب یہ انکار کریں اور اجازت دیں تو مرزا قادیانی کی کتب سے یہ سب کچھ دکھلانے کے لئے تیار ہوں۔

خالد نہیں نہیں! آپ اس بات کو جانے دیں۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، وہ کہیں۔

جمیل تو معلوم ہوا دال میں کچھ کالا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ پروفیسر صاحب آپ اپنے اصل مدعا کا انکھار فرمائیں۔

آخر مختصر کلام یہ ہے کہ قادیانی لوگ جو آپ بھائیوں کو تبلیغ اسلام کا ذکر کا بجا کرنا ہم ہوا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مخفی ان کی ایک چال ہے۔ تبلیغ اسلام تو ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔ چنانچہ جملہ صوفیائے کرام اور علماء اسلام اس خدمت کو سرانجام دیتے چلے آئے ہیں اور اب بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ مگر اس میں مرزا قادیانی کی خصوصیت کیا ہے؟ اگر آپ تاریخ کی روشنی میں اس امر کا اندازہ لگائیں کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں اپنی تبلیغی کوششوں سے کس قدر اسلام پھیلایا اور کتنے کافروں کو مسلم بنا�ا اور ادھر فرید الدین شیخ حکر اور مسیح الدین چشتی نے اشاعت اسلام میں کیا کچھ کیا؟ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ مجدد وقت اور مدینی نبوت ان کے مقابلے میں صرف کی برادری بھی نہیں کر سکا۔ بھیجا وجہ ہے کہ یہ لوگ مرزا قادیانی کے کارناٹے پیش کرنے کی بجائے مخفی تبلیغ اسلام کا بہانہ لے رہے ہیں اور ان کی اپنی تصانیف کو نہ ظاہر کرتے ہیں، نہ کسی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حید تو کیا مرزا قادیانی کی تصانیف اس قابل نہیں ہیں کہ کسی کے سامنے پیش کی جاسکیں؟
آخر کیوں نہیں! ہوں گی اور ضرور ہوں گی۔ مگر ان سے پوچھئے کہ جب آپ کسی کو قادیانی بنانا چاہتے ہیں تو کیا مخفی اپنے نظام اور اشاعت اسلام کے کام پیش کر کے اسے قادیانیت کی دعوت دیتے ہیں یا مرزا قادیانی کے مفہومات اور کلمات طیبات سنانا کر اس کے دل میں مرزا قادیانی کی محبت کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔

جمیل یہ ہم ان سے کیوں پوچھیں؟ یہ تو خود ہمیں بھی معلوم ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی باتیں سننا کر قادیانیت کی دعوت نہیں دیتے۔ بلکہ اپنے کام دکھاد کر دوسروں کو قادیانیت کی طرف مائل کر لیتے ہیں۔

آخر بس یہ ایک راز تھا جسے میں بطور تمہید عرض کر دینا ضروری سمجھتا تھا۔ اب میں اصل مدعا پڑ آتا ہوں۔

حید ہاں! ہاں فرمائیے۔ وہ کیا ہے؟
آخر جس طرح ایک عیسائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت میسیٰ علیہ السلام کی پیش

کروہ تعلیمات پر عامل ہو یا ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ وہ حضرت رسول ﷺ کے ارشادات کو تسلیم کرے تو مسلمان کہلا سکتا ہے۔ یا ایک ختنی جسمی ختنی کھلانے کا مستحق ہے کہ وہ فردی مسائل میں حضرت امام ابوحنینہ کا معتقد ہو اور شافعی امام شافعی کا قائل ہو۔ یعنیہ اسی طرح ایک قادریانی کے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ حضرت مرزا قادریانی کے ملحوظات کا معتقد اور اس کی نشر و اشاعت کا حامل ہو۔ مگر بر عکس اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ ان کے الہامات اور فرمودہ کلامات کو فروع دینے کی بجائے محض اشاعت اسلام اور سیرت رسول ﷺ کی آڑ میں قادریانیت کو مشہور کر لینا چاہتے ہیں اور مرزا قادریانی کے خیالات کو حکومت کے سامنے پیش کرنے سے پہنچاتے ہیں۔

خالد..... جناب! یہ محض آپ کا خیال ہے۔ ہم ڈکے کی چوت پر مرزا قادریانی کی تصانیف شائع کر رہے ہیں اور ان پر اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جیسے قرآن و حدیث پر۔

آخر..... بہت خوب امیں ابھی آپ کے سامنے مرزا قادریانی کی تصانیف پیش کر دیں گا اور پوچھوں گا کہ آپ آپ ان پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں؟

حید..... آخر صاحب جب وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث کی طرح انہیں سمجھتے ہیں تو پوچھ آپ کو اس میں کلام کیوں ہے؟

جیل..... مجھے پروفیسر صاحب کی اس گفتگو سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کوئی نہایت اہم چیز پیش کرنے والے ہیں۔ آپ گھبرائیں نہیں۔

خالد..... اسی کیا پیش کریں گے۔ زیادہ سے زیادہ وعی کہیں گے جو دوسرے مولوی کہا کرتے ہیں۔

حید..... وہ کیا؟

خالد..... جھوٹا۔ کذاب۔ دجال۔ کافر وغیرہ اور کیا؟

آخر..... خالد صاحب! آپ بہت جلد گمرا جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ چور کی داڑھی میں چکا والی مش بالکل صحیح ہے۔ میں تو بار بار کہہ رہا ہوں کہ میں انہیں کافر نہیں کہوں گا۔ کیونکہ میں کفر باز نہیں ہو۔ مگر جب خود مرزا قادریانی کی تحریروں عی سے یہ ثابت ہو جائے تو اس کا کیا علاج؟

جیل..... تو کیا آپ مرزا قادریانی کی تحریروں سے اس کا کفر ثابت کریں گے؟

حید۔۔۔ بخدا میں اپنی طرف سے تو ان پر کفر کا فرفوٹی نہیں لگاؤں گا اور نہ عی مولویوں کی طرح ان کے عیب گنواؤں گا۔ بلکہ میں تو ایک بات آپ سے پوچھوں گا اور پھر جو کچھ اس کا جواب ہو گا وہی مرزا قادریانی کی تصانیف سے آپ کو دکھاؤں گا۔

خالد۔۔۔ ہاں فرمائیے! آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

آخر۔۔۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو تو نبی تسلیم کرے۔۔۔ مگر اب احمد علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، آدم علیہ السلام کی نبوت میں تھک کرے اور انہیں نبی تسلیم نہ کرے۔ آیا وہ مسلمان کہلا سکتا ہے یا نہیں؟

خالد۔۔۔ نہیں۔

آخر۔۔۔ کیوں؟

خالد۔۔۔ اس لئے کہ جملہ انبیاء کرام اور کتب سماوی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "مَكُّلٌ أَمْنٌ بِاللَّهِ وَمُلْكُتُهُ وَكَتَبُهُ وَرَسْلُهُ لَا نَفْرَقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رَسْلِهِ" (بقرہ)

آخر۔۔۔ بجا۔۔۔ مگر یہ فرمائیے کہ کوئی شخص انبیاء پر ایمان تو لاتا ہے مگر اس کے ساتھ عی انہیں گالیاں بھی دیتا ہے۔ ان کی توہین بھی کرتا ہے۔ ان پر اڑامات بھی لگاتا ہے۔ تو اس کے متعلق آپ کیا فتویٰ دیں گے؟

خالد۔۔۔ ایسا کون احق ہے جو ان پر ایمان بھی لائے اور پھر ان کی توہین بھی کرے؟

آخر۔۔۔ فرض کر لیجئے کہ اگر کوئی یوقوف اس حرکت کا ارتکاب کرے تو پھر آپ اسے مسلمان سمجھیں گے یا کچھ اور؟

جمیل۔۔۔ خالد صاحب فرمائیے آپ خاموش کیوں ہیں؟ یہ تو ایک بد بھی چیز ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہو گا جو انبیاء کرام کی توہین کرے۔

حید۔۔۔ اس میں کیا تھک ہے۔ مجھ سا آزاد خیال آدمی بھی آپ سے اس بات پر متفق ہے۔

خالد۔۔۔ ہاں اودہ ضرور گناہ کا رہو گا۔

آخر۔۔۔ گنہگاری ہو گایا کافر؟

خالد میں کفر کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔

آخر اور اگر مرزا قادیانی کفر کا فتویٰ دیں تو پھر؟

خالد ہاں! پھر وہ پیش کافر ہو گا۔ کیونکہ حضرت مرزا قادیانی بجز قطبی کافر کے کبھی کسی کو کافر نہیں کہتے تھے۔

آخر لیجھ، سننے ہم کوئی بات ایسی نہیں کہیں گے جس کا ثبوت نہ دیں۔ حضرت مرزا قادیانی (چشتہ معرفت حصہ دوم ص ۱۸، نزد آن ج ۲۲ ص ۹) پر لکھتے ہیں: "اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔"

جمیل بالکل ٹھیک، جہاں تک مجھے علم ہے، قرباً قریباً سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔

آخر پقینے سب مسلمان اور آئندہ عظام اس پر تفہیق ہیں کہ انہیاء کی توہین کفر ہے۔ امام اہن تیمیہ نے تو اس موضوع پر ایک مستقل کتاب "الصارم المسلط علی اہن شامِ الرسول" لکھی ہے۔ جس میں حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ "من سبّ اللہ او سب احمد امن الانبیاء فاقتلوه" یعنی "جو انہیاء کرام کی توہین کرے، اور انہیں گالیاں دے، وہ واجب القتل ہے۔"

چنانچہ امام موصوف نے اپنی کتاب میں نہایت شرح و سط سے یہ بیان کیا ہے کہ قردن اولیٰ میں ایسے آدمی قتل کر دیجے جاتے تھے۔

خالد ہاں ٹھیک ہے۔ اب فرمائیے آپ کیا کہتے ہیں؟

آخر بن اب کیا کہتا ہے۔ صرف یہ دکھاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں انہیاء کرام کی، بہت سی توہین کی ہے۔

جمیل اختر صاحب! کیا حق ہے آپ مرزا قادیانی کی تصانیف سے دکھاتے ہیں؟

آخر بخدا ایک نہیں، دونہیں، بیسیوں حوالے ایسے دکھا سکتا ہوں اور پھر فیصلہ بھی ان پر ہی چھوڑتا ہوں۔

جمیل خوب، بہت خوب گزر کب؟

حید لیجھ وہ صدر صاحب آگئے۔ اب تو جلسہ کی کارروائی شروع ہو گی۔ آپ اپنی اس بحث کو اب صحیح کرنے رہنے دیجئے۔

جمیل حرے کی بات تو اب شروع ہوئی تھیں۔ مگر خیر کوئی بات نہیں۔ صحیح یہ بجے آپ سب صاحبان غریب خانہ پر تشریف لے آئیں اور جائے بھی دیں تو ش فرمائیں۔

حید کیوں خالد صاحب! منظور ہے؟

خالد منظور ہے۔ میں سُنّۃ انشاء اللہ حاضر ہو جاؤں گا۔

جمیل پروفیسر صاحب آپ بھی ضرور تشریف لائیں اور حوالہ کے لئے کتابیں بھی ساتھ لیتے آئیں۔

آخر بہت اچھا۔ میں یہ بجھنے جاؤں گا۔ دیسے کل جھٹی بھی ہے۔

باب دوم

سات نجع گئے اور ڈاکٹر صاحب کے مکان پر بہت سے احباب جمع ہو چکے ہیں۔ مگر خالد صاحب ابھی تشریف نہیں لائے۔ کیونکہ وہ اس مقابلہ کے لئے اپنے رفق مولوی منظور الحسن کی خلاش میں ہیں۔ خدا خدا کر کے ساڑھے بجے دہلمے اور دونوں بھجوئی قوت سے پروفیسر صاحب کو تکشیت دینے کے لئے آدمکے۔ یہاں پہلے ہی سے انتظار ہوا تھا۔ لکھے پڑھے لوگوں کا اچھا خاصہ جمع ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے آڈیجگٹ کے بعد سلسلہ کلام یوں شروع کیا:

ڈاکٹر جمیل غالباً سب بھائیوں کو معلوم ہو گا کہ آج ایک نہایت اہم مسئلہ پر گفتگو ہونے والی ہے۔ مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ انہیاء عظام کی توہین کرنا خارج از اسلام ہو جانے کے مترادف ہے۔ جس پر بانی فرقہ احمد یہ مرزا غلام احمد قادریانی کا بھی صاد ہے۔ پروفیسر آخر حسین کا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا قادریانی خود اپنی تصانیف میں اس کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ لہذا چہ جائیکہ وہ صحیح مہدی، نبی یا مجدد وغیرہ بن سکیں، برے سے مسلمان ہی ثابت نہیں ہو سکتے۔ چونکہ اختر صاحب کا یہ دعویٰ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اس لئے میں مسٹر عبدالحمید صاحب بے اے ایل ایل بی اور مسٹر ظہور الدین صاحب ایم اے کو منصف قرار دیتا ہوں کہ وہ فریقین کی گفتگو سننے کے بعد اپنا فیصلہ دیں کہ دلائل کی رو سے کون چکا ہے اور کون جھوٹا؟

حید آپ صرف ظہور صاحب کا منصف رہنے دیں۔ میری اس میں کیا ضرورت تھی؟

خالد نہیں صاحب! آپ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ دونوں مل کر ہماری باتوں کا وزن کچھ۔

آخر بہت اچھا! لجئے اب میں اپنے دعویٰ کی دلیل میں مرزا قادریانی کے وہ چند ارشاد پیش

کرتا ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرمائے۔ آپ اپنی کتاب (دلف البلاء ص ۲۶، خزانہ حج ۲۲۰۸ ماحیہ) میں لکھتے ہیں:

”میسح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سمجھنی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی نکانی کے مال سے اس کے سر پر عطر طاہر یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوٹھایا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں سمجھی کا نام حصور رکھا۔ مگر میسح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قسم اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“

یہاں مرزا قادیانی نے کھلے الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دو الزام لگائے ہیں۔ اول یہ کہ وہ شریابی تھے۔ دوم یہ کہ وہ فاحشہ عورتوں سے ملا کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں وہ زنا کار بھی تھے۔ *نَعْوذُ بِاللَّهِ مِنْ نَعْوذُ بِاللَّهِ!*

اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس عبارت میں اللہ کے ایک پاک نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کی تو ہیں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اردو سمجھنے والے خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

خالد..... یہ مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے۔ عیسائیوں کے ان اعتراضات کے جواب میں لکھا ہے جو وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کیا کرتے تھے۔ ورنہ وہ مرزا قادیانی کا اپنا عقیدہ نہیں ہے۔

آخر..... خالد صاحب! ذرا سوچ کیجھ کر جواب دیجئے۔ آپ تو ماشاء اللہ گر بجھیت ہیں۔ پلیڈر ہیں اور یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ جس طرح مسلمان تمام انبیاء کی تعظیم و حکریم کے مکلف ہیں ویسے عیسائی مکلف نہیں ہیں۔ پھر اگر کوئی عیسائی کسی نبی کی تو ہیں کرے تو کیا اس کے مقابلے میں مسلمان کو بھی دوسرے نبی کی تذمیل کرنی چاہئے؟ نیز حضرت سینی علیہ السلام کو قرآن میں حصور کہتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حصور نہ کہتا مرزا قادیانی کا اپنا استدلال ہے۔ کسی اور نے کہیں نہیں لکھا۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا سمجھتے تھے۔

جمیل..... خوب اپر و فیر صاحب، آپ نے ولیل خوب دی ہے۔

حمد..... اچھا، صرف یہی ایک حوالہ ہے یا کچھ اور بھی؟

آخر..... جتاب، ایک کیا بھی تو میں پہپاں خواں صرف ایک نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کی تو ہیں

کے پیش کروں گا۔ اس کے بعد پھر دیگر ان بیانات کا نمبر آئے گا۔
جمیل..... تو خراب آپ چلتے۔

آخر..... سنئے اور سینے پر تحریر کر سنئے۔ کیونکہ یہ عبارت اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ (میر
انجام آف قوم می خزانہ ج ۲۹۱ ص ۲۹۱)

”آپ (یسوع مسیح) کا خامد ان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں
آپ کی زنا کار اور بھی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی
خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا بخوبیوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو۔
جدی مناسبت درمیان ہے درند کوئی پریز گارانسان ایک جوان بخوبی کوئی موقع نہیں دے سکتا کہ وہ
اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے
بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔“

جمیل..... تو بہ تو بہ کس قدر بے باکی ہے اور حضرت مسیح پر وہ الزام لگایا جا رہا ہے جو آج تک کسی
نے نہیں لگایا۔ کیا مولا نا یہ مرزا قادری کی اپنی تحریر ہے؟

آخر..... جی ہاں! ایا ان کی اپنی کتاب ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ابھی
حال ہی میں اس کا نیا یہ ٹیشن لکھا ہے۔ جس سے دکیل صاحب الکار نہیں کر سکتے۔

خالد..... مرزا قادری کی اس تصنیف سے تو ہمیں الکار نہیں۔ مگر بات دراصل یہ ہے کہ مرزا
 قادری نے جو کچھ لکھا ہے وہ الزاماً لکھا ہے اور یہودیوں کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ وہ ایسا ایسا کہتے
ہیں۔

آخر..... اول تو ساری کتاب ہی میں یہود کے کسی حوالہ کا ذکر نہیں اور بغرض محال اگر یہ مان بھی
لیا جائے تو ایک مناظر اور بالخصوص مسلم مناظر اور مبلغ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے مد مقابل
اور خاص کم کو مسلط چھوڑ کر ان کے مخالفوں کے احوال بطور سند پیش کرے جسے کوئی ٹھنڈ بھی تسلیم
نہیں کر سکتا۔

خالد..... خیر آپ کچھ بھی کہیں۔ مرزا قادری یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ بلکہ یہودیوں ہی
کے حوالے سے لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ خود انہوں نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو
(مقدمہ چشمہ سیکی میں بحاشیہ خزانہ ج ۲۳۶ ص ۲۳۰)

جس کے الفاظ یہ ہیں:

”ہماری قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلاف شان ان کے لکھا ہے۔ وہ اخراجی جواب کے رنگ میں ہے اور وہ دراصل یہودیوں کے القاذف اہم نقل کئے ہیں۔ افسوس اگر پادری صاحب جان تہذیب اور خدا ترسی سے کام لیں اور ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں نہ دیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی طرف سے ان سے بھی حصہ زیادہ ادب کا خیال رہے۔“

آخر..... خالد صاحب میں پھر آپ کو آپ کے علم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مان لیا مرزا قادریانی نے یہ اخراجی کھا ہے۔ مگر خدا را مجھے ذرا یہ تھا بتجھے کہ یہ کہاں کا اینماں اور اسلام ہے کہ اگر پادری حضور ﷺ کو گالیاں دے کر دو جہاں کی روائی خریدیں تو مسلمان بھی یہود نا مسعود کے اقوال کی آڑ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کریں۔ یہ بات بھی میں آپ کو اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ مرزا قادریانی کا ارشاد بھی بھی ہے۔ سننے والے آپ کی تردید اور میری تائید میں خوفزدہ تھے: ”مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی ﷺ کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۳۲)

جمیل..... کمال ہے۔ یہاں تو یہ فرمائے ہیں کہ ایک مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور وہاں باقاعدہ گالیاں دے رہے ہیں۔

آخر..... اتنی حضرات آپ سب لکھے ہیں۔ اس سے نتیجہ خود اخذ کجھے کہ یا تو مرزا قادریانی اپنے قول کے مطابق خود مسلمان نہیں یا پھر پر لے درجے کے احق، پاک اور منافق ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب (ست بیجن ۳۰ ج ۱۳۲) پر خود یہوں ارقام فرماتے ہیں: ”کسی سچ اور حقیقہ اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر پاک اور میتوں یا ایسا منافق ہو کہ خوشاب کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو تو اس کا کلام بے تناقض ہو جاتا ہے۔“

اب فیصل آپ پر ہے کہ آیا مرزا قادریانی کے ان دونوں کلاموں میں کچھ تناقض ہے یا نہیں؟ خالد صاحب یا ان کے رفقی محترم مولانا منظور الحسن صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ میں کچھ اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا؟

منظور..... بات اصل میں یہ ہے کہ آپ مرزا قادریانی کے کلام کو سمجھ نہیں سکتے۔ جہاں انہوں نے یہودیوں کے حوالے سے یہوں یا کسی کا ہام لے کر کچھ کھا ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد

نہیں ہیں بلکہ وہ یسوع مراد ہے جسے عیسائیوں نے خدا بنا کر تھا اور حضرت صاحب اسی یسوع کے متعلق انہیں کہہ رہے ہیں کہ وہ تو ایسا اور ایسا تھا۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے متعلق تو آپ (کتاب البر مص ۹۲، خواجہ ۱۳۱۳ھ ۱۹۹۹ء) پر خود لکھتے ہیں کہ:

”ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راست بازمانے ہیں۔ تو پھر کیوں کہر ہماری قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ لکھ سکتے ہیں۔“

آخر..... کیوں جتاب سن آپ نے مولانا منظوم الحسن فرماتے ہیں کہ صرف نہیں فرماتے بلکہ اکثر لکھ پڑھے قادیانی سینی کہا کرتے ہیں کہ وہ یسوع اور تھاجو عیسائیوں کا معبود تھا اور ہے وہ ابن اللہ کہا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی کی شان میں حضرت مرزا قادیانی نے یہ قصائد لکھے ہیں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا نہیں کہا گیا۔

اب ان کا فرض یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تصانیف سے یہ ثابت کریں کہ وہ یسوع اور تھا۔ اگر یہ ثابت نہ کر سکیں اور یقیناً نہ کر سکیں مگر تو پھر سنئے میں مرزا قادیانی ہی کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ خود حضرت نے عیسائیوں کے یسوع سچ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی وجود قرار دیا ہے اور انہیں دو الگ الگ وجود قرار نہیں دیا۔ یہ دیکھنے میرے پاس مرزا قادیانی کی مشہور کتاب (توضیح الرام مص ۲۲، خواجہ ۵۲۳ھ) پر مرزا قادیانی خود تسلیم کرتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم یسوع اور سچ ایک ہی شخص ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

”جن نبیوں کا اسی وجود غصري کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دونی ہیں۔ ایک یو تھا جس کا نام ایلیا اور اوریلیس بھی ہے۔ دوسرے سچ ابن مریم جن کوئی اور یسوع بھی کہتے ہیں۔“

کیوں جتاب! اب اس سے بڑھ کر کوئی اور شہوت مطلوب ہے۔ لبھنے اور سن لبھنے مرزا قادیانی (اخبار الحکم موروثہ بر جلالی ۱۹۰۳ء مص ۱۶ کا لمب ۳) میں یوں ارقام فرماتے ہیں: ”آج تک انہی خیالات سے وہ لوگ (شریر یہودی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کو جو یسوع ہے، نیو بولٹے ہیں۔ یعنی بغیر ع کے اور یہ ایک ایسا گندہ لفظ ہے جس کا ترجمہ کرنا ادب سے دور ہے اور میرے دل میں گزرتا ہے کہ قرآن کریم نے جو حضرت سچ علیہ السلام کا نام عیسیٰ علیہ السلام رکھا وہ اسی مصلحت سے ہے کہ یسوع کے نام کو یہود یوں نے بگاڑ دیا تھا۔“

جیل کہنے مولانا منظور الحسن، اب اس کا جواب کیا ہے؟
 اختر جی دہ کیا جواب دیں گے؟ اگر دیں گے بھی تو مرزا قادریانی ہی اس سے بدناام
 ہوں گے۔ کیونکہ پھر ان کے کلام میں تناقض واقع ہو گا۔
 منظور تناقض کیوں واقع ہو گا یہ بھی آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ درست مرزا قادریانی جو کچھ فرمائے
 ہیں وہ یقیناً صحیح ہے۔

خالد آپ نے فرمایا تھا کہ یہ مرزا قادریانی کی تصانیف سے ثابت کریں کہ وہ یسوع اور تھا۔
 لیجھے ہم ثابت کئے دیتے ہیں کہ حضرت مرزا قادریانی (ضمیرہ انجام آتمیہ میں، خراشیں ج ۱۹۲ ص ۲۹۲ حاشیہ)
 پر لکھتے ہیں: ”اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں
 دی کہ وہ کون تھا اور پا اوری اس بات کے قائل ہی کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔“
 اس عبارت سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مرزا قادریانی نے جس یسوع کے متعلق
 تو ہیں آمیز کلارات (اور وہ بھی بقول یہود) استعمال کئے ہیں، وہ اس عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں
 جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ بلکہ وہی یسوع ہے جس کو آپ نے عبارت بالائی میں عیسایوں کا
 خدا لکھا ہے۔

اختر میرا خیال تھا کہ آپ میرے ان پیش کردہ حوالوں سے یہ تسلیم کر لیں گے کہ مرزا
 قادریانی نے قرآنی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اور انجیل یسوع مسیح کو دو جدا گانہ شخصیتیں قرار نہیں
 دیا (اور نہ ہی آپ کی اس پیش کردہ عبارت سے یہ نتیجہ لکھا ہے کہ وہ دونوں شخصیتیں الگ الگ
 ہیں) بلکہ وہ تو ان دونوں کو ایک ہی ذات قرار دے رہے ہیں۔ اگر آپ پہلے حوالوں سے نہیں سمجھ
 سکے تو لیجھے (چشمہ سیکی ص ۷۶، خراشیں ج ۲۰ ص ۳۸۱) ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا قادریانی اس کے حاشیہ
 پر صاف لکھتے ہیں:

”یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا ایک بندہ خدا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے
 ہیں، تمیں رس تک مویٰ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب ہنا۔“

کہنے، اب بھی سمجھے یا نہیں؟ مرزا قادریانی کہہ رہے ہیں کہ وہی ہمارا عیسیٰ ہے ہے
 عبرانی میں یسوع کہتے ہیں۔ گویا نام دو ہیں، مگر ذات ایک ہی ہے۔
 حمید مولانا ہم تو سمجھ گئے کہ بات ایک ہی ہے۔ مگر خیر چونکہ یہ نہیں مانتے اس لئے اب

آپ کو کوئی ایسا حوالہ پیش کرنا چاہئے جس میں حضرت مرزا قادیانی نے بجائے یسوع یا مسیح کا لفظ استعمال کرنے کے صاف میں علیہ السلام لکھا ہو اور پھر اس میں کوئی ذمہ کا پہلو بھی نہ لگتا ہو۔ اختر بہت اچھا! میں ایسے کئی حوالے پیش کر سکتا ہوں جس میں صاف میں علیہ السلام کا لفظ موجود ہو اور پڑھنے والے کو شہر تک نہ پڑھتا ہو۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ لکھے پڑھے لوگوں کا مجھ ہے اور بالخصوص دکالت پڑھتے حضرات کا جواشارہ ہی سے بات کی دل تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب ان کو میرے سب سے پہلے پیش کردہ حوالہ (دائع البناء ماکسل بیچ نمبر ۲، خزانہ ۱۸۷۲ میں یہ القاظ انظر پڑیں گے کہ:

”اس وجہ سے خدا نے قرآن میں بھی کامنام حصور رکھا اور مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔“ تودہ خود بخود سمجھ لیں گے کہ مرزا قادیانی کے لفظ مسیح کا مفہوم وہی میں بن مریم علیہ السلام ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران میں بھی علیہ السلام کے ساتھ ہی آتا ہے۔ مگر غیر چونکہ یہ نہیں سمجھتے۔ اس لئے اب میں وہ حوالہ جات پیش کرتا ہوں جس میں مرزا قادیانی نے بجائے یسوع یا مسیح کے خود لفظ میں علیہ السلام لکھا ہے اور پھر اس سے ان کی ذمہ کا پہلو بھی نہ لگتا ہے۔ ملاحظہ ہو (کشی توحیص ۱۹۷۵، خزانہ ۱۹۷۱ میں اے) جس کے حاشیہ میں مرزا آنجمانی میں علیہ السلام کو شرابی قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ میں علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔“ اب اس میں تو کسی تاویل کی مجبوائر نہیں۔ یہاں آپ نے صاف لفظوں میں میں علیہ السلام لکھتے ہیں۔ (حالانکہ دیگر مقامات پر جہاں کبھی حضرت میں کا لفظ آیا ہے۔ آپ بہت کم وہاں علیہ السلام لکھتے ہیں) جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی یہ دعویٰ سے کہا رہے ہیں کہ حضرت میں علیہ السلام (نحوذ باللہ) شرابی تھے۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ یہودیوں کا قول نہیں ہے، جو قل کرایا گیا ہو۔ بلکہ یہ خود مرزا قادیانی کی اپنی رائے ہے کہ یورپیں قویں اس لئے شراب پی رہی ہیں کہ ان کے پیشواد حضرت میں علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ کسی غیربرک شرابی کہنا نہ صرف اس کی پرے درجے کی توہین ہے۔ بلکہ اس میں اس کے کفر کا بھی شانہ ہے۔ کیونکہ شراب جیسے ہم پر حرام ہے۔

ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی حرام تھی۔ انجل سے بھی اس کی حرمت ثابت ہے اور قادریانی اخبار بدر نے بھی اپنی اشاعت مورخہ ۱۹۰۲ء کے ص ۱۶۷ پر مرتضیٰ قادریانی کے حوالہ سے لکھا ہے:

”حضرت نے (یعنی مرتضیٰ قادریانی) فرمایا کہ بھی جو نہیں پیتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس وقت بھی منع تھی پھر تجھے مرتضیٰ کی تقلید کیوں نہ کی۔“ (ملفوظات ج ۲ ص ۸۹)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرتضیٰ قادریانی زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں حرمت شراب کو تسلیم کرتے ہوئے پھر ان پر یہ الزام عائد کر رہے ہیں کہ وہ شراب پیا کرتے تھے۔ حالانکہ انہاں میں اربعہ (متی، برقس، یوحنا) میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور مرتضیٰ قادریانی کے سوا آج تک کسی مسلمان نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام نہیں لگایا۔ ہال یہودی یہ ضرور کہتے تھے جیسا کہ میر محمد اسحاق قادریانی نے اپنے رسالہ کر صلیب نمبر اص ۲۲ پر لکھا ہے:

”یہود نا مسحود یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ شریابی تھا (معاذ اللہ) میں جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے، وہ یہود کے راستے پر چل رہا ہے۔“

کویا بقول میر محمد اسحاق قادریانی ان کے پیشوں جاتا مرتضیٰ احمد قادریانی بھی یہود کے راستے پر چل رہے ہیں۔ جو کھلے بندوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی کہتے ہیں اور صرف ایک جگہ نہیں، بلکہ متعدد جگہ لکھ کر اس کی اور بھی تقدیم کر رہے ہیں۔

..... کیا کوئی اور حوالہ بھی آپ دے سکتے ہیں؟

آخر کیوں نہیں ایہ لیجھے مرتضیٰ قادریانی کی کتاب شیم دعوت ہے۔ اس کے (ص ۲۵، خواص ج ۹ ص ۳۲۲) پر آپ صاف لکھتے ہیں: ”حضرت عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے۔“

اگر اس سے بھی تسلیم نہ ہو تو لیجھے ایک اور حوالہ من لیجھے جو اس سے بھی زیادہ واضح ہے اور دلچسپ بھی ہے۔ ایک دفعہ مرتضیٰ قادریانی مرض ذیابیطس میں جلا ہو گئے۔ کسی نے انہوں کھانے کا مشورہ دیا۔ اس پر آپ نے یوں گہرا فنا کی جو رسالہ ریبوی آف ریچر قادریان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء کے ص ۱۳۹ پر چھپ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر میں ذیابیطس کے لئے انہوں کھانے کی عادت کروں تو میں ذرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ کہیں کہ پہلا سچ تو شرابی تھا اور دوسرا غافوی۔“

کیوں جی اب آپ کو اس میں کچھ لیک ہے کہ مرتضیٰ قادریانی انجیاء کرام کی توہین کے

مرکب نہیں ہوئے۔ یہاں تو صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ میں اس لئے انہوں نہیں کھاتا کہ افونی
نہ کھلا دیں جیسا کہ سعی علیہ السلام شراب بی کر شرابی کھلائے۔ (نحوہ بالله)
جمیل..... مولانا! آپ نے بڑی کوشش سے یہ حوالے مہیا کئے ہوں گے۔ واقعی آپ کی یہ محنت
قابل داد ہے۔

آخر..... امی حضرت اہم نے تم حسن ٹواب کی نیت سے یہ کام کیا ہے۔ کیونکہ قادریانی دوست
ہمیں بار بار یہ کہتے تھے کہ مرزا قادریانی مجدد وقت ہیں۔ سعی موعود ہیں۔ مهدی آخر الزمان ہیں
اوہ عہدہ نبوت پر فائز ہو چکے ہیں۔ ہم نے کہا چلوان کی تصانیف پڑھو۔ ان کے رسائل دیکھو۔ اگر
واقعی وہ نبی یا مجدد ہوئے تو یقیناً ان کے الہامات اور مخطوطات پڑھنے سے ٹواب ہو گا۔ جیسا کہ
قرآن مجید اور حدیث شریف کی تلاذت سے ٹواب ہوتا ہے اور اگر خدا غنیمتہ جھوٹے ہوئے تو
پھر یقیناً ہمیں ان کی کتابوں سے ان کے جھوٹ اور کذب کا پتہ چل جائے گا۔

چنانچہ ہم تھوڑی ہی محنت کے بعد اس نتیجہ پر بحق گئے کہ مرزا قادریانی کے کلام میں بہت
تناقض ہے۔ آنحضرت کسی جگہ کچھ لکھتے ہیں اور کسی جگہ کچھ فرماتے ہیں اور یہی جھوٹے آدمی کی نشانی
ہے۔

حید..... کیا واقعی مرزا قادریانی کے کلام میں تناقض بہت واضح ہوا ہے۔

آخر..... کیا آپ دیکھ نہیں رہے؟ حضرت خالد اور مولانا منظور الحسن سے گزارش ہے کہ وہ مرزا
 قادریانی کی صفائی میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ وہ اسی لئے ٹواب خاموش ہیں کہیں گے تو جھٹ یہ مرزا
 قادریانی کے کلام میں تناقض پتا دے گا۔

منظور..... امی آپ کچھ کہیں ہم تم حسن لئے خاموش ہیں کہ آپ جس قدر حوالے چیز کرنا
چاہتے ہیں، پہلے کر لیں۔ پھر ہم ایک ہی دفعہ سب کا جواب دیں گے۔

حید..... نہ مولانا صاحب یہ بات تھیک نہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ ساتھ ہی ساتھ جواب
دیتے جائیں۔ جو غلط ہوا سے واضح کریں اور جو صحیح ہوا سے تلمیز کریں۔ یہ میدان مناظرہ نہیں ہے
کہ جیت اور ہار کا سوال پیدا ہو گا۔ یہاں تو ہم سب دوست ہیں جو حق دبائل میں امتیاز کرنا چاہتے
ہیں۔

منظور..... تو عرض یہ ہے کہ اختر صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس کا ایک ہی جواب اور وہ یہ کہ

مرزا قادیانی نے محض اشاعت اسلام کی خاطر یہ سایوں کو ان کے خدا بیویع مسیح سے محرف کرنے کے لئے ایسا لکھ دیا ہے ورنہ دراصل یہ ان کا اپنا عقیدہ نہیں ہے۔

جید..... یہ بات تو آپ پہلے بھی فرمائے ہیں۔ جس کے جواب میں مولا ناظر حسین صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اسلام اُس کی اجازت نہیں دیتا کہ تم محض دشمن کو ذمیل کرنے کے لئے ایک قاتل عزت نہیں کی تو ہیں کا ارتکاب کرو۔

آخر..... جناب میں نے یہ بات اپنی رائے سے نہیں کی۔ بلکہ خدا اور رسول کا حکم یہی ہے کہ تم خواہ کچھ بھی ہوانیاء کرام کی تو ہیں نہ کرو۔ چنانچہ میں نے بجائے قرآن و حدیث کے حوالہ دینے کے مرزا قادیانی ہی کا قول پیش کیا تھا اور اب پھر اس کی مزید تبلی کے لئے ان کے نبی اور مجدد ہی کا قول نقل کئے دیتا ہوں تاکہ ان کی تسلی ہو جائے اور بار بار یہ غدر پیش نہ کریں۔

مرزا قادیانی اسی تم کے واقعات میں پیش آجائے پر اپنے مریدوں کو یہ تلقین کرتے ہیں۔ طاہرہ ہو (چشمہ معرفت حصہ دوم ص ۱۸، خراں ج ۲۳ ص ۳۹) ”پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیارے ہوتے ہیں۔ بہر حال جاہلوں کے مقابلہ پر صبر کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرناخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی۔“

بیل..... بہت خوب! خود مریدوں کو تلقین کرتے ہیں کہ یافیں کے سامنے جب وہ تمہارے پیشواؤں کو ہر اچھا کہیں تو صبر کرنا اور اشارہ سے بھی ان کے نبی کی تحقیر نہ کرنا۔ مگر خود اشارہ تو درست نہایت وضاحت سے ان کی تو ہیں ہی نہیں بلکہ تحقیر کر رہے ہیں۔

شاید یہ ارشادات بعد کے ہوں
من نہ کرم شا خذر بلکہ

آخر..... جی ہاں! اگر اس کی منجاش ہوتی تو یقیناً قادیانی دوست یہ بھی ضرور کہہ دیتے۔ ہاں تو ناخ منسوخ کا اصول ہی قبول نہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو یہ لوگ اس پر مصروف ہوتے۔ نہایت آسانی سے مرزا قادیانی کی ان عبارتوں کو قتلزد کر دیتے۔ مگر وہاں تو مرزا قادیانی کا ایک ایک لفظ وحی سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم اس کا مطلب نہیں سمجھتے۔ غور کرو گے تو تم کو بھی اس میں کچھ نہ کچھ حکمت نظر آجائے گی۔

خالد..... ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ اگر آپ تصب کی پی اتار کر نیک نتی سے مرزا قادیانی کی تصانیف

کامطالعہ کریں تو آپ کو ان کی یہ عبارتیں بھی ضرور نظر آئیں: "هذا ملکتبنا من الاناجیل
علی سبیل الالزام و انان نکرم المسیح و نعلم انه كان تقیا و من الانبیاء
الکرام" یعنی "ہم نے یہ باتیں از روئے انہیں بطور الراہم لکھی ہیں۔ ورنہ ہم تو مجھ کی عزت
کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ وہ پارسا اور برگزیدہ نبیوں سے تھے۔"

پھر دوسری جگہ رسالہ (تحفہ تیریہ ص ۲۳، خزان ح ۲۵) پر بھی مرزا قادیانی ارقام
فرماتے ہیں: "جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کا دعویٰ ہے۔ وہی مسلمان کو بھی
ہے۔ گویا آنحضرت کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترک جایسیداد کی طرح ہے۔"
اگر آپ مرزا قادیانی کے ان خیالات کو بھی اسی آنکھ سے دیکھیں جس آنکھ سے ان
اقوال کو دیکھ رہے ہیں تو معلوم ہو جائے کہ مرزا کے دل میں کس قدر ان کی عزت و محبت جاگریں
ہے۔

آخر..... جی ہاں! آپ عبارات بھی میری نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں اور میں چاہتا تھا کہ آپ خود ہی ان
کو پیش کریں تا کہ پڑھ کر کہ لوگ اندازہ لے سکیں کہ مرزا قادیانی بھی عجیب پہنچے کے بدھنے
ہیں کہ کبھی کچھ لکھتے ہیں اور کبھی کچھ کہدیتے ہیں۔ کیا حمید صاحب اب بھی آپ سمجھے یا نہیں کہ مرزا
قادیانی کے کلام میں بہت بڑا تاقض ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک لائق مصنف بھی نہیں کہلا سکتے۔
حمدید..... ہاں تناقض ضرور ہے۔ مگر اس کی وجہ کیا ہے؟

آخر..... صحیح وجہ تو خالد یا منظور صاحب علی ہاتا نہیں گے۔ جوان کے مرید اور مکمل ہیں۔ اگر میں
عرض کروں گا تو وکایت ہو گی۔

حمدید..... نہیں نہیں وہ کیا ہاتا نہیں گے۔ آپ علی فرمائیں۔ اگر انہیں اس پر کوئی اعتراض ہوا تو کہہ
دیں گے۔

آخر..... اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو خود مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ست پنج ص ۳۰، خزان
ح ۱۰ ص ۱۳۲ پر لکھی ہے کہ: "جس کے کلام میں تناقض ہوتا ہے وہ پاکل یا مجنون ہوتا ہے۔" ہم
تو مرزا قادیانی کو ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ مگر جب ان کی کتابوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ حق فرماتے
ہیں۔ یقیناً مجنون ہیں۔ مراتی ہیں۔ اپنی دما غنی کمزوری کے آپ قائل ہیں۔ مانعوں لیا کے مریض رہ

چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو (ریویو آف بلٹر ج ۲۵ نمبر ۱۹۰۸ء، سیرت المهدی حصہ دوم ص ۵۵، حقیقت الودی ص ۳۰۶، ۳۲۳، ۳۴۳، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۷۶) وغیرہ۔

جمیل..... وہ مولانا یہ تو آپ نے ایک اور بھی نئی بات نکال دی۔ بخدا ب تو ہمیں مرزا قادیانی سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور ہم ان نئے نئے اکشافات سے بہت محظوظ ہو رہے ہیں۔

جمیل..... واقعی یہ وہ چیز ہیں جن پر باقاعدہ گفتگو ہونی چاہئے۔ ہمارے علماء ناظم حیات ممات کے مسئلہ پر بحثیں کرتے پھر تے ہیں اور تمثیل پر زور دے رہے ہیں۔ اگر یہ چیز ہیں جو مولانا نے بیان کی ہیں۔ مرزا قادیانی میں پائی جائیں اور تھیک ثابت ہو جائیں تو سب جھڑے اور مناظرے پہنچنے کی تحریر دل سے بیان کروں گا۔

جمیل..... بھی اس موضوع پر بھی کہ ”آیا مرزا قادیانی صحیح الداعی انسان بھی تھے یا نہیں“، ایک مفصل بحث کروں گا۔ جس میں طی اور ردا کثری اسناد سے یہ ثابت کروں گا کہ مرزا قادیانی یقیناً مخطوط الحواس تھے اور لطف یہ کہ سب کچھ انہی کی تحریر دل سے بیان کروں گا۔

مگر اس وقت مجھے مرزا قادیانی کے اس تنقیض کلام پر دوسرا وجہ بیان کرنی ہے جس یہ ہے کہ مرزا قادیانی انگریزوں کے بہت خوشامد بھی داقع ہوئے تھے۔ جسے اصطلاح جدید میں ”ٹوڈی“ کہنا چاہئے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے حکومت انگریزی کی تعریف میں کئی کتابیں لکھ دیں ہیں۔ چنانچہ جس کتاب تحدی قصیریہ کا خالد صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ وہ بھی شست سالہ جو طی کی تقریب پر لکھا گیا تھا۔ چونکہ آپ کو قیصرہ ہند ملکہ انگلستان کی خوشامد مقصود تھی۔ اس لئے ان میں جابجا حضرت یسوع علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے اور (ص ۲۲۰، خزانہ ج ۱۲ ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴) پر تو یہ بھی لکھ دیا ہے کہ: ”اس (خدا) نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ در حقیقت یسوع سچے خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہیں..... اور میں یسوع سچے کی طرف سے ایک سچے سفیر کی حیثیت میں کھڑا ہو۔“

اللہ، اللہ ایک تو اسی یسوع کو اپنے خوشامد نامہ (یعنی تحدی قصیریہ) میں خدا کا پیارا، نیک بندہ اور عیسایوں اور مسلمانوں کی مشترک کہ جائیں اور لکھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو ان کا سفیر قرار دیتے ہیں تاکہ کسی طرح ملکہ و کشور یہ خوش ہو جائیں۔ مگر دوسرا جگہ مناظر ان رنگ میں خود ہی اسی یسوع کے متعلق یوں ارقام فرماتے ہیں:

"یہ لوگ (عیسائی) اس شخص (یسوع مسیح) کو تمام عیوبوں سے مفریا کھلتے ہیں۔ جس نے خود اقرار کیا کہ میں نیک نہیں۔" (انجام آنحضرت ص ۳۸، خزانہ ائمہ ج ۱۱ ص ۲۸)

اور جس نے شراب خوری اور قمار پازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ خود آپ ایک بدکار بخیری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تسلی ڈالوا کر اور اس کو یہ موقعدے کر کر وہ اس کے بدن سے بدن لگائے۔ اپنی تمام امت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام نہیں۔" (انجام آنحضرت ص ۳۸، خزانہ ائمہ ج ۱۱ ص ۲۸)

اب غور فرمائیے کہ اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کس قدر الزام لگائے گئے۔ انہیں شرابی کہا، زانی کہا، قمار پازی کہا اور پھر انہی امور کی تلقین کرنے والا قرار دیا۔ آپ خود ہی انصاف فرمائیے کہ کیا یہ سب کچھ کہنے لکھنے اور وہ کئی کی چوت پر شائع کرنے کے باوجود مرزا قادریانی مسلمان ہی رہیں گے یا کافر ہوں گے؟

منظور..... میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ حضرت قادریانی کی کتاب (انوار الاسلام ص ۳۷، خزانہ ائمہ ج ۹ ص ۳۳) کا مطالعہ بھی فرمائیں۔ جس میں آپ لکھتے ہیں: "وزاگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ بلکہ کفر ہے، تو اس کا جواب بھی بھی ہے کہ لعنة الله على الكاذبين" اور اہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چھپاں ہیں وہ بہ نیت کی توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں۔"

آخر..... بہت خوب اس سارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ گالیاں توہم نے ضرور دی ہیں۔ مگر بہ نیت توہین نہیں دیں۔ بلکہ بتائید توحید دی ہیں۔ کیوں حید صاحب! ابھے آپ؟ کیا عجیب منطق ہے آپ بھی اگر کسی کو گالیاں دیں تو بعد میں یہ کہ دیا کریں کہ حضور میں نے بہ نیت توہین آپ کو گالیاں نہیں دیں۔ بلکہ اپنا جوش شفڑا کرنے کے لئے دی ہیں۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ جدید نبی کا فلسفہ تھیا ہے۔

جمیل..... اور مولا ناطف یہ ہے کہ جب مرزا قادریانی سے اصل اعتراض کا جواب بن نہیں پڑا تو یہ کہہ دیا کہ "لعنة الله على الكاذبين" کوئی پوچھے کہ جھوٹا کون ہے آپ یا مفترض؟ ہمیں تو اس عبارت سے یہ پتہ بھی نہیں چل سکا کہ اس لفنت کا مستوجب کون ہے۔

ظہور..... بھائی آپ نے مجھے منصف قرار دیا تھا۔ اس لئے میں اب تک خاموش رہا اور فریقین کی

پاشی بخور سنا تارہ۔ حق یہ ہے کہ اب تک خالد صاحب اور مولا نا منصور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے میں مولا نا اختر سے درخواست کروں گا کہ وہ کچھ اور حوالے پیش کریں تاکہ اگر وہ ان پر کچھ کہنا چاہیں تو معقولیت سے کہیں تاکہ حاضرین تو اس جواب کو کچھ جواب سمجھیں۔

خالد..... واد حضرت! آپ نے بھی فوراً یہ ڈگری دے دی۔ حید صاحب اب ڈاکٹر کے رنگ میں رکے گئے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے تو محض وہ فناقص جمع کر کے ہیں جو بتقا ضابطے بشریت ہر ایک میں پائے جاتے ہیں۔ کیا اس قسم کی غلطیاں پہلے نیوں سے نہیں ہوئیں؟ جبیل..... بس بس خالد صاحب۔ اب زیادہ نہ بڑھے۔ معلوم ہو گیا کہ آپ بھی مرزا قادریانی کی روشن اختیار کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ چالیس کروڑ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ انبیاء کرام مخصوص ہیں۔ مگر آپ ان کو مرزا قادریانی کی طرح غلطیوں کا مرتب قرار دے رہے ہیں۔ جسے ہم سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

خالد..... خیر اس بات کو جانے دیجئے۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ ذرا انصاف فرمائیں جب مرزا قادریانی نے خود اپنے آپ کو حضرت سعیح کا مثیل قرار دیا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ حضرت سعیح کو ایسے ناپاک افعال کا مرتب قرار دیں کیا کوئی مکمل اپنے آپ کو اس چیز سے مماثلت دے سکتا ہے جو خود اس کے نکتہ نگاہ سے ناپاک اور گندی ہو؟

ظہور..... گواں کا جواب بھی پہلے ہو چکا ہے۔ مگر تاہم چونکہ آپ کے نزدیک یہ ایک نیا اعتراض ہے جو قدرے معقول ہے۔ اس لئے میں مولا نا اختر سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کا جواب ضرور دیں۔

اختر..... جناب ایسے بھی کوئی معقول اعتراض نہیں ہے۔ اگر معقول ہوتا تو میں اس کا جواب بھی دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ متعرض مرزا قادریانی کی تصانیف سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تصانیف سے کچھ واقف ہیں تو پھر مرزا قادریانی کی دورگنی سے واقف نہیں ہوں گے۔ بھلا وہ بھی کوئی اعتراض ہے جس کا جواب خود مرزا قادریانی کی تصانیف سے نہیں ہے۔ آپ یہ فرماتے ہیں کہ مرزا قادریانی مثیل سعی ہو کر انہیں کیسے بر ابھلا کہہ سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مرزا قادریانی نے تو محض اس لئے سعی علیہ السلام کو بر ابھلا کہا ہے کہ خود ان سے بہتر بننا چاہتے تھے۔ چنانچہ ان کا دعویٰ بھی ہے کہ میں عیسیٰ بن مریم سے افضل ہوں اور وہ میرے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ (نحو زبانہ)

جیل.....جس ان کا سہی دعویٰ تھا۔

آخر.....یقیناً۔ میں ان کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کے لئے تیار تھا۔

حیدر..... تو پھر خالد صاحب کیوں فرماتے ہیں کہ وہ مثل سچ ہونے کے مدعاً

آخر..... یا اس لئے کہ مرزا صاحب نے کیا کیا دعوے کئے اور وہ کتابوں میں کیا کچھ لکھے گئے۔ یہ تو
محض تبلیغِ اسلام کا ذہول پیٹھ رہے ہیں تاکہ مرکز میں کسی بہانے سے پیسے آتے رہیں اور لوگ
اسلام کے نام پر صدقے رہیں۔

جیل..... اچھا مولا نا آپ مرزا قادیانی کے وہ دعاویٰ پیش کریں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے۔

آخر..... لمحے۔ من لمحے ان حوالوں سے ایک تو خالد صاحب کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو
جائے گا۔ دوسرے اصل بحث پر روشنی بھی پڑ جائے گی کہ مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی کس
کس رنگ میں توہین کی ہے۔

حضرت مرزا قادیانی اپنی کتاب (از الادب ام ۱۵۸، خزانہ ح ۳۰ ص ۱۸۰) پر لکھتے ہیں:

ایک ننم کہ حسب بشارات آدم

عیسیٰ کجاست تائید پاپہ مجرم

یعنی میں (مرزا) حسب بشارات آگیا ہوں۔ عیسیٰ کہاں ہے کہ میرے مجرم پر قدم
رکھے۔ سبحان اللہ! کیا شان استفتا ہے اور لطف یہ کہ پھر اس کے مثل ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ کیا
اس سے پڑھ کر بھی کوئی حماقت ہو سکتی ہے؟ لمحے اور سنے (پر ارشاد ہوتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دلف البلاء م ۲۰، خزانہ ح ۱۸۰ ص ۲۳۰)

کیوں یہاں مثل سچ ہونے کا دعویٰ ہے یا اس سے بہتر اور افضل ہونے کا؟ آپ
سب تعلیم یافتہ بیٹھے ہیں۔ خود فیصلہ کر لیں۔

جیل..... فیصلہ کیا کریں۔ لفظ خود بتا رہے ہیں کہ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

آخر..... ہاں! اگر ان الفاظ میں اگر کچھ فک رہ گیا ہو تو یہ لمحے (کشتی دوح ص ۵۶، خزانہ ح ۱۹
ص ۲۰) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبیلے میں میری جان ہے۔

اگر سچ بن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوئے وہ ہرگز نہ کھا سکتا۔“

فرمائیے؟ کیا یہاں بھی یہ کہنے کی کچھ محاجاش ہے کہ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کو جواب دیئے اور اسلام کے فضائل بیان کرنے کے لئے ان کے مزبور مسجح کی تو ہیں کی ہے۔

حید..... بھلا کوئی پوچھتے کہ آپ نے وہ کون کون سے نشان دکھائے جو صحیح نہیں دکھائے؟

آخر..... یہ اگ سوال ہے اور اس کا جواب بھی ہو سکتا ہے کہ محمدی یقین و اے آسمانی نکاح کا نشان جو مرزا قادیانی نے دکھایا وہ مسجح نہ دکھا سکا اور عبد اللہ پٹواری کے کپڑوں پر خدا تعالیٰ کی سرخ سیاہی کا نشان جو مرزا قادیانی نے دکھایا وہ مسجح نہ دکھا سکا اور نہ دکھائے گا۔ علی ہذا القياس پھوٹھم میسیوں نشانات اور خرافات ہیں جو حضرت مرزا قادیانی ہی سے مخصوص ہیں اور یقیناً وہ کسی میں بھی موجود نہیں۔ مگر یہاں ان سے بحث نہیں۔ یہاں تو صرف مجھے یہ دکھانا ہے کہ مرزا قادیانی بقول خالد مثیل سچ ہونے کا دعویٰ نہیں کر رہے۔ بلکہ افضل از سچ ہونے کے مدی ہیں اور اس میں ان کے ذم کا پہلو بھی ہے۔

خالد..... مولا نا آپ عمداً اس کو دوسرا رنگ دے رہے ہیں ورنہ مرزا قادیانی کا مقصد تو اس سے صرف عیسائیوں کو اسلام کی فضیلت جتنا تھا۔

آخر..... جناب من! اگر اسلام کی فضیلت جتنا مقصود ہوتا تو عیسائیت پر اسلام کی فضیلت جتنا چاہئے تھی نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی ذاتی فضیلت۔

اگر آپ مذہب عیسائیت پر مذہب اسلام کی فضیلت بیان فرماتے ان کے عقائد کا اپنے عقائد سے مقابلہ کرتے تو یقیناً آپ یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے۔ مگر یہاں تو خرابی یہ ہے کہ ”مدی سست اور گواہ چست“ مرزا قادیانی تو اپنے ذاتی کمالات اور نشانات کا مقابلہ مسجح این مریم سے کرنا چاہتے ہیں اور آپ ہیں کہ حق اسے موزوٰ توڑ کرتے بقیع اسلام کی طرف سمجھنے لے جانا چاہتے ہیں۔

حید..... خالد صاحب! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ خدارا یہ جنبہ داری اور عصیت چھوڑ دیجئے اور کم از کم کوئی بات تو معمول کیجئے تاکہ سوسائٹی میں آپ کی دکالت کی تو ہیں تو نہ ہو۔

خالد..... بھائی آخر ہم انہیں اپنا پیشوادہ مانتے ہیں۔ ان کی حمایت بھی تو ہمارا فرض ہے۔

جمیل..... حمید صاحب جانے دیجئے اس تذکرہ کو۔ آج انشاء اللہ ہم یہاں سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے انھیں مارے۔

آخر..... اچھا اب آگے چلئے اور مرزا قادریانی کی کتاب (دافتہ البلاء ص ۱۲، ہجرت ۱۸ ص ۲۲۲) پڑھئے۔ آپ اقسام فرماتے ہیں: ”اے عیسائی مشریبو! اب ربنا اسح مت کہو اور دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس سُج سے بڑھ کر ہے۔“

حمید..... پہلک ان عبارات سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا قادریانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی فضیلت کا اعلان کر رہے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہا یادہ ایسا کریں بھی تو کیا شرعاً یہ ناجائز ہے؟ آخر..... جی ہاں! شریعت اسلامیہ میں یقیناً ناجائز ہے۔ ہاں اگر مرزا قادریانی کوئی نئی شریعت لائے ہوں تو ممکن ہے وہاں جواز کی کوئی محجاویش نکل آئے۔ مگر حدیث شریف میں تو اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان میں کچھ تقریر ہو گئی۔ یہودی نے کہا ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام آپ کے رسول ﷺ سے افضل ہیں۔ مسلمان کو طیش آگیا اس نے اسے ایک گھونسہ رسید کیا اور کہا کہ حضور سرور کوئی ﷺ کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ پڑھتے بڑھتے باتِ محمد رسول ﷺ کے بخی گئی۔ یہودی نے دعویٰ کیا کہ مسلمان نے تحقیق ہے۔ مسلمان کو یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ میری پاسداری کریں گے۔ کیونکہ میں نے آپ نبی کی حمایت میں مارا ہے۔ مگر جب رسول کریم ﷺ اصل حقیقت سے آگاہ ہوئے تو آپ نے الٹا مسلمان کو ڈائٹ اور راستے معافی مانگئے پر مجبور کیا اور پھر فرمایا: ”لاتفضلونی علی موسیٰ“ (معنے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو) (اس لئے کہ اس میں ان کی توہین کا پہلو لکھتا ہے۔)

اللہ اللہ وہ رسول پاک (جس کی غالی اور امت میں ہونے پر مرزا غلام احمد کو بھی ناز ہے) تو یہ فرمائے کہ مجھے کسی پر فضیلت نہ دو کہ مبادا اس سے کسی کی توہین نہ ہو۔ مگر بخلاف اس کے مرزا قادریانی ہیں کہ ”مان نہ مان میں تیرامہمان“ فضیلت ملے یا نہ ملے۔ مگر آپ ہی اپنے منہ ”میاں مشکو“ بن رہے ہیں۔ حضور پر ﷺ کو خود خدارب العزت دو جہاں کی سرداری عطا فرمایا رہا ہے اور انہیاں عظام کا بھی امام بنا رہا ہے۔ مگر آپ ہیں کہ اکھسار سے جنکے جاتے ہیں اور جب بکھم خدا اصل حقیقت صحابہ کو بتاتے ہیں تو ساتھ ساتھ ”ولا فخر ولا فخر“ فرماتے جاتے ہیں کہ میں اس پر فخر نہیں کرتا خدا تعالیٰ نے ہی مجھے عزت بخشی ہے۔

حیثیں کی ایک حدیث ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: "لَا تَفْضُلُوا بَيْنَ النَّبِيِّاَنَّ" اللہ، یعنی ہر انبیاء میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہ دو) (مطلوب یہ کہ کہیں دوسروں کو تم ملی نظر سے نہ دیکھنے لگو۔)

منظور..... یہ سب کچھ صحیح ہے مگر مرزا قادیانی نے بھی تو غیر کے طور پر نہیں لکھا حکم خدا حقیقت نفس الامری سے عیاسائیوں کو مطلع کیا ہے۔

آخر..... اگر صرف یہ کہہ کر مطلع کر دیا جاتا کہ میں ان سے افضل ہوں جب تو کوئی بات بھی نہ ہوتی۔ مگر غصب تھی ہے کہ بارہار ان کی تتفیعیں کی جا رہی ہے اور ایسی ایسی باتیں ان کی ہرف منسوب کی جا رہی ہیں جو کسی مسلمان کے منہ سے نہیں بلکہ سکتیں۔

جیل..... تو کیا بھی اس سے بڑھ کر بھی اور کچھ لکھا ہے؟

آخر..... جی ہاں! یہ تو بھی "شیخ نوونہ از خودارے" چیش کیا ہے۔ اگر میں مرزا قادیانی کی سب عبارات آپ کے سامنے پیش کروں تو شاید آپ تو بتبہ پکارائیں۔

حید..... ہاں ہاں کیجئے۔ حرخ کیا ہے۔ کم از کم ہم کو مرزا قادیانی کی کارست انہوں کا تو پورا پورا علم ہو جائے گا۔

آخر..... اچھا سنئے، ایک وفعہ کسی نے مرزا قادیانی کی خدمت یہ عرض کیا کہ حضور آپ فرماتے ہیں کہ "میں سچ این مریم سے بڑھ کر ہوں جو نشانات میں دکھا سکتا ہوں وہ کیسے دکھا سکتے تھے۔" ان کے متعلق تو قرآن کریم میں یہ مذکور ہے کہ وہ ناپیٹا ذل کو پینا (انہوں کو سوجا کھا) اور کوڑھیوں کو اچھا بھلا کر دیتے تھے۔ کیا آپ بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں؟ مرزا قادیانی نے سوچا کہ اب پھنسنے۔ سائل تو اس سے بڑھ کر نشان طلب کرے گا اور میں وہ بھی دکھانے سے عاجز ہوں۔ اس لئے بہتر بھی ہے کہ سچ این مریم کے ان مجرموں سے انکار کر دیا جائے اور کہا جائے کہ وہ بے چارہ یہ کیسے دکھا سکتا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب (ازالہ اولہم طبع ص ۲۵۸، جز ائم ج ۳ ص ۲۵۸) پر صاف لکھتے ہیں:

"حضرت سچ کے مجرموں (عمل اترپ) یعنی مسریزم کے طریق سے تھے۔ ایسے عملوں سے کاملین پر ہیز کیا کرتے ہیں۔ میں اگر اس کو مکار اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ سے توی امید رکھتا کہ ان اب جو بے نایوں میں حضرت این مریم سے کم نہ تھا۔"

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے چار جزیں دعاخت سے بیان کر دی ہیں۔ اول ایسے

کہ یہی علیہ السلام کے مجرے خدا کی طرف سے نہ تھے۔ بلکہ اکتسابی تھے۔ جسے باطلانج جدید مسریزم کہا جاسکتا ہے۔ دوم! یہ کہ وہ کالمین میں نہ تھے۔ ایک دکاندار غصتھے۔ سوم! یہ کہ یہ سب حکمرکی باتیں ہیں جو قابل نفرت ہیں۔ چہارم! یہ کہ ہم تو کالمین میں سے ہیں اور ان عجوبہ نمائیوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔

فرمائیے کہ اس سے منثور صاحب کا اعتراض حل ہوا یا نہیں اور مرزا قادریانی کی اس عبارت سے سچ ابن مریم کی توہین بھی بھی جائے گی یا نہیں؟ خالد..... مولا ناصر ا قادریانی نے تمام مجرمات سے انکار نہیں کیا بلکہ صرف انہی باتوں سے انکار کیا ہے جو خلاف عقل ہیں۔

آخر..... واد، آپ گریجوٹ ہو کر یہ کیا فرمادے ہیں؟ کیا بھی تک آپ مجرہ کے مفہوم سے بھی بے خبر ہیں؟ یاد رکھئے مجرہ کہلاتا ہی وہ ہے جس کے سامنے انسانی عقل دگر رہ جائے۔ بھلا آپ مجرہ کی حقیقت کیا جانیں جن کا نی ساری عمر میں ایک مجرہ بھی نہیں دکھاسکا۔ جیل..... اگر وہ نی ہوتا د کوئی مجرہ دکھاتا۔ جب وہ حقیقت میں نی ہی نہیں تھا۔ (اور بقول آپ کے مسلمان بھی نہیں تھا) تو پھر مجرہ کیسے دکھاسکتا تھا۔

آخر..... کیوں جناب آپ نے بقول میرے کیوں کہا؟ میں نے کب مرزا قادریانی کو غیر مسلم یا باطلانج علماء کافر کہا ہے۔ میں نے تو پہلے سے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ ان پر کفر کا فتوی نہیں لگاؤں گا۔ جیل..... آپ کہیں یا نہ کہیں۔ نہ کوہہ بالا حالوں سے تو سبی آشکار ہو رہا ہے کہ وہ توہین انہیاء کا ارتکاب کر کے مسلمان بھی نہیں رہے۔

آخر..... مسلمان رہیں یا نہ رہیں۔ ہمیں اس سے کیا۔ ہم تو ان کی جھوڑ ان کے منہ پر مادر ہے ہیں۔ خواہ اس سے مسلمان رہیں یا کافر ہو جائیں۔ ہاں خاتمه پر جن کو آپ نے منصف مانتا ہے وہ فیصلہ دے سکتے ہیں۔ مجھے یا آپ کو یعنی حاصل نہیں ہے کہ فیصلہ دیں۔

ظہور..... خیراب آگے چلتے کوئی اور حوالہ بھی پیش کرنا ہوتا ہے۔

آخر..... خالد صاحب نے فرمایا تھا کہ مرزا قادریانی نے تمام مجرمات سے انکار نہیں کیا۔ صرف عیسائیوں کی پیش کردہ خلاف عقل باتوں سے انکار کیا ہے۔ مگر مجھے اب تو آپ کو ایک ایسا حوالہ دیتا ہوں جس میں صاف طور پر مرزا قادریانی نے کل مجرمات سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت اپنی

کتاب (ضمیر انجام آن قسم ص ۶، خزانہ اسناد ۲۹۰) کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

”بیسا نیوں نے بہت سے یوں کے مجرمات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی مجرم نہیں ہوا۔“

کہنے والد صاحب اب کیا ارشاد ہے؟ ذرا مولا نا منظور الحسن سے مشورہ کر کے جواب دیجئے گا۔

حمد..... اس کا کچھ جواب ہو گا تو دیں کے۔ آپ فرمائیں مرزا قادیانی نے اور کیا لکھا ہے۔
آخر..... اس معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مرزا قادیانی کے کلمات طیبات سننے کا بہت شوق ہے۔ مگر خیال رہے کہ اگر میں سب کے سب بیان کرتا گیا تو آپ اکتا جائیں گے۔

جمیل..... خیرآپ اس کی پرواہ نہ کریں۔ آج چھٹی کا دن ہے۔ سب بیکار ہیں۔ شام تک یہیں رہیں گے اور مرزا قادیانی کی اندر وہی تصویر سے پورے دائمی ہو کر اٹھیں گے۔ ہمیں تو صرف ہیر دنی تصویر دکھائی جاتی تھی کہ انہوں نے خدمت اسلام میں یہ کیا۔ وہ کیا۔ مگر آج معلوم ہو رہا ہے کہ جس قدر اسلام کے بنیادی اصولوں پر انہوں نے کلہاڑیاں چلائی ہیں، کوئی دشمن بھی اس تدریجیں کر سکا۔

آخر..... الحمد للہ کہ اب آپ کو اس کا احساس ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ تمام تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ احساس بیدا ہو جائے اور وہ ہیر دنی تصویر دیکھنے کی بجائے اندر وہی تصویر دیکھنے کی زیادہ کوشش کرنے لگیں۔

حمد..... بات دراصل یہ ہے کہ آج تک علمائے المسنون والجماعت نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ وہ صرف مسائل میں امتحنتے رہے اور اب تک برابر حیات مماث اور ختم بیوت وغیرہ مسائل ہی میں بحث کر رہے ہیں۔ جسے آج کل کے نو فیشن اور جنگلین لوگ پسند نہیں کرتے۔ اگر وہ اس طرف متوجہ ہو جائیں اور مرزا قادیانی کی اندر وہی تصویر یعنی ان کی ہمچوڑم تحریرات تعلیم یافتہ طبقہ میں پھیلائیں تو یقیناً قادیانیت کی یہ رونہ صرف آئندہ کے لئے قائم جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے دب جائے۔

خالد..... وہ حمید صاحب! آپ کو تو ہم نے منصف مانا تھا۔ مگر آپ یک طرف فیصلہ کرنے لگے۔ یہ آئین انصاف کے خلاف ہے۔

حید..... بھائی جان! اسی لئے میں نے کہا تھا کہ صرف ظہور الحسن کو منصف رہنے دو۔ وہ خاموشی سے باقی سنتے رہیں گے (چنانچہ اب تک وہ نہایت سکون سے سن رہے ہیں) مگر میں جو شیئی طبیعت کا مالک ہوں۔ جوبات سنتا ہوں اس پر فوراً اپنی رائے کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر آپ نے مجھے منصف مانا ہے تو میرا فیصلہ اب بھی سمجھی ہے اور بعد میں بھی ہو گا کہ آپ نے مولا نا اختر کے ایک اعتراض کا بھی معمول جواب نہیں دیا اور نہ ہی مرزا قادیانی کی طرف سے کوئی مقنایی پیش کی ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریریات اردو میں صاف اور عام فہم ہیں۔ جن میں تو ہیں انہیاء کا پہلو آنکھ کار ہے۔

منصور..... بس بھائی خالد اسی لئے مجھے بلا کر لائے تھے آپ تو کہتے تھے کہ حید صاحب ضرور رقادیانی ہو جائیں گے۔ میں نے انہیں بالکل تیار کر رکھا ہے اور کیا عجب کہ ان کے ساتھ اور بھی کوئی پڑھے لکھے قادیانی ہو جائیں۔

حید..... مولا نا آپ خالد صاحب کو کچھ نہ کہیں۔ وہ سچے ہیں۔ میرا خیال میں تھا کہ قادیانی ہو جانے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر آج کی گفتگو نے مجھے مرزا قادیانی سے از حد تغیر کر دیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اب کوئی لکھا پڑھا آؤ دی اپنے آپ کو قادیانی کہلائے۔

جمیل..... اچھا بھائی! یہ باقی سہر ہو جائیں گی۔ ذرا مرزا قادیانی کے کچھ حوالجات اور سن لجھے۔ مولا نا اختر تو بہت سے کتابیں ساتھ لائے ہوئے ہیں۔

اختر..... اچھا سنئے۔ مرزا قادیانی اپنی مشہور کتاب (اعجازِ احمدی ص ۲۵، خزانہ حج ۱۹۱۳ ص ۱۳۵) پر ارشاد فرماتے ہیں:

”غرض حضرت عیسیٰ کا یہ اجتہاد غلط لکھا اصلی و تی صحیح ہو گی۔ مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔ افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں، اس کی نظری کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔“

لبھجئے یہاں مرزا قادیانی عیسائیوں کے یہ نوع کا ذکر نہیں کر رہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ کر فرماتے ہیں کہ ان کے اجتہادات میں اس قدر غلطیاں ہیں کہ ایک لاکھ چھوٹیں ہزار انیماں میں سے کوئی بھی اتنی غلطیاں نہیں کر سکتا۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ لبھجئے کہ بقول مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و تی صحیحے سے قاصر تھے اور اگر اس سے کچھ اور بھی اوپر بڑھیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کو بھی عالم الغیب ہونے کے باوجود انتقام نبوت میں غلطی ہو گئی جو حضرت

صلی علیہ السلام جیسے کندہ ہن آدمی کوئی بنا دیا (نحوہ پا اللہ ثم نعوذ بالله) اور لفظ یہ ہے کہ اس عبارت میں صرف حضرت صلی علیہ السلام علی کی توہین نہیں کی گئی بلکہ دیگر انہیاں کو بھی ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ وہ بھی اکثر غلطیاں کیا کرتے تھے۔

جیل..... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو حضرت صلی علیہ السلام سے کوئی خداداستے کی دشمنی ہے جو اس قدر ان کے بیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

حید..... ہاں! مولانا ذرا یہ بھی تو بتا دیجئے کہ وہ کیوں اور کس لئے حضرت صلی علیہ السلام کے متعلق اس قدر دردیہ و فتنی سے کام لے رہے ہیں۔ آخراں کی وجہ کیا ہے؟

آخر..... وجہ کیا؟ رقبت سمجھ لجھتے مرزا قادیانی کا خیال تھا کہ میں انہیں برآ جلا کہہ کر لوگوں کی نظروں سے گردوان گا اور خود ان کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ اسی لئے یہ سب پاپڑ بیلے گئے اور صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر کلام احمد ہے
(واضح البلاء میں ۲۰، خزانہ نجاح ۱۸ ص ۲۳۰)

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ طاہظہ ہو (چشمہ سمجھی ص ۲۲، خزانہ نجاح ۲۰ ص ۳۵۲) ”اور میں صلی سعیج کو ہرگز ان ہسور پر اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا۔ یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہو اور جیسے اس کی نسبت مجرمات منسوب کئے جاتے ہیں۔ میں یعنی طور پر ان مجرمات کا مصدق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ۔“

لجھتے فرمادیا کہ مجھ پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ اب حضرت خالد سے وہ کلام جو نازل ہوا تھا کہاں گیا اور کیا ہوا؟

خالد..... وہ بہار پختار ہا اور اب بھی ان کی کتابیوں میں موجود ہے۔
آخر..... کیا مرزا قادیانی کا یہ کلام اور بقول آپ کے ان کی تصنیفات و مطبوعہ کتب کتاب سعیج یعنی انھیں کے مساوی درجہ دھکتی ہیں۔ انھیں کے متعلق تو مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ الہامی کتاب ہے کیا اسی طرح مرزا قادیانی کی جملہ کتب نے متعلق آپ کا یہ خیال ہے کہ وہ سب کی سب الہامی ہیں۔

خالد..... نہیں جتنا بھم سب کی سب کتب کو تو الہامی نہیں کہتے۔ بلکہ جو جو الہامات ہوئے ہیں۔ انہیں الہامی کہتے ہیں۔

آخر..... آخر کسی ایک کتاب کا نام بھی تو لجئے جس میں سب الہامات جمع ہوں اور اس کا الہامی کتاب کہا جاسکے۔

جبیل..... جی مولا نا! آپ خواہ خواہ انہیں مجبور کر رہے ہیں۔ وہ بے چارے اب کس کتاب کا نام لیں۔ مرزا قادیانی سے خود تو یہ غلطی ہو گئی کہ الہامات کسی ایک کتاب میں جمع نہ کر سکے کہ وہ بمقابلہ انہیل پیش کی جاسکتی۔

حمدید..... بھی خالد! حقیقت الوجی کا نام کیوں نہیں لیتے آخروہ تو صرف وحی اور الہام ہی کی بناء پر لکھی گئی ہے۔

خالد..... نہیں صاحب! اسے بھی الہامی کتاب نہیں کہا جاسکتا۔ حق تیری ہے کہ مرزا قادیانی نے اسکی کوئی کتاب لکھی ہی نہیں جو صرف الہامات کا مجموعہ ہو۔

آخر..... آپ جانتے ہیں کہ خالد صاحب کیوں اس سے گزیر فرمائے ہیں۔ مخفی اس لئے کہ اگر کسی ایک کتاب کا نام لے دیا تو آخر جمٹ سے اس پر اعتراض کر دے گا اور اسی کے حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ ان میں بھی تو ہیں کا پہلو موجود ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو چلو تم سب مل کر خالد صاحب کو مجبور کرو کہ مرزا قادیانی کی اسکی کتاب کا نام لیں جس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

حمدید..... ہاں بھی خالد! کیا بات ہے۔ چلو جو ات کرو اور مرزا قادیانی کی سینکڑوں تصنیفات میں سے کسی ایک کتاب کا نام لو جس پر یہ اعتراض نہ کر سکیں۔

جبیل..... ہاں ہاں یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر اس کتاب سے تو ہیں انہیاء کا کوئی پہلو نہ لکھا تو ہم ابھی سے آخر صاحب کو پکڑ لیں گے۔

منکور..... چلو بھی ہم حقیقت الوجی کوئی پیش کرو دیتے ہیں۔ پروفیسر صاحب اس سے تو ہیں انہیاء ثابت کریں۔

خالد..... گوہم اسے دہ مرتبہ تو نہیں دیتے جو آخر صاحب ہم سے منوانا چاہتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مفترض صاحب نے با جو اس قدر حوالہ جات پیش کرنے کے ابھی تک ایک حوالہ بھی حقیقت الوجی سے پیش نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ کر سکیں گے۔

جبیل..... واقعی حمید صاحب! مولا نا آخر نے ابھی تک حقیقت الوجی کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ حالانکہ مرزا قادیانی کی دیگر میسیوں کتب کے حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔

حید..... بھائی! شرط تو تم نے بھی کڑی لگائی۔ اب دیکھیں کہ پروفیسر صاحب حقیقت الوجی سے بھی کوئی حوالہ پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ظہور..... کہنے کہنے اختر صاحب اگر کوئی حوالہ ہے تو پیش کیجئے ورنہ ہم آپ کے خلاف فیصلہ دے دیں گے۔

اختر..... میں ہاں! بھی آپ کو فیصلہ دینا یاد آیا۔ وو کھنچنے خاموش بیٹھے رہے۔ مگر ابھی پانچ منٹ نہیں گزرے کہ اکتا گئے اور جماعت سے فیصلہ دینے پر آگئے۔

جیل..... نہیں نہیں، یہ تو مرا ج تھا۔ فیصلہ اتنی جلد کیوں دیں گے؟ آپ فرمائیں کہ حقیقت الوجی سے کوئی تو ہیں انہیاء کا پہلو لکھتا ہے بھی یا نہیں؟

اختر..... کیوں نہیں۔ لجھنے سننے اور نمبردار سننے:

”سچ این مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی جو اس پر نہیں کی گئی تاکہ لوگ سمجھیں کہ فعل خدا کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دنبا ہے۔“ (حقیقت الوجی ص ۱۵۲، ج ۲۲، نزد انسان ۱۵۸)

خالد..... تو اس میں کون سا تو ہیں کا پہلو ہے۔ یہ تو ایک بد سمجھا چیز ہے۔

اختر..... میں ہاں! آپ کے نزدیک تو بہت بد سمجھا چیز ہیں ہیں اور کسی ایک جگہ بھی تو ہیں کا رنگ نہیں ہے۔ مگر یہ فیصلہ منصفوں اور لکھے پڑھے لوگوں نے دیتا ہے کہ کیا اس میں تو ہیں ہے یا نہیں؟

منکور..... پروفیسر صاحب! آخر کچھ ذمہ تایے کہ اس میں کیا تو ہیں ہے؟

اختر..... وہ مولا نا آپ بھی خالد صاحب کے ساتھ ہو گئے۔ کیا آپ بھی یہ نہیں سمجھ سکتے؟ فرض کیجئے کہ میں اور خالد صاحب ایک ہی وقت میں ہیلکری کا کام کر رہے ہیں۔ مگر افسر بالا خالد صاحب پر نظر عنایت رکھتا ہے اور ان کو دسچ احتیارات دے دیتا ہے یا بالفاظ و مکر وہ ہیلکرک کھلاتے ہیں اور ہم انہیں کے بر ای تعلیم رکھنے والے، انہیں کے بر ای تنخواہ لینے والے ان کے ماتحت سمجھے جاتے ہیں اور خالد صاحب جگہ مجھے فخریا سے بیان کرتے پڑتے ہیں۔ کیا اس میں ہماری تو ہیں کا کوئی پہلو ہے یا نہیں؟

منکور..... بھلا اس میں تو ہیں کیا ہے؟ جب افسر نے اسے ہیلکرک بنا دیا تو اس میں خالد غریب کا کیا قصور؟

اختر..... میں ہاں ایسے توجہ ہے کہ ہم افسر بالا کا حکم دیکھ لیں کہ اس نے خالد کو یہ عہدہ دے دیا اور

اگر خالد خود بخوبی یہ کہتا پھرے اور وہ حقیقت افسر بالا سے اسے کوئی ایسا حکم نہ ملا ہو تو پھر؟
جمیل.....ہاں اسکی صورت میں تو یقیناً خالد مجرم ہو گا۔

آخر.....بس پہلی ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادریانی کو خدا تعالیٰ نے کہنی بھی یہ نہیں کہا کہ میں
نے تجھے نواز اور سعی انہیں مریم پر فوکیت دے دی ہے۔ اب تو جہاں چاہے فخر یا اسے یہاں کیا کر۔
بلکہ خدا تعالیٰ کا توارث اس ہے کہ: ”لأنفرق بين أحد من رسلي“ یعنی ہم انبیاء کے درمیان
اس حکم کی تفریق کو روانہ نہیں رکھتے۔

جمیل.....کہنے مولانا منظور الحسن صاحب اس کا جواب کیا ہے؟
منظور.....اس کا جواب کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ مرزا قادریانی یوسع شعیؒ سے
فضل تھے۔

آخر.....مگر یہ تو جب آپ ثابت کریں جب مرزا قادریانی کو ہم نبی مان لیں۔ ہم تو ابھی سرے سے
ان کی نبوت ہی کے قائل نہیں چڑھائیکہ عصیٰ طینہ السلام سے افضل سمجھیں۔

اس وقت تو بحث صرف یہ ہے کہ آیا مرزا قادریانی کی تحریرات سے یہ ثابت ہو سکتا ہے یا
نہیں کہ انہوں نے مختلف انداز سے انبیاء کی توہین کی ہے؟

جمیل.....ہاں اگر اس وقت مولانا منظور الحسن یا خالد صاحب یہ ثابت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے
قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے مرزا قادریانی کو یوسع شعیؒ پر ترجیح دی ہے تو پھر وہ حق بجانب
ہو سکتے ہیں۔

حید.....قرآن مجید میں تو اس کا ذکر کیوں نہ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کسی الہام میں مرزا قادریانی کو یہ کہہ
دیا گیا ہو تو الگ بات ہے۔

آخر.....وہ تو اس عبارت کو بھی الہامی عبارت کہہ دیں گے۔ ہم مرزا قادریانی کے الہامات کے تو
اہمی قائل ہی نہیں ہوئے جس طرح ان کی نبوت کا موضوع الگ بحث طلب ہے۔ اسی طرح ان
کے الہامات پر بھی الگ گفتگو ہو سکتی ہے۔ اس وقت تو منظور صاحب صرف قرآن یا انہیں سے
جنہیں ہم سب آنہانی کتابیں سمجھتے ہیں۔ کوئی خدا تعالیٰ کا حکم یا آرڈر دکھائیں تو ہم مان سکتے ہیں۔
حید.....کیا خالد صاحب آپ خدا کا کوئی ایسا حکم جس سے فضیلت مرزا پر شعیؒ کی ثابت ہو سکے،
پیش کر سکتے ہیں؟

خالد.....چلنے چھوڑیے اس بحث کو۔ آخر صاحب حقیقت الوجی سے کوئی اور حوالہ پیش کریں۔

آخر.....لیجئے سنئے، مرزا قادریانی (حقیقت الہی ص ۲۹، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۲۱) کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا مسئلہ یہ یا یوں نے محض اپنے قائدہ کے لئے گمراحتا کیونکہ ان کی پہلی آمد میں ان کی خدائی کا کوئی نشان ظاہر نہ ہوا، ہر دفعہ ملک کھاتے رہے۔" کیوں جتنا! اس عبارت میں بھی کوئی توہین کا پہلو ہے یا نہیں؟

خالد.....بالکل نہیں! یہ امر واقع ہے کہ انہیں مار پڑتی رہی۔

آخر.....کیا دیگر انبیاء کرام کو خالصین کی طرف سے ایذا نہیں پہنچیں؟ اگر پہنچیں اور یقیناً پہنچیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کیسی؟ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادریانی کو ان سے کوئی خاص عداوت ہے جو بار بار ان کی توہین کرتے ہیں۔
جمیل.....اچھا مولا نا اور فرمائیے۔

آخر.....لیجئے (حقیقت الہی ص ۱۵۲، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۱۵۷) پر یوں لکھا ہے: "حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔"

جمیل.....واہ، واه سبحان اللہ! وہ فطرتی طاقتیں کیا تھیں؟ ذرا ان کی شریع تو فرمائیے۔

آخر.....اس کی شریع خالد صاحب سے پوچھئے۔ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ مرزا قادریانی کی تقینیات سے وہ عبارتیں پیش کر دوں جن سے مقابلہ دیگر انبیاء کے ان کی اپنی بڑائی یا برتری ثابت ہو۔

جمیل.....ہاں خالد صاحب اس عبارت سے تو واقعی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا قادریانی کو وہ چیزیں دی گئیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئیں اور تحریر کا الجھ بھی کچھ عی کا پتہ دے رہا ہے۔ مگر آپ یہ تو بتا کیں کہ وہ فطرتی قوتیں کون کون سی تھیں؟

خالد.....ایمی یہ تو ظاہر ہے کہ انہوں نے نہ یہوی کی نہ بچے ہوئے اور مرزا قادریانی کے ہاں خدا کا فضل سے ایک چھوڑ دو دو تین تین یہویاں کیں۔ بچے بھی ہوئے اور یہی سب سے بڑی فطرتی طاقت ہے جو یہ نوع شیع میں نہیں تھی۔

جمیل.....مگر پروفیسر صاحب نے جو پہلے (ضییر انجام آتمم ص ۲۹۱، خزانہ حج ۱۱ ص ۲۹۱) کا حوالہ دیا تھا۔ جس میں مرزا قادریانی نے یہ لکھا ہے کہ: "آپ کا تحریر یوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت ذر میان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان بخوبی کو یہ موقوفہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاں باتا ٹھکنگاۓ۔"

اگر خدا نخواستہ (بقول مرزا قادیانی) اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں فطرتی قوتیں موجود ہیں۔ مگر یہاں (حقیقت الوجی ص ۱۵۳، بخواہیں ج ۲۲ ص ۱۵۷) میں مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں کہ ”انہیں وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں۔“ خالد صاحب جانے دیجئے اس بات کو اب زیادہ طول نہ دیجئے۔ مرزا قادیانی نے نہ معلوم یہ کس رنگ میں لکھ دیا ہے۔ جیل..... اچھا مولا نا کوئی اور حقیقت الوجی کا حوالہ بھی ہے؟

آخر..... کیوں نہیں؟ آپ جتنے چاہیں حوالے لیتے چلے جائیں۔ آخر یچھے لکھنے والے رئیس اقلم حضرت مرزا قادیانی چیز کوئی مادہ تھوڑے ہیں جو حوالے ختم ہو جائیں۔ حمید..... اچھا فرمائیے مگر عبارت اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح ہونی چاہئے تاکہ خالد صاحب کو بھی فٹک نہ رہے۔

آخر..... لیجئے جناب امرزا قادیانی اسی حقیقت الوجی (ص ۲۹، بخواہیں ج ۲۲ ص ۳۶) پر ارقام فرمائے ہیں: ”اور ہزار کوشش کی جائے اور تاویل کی جائے یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے مساجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو گا اور شراب پینے گا اور سور کا گوشت کھائے گا اور اسلام کے خلاف حرام کی پکھ پروادہ نہیں کرے گا۔“

حمدید..... واقعی یہاں تو مرزا قادیانی نے غصب کر دیا اور نہایت شرمناک طریق سے بدترین الفاظ میں مسلمانوں کے عقیدہ نزول مسیح کا خاکہ کھینچا ہے اور اس میں کوئی ایچ چچ نہیں رکھا۔

منظور..... ایچ چچ کی ضرورت کیا تھی۔ چونکہ یہ عقیدہ ہی باطل اور خلاف عقل ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی نے بھی اس پر تمسخر اڑایا ہے۔

آخر..... مولوی مظہور صاحب آپ خلط بحث نہ کریں۔ نزول مسیح کا عقیدہ صحیح ہو یا غلط، یہاں اس کی بحث نہیں۔ اگر آپ کوشون ہو گا تو اس پر بھی میں نہایت آزادی سے بحث کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر اس وقت تو صرف مجھے یہ دکھاتا ہے کہ مرزا قادیانی جو کچھ بھی لکھتے ہیں اس انداز سے لکھتے ہیں کہ ذم کا پہلو بیدا ہو جاتا ہے۔ آپ تو مرزا قادیانی کو بڑا انشا پرداز اور رئیس اقلام سمجھتے ہیں۔ مگر بخدا ہمارے نزدیک تو وہ اتنی عقل بھی نہیں رکھتے کہ اپنے ماں افسوس کو اس انداز سے بیان کر دیں کہ کام بھی ہو جائے اور کسی کا دل بھی نہ دکھے۔

جمیل..... بلکہ ان حوالجات سے میں تو یہ سمجھا ہوں کہ عماد اوسروں کا دل دکھانا چاہتے ہیں اور دیدہ و انسٹے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے تحقیر کا پہلو لٹکے۔

آخر..... تحقیر کا پہلو کیا معنی؟ صاف طور پر تحقیر پائی جاتی ہے۔ دیکھو یہ ہے میرے پاس اخبارِ الحرم جو مرزا قادیانی کا خاص اخبار ہے۔ اس کی ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے: ”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسیٰ نوجوان لڑکوں سے ملا کر تاختا اور ایک ہازاری فاحشہ عورت اس کے سر پر عطر ملا کرتی تھی۔ عیسیٰ ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا اور اس کے صن و جمال کی تعریف اپنے استاد کے سامنے کی تو اس نے اس کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔“ (ملفوظات ج ۳ ص ۱۳۷)

جمیل..... تو پہ توبہ کس قدر بے حیائی ہے اور کس دبڑہ دلیری سے لکھا گیا ہے۔ یہاں تو یہود کا عقیدہ نہیں بلکہ اپنے خیال ظاہر کیا جا رہا ہے اور یوں کہا جا رہا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔

آخر..... اور لطف یہ ہے کہ ان حركات کا تیجہ بھی مرزا قادیانی نے خود ہی قلب بند فرمادیا ہے تاکہ ان کے کیریکٹر پر کسی کوشک و شبہ نہ رہے۔ آپ اپنی کتاب (اجماع آقہم ص ۱۲، خراش ج ۱۲ ص ۱۲) پر لکھتے ہیں: ”بلکہ حضرت یوسع صاحب نے نہایت درج کی ذات دسمی۔ منہ پر تھوکا گیا اور آپ کے اس حصہ جسم پر کوڑے لکائے گئے جہاں مجرموں کو لگائے جاتے ہیں اور حوالات میں کیا گیا۔“

منثور..... مجھے تو یہی کہنا پڑے گا کہ مرزا قادیانی نے یہ جو کچھ لکھا ہے محض میسا یوں کے جواب میں لکھا ہے۔ کیونکہ وہ جب آخر پرست صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لکلے کہنے اور تحریروں میں لکھتے تو مرزا قادیانی کو بھی جو باہمیا لکھتا پڑا۔

آخر..... آپ کے ارشاد کے جواب میں مجھے بھی بھروسی کہنا پڑے گا جو پہلے کہا آیا ہوں بلکہ مرزا قادیانی عی کے الفاظ میں کہ: ”کسی مسلمان سے یہ ہر گز نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے (عاجزانہ درخواست)“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۳۷)

مرزا قادیانی تو بقول آپ کے نبی تھے۔ جب ایک مسلمان نے یوں ہو سکتا تو کسی نبی سے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے نبی کی توہین کرے۔

جمیل..... خالد صاحب آخر انصاف بھی کوئی چیز ہے۔ خدا را تھسب چھوڑ کر اور مرزا قادیانی کی عقیدت کو دومنٹ کے لئے الگ رکھ کر انصاف کرو اور پھر کہ کہ آیا اتنے حوالوں میں سے کسی ایک آدمی حوال میں بھی توہین کا پہلو لٹکا ہے یا نہیں؟

خالد..... بھائی میں سوچ رہا ہوں کہ اگر کوئی ایسا حوالہ ہوا جس میں صراحتاً کسی نبی کی توہین ثابت ہوئی تو میں خود بخوبی آپ کو کہہ دوں گا۔

اختر..... اچھا مجھے اب اور حوالے سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیر انعام آنکھ مس ۶، جزو اول ج ۱۹۹۲ء) پر لکھتے ہیں: ”عیسیٰ جو آوارہ بد اخلاق تکبر جھوٹا تھا۔ ایک شریف انسان کھلانے کا بھی مستحق نہیں ہے۔ چہ جا یہکہ اس کو انحصار میں شمار کیا جائے۔“

فرمایے! اس میں تو یوں کام نہیں آیا۔ بلکہ صاف طور پر مرزا قادیانی نے عیسیٰ کہا ہے اور پھر بطور زیمار کے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ بوجہ اپنی بد اخلاقی کے انسان کھلانے کا بھی مستحق نہیں چہ جا یہکہ اس کو انحصار میں شمار کیا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا آپ عیسیٰ علیہ السلام کو نبی نامنے ہیں یا نہیں؟

خالد..... ہاں ہم تو نبی نامنے ہیں۔

اختر..... تو پھر مرزا قادیانی نے انہیں کیوں صفاتیں میں سے خارج کر دیا ہے؟
حید..... خالد صاحب اب مجھے بھی آپ سے کہتا پڑنے گا کہ آپ انصاف سے کام نہیں لے رہے اور مرزا قادیانی کی محبت اور عقیدت میں اس قدر اندر ہے ہو گئے ہیں کہ ایک صاف اور واضح عبارت کی ہگی تاویل کر رہے ہیں۔

جمیل..... حید صاحب! آپ کیوں کہتے ہیں وہ خدا سے محسوس کر رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ انشاء اللہ وہ آج ضرور کوئی نہ کوئی فیصلہ کر کے یہاں سے اٹھیں گے۔

اختر..... تو اچھا اور سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیر انعام آنکھ مس ۶، جزو اول ج ۱۹۹۰ء) پر یوں گوہر افشاں ہیں: ”کذب و افتراء عیسیٰ کی فطرت میں داخل تھا۔ اس نے اپنے یہودی استاد سے تورات پڑھ لیکن اس کو عقل نہیں دی گئی۔ اس کی بے عقلی کی دلیل یہ ہے کہ استاد نے اس کو اچھی تعلیم نہیں دی۔ بہر حال عیسیٰ علیہ اور عملی دونوں پہلوؤں سے کمزور اور دماغی خلل میں جلا تھا۔“

اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عبارت بھی باعکمل سے نقل کی گئی ہے۔ یا یہود نامسعود سے مستعار ہی گئی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مرزا قادیانی کو ان کا حوالہ دینا چاہئے تھا۔ گر کہیں بھی مرزا قادیانی نے ایسا نہیں کیا۔

جمیل..... وہ ایسا توبہ کرتے جب ان کی نیت نیک ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل خود میں علیہ السلام کی طرف سے میلا تھا۔ اس لئے بلا خوف و خطر ایسا لکھتے چلے گئے۔

آخر..... اچھا اور سنئے (ضمیر انجام ۲۷ فتم ص ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ ج ۱۱۰، ۱۱۹) پر حضرت مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ”بلکہ نبیرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر لگال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیشگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت تواریخ میں پایا جانا آپ نے فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں آپ کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ وہ اوروں کے حق میں تھیں جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہو گئیں اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انخلیل کا مفہوم کھلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب طالמוד سے چاکر لکھا ہے اور پھر ایسا خاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے لیکن جب یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔“

اب خود فرمائیے کہ اس عبارت میں کس تحدی سے مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام پر دو اولاد لگائے ہیں۔ اول یہ کہ وہ گالیاں دیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے مار کھایا کرتے تھے۔ دوم یہ کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آسمانی کتاب میں بھی جھوٹ کی طاولت کردی۔ نعوذ باللہ

حمدید..... سبحانک هذا بہتان عظیم!

جیل..... کیوں بھی خالد اسے بھی جھوٹ بھونگے یا نہیں؟

خالد..... بھی مجھے کچھ نہ پوچھو اب مولا نا منثور الحسن صاحب کو مخاطب کرو یہ ہم میں سے عالم ہیں۔ یہی اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔

حمدید..... تو گویا آپ کا مبلغ علم اب ختم ہو چکا اور تاویلات رکیکہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپ سوچنے کی توفیق دی ہے۔ کیونکہ انسان جسمی کسی چیز کو بغور سوچ سکتا ہے جب بالکل خالی الذہن ہو جائے۔ یعنی دونوں طرف کی محبت یا خوف دل سے نکال دے۔ امید ہے اب آپ جلد را راست پر آ جائیں گے۔

جیل..... ہاں تو مولا نا منصور صاحب اب آپ ہی فرمائیں کہ اس عبارت کی کیا تاویل کریں گے یا پھر چکپے سے دہی کہہ دیں گے کہ دراصل یہ بھی یہودی کا قول تقلیل کیا گیا ہے۔ منظور..... ہاں! بات تو یہی ہے کہ یہ قول بھی یہودی کا ہے۔ میں تو خالد صاحب کی طرح تذبذب نہیں ہو سکتا۔

جیل..... نہ آپ متزلزل نہ ہوں۔ آپ تو نبجن احمدیہ کے تغواہ دار مبلغ ہیں۔ خالد صاحب تو آنری ہے۔ اس لئے وہ تسویہ بھوار سے کام لے کر غلائی کا طوق گلے سے اتار سکتے ہیں۔ مگر

آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پیسے ملتے ہیں نہ پیسے!
 حید۔۔۔ خیریہ بات تو الگ رہی۔ مولا نامنکور مجھے ذرا یہ بتائیے کہ آیا یہودتا مسعود کے واحد اجارہ
 ذاریعنی ابھی صرف مرزا قادیانی عی ہیں یا کوئی اور بھی؟
 منکور۔۔۔ یہ آپ نے کیا فرمایا؟ میں نہیں سمجھا۔

حید۔۔۔ نہیں یہ عرض کر زہاول کے جب پروفیسر اختر صاحب کوئی حوالہ پیش کرتے ہیں تو آپ بجز
 اس کے اور کچھ نہیں فرماتے کہ مرزا قادیانی نے یہ یہودیوں کے خیالات یا اقوال نقل کر دیے
 ہیں۔ اب اس پر میں آپ سے یہ پوچھتا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں اور دیگر بلا دا اسلامیہ میں اور
 بھی سینکڑوں عالم ہوئے ہیں۔ جو وقت فوت عیسائیوں کی تردید کرتے رہے اور اب بھی کر رہے
 ہیں۔ کیا وہ بھی اسی طرح الزامی جواب میں میں علیہ السلام کو معاذ اللہ زانی شرایبی، چور، دغنا باز،
 حرام کار و غیرہ وغیرہ ثابت کرنے کے لئے یہودیوں کے اقوال کی پناہ لیا کرتے ہیں۔ یا یہ ذیوثی
 صرف مرزا قادیانی عی ہی سے متعلق ہے کہ وہ ہندوستان بھر کے لئے یہودیوں کے سول اسجھت ہیں۔
 خالد۔۔۔ مولا نا آپ حید صاحب کی بات کو نہیں سمجھے۔ یہ بہت دور کی کوڑی لارہے ہیں۔

جیل۔۔۔ جی ہاں مولا نا کا ہے کو سمجھیں گے۔ وہ دودھ پیتے بنپے تھوڑے ہیں۔ سب کچھ سمجھتے ہیں
 اور جانتے ہیں۔ مگر اور کوئی نام معلوم ہوتا نہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ہندوستان میں تو کوئی ایسا
 عالم نہیں گزر اجس نے عیسائیوں کو جواب دیتے ہوئے بجائے دلیل و برہان کی تکوار استعمال
 کرنے کے یہودیوں کے اقوال کی پناہ لی ہو۔

منکور۔۔۔ کیوں نہیں جتاب میں آپ کو ایسے نام بتا سکتا ہوں کہ انہوں نے بھی ایسے عی الزامی
 جواب دیتے۔

جیل۔۔۔ ہاں ہاں فرمائیے دیر کیا ہے؟ حید صاحب پہنچا تو آپ سے دریافت کر رہے ہیں۔

منکور۔۔۔ سنئے مولا نارحمت اللہ مہاجر کی لکھتے ہیں: ”ہمراہ جتاب منج بسیار زیاد ہمراہ سے کشمکش و
 مال خود سے خورانیدندوز ہاں فاحشہ پاہائے آن جتاب رائے بوسیدند۔“

حید۔۔۔ ذرا مجھے دکھائیے یہ کون ہی کتاب ہے جس میں مولا نارحمت اللہ صاحب مر حوم مہاجر کی
 نے یہ ارقام فرمایا ہو۔

منکور۔۔۔ یہ کتاب جو میں پڑھ رہا ہوں۔ حضرت مرزا قادیانی کی تصنیف ہے۔ مولا نارحمت مہاجر
 کی اصل کتاب نہیں ہے۔

حید۔ تو آپ کو یا ہمیں دھوکا دے رہے ہیں۔ جب تک آپ مولانا رحمت اللہ مہاجر کی اصل کتاب خیش نہ کریں، ہم اسے حلیم نہیں کر سکتے۔

آخر۔ ممکن ہے مرزا قادیانی نے مولانا رحمت اللہ مرحوم پر بھی افتراء بڑلیا ہو۔ کیونکہ مرزا قادیانی ۲۶ خرداد کے ماہر ہیں کہ بات کسی نے کہی ہو، یا انہی ہو۔ خود بخوبی اس کے سرچک جاتے ہیں۔

جمیل۔ کیا یعنی مرزا قادیانی ایسا بھی کرو دیا کرتے ہیں؟

آخر۔ بخدا میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اگر منکور صاحب اس موضوع پر بھی کچھ مننا چاہیں تو میں دوچار وی میں نہیں بلکہ سیفگروں ایسے حوالے چیز کر سکتا ہوں کہ اصل کتاب میں وہ نہ اور ہیں۔ مگر مرزا قادیانی نے ان کتب کا حوالہ دے کر اپنا الرسید ہا کر لیا ہے۔

جمیل۔ کم از کم ایک آدھ بطور مشتبہ مونہ از خردارے تو سادہ بجئے۔

ظہور۔ نہیں جتاب امیں بھیتی صدر مجلس و منصف ہونے کے اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

کیونکہ یہ گفتگو خارج از بحث ہے۔ ہاں اگر آپ کوشق ہو تو اس گفتگو کے بعد یہ چیز بھی سن لیں۔

حید۔ آدم پر مطلب۔ مولانا صاحب اکم از کم آپ اس کتاب کا نام ہی بتا دیجئے جس میں مولانا رحمت مرحوم نے یہ عبارت لکھی ہوا مرزا قادیانی نے اس سے یہ عبارت لقل کی ہو۔

منکور۔ اس وقت مجھے اس کتاب کا نام یاد نہیں اور نہ ہی وہ اصل کتاب میری نظر سے گزری ہے۔

حید۔ تو اچھا کسی اور مصنف کا پتہ دیجئے جس نے مرزا قادیانی کی طرح عیسائیوں کو اڑاکی جواب دیئے ہوں اور اس حتم کی لغو بے ہو وہ عبارتیں مرزا قادیانی نے لکھی ہیں انہوں نے بھی لقل کی ہوں۔

منکور۔ عیسائیوں کو اس حتم کے اڑاکی جواب تو بہت سے لوگوں نے دیے ہیں۔ مگر اس وقت وہ مجھے یاد نہیں ہیں۔

جمیل۔ اگر کوئی ہوں تو آپ کو یاد بھی ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس حتم کے گندہ لٹریچر پھیلانے کے سوں ایجنت صرف مرزا قادیانی ہیں۔

خالد۔ بھی واقعی اگر مولانا منکور نے یہ ثابت نہ کیا تو میں مرزا سیت سے تائب ہو جاؤں گا۔ کیونکہ آج تک اس چیز کی طرف میرا خیال ہی نہ گیا تھا۔

آخر.....بھتی خالد تم تائب کیا ہو گے۔ میرا خیال ہے کہ اگر مرزا قادریانی بھی اس وقت زندہ ہوتے اور ان کے سامنے یہ چیز بیان کی جاتی تو وہ خود بھی تائب ہو جاتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے صرف مسئلہ حیات و ممات اور قسم نبوت ہی کو موضوع بحث بنانے رکھا اور اس پیغماں کی طرف ان کا خیال نکل نہ گیا۔ مجھے آج تک جس قدر و مسٹوں سے گفتگو کا موقع ملتا رہا ہے میں صرف اسی چیز کو ان کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں اور اس قسم کی چند چیزوں اور بھی چیزوں جنہیں میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

خالد.....اچھانی الحال آپ دوسری چیزوں کو تو رہنے دیں۔ اسی موضوع پر اگر کچھ اور کہنا چاہیں تو ارشاد فرمائیں۔

حید.....کیا بھی اور کچھ سنتا ہاتی ہے؟

جمیل.....کیا حرج ہے۔ مولا ہ آخر جس قدر حالات پیش کر سکتے ہوں کرتے جائیں۔ ان کا ایمان مفبوط ہوتا جائے گا۔

آخر.....اچھا لمحے سنتے چلے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح کے ”کلام فی الحمد“ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ کسی نے کہا جتاب یہ تو قرآن مجید میں بھی ذکور ہے۔ طاحدہ سورہ مریم: ”قالوا اکیف نکلم من کان فی المهد صبیبا“ تو مرزا قادریانی از راه تحقیر فرماتے ہیں کہ میاں یہ کون ہی بات ہے۔ اگر مسیح نے گود میں باتیں کی ہیں تو کیا ہوا۔ میرا یہ بیٹھا پیٹھ میں بھی باتیں کرتا رہا ہے۔ چنانچہ مرزا قادریانی کے اصل الفاظ یہ ہیں: ”حضرت مسیح نے تو صرف مهد میں ہی باتیں کیں۔ مگر (میرے) اس لڑکے نے پیٹھ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔“ (تریاق القلوب ص ۲۷، خواہیں ج ۱۵ ص ۲۷)

حید.....داؤ داؤ! کیا کرامت ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ مرزا قادریانی نے اس کی ہاتوں کوں کیے لیا؟ دہ کون ہی ضروری باتیں قصیں جو کچھ پیٹھ میں ہی کرنے لگا اور پیدا ہونے کا انتظار تک نہ کیا۔

آخر.....خیر مجھے اس سے کیا؟ میں تو صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا قادریانی اگر کسی نبی کی کوئی ایسی بات سن پاتے۔ جس سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی تو یہ گوارہ نہ کر سکتے اور جہالت سے اپنی طرف بھی منسوب کرنے کی کوشش کرتے۔ خواہ اس سے نام ہو یا بدناگی۔

جمیل.....جیسا کہ یہ بات لکھی ہے جو بالکل خلاف واقعہ اور خلاف عقل ہے۔

آخر.....معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادریانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ خدا واسطے کی دشمنی تھی کہ بات بننے یا نہ بننے ہر فرم کے موقع پر آپ ان کا ذکر کرو یتے ہیں۔ چنانچہ (اجماع آئینہ ص ۲۷، خواہیں ج ۱۵ ص ۲۷)

ج ۱۱ ص ۲۹) پر ارشاد فرماتے ہیں: ”مریم کا بیٹا کھلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔“

جیل..... تو یہ تو بالعیاذ باللہ! خالد صاحب کہتے یہ کون ساد ہرم ہے۔

خالد..... بھی مجھے اب مخاطب نہ کرو۔ اب منظور صاحب نی اس کا جواب دیں گے۔ میں تو ان حاجات سے کمیدہ خاطر ہو رہا ہوں۔

منظور..... میں اس کا کیا جواب دوں۔ اختر صاحب محض تصویر کا ایک ہی رخ دیکھ رہے ہیں اور جن مقامات پر مرزا قادریانی نے انجام کرام اور بالخصوص حضرت سعیج کی تعریف و توصیف کی ہے۔ ان کا ذکر نہیں کرتے۔

اختر..... ابی حضرات میں کیوں ذکر کروں یہ تو آپ کا کام ہے۔ مثلاً اگر آپ کا یہ دعویٰ ہو کہ فلاں محض برا خوبصورت ہے تو آپ ہی اس کی خوبصورتی کے دلائل دیں گے نہ کہ دوسرا جو اس کا قائل نہ ہو۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر آپ اس کی خوبصورتی کے ۱۰۰ ادلائل دیں گے تو دوسرا یہ ثابت کروے کہ وہ کانا (ایک آنکھ ندار) ہے تو آپ کے سب دعوے باطل ہو جائیں گے۔

جیل..... خوب بہت غوب اکیا واضح مثال ہے۔ اگر منظور صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو پران سے خدا سمجھے۔

منظور..... آپ محققانہ رنگ میں یہ فرمارے ہیں۔ اگر مصنفانہ طور پر دیکھیں تو یقیناً حقانیت کو پا لیں۔

اختر..... بخدا ہمیں آپ سے یا مرزا قادریانی سے کوئی تھبب نہیں ہے۔ ہمارا انہوں نے کیا کاڑا ہے جو ہم ان سے تھبب رکھیں۔

جید..... ہاں مولانا آپ آگے فرمائیے۔ منظور صاحب تو اب یوں ہی منہ چڑا رہے ہیں۔

اختر..... لمحے اور سنئے۔ مرزا قادریانی (ضییرہ انجام آنکھ مص ۷، خواہن ج ۱۱ ص ۲۹) پر ارشاد فرماتے ہیں: ”ممکن ہے کہ آپ نے کسی معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو دغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور اسکی پیماری کا علاج کیا ہو آپ کی بدستی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے پڑے پڑے نہان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے مجرمات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی مجرمہ بھی ظاہر ہو تو وہ مجرمہ آپ کا نہیں۔ بلکہ اس تالاب کا مجرمہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے گرد فریب کے کچھ نہ تھا۔“

سن لیا آپ نے؟ یہ ہے مرزا قادیانی کا عقیدہ مہرات سچ کے متعلق۔ جس کا اظہار کھلے طور پر آپ نے فرمادیا اور ساتھ ہی ان آیات قرآنیہ کا انکار کر دیا جن میں ان مہرات کی تصدیق موجود ہے۔

خالد..... کیا مرزا قادیانی نے کسی اور جگہ بھی مہرات کا انکار کیا ہے؟

آخر..... می ہاں! کئی ایک جگہ۔ مگر یہ خارج از موضوع ہے۔ پھر کسی وقت یہ بھی سن لیتا۔

جمیل..... آخرنہوں نے ایسا کیوں کیا ہے؟

آخر..... محض انہیں لوگوں کی نظر سے گرانے کے لئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ لوگ انہیں مجھ سے افضل نہ مانے گلیں۔

جمیل..... اچھا اس کے متعلق کچھ اور بھی ارشاد ہے؟

آخر..... می ہاں سننے۔ حضرت قادیانی (از الداہم ص ۲، خزانہ ج ۳ ص ۱۰۲) پر فرماتے ہیں: "مسیح کی کہتا ہوں کہ سچ کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے۔ مگر جو محض میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں ہو رے گا۔"

جمیل..... کیوں خالد صاحب؟ کیا اب اس سے بڑھ کر بھی اپنی کوئی بڑائی ہو سکتی ہے۔

حمد..... اس عبارت سے تو صاف پتہ چل رہا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل سمجھتے ہیں اور ان کو اپنے سے کتر اور لطف یہ کہ پھر ان کے مثل بھی ہیں۔

آخر..... اچھا اور سچتے۔ مرزا قادیانی (اعجاز احمدی ص ۲۲۳، خزانہ ج ۱۹ ص ۱۳۳) پر ارقام فرماتے ہیں: "حضرت سچ کے اجتہاد میں غلطی تھی اور ممکن ہے کہ شیطانی و سوسرہ ہو جس کے بعد آپ نے رجوع کر لیا۔"

منظور..... ہاں ہاں ذرا آگے کے بھی بڑھتے۔

آخر..... سننے: "اور میں نے شیطانی و سوسرہ محض انجلی کی تحریر سے کہا ہے۔ کیونکہ انجلی سے ثابت ہے کہ کبھی کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔"

منظور..... دیکھا مرزا قادیانی نے صاف لکھ دیا ہے کہ میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے۔ انجلی کی تحریر کی ہے اس پر لکھا ہے۔

آخر..... می ہاں! یہاں تو پہلک لکھ دیا۔ مگر دوسرے مقامات پر اور کہیں نہیں لکھا۔ یہاں بھی محض اس لئے لکھا کہ اٹرام بہت بد احتا۔ کیونکہ نبوت سچ کو شیطانی نبوت قرار دیا کوئی معنوی کام نہ تھا۔

اس لئے لکھا کہ مرزا قادیانی نے اپنی حسب عادت مگر پردہ انجلیں کا اوڑھ لیا تاکہ مسلمان کہیں کٹے بندوں کفر کا فتویٰ بنداویں۔

منظور..... خیریہ تو آپ کی تادیل ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی نے اکثر مقامات پر اس کا اعتراف کر دیا ہے کہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کے حوالجات سے ایسا لکھ رہا ہوں۔ میری اپنی یہ رائے نہیں ہے۔ اختر..... اچھا اگر آپ مرزا قادیانی کی کسی کتاب سے یہ عبارت نکال دیں کہ ”میری یہ اپنی رائے نہیں ہے۔“ تو میں آپ کو سورپیچ انعام دوں گا۔

جبیل..... چلنے مولانا ۱۰۰ اردو یہ بیٹھے بھائے ملتا ہے۔ اب آپ کو اور کیا چاہئے؟
منظور..... اس وقت تو کسی کتاب کا نام مجھے یاد نہیں ہے۔ البتہ جلاش کر کے آپ کو دیکھا دوں گا۔
اختر..... قلط ہا لکل قلط۔ نامکن ہے کہ آپ کی نوث بک میں اس گا حوالہ موجود ہو۔ حالہ آپ کا لیں کتابیں حاضر ہیں۔

حید..... ہاں ہمیک ہے۔ آپ مناظر ہیں۔ یقیناً آپ نے اس تم کے حوالجات نوٹ کر کے ہوں گے۔ لٹا لئے اب دیرینہ کچھ۔
خالد..... معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے پاس اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ اس لئے تو کھیانے سے ہو رہے ہیں۔

جبیل..... کیوں خالد صاحب اب بھی کچھ سمجھے یا نہیں؟
خالد..... بخدا میں تو حیران ہو رہا ہوں کہ آج مولانا منظور الحسن کو کیا ہو گیا یہ تو کسی کو دمکت نہ لیتے دیتے تھے اور احمدیہ جماعت کے بہت بڑے مبلغ مناظر تھے۔

حید..... جی ہاں مناظر تھے مگر یہاں تو کچھ سوال ہی نہیں ہے ہو رہے ہیں۔ اگر ختم نبوت اور حیات ممات پر گلگو ہوتی تو پیک منظور صاحب بہت کچھ بولتے۔

خالد..... میں نے سمجھ لیا کہ ان کے پاس پروفیسر اختر کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ہے۔
منظور..... وہ خالد صاحب آپ بھی بزدل ہی لکھ۔ اتنی جلد ہمت ہار گئے۔ میں جواب تو دے رہا ہوں کہ مرزا قادیانی نے یہ عیسائیوں کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اپنا عقیدہ ہی ان نہیں کیا۔

اختر..... جی ہاں اس کا جواب تو میں بھی دوستیں پاروے چکا۔ مگر اب مرزا قادیانی ہی کے الفاظ میں سنئے: ”اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرنے تو اس کو چاہئے کہ اعتراض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۲۴)

کہنے کیا مرزا قادیانی اس قسم کے حوالجات دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علت کا پاس رکھتے ہیں؟

جمیل..... بھی ابھی تک تو ہم نے ان کی علت کا پاس نہیں دیکھا۔ بلکہ کھلے لفظوں میں ان کی شان میں گستاخی ہی گستاخی دیکھی ہے۔

آخر..... اور سنئے، مرزا قادیانی کی صاف لفظوں میں فرماتے ہیں: "حضرت مسیح کی پیش گوئیوں کا سب سے عجیب تر حال ہے۔ بار بار انہوں نے کسی پیشگوئی کے معنی کچھ سمجھے اور آخر کچھ اور ہی ظہور میں آیا۔" (ازالہ ادہام ص ۶۹۰، خزانہ حج ۲۲ جس ۲۲) کیوں جی اب فرمائیے یہاں مرزا قادیانی نے کب لکھا ہے کہ یہ بھی عیسائیوں کا عقیدہ ہے؟

منظور..... مگر لکھا تو نہیں مگر مضمون سے تو متشرع ہو رہا ہے کہ عیسائیوں کا ہی یہ عقیدہ تھا۔

آخر..... اللہ اللہ آپ کے ترکیع کے بھی کیا کہنے! اور آگے پڑھئے صاف لکھا ہے: "حضرت مسیح کا مکاشفہ کچھ زیادہ صاف نہیں تھا اور کسی پیشگوئیاں ان کی بہ سبب غلط ہی کے پوری نہیں ہو سکیں۔"

(ازالہ ادہام ص ۶۹۰، خزانہ حج ۲۲ جس ۲۲)

جید..... یہ تو صاف مرزا قادیانی کی اپنی رائے معلوم ہو رہی ہے منظور صاحب! آخر اتنی ہٹ دھری بھی کیا؟

آخر..... اگر ابھی نہیں مانتے تو نہ کسی اور لبیجے امید ہے کہ چند حوالجات اور پیش ہونے پر مان جائیں گے۔ مرزا قادیانی (اعجازِ احمدی ص ۱۱۲، خزانہ حج ۹۷ جس ۱۱۲) پر لکھتے ہیں: "ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تینی پیشگوئیاں صاف طور پر جموئی لکھیں اور آج زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔"

نانظور! یہاں تو عیسائیوں کے عقیدہ کا انہما نہیں کیا اور نہ ہی عیسائیوں کے یہ نوع مسیح کے متعلق یہ لکھا ہے۔ بلکہ یہاں تو صاف طور پر عیسیٰ علیہ السلام لکھ دیا ہے۔ تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ ان کے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کی تینی پیشگوئیاں جموئی لکھیں۔ یعنی خدا بھی ان کا چیخا چھوڑ گیا اور وہی پیچ کر مٹکر ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام جھوٹے ثابت ہوئے۔ نعمہ باللہ ثم نعمہ باللہ۔ اور پھر لطف یہ کہ بچوں مرزا قادیانی کے کوئی اس زمین پر یہ جرأت نہ کر سکا کہ اس عقدہ کو حل کرے یا بالفاظ دیگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کر سکے۔

جمیل..... ہاں یہ عبارت تو اپنی شرح آپ ہی کر رہی ہے۔

آخر اور سنئے مرزا قادیانی (اولاًہ اوہام م ۳۲۲، جزو اول ج ۳۳ ص ۲۶۳ حاشیہ) پر یوں لکھتے ہیں: ”یہ اعتقاد کہ صحیح علی بن مریمؓ مثی سے چیزیا کی کھل کی چیز بنا کر اس میں اپنے دم سے روح ڈال دیتا تھا فاسد اور باطل ہے۔ بلکہ یہ مشرکوں کا اعتقاد ہے۔ کیونکہ علیؓ کے پاس عمل تراپ کے سوا اور کچھ نہ تھا اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکہ دیتا تھا۔ وہ اس حوض کی مٹی لایا تھا جس میں روح القدس کا اثر تھا اور اس مٹی کے کرشمے دکھا کر لوگوں کو ساری کی طرح فریب دیتا تھا۔“

اب غور فرمائیے کہ آیا اس جماعت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی حملہ پایا گیا ہے یا نہیں؟

منکور اس میں حملہ کون سا ہے؟ یہ امر واقعہ ہے جس کا انہمار کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی چیز پیدا کرنے کی طاقت نہ تھی اور بجز خدا تعالیٰ کے کسی میں یہ قدرت ہے بھی نہیں۔ آخر بات تو تھیک ہے گریز فرمائیے کہ جب خدا تعالیٰ خود ہی کسی سے یہ کام کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟

منکور یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا نہیں کیا کرتا۔

آخر کیا آپ مجذرات کے مکر ہیں؟ انبیاء کرام کے جس قدر مجذبے ہیں۔ وہ ظاہر ہیں کو تو قانون قدرت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ حالانکہ قدرت کے قانون جو قدرت ہی کو معلوم ہیں، آپ اور ہم قانون مقرر کرنے والے کون؟

حید مولانا قرآن مجید میں جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ آیا ہے: ”انی قد جنتکم بایہ من ربکم۔ انی اخلاق لكم من الطین کھیۃ الطیر فانفع فيه یکون طیرابا ذن اللہ“ ھی لفظ میں تمہارے پاس اپنے رب کی طرف سے ایک نشان لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ مٹی سے ایک جانور کی صورت بناتا ہوں۔ پھر اس کے اندر پھونکتا ہوں ہیں وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والا ہو جاتا ہے۔ ہم اس کا کیا مطلب ہے۔ ذرا اس کی تعریج تو کرو جیجے۔

منکور پروفیسر صاحب سے پوچھتے میں اس کی تعریج کیوں کروں؟

حید پروفیسر صاحب تو وہی تعریج کریں گے جو قرآن کریم کے الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے۔ میں تو آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اس کے مکر ہیں۔

جمیل قرآن کے صاف اور سلیمانی ترجمہ سے بھی پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہ مجذہ عطا فرمایا تھا۔ گر منکور صاحب بلکہ حضرت مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجذبے

سے تو انکاری تھے کیونکہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ مگر ان کی اپنی عبارت سے یہ پڑھ لٹا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میں تو یہ قدرت نہ تھی (اگرچہ وہ خدا دادی کیوں نہ ہو) مگر ایک تالاب کی مٹی میں یہ تاثیر ضرور تھی کہ اس سے جو جانور بنا�ا جاتا تھا وہ اڑنے لگتا۔

خالد..... خوب بہت خوب! مجیل صاحب نے عجیب سوال اٹھایا۔ کیوں جی مولا نا منظور الحسن صاحب! اس کا کیا جواب ہے کہ جب اس فعل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جائے تو یہ مشرک کا نہ عقیدہ کھلائے اور قانون قدرت کے بھی خلاف ہو جائے۔ مگر جب اسے تالاب کی مٹی یاروں القدس کے اثر کا نتیجہ قرار دیا جائے تو یہ عین اسلامی عقیدہ اور قانون قدرت کے مطابق ہو جائے۔

منظور..... اگر اسے عیسیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا تو خطرہ فنا کہ لوگ شرک میں جلتا ہو جاتے اور کہنے کہ عیسیٰ خود ایسا کرنے پر قادر ہے۔ مگر تالاب کی مٹی اور یاروں القدس کے متعلق یہ اختال نہیں تھا۔

خالد..... نہ مولا نا یہ صحیح نہیں۔ اس بات میں مجھے بھی آپ سے اختلاف ہے۔ اگر بول آپ کے کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اس پر قادر ہیں تو وہ تو یہ لیک مشرک ہو سکتا ہے۔ مگر جو یہ مانتا ہو کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام کسی چیز پر قادر نہیں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے یا کسی سے کردار ہتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق آپ کا یامرا زادیانی کا کیا حکم ہے؟ نیز تالاب کی مٹی میں اس تاثیر کا پایا جاتا کہ اس سے بولتا چالتا جانور تیار ہو جائے۔ کون سے قانون قدرت کے ماتحت ہے۔ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ قانون قدرت کے خلاف ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟

حمدید..... حرج ہو یا نہ ہو چونکہ وہ مرزا قادیانی کے خلاف ہے اس لئے غلط ہے۔ یہاں تو بس ایک ہی اصول ہے کہ جس بات میں مرزا قادیانی کی بن آتی ہو وہ صحیح ہے۔ اگرچہ خلاف عقل اور خلاف قرآن ہی کیوں نہ ہو اور جو چیز مرزا قادیانی کے ارشاد کے خلاف ہو وہ غلط ہے اگرچہ کتنی ہی ملک کیوں نہ ہو۔

مجیل..... اس اب مولا نا کا ناطق بند ہو گیا۔ چلنے پر ویسرا صاحب کچھ اور ارشاد فرمائیے۔

آخر..... (اعجاز احمدی ص ۲۳۳، نجز اول، ج ۱۹، ۱۳۳۶ء) کا جو حوالہ میں نے پیش کیا تھا۔ اس پر تو حضرت منظور صاحب نے یہ کہہ دیا کہ مرزا قادیانی نے شیطانی دوسرا محسن انجیل کی بناء پر لکھا تھا۔ مگر اب

یہاں فرمائیں کہ مرزا قادیانی کی اس عمارت کی کیا تاویل کریں گے۔

دیکھئے جاتا مرتقا دادیانی (ضیسر اجماع آئتم ۲، بخرا انج ۱۸۹۰ء) پر اقام فرمائے ہیں: ”عیسیٰ پرتن بارشیطانی الہام ہوا۔ اسی وجہ سے وہ وجود باری کاظمی مکرر تھا۔“ کہو جی اب کیا کہو گے؟

حید..... خاک کہیں گے جو پہلے کہا وہی کہیں گے اور کیا کہیں گے؟

خالد..... مولا نا آپ کوئی ایسا حوالہ دیں جس میں صاف اور صریح طور پر یہ معلوم ہو سکے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمدۃ توہین کی ہے۔ ان حوالجات پر تو نک ہو سکتا ہے کہ عالیفین کی عمارت کو نقل کرو یا ہو۔

جبیل..... وہ خالد صاحب! آپ ابھی تک نہیں سمجھے۔ ذرا یہ تو فرمائیے کہ حوالہ بالا میں مرزا قادیانی نے جو یہ لکھا ہے کہ ”اسی وجہ سے وہ وجود باری کاظمی مکرر تھا“، کس یہودی یا عیسائی کا یہ عقیدہ ہے جو مرزا قادیانی نے نقل کیا ہے؟

خالد..... بھی اگر یہ کسی یہودی یا عیسائی کا بھی عقیدہ نہیں تو مرزا قادیانی کا بھی تو یہ عقیدہ نہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام وجود باری کے قطعی مکرر تھے۔

جبیل..... چلو معاشر صاف ہو گیا جب کسی یہودی اور عیسائی کا بھی یہ عقیدہ نہیں اور خود مرزا قادیانی کا بھی یہ عقیدہ نہیں کہ وہ وجود باری کے قطعی مکرر تھے۔ اسی لئے ان پرتن بارشیطانی الہام ہوا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے کیوں ایسا لکھ دیا؟

حید..... میں تاؤں کیوں ایسا لکھا؟ عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی نظر وہیں سے گرانے اور ذمیل کرنے کے لئے۔

آخر..... اچھا جانے دیجئے اس بات کو۔ سنئے خالد صاحب ایک اور مفصل حوالہ بلکہ مقال۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب (لور القرآن نمبر ۳۶، ۳۷، ۳۸، بخرا انج ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹) پر پاری فتح تحریک کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آپ کے یسوع صاحب کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کب تک ان کے حالات پر روئیں۔ کیا یہ مناسب تھا کہ وہ ایک زانیہ عورت کو موقر دیتا کہ وہ میں جوانی اور حسن کی حالت میں نگھے سراس سے مل کر بیٹھتی اور نازد خڑھ سے اس کے پاؤں پر اپنے ہال ملتی اور حرام کاری کے عطر سے اس کے سر پر ماش کرتی۔ اگر یہ نوع کا دل بد خیالی سے پاک ہوتا تو وہ ایک بھی عورت کو نزد یک آنے سے ضرور منع کرتا۔ مگر ایسے لوگ جن کو حرام کار عورتوں کے چھونے سے

مرا آتا ہے۔ وہ اینے موقع پر کسی ناصح کی تصحیح بھی نہیں نہ کرتے۔ ویکھو یہو عجیب کو ایک غیرت مند بزرگ نے تصحیح کے ارادے سے روکنا چاہا مگر یہو صاحب نے اس کے چہرہ کی تر شروعی سے سمجھ لیا کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بیزار ہے۔ تو رندوں کی طرح اعتراض کو با توں میں ڈال دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ سمجھری اخلاص مند ہے۔ سبحان اللہ ایر کیا عمدہ جواب ہے یہو عجیب صاحب ایک زن کا عورت کی تعریف کر دیتے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے۔ دعویٰ خدا تعالیٰ کا اور کام یہ۔ سمجھ لاؤ جو شخص ہر وقت شراب سے سرست رہتا ہے اور سمجھروں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے میں بھی اول نمبر کا۔ جلوگوں میں اس کا نام ہی پڑ گیا ہے کہ پچھاڑا پیٹھا ہے۔ اس سے کسی تقتوں اور نیک بختی کی امید ہو سکتی ہے۔ کون علیحدہ اور پرہیز گاریے قفس کو پاک باطن سمجھے گا جو جوان عورتوں کے چھوٹے سے پرہیز نہیں کرتا۔ ایک سمجھری خوبصورت ایسی قرب بیٹھی ہے کویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لباکر کے سر پر عطرل رہی ہے اور کبھی عیندوں کو کوکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنازیاں بالوں کو عیندوں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں متاشہ کر رہی ہے اور یہو عجیب صاحب اس حالت میں وجد میں بیٹھتے ہیں اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اسے جھڑک دیتے ہیں اور طرفی یہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت اور پھر بھروسہ اور ایک خوبصورت کبھی عورت سامنے پڑی جس کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کبخت زانیہ کے چھوٹے سے اور ناز دادا کرنے سے کیا کچھ نفسانی جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور شہوت کے جوش نے پورے طور پر کام کیا ہو گا۔

اب اس عبارت کو غور سے پڑھو اور انصاف سے کہو کہ کیا یہ عبارت بھی انجلی اور ہائملی ہی سے اخذ کی گئی ہے یا الجاودہ میں ہے۔ مگر پڑھو اور بتاؤ کہ کیا اب بھی ”تو ہین انبیاء“ کے قاتل ہو گے یا نہیں؟
منظور..... بات و راصل یہ ہے کہ مرزا قادریانی نے الزام مخالفین ہی کا نقل کیا ہے گو الفاظ اپنے بیسا۔

آخر..... جی ہاں میں بھی سبھی کہہ رہا ہوں۔ ان کا الزام ان کے الفاظ میں نقل کر کے حال و می و دینا چاہئے تھا اور بس۔ نہ کہ ایک ہی بات کو مرے لے لے کر لکھنا چاہئے تھا۔
حمدید..... صحیک ہے خالد صاحب اور غور کیجئے بات صرف ایک ہی ہے مگر مرزا قادریانی نے اسے اتنا طول دیا لیکر مضبوط میں اس قدر سمجھ کر سے کام لیا ہے کہ خواہ تو وہ دوسروں کو یہ شبہ پڑ سکتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے لکھ رہے ہیں۔

جمیل..... بھائی! یہاں شہبکی بات ہی کیا ہے۔ عبارت خود اپنائپڑے رہی ہے کہ یہ ریس اقلم فتحی غلام احمد قادریانی کے قلم سے لکھی ہے اور وہی بزرگوار ہیں جو مزے لے لے کر ایسی باتیں لکھ رہے ہیں۔

خالد..... سچ ہج اب تو میں مرزا قادریانی سے بہت ہی بدظن ہو گیا ہوں۔ وال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ ایک خلاف (پارہی فتح مسح) کو اگر الراہی جواب ہی دینا تھا تو صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ کیوں تھی تم ایسے سچ مانتے ہو جن کے ہارے میں آپ ہی کی کتابوں میں یہ مرقوم ہے۔ آگے دو سطروں میں ان کی عبارت نقل کر کے حوالہ دے دیتے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادریانی ”اردو ادب“ تک سے نا آشنا تھے اور وہ سچھ طور پر لکھنا نہ جانتے تھے۔

جمیل..... الحمد للہ کہ اب بھی آپ کی آنکھیں کھل گئیں ورنہ آپ تو ہمیں بھی فرق کرنے والے تھے۔

منظور..... آپ نا حق مرزا قادریانی پر بدگمانی کر رہے ہیں۔ وہ نہایت شریف اور پاکہاز آدمی تھے۔ حید..... اجی حضرات ان کی شرافت اور پاکہازی پر تو کسی کو بھی لٹک نہیں۔ وہی ہیں جو دوسروں کی شرافت اور پاکہازی پر لٹک کرتے ہیں اور ایسی ایسی تحریریں اپنی کتابوں میں لکھ دیتے ہیں۔

جمیل..... سچ ہے ہر کسی کو آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے۔

منظور..... میں پھر بھی عرض کروں گا کہ آپ بدگمانی سے کام نہ لیں۔ مرزا قادریانی حضرت سعی کو خود ایسا نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ خالقین کو الراہی جواب دینے کے لئے وہ مجبور تھے کہ ایسا لکھتے۔

حید..... منظور صاحب آخر کوئی معقول جواب بھی ہے یا پار بار وہی رست لگائے جاؤ گے؟

جمیل..... کوئی معقول جواب ہو تو دیں۔ یہ تو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر میں یہ کہوں گا تو وہ بھی دی دی جواب دیں گے کہ کیا مرزا قادریانی ہی کے پیٹ میں الراہی جواب دینے کا در دامتھا رہا یا مدت محمد یہ میں سے کسی اور بزرگوار نے بھی ایسا جواب دیا۔

آخر..... تھی یہ تو الگ بات ہے۔ میں تو بار بار ان کی خدمت میں مرزا قادریانی ہی کے حوالجات سے یہ عرض کر چکا ہوں کہ وہ خود کہتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو الراہی جواب دینا پڑے تو اسے حضرت صلی اللہ علیہ السلام کی شان و عظمت کو لٹوڑ رکھنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی تحریر سے ان کی شان میں فرق آجائے۔ مگر جب خود لکھنے پڑتے ہیں تو نہ آگاہ دیکھتے ہیں نہ پہچا اور جو کچھ منہ میں آتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں اور لطف یہ کہ ساتھ ہی پھر یہ بھی ارتقا مفرماتے دیتے ہیں: ”حضرت سعی کے حق میں

بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے کوئی نہیں لکھا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔“

(تیاق القلوب میں بے، خزانہ انج ۱۵۰۵ ص ۳۰۵)

جیل..... جانے مولانا خالد صاحب کی تو تسلیم ہو گئی اور یہ تو مرزا ایت سے تائب ہو گئے۔ اب مولوی منظور احسن کو درست کرنے کے لئے کچھ اور حوالجات پیش کریں۔

آخر..... حقیقت کو سمجھنے اور اصلاحیت کو پالینے کے لئے توانی ہی حوالے کافی تھے۔ مگر خیر اور بھجتے۔ یہاں کیا کمی ہے۔ ابھی تو یہ کل نصف حوالجات ہی پیش ہوئے ہیں۔

خالد..... خوب! گویا ابھی آپ کے پاس مرزا قادریانی کی تقسیمات سے اتنی ہی اور تحریرات باقی ہیں۔ جن میں تو ہی ان بیانات کا پہلو نمایاں ہو رہا ہے؟

آخر..... جی ہاں بھجتے اور سنئے۔ ایک دفعہ بعض لوگوں نے مرزا قادریانی پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کے مرید داڑھی منڈڑا تے ہیں تو مجھے اس کے آپ انہیں سمجھاتے یا داڑھی رکھنے کی تائید کرتے اور اس کی سفیہ داہیت پر تقریر فرماتے۔ آپ مخالفین سے یوں گویا ہوئے: ”لوگ کن بیہودہ اعتراضوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ظاہر کو دیکھتے ہیں، ہم باطن کو۔ حضرت علیٰ پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ نے قاہشہ عورت سے عطر کیوں طویا تو انہوں نے کہا کہ تو پانی سے میرے پاؤں دھوتا ہے۔ مگر عورت آنسوؤں سے۔۔۔ خدا کے نزدیک خلوص شرط ہے اور حقیقت میں حضرت سعیج نے تھیک فرمایا۔“ (ملحظہ ہوا خبار بدر، ۲۴ ستمبر ۱۹۹۸ء)

اب غور فرمائیے کہ ایک طرف تو اس فعل کو محض ”الازام علی الحجح“ قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف ذاتی اغراض کے لئے اسے بالکل ”عمل صحیح“ ظاہر کر کے اسے باطن شناختی بتلا کیا ہے۔ مگر جب میسا تیوں سے مقابلہ پڑتا ہے تو اسی فعل مسخن کو یوں کے شہوت پرست ہونے کی دلیل بتالیا جاتا ہے۔

حید..... کیوں مولوی منظور احسن صاحب! اب کیا ارشاد ہے؟

جیل..... بھی اب آپ ان سے طرازہ پوچھیں وہ خود اس معاملہ پر غور فرمارہے ہیں۔

آخر..... اچھا آگے چلنے کچھ اور سنئے۔ ارشاد ہوتا ہے: ”صحیح کا چال چلنے ہی کیا تھا ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاپدشت عابدِ حق کا پرستار، مٹکر، خود میں، خدائی کا دعویٰ کرنے والا تھا۔“

(کمپیوٹ احمدیہ انج ۱۸۹)

مرزا قادریانی یہ سب کچھ لکھتے ہیں اور بھر فرماتے ہیں کہ: ”حضرت صحیح کے حق میں بے ادبی کا کوئی کلمہ میرے منہ سے نہیں لکھا۔“

آخر..... اچھا سنئے اب والدہؐ حضرت مریم صدیقہ پر بہتان تراشا جاتا ہے اور وہ بہتان جس کی نظر آپ کو اور کہنی شمل سکتے گی۔ (ایامِ اصلح ص ۲۶، خزانہ انج ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۰۰۳ء) پار شاد ہوتا ہے: "افغان لوگ یہودیوں کی طرح مسکنی اور نکاح میں فرق نہیں کرتے اور کتواری لڑکیوں کو منسوب لڑکوں کے ساتھ ملنے میں کوئی مفاسد نہیں سمجھتے۔ مثلاً حضرت مریم صدیقہ (والدہؐ صیلی) کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ ملنا جلتا اور اس کے ساتھ ہی گھر سے باہر پھرتے رہنا اس امر کی پچی شہادت ہے۔"

حمدی..... ہاں ہالِ تھیک ہے کہ کوئی غیور مسلمان ایسے کلمے نہیں سن سکتا۔ مگر لکھنے والے کی بے غیرتی ملاحظہ ہو کہ کس دلیری سے مریم کو صدیقہؐ بھی کہتا ہے اور زنا کا ربھی ٹابت کر رہا ہے۔

منکور..... اجی حضرت! آپ اصل عبارت تو دیکھیں یہ پروفیسر صاحب نے ترجمہ کر دیا ہے۔

آخر..... میں نے ترجمہ نہیں کیا۔ لمحے کتاب حاضر ہے۔ اصل عبارت خود پڑھ دیجئے۔ سب لکھ پڑھے آدمی ہیں۔ ترجمہ خود کو بخیلیں کے۔

منظور..... نہیں نہیں آپ پڑھئے۔ مگر فارسی عبارت پڑھئے۔

آخر..... لمحے فارسی عبارت یہ ہے: "یہود فرقے میان نسبت و نکاح نہ کر دہ و خزانہ از طاقات و خلائق با منسوب مفاسد نہ گیر دہ۔ مثلاً اختلاط مریم صدیقہ با منسوب خودش یوسف و بعیت دے خارج بیت گردش نہود شہادہ حقہ بر ایں رسم است۔"

(ایامِ اصلح ص ۲۷۳، خزانہ انج ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۰۰۳ء)

کیوں جتنا بات افرمائیے کہ میں نے ترجمہ میں کیا کی بیشی کی تھی۔

خالد..... مولوی منکور الحسن بات تو وہی ہے جو پروفیسر صاحب نے پہلے کہی۔ اصل عبارت میں مریم صدیقہ اور شہادہ حقہ موجود ہیں اور یہی دو وزن دار لفظ ہیں جو مرزا قادری کی بہتان طرازی پرداں ہے۔

آخر..... یہ بات صرف ایامِ اصلح ہی میں نہیں لکھی بلکہ ودرسی چکر اور بھی واضح کر دی ہے۔ جس سے پیدا چلتا ہے کہ مرزا قادری کی اپنی تحقیق سیکھی تھی کہ مریم صدیقہ اپنے منسوب یوسف کے ساتھ گھر سے باہر پھرا کرتی تھی اور اس کا تجھے یہ ہوا کہ قل نکاح ہی اس کو ناجائز حمل ہو گیا۔ چنانچہ مرزا قادری کے اپنے الفاظ یہ ہیں: "مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تین نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت امیر ارادے بجهہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت میں حمل میں کیوں نکار نکاح کیا گیا اور بقول (مس) ہونے کے عہد کو کیوں ناق

توڑا گیا اور تعداد از واج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں، جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔“

(کشی نوح ص ۱۶، خزانہ نج ۱۹ ص ۱۸)

جمیل..... العیاذ باللہ۔ خالد صاحب! فرمائیے اب اس سے زیادہ اور کیا لکھا جا سکتا ہے۔ جسے تو ہین پر محول گروانا جائے۔

خالد..... بخدا میں تواب پچے دل سے تائب ہو چکا ہوں اور کشتی نوح کی یہ عبارت سننے کے بعد یقین رکھتا ہوں کہ اگر کسی احمدی (مرزا آئی) میں رتنی بھربھی ایمان ہوا تو وہ یقیناً مرزا بیت سے الگ ہو جائے گا اور مرزا قادریانی پر ہزار ہزار نفرین بھیجے گا۔

منظور..... وہ خالد صاحب آتی جلد تور بدل کے۔ چھ سال آپ حلقہ احمدیت میں رہے اور بد لئے میں اب چھ منٹ بھی نہ لگائے۔ کم از کم اس کے متعلق میرا جواب تو سن لیتے۔

خالد..... چھوڑیے صاحب! آپ کا جواب کیا ہو گا۔ یہی نا؟ کہ مرزا قادریانی کا یہ اپنا عقیدہ نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے دوسروں کے اقوالِ قتل کئے ہیں۔

منظور..... ہاں ہاں بات بھی تو یہی ہے کہ مرزا قادریانی خود ہی سائیوں ہی کی کتابوں سے یہ باتیں نقل کر رہے ہیں۔

خالد..... لس کچھیں مولا نا! آپ کی علیت کا بھی مجھے آج ہی پڑتے چلا۔ میں حران ہوں کہ آپ کیوں کر کر مرزا بیوں میں رئیں المناظرین بن گئے ہیں۔ آپ کی علیت کا تو یہ عالم ہے کہ ہر اعتراض کے جواب میں بھرا ایک بات کے اور کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔

حید..... اچھا مولا نا یہ فرمائیے کہ مرزا قادریانی کا قرآن کریم کریم پر بھی ایمان تھا یا نہیں؟
منظور..... تھا اور ضرور تھا۔

حید..... مگر ان کی ان بہکی بہکی باتوں سے تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قرآن مجید پر بھی ایمان نہیں تھا۔

منظور..... وہ کس طرح؟

حید..... یوں کہ مرزا قادریانی ہر جگہ قرآن کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی روایات میں سرگردان رہتے تھے۔ چنانچہ مثال کے طور پر آپ اسی حوالہ کو لے لیں۔ جو (کشی نوح ص ۱۶، خزانہ نج ۱۹ ص ۱۸) اور (ایام اسلیع ص ۱۵، خزانہ نج ۱۳ ص ۲۰۰) سے پیش کیا گیا۔ اس میں مرزا قادریانی نے کسی کتاب کا حوالہ دیے بغیر بطور اپنی تحقیق کے یہ دو چیزیں پیش کی ہیں:

..... مریم صدیقہ کا نکاح سے قبل اپنے منسوب یوسف سے ناجائز تعلق رہا۔ جیسا کہ یہود میں روایج تھا۔

۲..... مریم کا نکاح اور حمل بزرگان کے اصرار پر یوسف نجار سے ہوا۔ مگر قرآن کریم ان کی تردید کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو پا رہا ۱۶ اجہاں اللہ تعالیٰ نے بُنَانِ مَرِيمَ یہا شاذ فرمایا: ”قَالَتْ أُنْثِي يَكُونُ لِي غَلَامٌ وَلَمْ يَمْسِسْنِي بِشَرٍ وَلَمْ أَكُ بِغَيْرِهَا“ (یعنی جب مریم صدیقہ کے پاس فرشتہ لڑکے کی بشارت لے کر آیا تو اس نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیوں نکر پیدا ہو گا۔ مجھے تو ابھی تک کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔)

اس آیت میں ہمیں بات کی نہ صرف نئی کی گئی ہے بلکہ تردید بھی ہے اور زور دار الفاظ میں تردید ہے۔ جسے ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد جب لڑکا پیدا ہوتا ہے اور مریم صدیقہ اسے لے کر اپنی قوم کے پاس آتی ہے۔ تو قوم نہایت حیرت و استعجاب سے اسے کہتی ہے: ”قَالَوْا يَمْرِيمَ لَقِدْ جَئَتْ شَيْئًا فِرَيْدًا۔ يَأْخُذْ هَارُونَ مَلَكَانَ أَبُوكَ امْرَا سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أَمْكَ بِغَيْرِهَا“ (یعنی اے مریم یہ پچھلے کہاں سے لے آئی۔ تیرے تو ماں ہاپ بھی بدکار نہ ہے۔ نہ تو بدکار تھی۔ پھر یہ کیوں نکر پیدا ہوا؟)

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ قوم خود حیران تھی کہ پچھلے کیوں نکر پیدا ہوا؟ مریم خود صاحب اور پارسا اس کے ماں ہاپ نیک اور متقد، پھر یہ پچھلے کیوں نکر ہوا؟ اگر قوم بحالت حمل خود یوسف نجار سے نکاح کرتی تو یہ سوال نہ کرتی اور اسے اس پر کوئی استعجاب نہ ہوتا۔

پس معلوم ہوا کہ مرزا قادریانی یا قرآنی تعلیم سے بے خبر تھے یا دیدہ دانتہ قرآن تعلیم سے ان غاضب فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے استدلالات کا دار و دار زیادہ ترا اسرائیلیات پر ہے۔

خالد..... وَا هَمْزِيدَ صَاحِبَا آپ نے بھی سماں کر دیا۔ مخداؤ آپ بھی تو پھر ستم لٹکے۔ میرا خیال تھا کہ آپ صرف بی اے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپ قرآن مجید میں بھی خوب درک رکھتے ہیں۔

حید..... یہ حضور فیصل صاحب کے فیض صحبت کا اثر ہے:

جَاهَ هَمْزِينَ درَّ مِنْ اَثْ كَرَد

وَكَرَهَ مِنْ هَا خَامَ كَرْ مِسْمَ

جمیل..... چھوڑو بھائی یہ گھنگو پھر ہو جائے گی۔ مولوی مظہور الحسن سے پوچھو کر ان کی بھی کچھ تلسکین

ہوتی یا نہیں؟

خالد..... بھائی میری طرح دہ اپنی رائے کا جلد تو اظہار نہیں کریں گے۔ آخر تجوہ دار بلیغ ہیں۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان کو چھوڑوں گا نہیں۔ انشاء اللہ جلد ہی کھینچنے کی کوشش کروں گا۔ وہی سے کچھ مکدر تو ہو چکے ہیں۔ چھروں سے ول کی کیفیت نمایاں ہو رہی ہے۔

منظور..... آپ میری فکر نہ کریں۔ میں تمہائی میں ان چیزوں پر غور کروں گا۔ ہاں اگر کوئی اور حوالہ رہ گیا ہے تو پہلک سنا دیجئے۔

آخر..... سنئے یہاں دیر کیا ہے۔ مرزا قادیانی اپنی مشہور کتاب چشمہ سیکی کے (ص ۲۶، خزانہ حج، ۱۹۰۰ء، ص ۲۵۵، ۲۵۶) پر لکھتے ہیں اور کسی صفائی سے کشتی نوح والی عبارت کی تصدیق کرتے ہیں: ”لیکن جب چھ سات مہینہ کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کا بیٹا پیدا ہوا۔ وہی عیسیٰ یا یوسع کے نام سے موسوم ہوا۔“

جبیل..... کیوں ہی مولا نا منظور صاحب! کیا اس عبارت کی بھی اب کچھ تاویل ہو سکتی ہے اور یہاں بھی یہ کہنے کی تجویز ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ دوسروں کی عبارت نقل کی ہے۔

منظور..... بھائی بات اصل میں یہ ہے کہ آپ مرزا قادیانی کا مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ حضرت قادیانی نے اپنی کتاب (مواہب الرحمن ص ۲، خزانہ حج ۱۹۹۱ء) میں صاف طور پر یہ لکھ دیا ہے کہ صحیح علیہ السلام کی ہیں اپنے پیدائش ہمارے عقائد میں سے ہے۔ حضرت مریم قبل از نکاح حاملہ ہوئی اور اس سے قبل از نکاح بیشتر کسی مرد کے حاملہ ہونا قرآن اور انجلیل کی رو سے ثابت ہے جس کا کسی کو انکار نہیں ہے۔

جبیل..... یہ عجیب گورکھ دھندا ہے۔ اور حضور کچھ لکھتے ہیں، ادھر کچھ تو معلوم ہوا کہ آپ کے کلام میں ہی تناقض ہے۔ غالباً بھی وجہ ہے کہ قادیانی مرزا کی کتب ہی سے ان کی نبوت ثابت کرتے ہیں اور لا ہوری ان کی تصانیف ہی سے یہ تاتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ دعویٰ کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔

حیدر..... حققت بھی بھی ہے کہ مرزا قادیانی کے کلام میں تناقض ہوت ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں اور دوسری جگہ اس کے خلاف کچھ اور لکھ دیتے ہیں۔ جس سے ان کے حافظ کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔

آخر..... خیر اس چیز کو بھی رہنے دیجئے۔ اس پر پھر گفتگو ہو گی کہ آیا مرزا قادیانی ”تع الدماع“ بھی

تھے یا نہیں؟ اس وقت تو نکاح مریم پر گنگوہ ہو رہی ہے۔ مرتaza قادیانی فرماتے ہیں کہ حالت حل میں نکاح ہوا۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ نکاح قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے یا مرتaza قادیانی ہی کو الہام ہوا ہے۔

منظور..... اگر قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو نہ کسی۔ انجلی سے تو ثابت ہے۔ مرتaza قادیانی نے انجلی ہی کے بھروسہ پر لکھا ہے۔

آخر..... تو گویا مرتaza قادیانی اور مرتaza نبیوں کے عقائد کا انحصار قرآن و حدیث پر نہیں۔ بلکہ انجلی اور اقوال یہود پر ہے۔ سچا وجہ ہے کہ وہ ہر جگہ جمہور مسلمین کے عقائد کے خلاف حضرت میریم صدیقہ کو یوسف نجار کی بیوی لکھتے ہیں۔ الحیاۃ باللہ

حید..... پروفیسر صاحب! آپ حیران کیوں ہیں؟ ممکن ہے مرتaza قادیانی کو بذریعہ تو جی اس نکاح کی اطلاع دے دی گئی ہو۔ جیسا کہ محمدی یتیم کے نکاح کی اطلاع آپ کو دی گئی کہ آسان پر ہو چکا ہے۔

جمیل..... خوب، بہت خوب!

خالد..... اچھا آخر صاحب! آپ کچھ اور فرمائیے۔

آخر..... کیا ابھی تک آپ کی تینکیں نہیں ہوئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مرتaza قادیانی کے کلام باافت نظام سننے کا بہت شوق ہے۔

خالد..... می ہاں! جب شوق تھا تاب کلام مرتaza کوئی نہ سنا تھا اور اب جو سننا اور اسے حق سمجھا تو احمدیت سے خارج ہو گیا۔

جمیل..... یہ بھی آپ نے خوب کہی۔ یعنی اگر کوئی کلام مرتaza کی تاویل کرے تو وہ سچا مرتaza کی اور احمدی اور جو اسے ہنفی تھیک سمجھے اور اس کی کوئی تاویل نہ کرے وہ کافروں اور دائرہ احمدیت سے خارج ہو جائے۔

حید..... خیراب آخر صاحب ایک حوالہ اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا وہ بھی سن لجھئے۔

آخر..... ہاں نہیں۔ مرتaza قادیانی (اخبار الحرمین جرجیہ ۱۹۰۲ء میں کاملاً ۲۰،۲۱۶) میں اسی مشمول کو ذرا واضح سے یوں ارقام فرماتے ہیں: ”بزرگوں نے بہت اصرار کر کے ببرعت تمام مریم کا اس (یوسف نجار) سے نکاح کرایا اور مریم کو بیکل سے رخصت کر دیا۔ تا خدا کے مقدس گمراہ کتہ جیسا نہ ہو۔ کچھ تھوڑے دنوں کے بعد یہ وہ لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام یوسوں رکھا گیا۔“

جمیل..... لمحے جاتا مولانا مختوم صاحب! اس عمارت سے پہلے حوالہ کو اور بھی تقویت مل گئی۔

اب فرمائیے اس کی تاویل کیا ہوگی؟

حید.....بھی! کیا قادیانیوں کے ہاں تاویل بھی کچھ مشکل ہے۔ ویکھو وہ کچھ نہ کچھ کر دیں گے۔
منظور.....ہاں جناب اس کی تاویل میں تو کوئی وقت نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے۔
انا جیل کی بنار پر لکھا ہے۔ کیونکہ وہاں ایسے ہی لکھا ہے کہ ”بعد میں مریم کا یوسف نجار سے نکاح ہو
گیا۔“

جمیل.....مولانا خدا کے لئے کچھ انصاف سے بھی کام لجھتے۔ ایک دن مرنا ہے اور خدا کے سامنے
حاضر ہوتا ہے۔ وہاں مرزا قادیانی کی یہ محبت کچھ کام نہیں آئے گی۔ اگر انہا جیل میں یہ لکھا ہے تو پھر
عیسائی تو پہلے ہی سے اس کے قائل ہیں۔ مرزا قادیانی کے لکھنے سے کیا حاصل؟ یہ تو کوئی الزامی
جواب بھی نہیں ہے۔ بلکہ ان کا ایک تسلیم شدہ واقعہ ہے جسے نہ صرف لکھ کر ایک فضول حرکت کی گئی
ہے۔ بلکہ عیسائیوں کو یقین دلا دیا ہے کہ ہمارا عقیدہ بھی بھی ہے۔
حید.....کیا مرزا قادیانی سے پہلے تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی مسلمان نے اس عقیدہ کا اظہار کیا
ہے؟

آخر.....جہاں تک مجھے تاریخ اسلام پر عبور ہے۔ مرزا قادیانی کے سوا کسی ایک مسلمان نے بھی
اس عقیدہ کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ سب یہی لکھتے چلتے آئے کہ مریم صدیقہ کا نکاح کسی سے بھی نہ
ولادت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوانہ بعد میں ہوا۔ مسلمانوں کا عقیدہ تواب تک یہ ہے۔ ہاں
یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک یہیں نکاح ہو گیا۔

حید.....تو معلوم ہوا کہ اس عقیدہ کے اظہار میں صرف مرزا قادیانی ہی عیسائیوں اور یہودیوں
کے ساتھ ملے ہیں اور کوئی مسلمان ان سے متفق نہیں ہوا۔

آخر.....پیش کیجئے!
خالد.....کیا مولانا منظور الحسن صاحب تجھے آج تک کسی مسلمان نے ایسا نہیں لکھا؟
منظور.....مجھے معلوم نہیں۔ کوئی لکھے یا نہ لکھے، یا اپنی اپنی حقیقت ہے۔

جمیل.....تو کیا مرزا قادیانی سے پہلے ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں کوئی حقیقت پیدا نہیں ہوا؟
دنیا میں صرف ایک مرزا قادیانی ہی تحقیق ہوئے ہیں جو بڑی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ ہیں کہ
مریم صدیقہ کا نکاح یوسف نجار سے ہو گیا تھا۔ العیاذ بالله!

حید.....خالد صاحب! ذرا غور فرمائیے آپ بھی تاریخ اسلام اور مورخین اسلام پر نا ز کیا کرتے
ہیں اور خلافتین اسلام سے یہ کہا کرتے ہیں کہ دنیا نے تاریخ میں مورخین اسلام کا کوئی مقابلہ نہیں کر

سکا۔ گر آج مظہور صاحب کے ارشاد کے مطابق تمام مومنین اسلام کی روایات تو ناقابل اعتاد ہیں اور عیسائیوں کی چند بے سرو پار و ایکس جھٹ ہیں۔ کئے مرزا قادریانی نے ان کی آڑ لے لی ہے۔ خالد..... لس بھائی! اب مجھے نہ چھیر د۔ بخدا میں تو پچھتا رہوں کہ میں اتنا عرصہ گمراہی میں پھنسا رہا۔

آخر..... نہیں جتاب گھبرا یے نہیں۔ ابھی کچھ حوالے اور ہیں۔ وہ بھی سن لیجھ۔

جیل..... ہاں ہاں ناییے اور ضرور ستائیے تاکہ خالد صاحب کا ایمان پختہ ہو جائے۔

حید..... خالد صاحب کا ایمان تو ماشاء اللہ پختہ ہو چکا۔ اب مولا نما مظہور الحسن کی فکر کرنا چاہئے کہ خدا ان کو بھی صراط مستقیم پر لے آئے۔

جیل..... ہاں پر وفیر صاحب اب کون سا حوالہ باقی رہ گیا ہے؟

آخر..... وہ بھی اسی کے متعلق تھا کہ قرآن کریم نے اور اسلامی مومنین نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی بھائی کا ذکر نہیں کیا۔ مگر مرزا قادریانی اپنی کتاب (کشی نوح ص ۱۶۱۹۱۸) پر لکھتے ہیں: ”اور یوسعؐ کے چار بھائی اور دو بیشنس حصیں۔ یہ سب یوسعؐ کے حقیقی بھائی اور حقیقی بیشنس حص۔ یعنی سب یوسف اور مرزا کی اولاد تھی۔“

کیوں بھی! اس عبارت سے بھی کچھ حضرت سعیؐ علیہ السلام کی توہین متریخ ہو رہی ہے یا نہیں؟

منظور..... اس میں توہین کیا ہے؟ ایک تاریخی واقعہ ہے جو مرزا قادریانی نے تحریر فرمادیا ہے۔

آخر..... بھی ہاں! واقعہ تو تاریخی ہے۔ مگر واقعات کے خلاف ہے اور خود مرزا قادریانی ہی کے مسلمات کے خلاف ہے۔

منظور..... وہ کیوں کھکر؟

آخر..... سنئے امرزا قادریانی فرماتے ہیں کہ یوسعؐ کے چار حقیقی بھائی اور دو حقیقی بیشنس حصیں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ عیسائی حضرت یوسعؐ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ چنانچہ انجلیل میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اگر عیسائیوں کے نزدیک سعیؐ کے چار بھائی اور دو بیشنس بھی مسلم ہوتیں تو یقیناً ان کو بھی خدا کے بیٹے اور بیٹیاں لکھا جاتا۔ مگر نہ کہیں انجلیل میں یہ لکھا ہے اور نہ ہی کوئی عیسائی اسے تسلیم کرتا ہے۔

منظور..... وہ ان چاروں کو کیوں کھکر خدا کا بیٹا کہیں۔ وہ تو یوسف نبی اور کسی روح اللہ تھے۔ اس لئے وہ خدا کا بیٹا کہلاتے رہے۔

آخر..... جی ہاں بھی تو میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ وہ روح اللہ تھے۔ جب حمل نہر گیا بعد میں نکاح ہوا۔ مگر یہاں (کشی نوح ص ۱۹۱۸ ص ۱۸) پر صاف اور واضح الفاظ میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ سب حقیقی بھائی اور بہنیں تھی جو یوسف کی اولاد تھے۔ اس جگہ صاف طور پر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یوسف نجار کی اولاد قرار دیا ہے اور اسی میں ان کی توہین ہے۔ حمید..... وہ مولا نا! آپ نے بھی تو کمال کر دیا۔ استدلال ہو تو ایسا ہی ہو۔

جمیل..... لبجنہ منظور صاحب بھی اب خاموش ہو گئے۔ بھلا اس کی تاویل اب کیا کریں گے؟

حمید..... کوئی جی مرزا قادیانی اب بھی عیسیٰ علیہ السلام کا پچھا چھوڑیں گے یا نہیں؟

آخر..... آپ اتنے جلد ہی گھرا گئے۔ ابھی تو کئی حاجات باقی ہیں۔ مگر ختم میں آپ کی خاطر اب اختصار سے کام لیتا ہوں۔ سننے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق پر حملہ کرتے ہوئے اپنی کتاب (چشمہ تہجی ص ۱۶، خزانہ ح ۲۰ ص ۳۳۶) پر ارتقا فرماتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہاں یہ نوع صحیح نہیں بلکہ "عیسیٰ علیہ السلام" لکھتے ہیں:

"تبوب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انہیں کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھایا اور دوسروں کو یہ حکم بھی دیا کہ تم کسی کو ناخون مت کو۔ مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو دلدار حرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور برے برے نام رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھادے۔ پس کیا انکی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے"

کوئی مولا نا منظور صاحب اس عمارت سے بھی کوئی توہین کا پہلو متریٹ ہو رہا ہے یا نہیں؟

جمیل..... وہ کہہ دیں گے کہ اس میں کوئی توہین نہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی ہربات مستحسن ہی نظر آتی ہے انہیں۔

آخر..... اچھا اگر اس سے بھی تسلیم نہیں ہوتی تو اور سن لیں۔ مرزا قادیانی (مسیر انعام آنحضرت ص ۹، خزانہ ح ۱۶ ص ۲۹۳) پر حضرت عیسیٰ کے متعلق یوں گوہرا شافعی کرتے ہیں: "هم ایسے ناپاک خیال اور مثکر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آؤی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔"

حمید..... تو یہ کس قدر دردیہ وہ وہی ہے۔

منظور..... جناب یہ خاص عبارتیں آپ کو سنارہے ہیں۔ جن کو سیاق و سبق سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر آپ آگے پیچھے سے پوری عبارت پڑھیں تو اس کا مطلب ہی کہ اور ہو جائے۔

آخر..... بیجے یہ کتاب۔ آپ خود یعنی اس کی اگلی پیچھی عبارت پڑھ کر ان کو سنادیں اور جو مطلب لکھا ہو وہ بھی سمجھاویں۔

جمیل..... ابی جانے دیجئے پھاک سمجھائیں گے۔ اردو عبارت ہے جسے پچھپے سمجھ سکتا ہے۔ عربی یا عبرانی تھوڑی ہے کہ ہم سمجھنہ سکتیں۔

حید..... تاہم اس کے سیاق و سبق کا مطلب تو ان سے پوچھ لیجئے۔ شائد اب کوئی نئی تاویل کریں۔

جمیل..... نئی تاویل کیا خیر کے ہاتھ سے لاٹیں گے۔ وہی کہنیں گے جو پہلے کہتے آئے ہیں۔

حید..... کہنے والا نامنظور الحسن صاحب! اس کا سیاق و سبق سے کیا مطلب لکھا ہے۔

منظور..... ابی اس میں یہ سایہوں کو اڑایی جواب دیا گیا ہے اور اس کی انجیلی تعلیم کا تذکرہ کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ جس مسیح کی تعلیم یہ ہوا خالق یہ ہوں اسے آپ کیونکر خدا کا پیٹا کہہ سکتے ہیں۔ یا نی قرار دے سکتے ہیں۔

جمیل..... کیوں تھی وہی بات ہوئی تا۔ جو میں پہلے کہتا تھا کہ یہ ایک ہی رث لگائے چلے جائیں گے اور کوئی نئی تاویل پیش نہ کر سکتیں گے۔

آخر..... اچھا لیجئے اب ایک حوالہ اور سن لیجئے۔ مرزا قادیانی اپنی اور فضیلت جاتے ہیں اور کس انداز سے اس کا اظہار فرماتے ہیں: ”عیسیٰ بن مریم کو آدم سے صرف ایک مناسبت تھی کہ بغیر باپ کے بیدا ہوا اور وہ مناسبت بھی ناقص کیونکہ ماں موجود تھی۔ مگر میں روحاںی طور پر بغیر باپ اور ماں کے ہوں۔ کیونکہ نہ کوئی مرشد رکھتا ہوں جو بجائے باپ کے ہو اور نہ خاندان ثبوت جو بجائے ماں کے ہو اور میں آدم کی طرح قوام ہوں اور حضرت عیسیٰ تو ام نہیں تھا اور آدم کی طرح خوزیری کی مجھ پر تہمت لگائی گئی اور آدم کی طرح میں جمالی اور جلالی دونوں رنگ رکھتا ہوں۔ مگر حضرت عیسیٰ محض جمالی رنگ تھا۔ اس لئے میں آدم کے لئے مظہر قائم ہوں۔ مگر حضرت عیسیٰ مظہر اتم نہیں تھا۔“

(نڈول اسح ص ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، انج ۱۸۱۸ء)

حید..... وادی سجان اللہ! مقابلہ ہوتا یا ہی ہو۔ ان کے ماں باپ تو جسمانی دیکھے جائیں اور اپنی باری آئے تو روحاںی پیش کر دیئے جائیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ بھی غلط ہے۔ مرزا قادیانی تو سکول میں کئی اسنادوں کے سامنے گھنٹے رگڑ کر تعلیم پا تے رہے (جو سب کے سب ان کے

روحانی باپ ہوئے) مگر میں علیہ السلام تو کسی ایک مدرس میں بھی داخل نہ ہوئے تھے۔
 جیل..... خیر اس سے ضرور ثابت ہوا کہ مرزا قادری اپنی ہر حیثیت میں علیہ السلام کو اپنے سے کتر
 ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اسلام میں بھی ایک بڑا جرم ہے جو ہول مرزا کفر ہے۔
 اختر..... جی ہاں! مرزا قادری اپنی فضیلت کا وحدتو را نہایت واضح الفاظ میں پیش رہے ہیں۔
 اگر کوئی قادری اپنے نامے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

حید..... کیا کسی اور جگہ بھی مرزا قادری نے اپنی فضیلت اور بڑائی کا اظہار کیا ہے؟
 اختر..... کیوں نہیں۔ ملاحظہ ہو (حقیقت الوعی ص ۱۳۸، غزوائیں ج ۱۵۲) ارشاد ہوتا ہے: "خدانے
 اس امت میں سے سچ موعود بیجھا ہے جو اس پہلے سچ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔"
 جیل..... کیوں مختار صاحب اس سے بھی حضرت میں علیہ السلام کی کرشمہ ہوتی ہے۔ یا نہیں؟
 اختر..... اگر نہیں مانتے تو سنئے۔ مرزا قادری اپنی اسی کتاب (حقیقت الوعی ص ۱۳۸، غزوائیں ج ۱۵۲) پر یوں گویا ہوئے ہیں: "مجھے تم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میوی جان ہے۔ کہ
 اگر سچ ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھے
 سے ظاہر ہوئے ہیں، وہ ہرگز نہ کھا سکتا۔"

حید..... اب تو معاملہ بالکل صاف ہے۔ مرزا قادری اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہے۔
 اختر..... ہاں اور نئے (کشی نوح ص ۱۶، غزوائیں ج ۱۹ ص ۷) پر لکھتے ہیں: "سچ محمدی سچ موسوی سے
 افضل ہے۔" پھر اسی کتاب کے ص ۱۳، غزوائیں ج ۱۹ ص ۱۷ پر یوں گوہرانش ہیں: "مثیل موسیٰ
 موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم میں این مریم سے بڑھ کر۔"

مختار..... تو اس میں بات کون سی ہے۔ جب خدا نے ان کو ان سے افضل بنا یا تو اس کے اظہار میں
 کیا حرج ہے؟

حید..... جی کبھی پہلے خالد صاحب کا خیال تھا۔ مگر وہ تو مان گئے کہ مرزا قادری اپنی کو کسی طرح بھی یہ
 حق حاصل نہیں کر سکتا ہے کمپائے بغیر اپنے آپ کی میں علیہ السلام پر فضیلت دیں۔ ہاں اگر دیں
 تو پھر جوست میں کوئی قرآنی آیت پیش کریں یا کم از کم اپنا الہام ہی پیش کریں۔ جس کی رو سے وہ
 میں علیہ السلام پر اپنی فضیلت ظاہر کر رہے ہیں۔

جیل..... بھائی! الہام کی خود رت کیا ہے ان کا کہہ دیا ہی الہام ہے۔
 اختر..... جیسا کہ انہوں نے آپ جیسے مفترضوں کے اعتراضات سے بھگ آ کر غصہ کی حالت میں
 خود کی کھدیا ہے: "جب کھانے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے سچ کو

اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم سچ این مریم سے اپنے تین افضل قرار دیتے ہوئے۔ (حقیقت الولی ص ۱۵۵، خزانہ حج ۱۵۹ ص ۲۲۲)

جمید..... گویا اس سے تین باتیں ہاتھ ہوئیں۔ اول یہ کہ فی الحقیقت سچ این مریم سے افضل تھے۔ دوم یہ کہ جو شہادت مانے وہ شیطانی وساوں کا فکار ہو رہا ہے۔ سوم یہ کہ اس فضیلت کا ذکر نہ صرف خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ نے پہلے کر دیا ہے۔ بلکہ تمام نبیوں نے بھی اس پر پھر تصدیق جبت کر دی ہے۔ اب ہم پہلی اور دوسری بات کو چھوڑتے ہوئے مولا ناظور الحسن سے صرف تیسرا بات کا ثبوت طلب کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی کس آیت میں اور رسول ﷺ کی کون سی حدیث میں یہ آیا ہے کہ آخری زمانہ کا سچ (غلام احمد قادریانی) عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوگا۔ لہٰذا آپ زیادہ باعثیں نہ کریں۔ صرف اس کا حوالہ دے دیں۔

خالد..... کہتے کہتے مولا ناظور الحسن صاحب! اس کا ثبوت آپ کے پاس کیا ہے؟
منظور..... بھائی اس وقت تو مجھے کوئی اسکی آیت یا حدیث یاد نہ ہے۔
جمیل..... جتاب کوئی اسکی آیت یا حدیث ہو تو آپ کو یاد بھی ہو۔ مگر جب کسی آیت حدیث میں اس کا ذکر تک نہ ہو تو آپ کو کہاں سے یاد ہو۔

آخر..... آپ ناقن ان کو تکلیف دیتے ہیں۔ وہ بے چارے کس کس چیز کا آپ کو حوالہ دیں۔ مرزہ قادریانی تو ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں: ”یوسوع در حقیقت مرگی کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا تھا۔“

(ست پنچ ص اکا، خزانہ حج ۱۰ ص ۲۹۵)

جمید..... یہ لو، اب ان کو مرگی کا الزام بھی دے دیا۔ شاید اس لئے کہ جب میں مراتی ہوں تو ان کو کیوں نہ مرگی کی وجہ سے دیوانہ قرار دے دوں۔

جمیل..... کیوں مظور صاحب! اسچ سچ حضرت سچ این مریم دیوانے تھے۔ آپ کا بھی بھی ایمان ہے۔

منظور..... نہ بھی میرا ایمان تو نہیں۔ مگر شاید پہلے کسی نے لکھا ہوا دراسی کی بنا پر مرزہ قادریانی نے لکھ دیا ہو۔

جمید..... تھی ہاں یہود نے لکھا ہو گا اور ان کا ہی یہ عقیدہ بھی ہو گا۔ نہ کوئی مسلمان اسے مانتا ہے۔ نہ عیسائی۔ ہاں جو یہود کا ایجنت ہو وہ ضرور سے تسلیم کرتا اور اس کی اشاعت کا دم بھرتا ہو گا۔

خالد..... بھائی میں تو یہ عبارات اور مرزہ قادریانی کی تحریریات سن سن کر بہت حیران ہو رہا ہوں۔ بخدا عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اسی اسیں گستاخیاں میں نے کبھی ان کے خلافین کے منہ سے بھی

نہ سی تھیں اور اس قسم کی تحریرات آج تک میری نظر سے کبھی نہ گز ری تھیں۔ واللہ اگر مجھے ان کا پہلے علم ہو جاتا تو میں کسی ان کے جال میں نہ پھنتا۔

حیدر..... اب بھی شکر کیجئے کہ آپ کو جلد علم ہو گیا اور آپ فتح گئے ورنہ تو معلوم کہ تک اس صلاحت کے گز ہے میں گرے رہے۔

خالد..... الحمد للہ تم الحمد للہ کر خدا تعالیٰ نے اختر صاحب کو میرے لئے فرشتہ رحمت بنا کر بھیجا اور میں فتح گیا۔ اب میں آپ سب دوستوں کے سامنے مرزا نیت سے تائب ہوتا ہوں اور ازسر نو محمد رسول اللہ تعالیٰ کی علامی میں داخل ہوتا ہوں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے۔

جمیل..... آمین ثم آمین یا اللہ العالمین!

اختر..... ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

حیدر..... مولا نا ان حوالجات میں جواب تک آپ نے پیش کئے ہیں۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسیٰ کی توہین کا پہلو لکھا ہے۔ مجھے والوں کے لئے تو تابعی کافی ہے مگر ممکن ہے کہ قادیانیہ بھائی یہ کہہ دیں کہ عیسائیوں کو جواب دیتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تو آنا چاہئے تھا۔ جسے آپ نے توہین پر محول گردان لیا۔ اگر فی الواقعہ مرزا قادیانی کی نیت بھی ہوتی یا انہیں توہین انہیاء کی عادت ہوتی تو دیگرانہیاء کے متعلق ایسے دیے الفاظ کیوں نہ کہتے۔

اختر..... تو کیا اب آپ مرزا قادیانی کی تصانیف سے ایسے حوالے بھی دیکھنا چاہئے ہیں جن سے دیگرانہیاء کرام کی توہین بھی ثابت ہو جائے۔

جمیل..... ہاں ہاں وہ بھی ضرور دکھائیے تاکہ حاضری مجلس کی اچھی طرح تسلیکیں ہو جائے۔

اختر..... مولا نا منصور احسن صاحب سے پوچھ لججھے۔ اگر ان کا بھی بھی خیال ہو تو مجھے ایسے حوالجات دکھانے سے بھی کوئی عذر نہیں۔

منصور..... ہاں صاحب اول کھائیے کم از کم میری معلومات میں تو اضافہ ہو جائے گا۔ مجھے تو آج تک اس قسم کی عمارت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔

اختر..... جی ہاں آپ کو اتفاق کا ہے کہ ہونا تھا۔ بونص تصویر کا صرف ایک رخ دیکھتا ہوا سے دوسرا رخ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

خالد..... یہ بات تو بالکل حق ہے۔ ہمیں اس کا خیال تک بھی نہ آیا تھا۔ اگر کسی نے کچھ کہہ دیا تو ہم نے بھی اس کی عادوت پر محول گروانا اور اصل عمارت دیکھنے کی ضرورت عیسیٰ محسوس نہ کی۔

اختر..... تو اچھا لججھے اب سنتے جائیے۔ مرزا قادیانی اپنی مشہور کتاب (از الادہام ص ۲۲۰، جزو اول ج ۳

میں پیش کوئی کی اور وہ جھوٹے لکھے اور بادشاہ کو لکھتے آئی۔

جیل..... تو پربت، کس قدر دلیری اور جرأت ہے کہ چارسو نیا کو جھوٹا قرار دے دیا۔ اب اس سے بڑھ کر انیما کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے۔

خالد..... کیا مرزا قادریانی کے اصل الفاظ یہیں ہیں۔ ذرا مجھے کتاب تو دکھائیے۔

آخر..... مجھے اور بغور دیکھئے اور سیاق و سیاق پر بھی غور دیکھئے۔

حید..... مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جب مرزا قادریانی پر کوئی اعتراض کرتا ہوگا کہ آپ کی فلاں پر بھگوئی جھوٹی لکھی تو بجائے اس کے آپ اسے حق ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ دیگر انیما پر بھی یہیں اڑام لگادیتے ہوں گے۔ چنانچہ بھی ایسے حق موقع پر لکھا گیا ہوگا۔

جیل..... اگر کوئی معمولی آدمی بکواس کرے تو شاید کوئی پرواہ بھی نہ کرے۔ مگر جب اتنا بڑا ذمہ دار آدمی اس قسم کی حرکت کرے تو اسے سوچ لینا چاہئے کہ بیوت کہاں سے دے گا۔

حید..... کیا پروفیسر صاحب آپ نے کسی تاریخ میں دیکھا ہے وہ کون سا بادشاہ تھا؟ کس زمانے میں ہوا؟ وہ کون سے چارسو نیتی تھے جو اکٹھے ہو کر اس کے پاس تبلیغ کے لئے نہیں بلکہ صرف فتح کی بشارت دینے کے لئے گئے اور نبی کی بشارت چونکہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے بھی ایک دوسرے نہیں، وہ نہیں بلکہ پورے چارسو بیویوں سے دعا کروائی اور اسے یہ بھی خیال نہ آیا کہ لوگ میرے انیما کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔

آخر..... میں نے تو تاریخ کی بہت سے کتابیں دیکھیں مگر پر واقع کی ایک تاریخ سے بھی نہیں ملا۔ شاید مولا نا منظور الحسن صاحب آپ کی رہنمائی کر سکیں۔

منثور..... میں کسی تاریخ کا حوالہ تو نہیں دے سکتا۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مرزا قادریانی نے غلط نہیں لکھا۔ کسی نہ کسی کتاب سے دیکھ کر لکھا ہوگا۔

حید..... اگر کسی کتاب سے دیکھ کر لکھا ہوتا تو اس کا حوالہ دینا چاہئے تھا۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے ہم یہ باور نہیں کر سکتے کہ انہوں نے کسی کی تقلید کی ہے۔ بلکہ ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اپنی رائے سے لکھا ہے اور بقول آپ کے خدا سے اطلاع پا کر لکھا ہے۔ کیونکہ ایک نبی خدا سے اطلاع پائے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا۔

آخر..... اگر ایک ہی جگہ لکھتے تو یہ بھی امکان ہو سکتا تھا کہ کہو ہو گیا یا حوالہ دینا رہ گیا۔ غصب تو یہ کہ مرزا قادریانی یہی الفاظ اپنی دوسری کتاب (ضرورۃ الامام ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۲۱۰، ۳۴۲۱۱، ۳۴۲۱۲، ۳۴۲۱۳، ۳۴۲۱۴، ۳۴۲۱۵، ۳۴۲۱۶، ۳۴۲۱۷، ۳۴۲۱۸، ۳۴۲۱۹، ۳۴۲۲۰، ۳۴۲۲۱، ۳۴۲۲۲، ۳۴۲۲۳، ۳۴۲۲۴، ۳۴۲۲۵، ۳۴۲۲۶، ۳۴۲۲۷، ۳۴۲۲۸، ۳۴۲۲۹، ۳۴۲۳۰، ۳۴۲۳۱، ۳۴۲۳۲، ۳۴۲۳۳، ۳۴۲۳۴، ۳۴۲۳۵، ۳۴۲۳۶، ۳۴۲۳۷، ۳۴۲۳۸، ۳۴۲۳۹، ۳۴۲۳۱۰، ۳۴۲۳۱۱، ۳۴۲۳۱۲، ۳۴۲۳۱۳، ۳۴۲۳۱۴، ۳۴۲۳۱۵، ۳۴۲۳۱۶، ۳۴۲۳۱۷، ۳۴۲۳۱۸، ۳۴۲۳۱۹، ۳۴۲۳۲۰، ۳۴۲۳۲۱، ۳۴۲۳۲۲، ۳۴۲۳۲۳، ۳۴۲۳۲۴، ۳۴۲۳۲۵، ۳۴۲۳۲۶، ۳۴۲۳۲۷، ۳۴۲۳۲۸، ۳۴۲۳۲۹، ۳۴۲۳۳۰، ۳۴۲۳۳۱، ۳۴۲۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳، ۳۴۲۳۳۴، ۳۴۲۳۳۵، ۳۴۲۳۳۶، ۳۴۲۳۳۷، ۳۴۲۳۳۸، ۳۴۲۳۳۹، ۳۴۲۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۳۳۳

طرح نقل کرتے ہیں: ”ایک بادشاہ کے وقت میں چارسوئی نے ان کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے لکھے اور بادشاہ کا لکھت آئی۔“

جیل..... خالد صاحب یہ کتاب بھی دیکھ لجھتے۔ دونوں کی عبارتیں بالکل یکساں ہیں۔

آخر..... لجھتے اب اور سنئے۔ مرزا قادیانی (پیغمبر اہمیت حصر غیر مس ۱۲، خزانہ ح ۱۶۸) پر لکھتے ہیں اور کیا صاف الفاظ میں فرماتے ہیں: ”کیا کسی ایک نبی کا نام بھی لے سکتے ہو جس نے بھی اجتہادی طور پر اپنی کسی پیشگوئی کے معنے کرنے میں غلطی نہیں کھائی۔“

حید..... گویا ایک لاکھ چوہیں ہزار انبیاء میں سے کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں رہا جس نے بقول مرزا قادیانی کے غلطی نہ کھائی ہو۔ حتیٰ کہ محدثین بھی انہیں میں شامل ہیں۔

جیل..... تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی عصمت انہیاء کے قائل نہیں۔ وہ جملہ انہیاء کے کرام کو اجتہادی غلطی کے مترکب قرار دے رہے ہیں اور بعض اجتہادی غلطیاں اُنکی ہوتی ہیں کہ وہ انسان کو گرگراہ کر دیتی ہیں۔ تو انکی صورت میں گویا مرزا قادیانی نے کسی ایک نبی کو بھی نہیں چھوڑا اور نبی کریم ﷺ کو بھی ساتھ ہی شامل کر لیا ہے۔

منظور..... نہیں نہیں یہ آپ کا خیال غلط ہے۔ جب مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہیں اور ان کی طفیل اس بلندی (مقام نبوت) پر پہنچے ہیں تو پھر ان کی شان میں کیونکر ایسا کلمہ کہہ سکتے ہیں۔

آخر..... منظور صاحب ایہ نہ کہئے۔ یہ حکم آپ کا ذاتی خیال ہو گا۔ در نہ مرزا قادیانی نے ترسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں چھوڑا اور نہیات صراحت سے یہ لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ سے بھی الہام کھنے میں غلطیاں ہو جاتی تھیں۔

منظور..... اگر آپ مجھے مرزا قادیانی کی تصانیف سے یہ دکھادیں تو میں بھی آج ہی مرزا نیت سے ہتا سب ہو جاؤں گا۔

حید..... خوب خوب! لجھتے مولا نانا شکر بھی آج ہی کیجھ۔ اگر مرزا نیوں کا اتنا بڑا مبلغ مسلمان ہو جائے تو یقیناً پھر مرزا نیت کا جائزہ اٹھ جائے گا۔

آخر..... بہت اچھا۔ میں حوالہات پیش کرتا ہوں۔ مگر آپ اس کے متعلق منظور صاحب سے کوئی تحریر لے لیں ہا کہ بعد میں انہیں انکار کی کوئی صحائف نہ ہے۔

منظور..... تحریر کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ کو میری زبان پر اعتبار نہیں؟

حید..... میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں۔ کیونکہ مولا نانا منظور الحسن کو ایک دم ۱۰۰۰ اربعہ پر کی طلاق میں

چھوڑ کر غریب مسلمانوں کے ساتھ بھوکوں مرتا۔ بہت مشکل ہو گا اور پھر خواہ خواہ ان کو تاویلیں کرنی پڑیں گی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ بھی سے کسی کو منصف مان لیا جائے اور وہ مولا نا اختر حسین صاحب کے قیش کردہ حوالجات کو دیکھ کر تحریری فیصلہ دے کر آیا ان عبارات سے آنحضرت ﷺ کی توپیں متربع ہوتی ہے یا نہیں؟

خالد..... نمیک ہے مولا نا منظور الحسن صاحب مان لججتے۔ اس میں آپ کا کیا حرج ہے۔ اگر جلاش حق مقصود ہے۔ تو پھر ذر کس کا ہے۔ ماشاء اللہ آپ ذی علم آدمی ہیں۔ جس جماعت میں بھی ہوں گے۔ قدر ہی ہو گی۔ ملازمت کی فکر نہ کیجئے۔ خدا روزی رسال ہے۔
منظور..... اچھا لاؤ۔ میں لکھتے دیتا ہوں۔

حید..... لججتے کاغذ اور قلم دادات حاضر ہے۔
منظور..... مگر منصف کس کو فانتا ہے؟
اختر..... جس کو آپ کہیں۔

منظور..... میرے خیال میں جشن عبدالحمی موزوں رہیں گے۔
اختر..... چلو ہمیں وہی منظور ہیں۔

خالد..... مولا نا! از راد یکنا وہ بہت آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔

اختر..... چلو کچھ بھی ہوں۔ ہمیں اس کی پروادہ نہیں ہم تو مرزا قادریانی کی عبارات پیش کریں گے۔
وہ اس سے جو کچھ سمجھیں ہمیں منظور ہے۔

حید..... ذرا جائیے مسٹر جیل، آپ ایک تاگھ لے جائیں اور ان کو ساتھی لے آئیں۔ امید ہے کہ وہ آج فارغ بھی ہوں گے اور آجائیں گے۔

جیل..... اچھا میں جاتا ہوں۔ مگر آپ میرے آنے تک ان سے تحریر تو لکھوائیں۔
حید..... لججے مولوی صاحب! آپ لکھا شروع کیجئے۔

منظور..... بسم اللہ الرحمن الرحيم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد
”میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر مولوی اختر حسین صاحب نے مرزا قادریانی کی تصانیف سے کوئی اسی عبارت پیش کر دی۔ جس میں آنحضرت ﷺ کی توپیں یادوں کا کوئی پہلو لکھتا ہو یا ان کی کسی غلطی کا ذکر ہو تو میں مرزا قیامت سے تائب ہو جاؤں گا۔ ہاں اگر اس کا مفہوم بھئے میں ہم دونوں میں اختلاف ہو جائے۔ تو جشن عبدالحمی صاحب کا فیصلہ فریقین کے لئے مسلم ہو گا۔ بقلم خود منظور الحسن مولوی فاضل بنی جماعت احمد یہ۔“

آخر..... مجھے صاحب۔ اب منصف کے آنے سے پہلے پہلے آپ حوالجات بھی سن لیں۔ تاکہ پھر جلد از جلد فصلہ ہو جائے۔

حیدر..... ہاں ہاں۔ سنا یئے۔ ہم تو حشم برہا ہیں۔

آخر..... مرزا قادریانی کی کتاب (ازالہ ادہام ص ۳۰۰، بخراں ج ۳، ج ۳۰۰) پر لکھتے ہیں: "اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آ جائیں تو میرا تو سہی نہ ہب ہے جس کو دلیل کے ساتھ چیش کر سکتا ہوں کہ تمام انبیاء کی فراست اور حرم آپ کے برائیں۔ مگر پھر بھی بعض پیغمبروں کی نسبت حضرت محمد ﷺ نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے اس کی اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی۔"

حیدر..... استغفار اللہ! اس قدر دیدہ دلیری ہے کہ اس چیز کو بطور اپنے نہ ہب کے خیش کیا جا رہا ہے۔ پھر صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی۔

منظور..... مگر یہ بھی تو فرمائیے کہ مرزا قادریانی نے لکھا ہے کہ: "ام حضرت ﷺ نے خود اقرار کیا ہے۔" جب حضور نے خود اقرار کیا ہے تو پھر مرزا قادریانی کے لکھنے سے کیوں کرو ہیں ہو سکتی ہے؟

آخر..... بہت اچھا! چلے اس کا فیصلہ آپ ہی پڑھا۔ آپ نبی کریم ﷺ کا اقرار کسی حدیث سے دکھادیں اور انعام حاصل کریں۔

منظور..... اس وقت کتاب میں میرے پاس موجود ہیں ہیں۔

آخر..... کتاب میں مہیا کئے دیتا ہوں۔ فرمائیے کون کون سی کتاب لا دیں؟ آخر آپ بھی عالم ہیں۔ مبلغ ہیں۔ اکثر کتاب میں دیکھی ہوئی ہیں۔ حلقویہ ارشاد فرمائیں کہ کیا آپ نے کوئی اسی حدیث پڑھی ہے جس میں حضور ﷺ نے اپنی غلطی کا اقرار کیا ہو۔

منظور..... نہیں ہا میری نظر سے آج تک اسی حدیث نہیں گزری۔ مگر مرزا قادریانی بھی بلا دیکھے لکھنے والے نہ تھے۔

آخر..... بھائی یہاں سے ایک دوسری بات چل پڑے گی کہ آیا مرزا قادریانی ایسے تھے یا نہیں۔ میرا تو دھوئی ہے کہ مرزا قادریانی بڑے کذاب اور مفتری تھے۔ انہوں نے کئی آئیں اسکی لکھدیں جو قرآن مجید میں نہیں اور کئی حدیثیں حضور کی طرف اسکی منسوب کر دیں جو حدیث کی کسی کتاب میں بھی درج نہیں۔ اگر ارشاد ہو تو میں بیسوں اسکی چیزوں بطور دلیل کے پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

خالد..... واقعی اگر ایسا ہے اور مرزا قادریانی ایسا کہنے کے عادی ہیں تو یقیناً پھر یہ بھی جھوٹ ہی ہو گا اور مرزا قادریانی نے محض اس خیال سے لوگ مجھے موردا الزام نہ گردانیں۔ یہ کہہ دیا ہو گا کہ حضور نے

خود اقرار کیا ہے۔

حید..... خیر فی الحال اس بحث کو جانے دیجئے اور حوالجات پیش کیجئے۔ منصف خود فیصلہ دے دے گا۔

آخر..... لیجئے اس سے بھی زیادہ واضح عبارت سنئے۔ جس میں صاف طور پر مرزا قادریانی نے اپنے علم کو آنحضرت ﷺ کے علم سے افضل قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: "حضور ﷺ پر ابن مریم اور دجال اور یا جو ج ماجونج اور دلبتہ الارض کی حقیقت کاملہ مکشف نہ ہوئی اور مجھ پر کھلے طور پر مکشف کر دی گئی۔" (از الاداہام حصہ ۲۹۱، خزانہ حج ۳۳ ص ۲۸۲)

حید..... کہو گی! اب اس کی کیا تادیل ہو سکتی ہے؟ کیا ابھی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی کوئی اور کسر یافتی ہے؟

آخر..... سنئے سہی غلام احمد قادریانی جو حضن نادان مسلمانوں کو پہنانے کے لئے آنحضرت ﷺ کی غلائی کا دام بھی بھرتے ہیں۔ اسی (از الاداہام حصہ ۲۹۱، خزانہ حج ۳۳ ص ۲۸۲) پر اسی مضمون کو کسی قدر واضح طور پر ارقام فرماتے ہیں:

"اور اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ موجود نہ ہوئے کسی نہ ممونہ کے موبو مکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یا جو ج ماجونج کی میں تھک وحی الہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دلبتہ الارض کی بیہت کماہی ظاہر فرمائی گئی ہو اور صرف امثلہ فرمیہ اور سورقہ شاپہ اور امور قضا کلہ کے طرز بیان میں جہاں تھک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قومی کے ممکن ہے، ابھائی طور پر سمجھا دیا گیا ہو تو کچھ تجب کی بات نہیں۔"

حید..... کیوں جی میاں منظور! ابھی کوئی تھک باقی ہے؟

منظور..... بھائی میں کیا کہوں؟ میں نے آج تھک کی ہی مقامات دیکھے ہی نہیں۔

آخر..... جی ہاں، کاہے کو دیکھنے تھے اور دیکھنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ آپ کو تو ضرورت صرف ان کی نبوت، بھروسیت، مہدویت، کرہندیت، غیرہ مخوا نے اور لوگوں سے چندہ وصول کرنے کی ہے۔

درینان کے کفریات سے آپ کو کیا کام؟

غالب..... اچھا مولا نا صرف تین ہی حوالے تھے یا کچھ اور بھی ہیں؟

آخر..... تین کیوں؟ ابھی تو کئی تین باقی ہیں۔ ممکن ہے آپ کی یا جن صاحب کی ان سے تسلی نہ ہو۔ اس لئے میں سارے کے سارے حوالے پیش کر کے چھوڑوں گا۔

حیدر..... اچھا لجھے وہ نج صاحب آگئے۔ پہلے آپ ان کو بچھے حاجات دکھالیں اور پھر آگے چلیں۔

جبیل..... ضرور، ضرور جو کارروائی اب تک ہو چکی ہو، ہمیں وہ سناد لجھے۔

نج..... گوئی مذہبی معاملات میں بہت کم دل دینا ہوں مگر تاہم آپ جیسے احباب کے ارشاد کی تعلیم کو بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اس لئے حاضر ہو گیا ہوں۔ اب چلنے والے عبارات تو میں نے دیکھ لی ہیں۔ اگر کوئی اور دلیل بھی آپ دینا چاہیں تو پیش کجھے۔

آخر..... مرزا قادیانی حضور سرور عالم ﷺ کی ایک پیشوائی کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب (ازالہ اوہام ص ۲۰۰، نزائن ج ۳ ص ۷۰) پر لکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے: ”چونکہ آخرت ﷺ کو بھی اس پیشوائی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی۔ اس لئے منع کیا کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ آخر اس غلطی کو پیش کوئی کے ظہور کے وقت نے کیا۔“

بھراہی پیشوائی کا ذکر ایک دوسرے مقام پر کرتے ہوئے یوں ارقام فرماتے ہیں: ”لیکن آخر کار ظاہری متنی سمجھ نہ لکھے جس سے ثابت ہوا کہ اس پیشوائی کی اصل حقیقت آخرت ﷺ کو بھی معلوم نہ تھی۔“ (ازالہ اوہام ص ۲۳۷، نزائن ج ۳ ص ۹۶)

اب میرا دھوئی ہے کہ ان عبارات سے بھی آنحضرت ﷺ کی تتفیع عیا ہے اور نی کریم ﷺ کی تتفیع کرنے والا امامت تو درکار امت محمدیہ سے بھی خارج ہے۔

منظور..... خدا آپ فیصلہ نہ دیں۔ اگر کوئی اور حوالہ پیش کرنا چاہیں تو کریں۔

حیدر..... مگر آپ یہ فرمائیں کہ کیا آپ کو ان پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

منظور..... اعتراض کیوں نہیں؟ اعتراض تو کیا جا سکتا ہے کہ مرزا قادیانی نے از خود یہ نہیں لکھا بلکہ کسی روایت کی بناء پر لکھا ہوگا۔

خالد..... آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی روایت ہو تو پیش کریں۔ نیز آپ کا یہ ارشاد کہ مرزا قادیانی نے از خود نہیں لکھا، کس قدر غلط ہے۔ وہ تو بھی جگہ (ص ۲۰۰، نزائن ج ۳ ص ۷۰) پر فرماتے ہیں کہ ”میرا تو بھی مذہب ہے“ اور پھر دوسری جگہ (ص ۲۸۲) پر یہ بھی دعوے کر رہے ہیں کہ جو چیز خدا نے حضور ﷺ پر مکشف نہیں کی وہ مجھ پر مکشف کر دی۔“

جبیل..... منظور صاحب! کیا اب اس سے بڑھ کر بھی اور کوئی ڈھنائی یا بے حیائی ہو سکتی ہے؟

حیدر..... بھائی آپ اتنے بھل لفظ نہ کہتیں۔ ان کی ول ٹھنی ہوگی۔

جبیل..... آپ کو اس کی دل ٹھنی کا تخيال ہے۔ مگر ہماری دل ٹھنی کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ بخدا

میرا لکھ پھٹ رہا ہے اور میرے بدن میں ایک آگ سی لگ رہی ہے اور میں جیران ہو رہا ہوں کہ وہ کون بد بخت مسلمان ہے جو خصوصیت کی اس تنقیص کو تلبید کرنا تو درکنار سننا بھی گوارہ کر سکتا ہے۔

آخر..... پیش کیا! ایک مسلمان کی غیرت ایسی عی ہونی چاہئے۔ مگر کیا کریں یہاں تو آؤے کا آوازی بگڑا ہوا ہے۔ یعنی صرف مرزا قادیانی عی کا یہ عقیدہ نہیں، بلکہ تمام مرزا یوں کا عقیدہ یہی ہے کہ مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ سے افضل ہیں۔

منظور..... نہیں نہیں! یہ صرف آپ کا خیال ہے۔ کوئی قادیانی ایسا نہیں جو نبی ﷺ پر مرزا قادیانی کو ترجیح دھاتا ہو۔

آخر..... معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی معلومات بہت بخوبی ہیں یا آپ دیہہ دانستہ تعالیٰ عارفانہ کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ ہے ریو یو آف ریپورٹر بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء جس میں آپ کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں: ”حضرت سعیّ موعود علیہ السلام کا وہ فتنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی اور یہ بڑاوی فضیلت ہے جو حضرت سعیّ موعود (یعنی مرزا قادیانی) کو آنحضرت پر حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی وہ فتنی استعدادوں کا پورا نظیرو بیجہ تمدن کے لئے کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی۔“

جمیل..... استغفار اللہ! کس قدر بے باکی اور بے خیالی سے لکھا گیا ہے۔ میں جیران ہوں کہ اگر یہی عبارت کسی آریہ یا عیسائی کے قلم سے نکلی تو مرزا ای پرنس نے آسان سر پر اٹھایا ہوتا اور مسلمانوں میں ایک کھرام تھی جاتا۔ مگر اس انگریزوں کے پھو (ٹل سعی) کے لئے پر کسی نے چوں بک نہیں کی۔ آخراں کی وجہ کیا ہے؟

خالد..... منظور صاحب! کچھ کہئے۔ اس کا جواب کیا ہے؟

جمیل..... اس کا جواب خاک دیں گے۔ اب تو بھر توپ کے اس کے لئے کوئی چارہ نہیں۔

منظور..... خیر میں تو بکرلوں کا۔ مگر اس کے جواب میں اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ خلیفہ کی تحریر نہیں بلکہ مدیر سال کا خیال ہے۔

آخر..... یہ بھی غلط اور بھٹک غلط ہے۔ دیکھئے اس پر صاف خلیفہ کا نام لکھا ہے۔ مگر خیر اگر ابھی تک آپ کو بخوبی لجھتے اور سننے آپ کے ظفیہ میان محمود ایمی ذا اری مطبوعہ موجود ہے امری ۱۹۲۲ء میں اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑا سکتا ہے۔“

کہو جی! اب اس کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟ یہ آپ کے خلیفہ کا اعتقاد ہے۔

"بڑے میاں بڑے میاں، جھوٹے میاں بھجان اللہ" اوپر پاپ کا ندہب بیان ہوا۔ یقچے بیٹی کا

ندہب درج ہے۔ فرمائیے۔ اب آپ کا دھرم کیا ہے؟

نج..... آپ اگر اصل موضوع پر کچھ اور پیش کرنا چاہتے ہیں تو پیش کریں تاکہ پھر میں انہا فیصلہ

دے دوں۔

جمیل..... آپ پیچک فیصلہ دے دیں۔ اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیا ہے۔

خالد..... نہیں نہیں۔ اگر مولانا کے پاس اور دلائل بھی ہوں تو پیچک انہیں پیش کر لینے دیجئے تاکہ

ہماری معلومات میں بھی کچھ اضافہ ہو جائے اور ریکارڈ میں بھی یہ جزیں آ جائیں۔

آخر..... لمحہ، منے مرزا کی یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادریانی نے محض آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور کامل

اتہاع ہی سے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے اور آپ درجہ میں آنحضرت ﷺ سے بہت کم تھے۔ مگر مرزا

قادریانی خود سے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

جید..... کیا کچھ نجی؟ پھر قدمی است اور گواہ جست والا معاملہ ہوا۔

آخر..... ہاں بھی تو ہے۔ اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ مرزا کی مبلغین کو مرزا قادریانی کی تصانیف

پر عبور حاصل نہیں۔ بلکہ وہ تو ان کو پورے پورے طور پر پڑھتے ہی نہیں۔ جیسا کہ خود منظور صاحب

نے اقرار بھی کر لیا ہے۔ ورنہ اگر وہ مرزا قادریانی کے اعتقادات سے اعتماد کرنے کے انہوں نے جا بجا اپنی

کتابوں میں بیان کئے ہیں، آگاہ ہو جائیں تو یقیناً بھی اس کا فلمہ نہ پڑھیں اور نہ ہی ان کا دم

بھریں۔

خالد..... پیچک آپ کا یہ خیال سمجھ ہے۔ میں محض اسی وجہ سے دام تزویر میں پھنسا رہا اور غالباً منظور

صاحب بھی آج تک ان معتقدات سے آگاہ نہ تھے۔ جو آج دیکھ اور سن رہے ہیں۔

منظور..... اچھا آپ جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ فرمائیں۔ تاکہ پھر میں بھی آزادی سے اپنی رائے کا

انہصار کر سکوں۔

آخر..... میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ مرزا قادریانی نے نہ صرف یوں سچ کی تو ہیں کی ہے بلکہ تمام انبیاء

کی تذلیل کر کے اپنی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حتیٰ کہ سرکار مدینہ سے بھی اپنی

فضیلت کا ذہنلورا ہیں دیا ہے۔

چنانچہ طاحدہ ہو (کتاب البریم ۲۷، خواص ج ۹۳ ص ۱۵۳) آپ فرماتے ہیں: "ہمارے

نی مبلغ کے نشان اور مجرمات قریب تین ہزار کے ہیں۔ ”مگر اپنے متعلق (حقیقت الوی ص ۱۶۲، ۱۶۳) خزانہ ج ۱۲۸ پارا قام فرماتے ہیں: ”خدا نے میری چوپانی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے۔“ اور (برائین احمد یہ حدود بیم ص ۱۸۸، خزانہ ج ۱۲۱ ص ۱۷۸) پارا پنے ہی متعلق کہتے ہیں کہ: ”اگر تفصیل اجدا جد اشمار کیا جائے تو قریب ایسا رے نشان دس لاکھ کٹ کچھ ہے۔“

کیوں ہی! اس عمارت میں بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے یا نہیں؟ اور آیا مرزا قادری نے یہ بھی حمد الکھا ہے یا غلطی سے لکھ دیا ہے اور کیا آپ مرزا قادری کے دس لاکھ یا کم از کم تین لاکھ مجرمات گنوانے کے لئے تیار ہیں؟

منکور..... بس بھائی! اب بس کچھ۔ میں اس مناظرہ سے باز آیا۔ میں آج صدق دل سے توبہ کرتا ہوں اور مرزا ایت پر لعنت بھیجا ہوں۔ آپ بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرے پھیلے سورہ دل کو معاف کرے اور سچ الدجال کے قند سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔
جمیل..... آمین ال الحق آمین!

حید..... الحمد للہ کا آج منکور صاحب بھی مسلمان ہو گئے۔ خدا تعالیٰ استقامت نہیں۔
غادر..... بھائی اگر مولا نا اختر کا یہ سلسلہ یونی جاری رہا تو انشاء اللہ تمام مرزا کی یک بندوگیرے وابہیں آجائیں گے۔

جمیل..... سلسلہ جاری رکھنا تواب آپ کا یا ہمارا کام ہے۔ مولا نے جو حوالے آج پیش کئے۔ ہر مرزا کی سامنے پیش کیجئے اور عصمت انجیاء کا داسطہ دے کر ان سے جواب طلب کیجئے اور انجیاء کرام کی توہین کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لے لیجئے۔ اللہ، اللہ خیر صلا۔

حید..... مگر میری رائے یہ ہے کہ منصف صاحب کا فعلہ بھی تحریری حاصل کر لیتا چاہئے تاکہ عنصر العروۃ منکور صاحب کی تحریر اور مولا نا کے بیانات معاً فعلہ منصف شائع ہو سکیں۔

جمیل..... نہیں ہے۔ میں آپ کی تائید کرتا ہوں۔
انتز..... ہاں اکھواں الجیجے۔ اچھی بات ہے۔

چی..... لایے، میں لکھے دیا ہوں: ”میں نے مرزا قادری کی تقینیات کے وہ مقام جو مابہ النزع اتھے۔ پھر خود دیکھے اور سیاق و سماق کو ملانے اور اچھی طرح غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان جمارات سے نہ صرف توہین انجیاء کا پہلو لکھتا ہے۔ بلکہ ان کے القاظ میں ان کی توہین پاپی جاتی ہے۔“

جمیل..... جزاک اللہ! آپ کا یہ فعلہ مرزا کی دنیا کے لئے ایک ناطق فعلہ ہو گا۔

حمدید.....ہاں! بھائی مولا ناظر فرمائے تھے کہ ابھی کئی حوالے اور بھی میرے پاس ہیں۔
منکور.....ہاں، آپ سُنیں یاد نہیں۔ مگر میں تو وہ بھی اب سن لیتا چاہتا ہوں تاکہ مرزا نبوں کے
ساتھ گفتگو کرنے میں میرے کام آسکیں۔

اظر.....لیجے میں وہ بھی اختصار سے پیش کئے دیتا ہوں۔ آپ خود ہی ان پر خود فرمائیں اور جس
رُنگ میں پھر پیش کرنا چاہیں، کر لیں۔ مرزا قادریانی اپنے خطبہ الہامیہ کے (ص ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸)^{۱۶} پر لکھتے ہیں: ”وان قدمی هذه على منارة ختم عليها كل رفعة يعني مير القدم
ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر تمام بلندیاں شتم ہو جگی ہیں۔“ پھر (حقیقت الوقی ص ۸۳، ۸۴، ۸۵)^{۱۷} ج
میں سریر آسان سے کچھ ختح اترے، لیکن تم اتحت سب سے اوپھار ہا۔“

ان عبارات سے تمام انبیاء کی خفت ہوتا ہے ہو رہی ہے۔ کیونکہ مرزا قادریانی سب
سے افضل ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ (نزوں اسحاق ص ۹۹، خواجہ اسحاق ص ۷۷)^{۱۸} پر فرماتے
ہیں کہ: ”اس زمانہ میں خدا نے چاہا جس قدر نیک اور راست باز اور عقدس نبی گزرے ہیں۔ ایک
عیّض کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔ سو وہ میں ہوں۔“

پھر (حقیقت الوقی ص ۲۸، خواجہ اسحاق ص ۷۷) پر فرماتے ہیں: ”خدائقی نے مجھے
تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر شہر ایا ہے اور تمام نبویں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں
آدم ہوں، میں شیلت ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل
ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور
آخرت کا مظہر اتم ہوں، یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“

میں کبھی صیلی کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں ٹیلیں ہیں میری بے شمار

(هلیں احمدیہ ۵، ۱۰۳، خواجہ اسحاق ص ۲۱)

ذر احتمور کی ان تراوی ملاحظہ ہوارشاد ہوتا ہے کہ: ”اعطانی مالم یعطه احداً من
العالمين مجھے وہ چیز دی گئی جو اس عالم میں اور کسی کو نہیں دی گئی۔“ (انجام آنکھ ص ۷۷، خواجہ اسحاق ص ۱۱)^{۱۹}
میں نہ آنحضرت ﷺ کو اور نہ کسی اور نبی کو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو (خطبہ الہامیہ
ص ۱۹، خواجہ اسحاق ص ۵۲، ۵۳)^{۲۰} ”مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو

میرے ساتھ میں مغز ہوں جس کے ساتھ چکلائیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں اور وہ سورج ہوں جس کو شمشی اور کینہ کا دھواں چپائیں سکتا اور کوئی ایسا شخص خلاش کر جو میری مانند ہو اور ہرگز نہیں پا سکے۔ اگرچہ اغ لیل کر بھی ڈھونڈتے رہو۔"

حید واقعی اس عبارت سے بھی تو ہیں کا پہلو لکھتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ مرزا قادیانی اس قدر کس بل برتے پر کر رہے ہیں۔ بھلا کیا پدی اور کیا پدی کا شورہ۔

پھر (نذر کہ المهاجرین ص ۲۲، غرائز ح ۲۰ ص ۲۵) پر ارشاد ہوتا ہے کہ: "اب ان تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے روکرتا ہے، وہ مجھے نہیں بلکہ تمام نبیوں کو روکرتا ہے۔"

جیل استغفار اللہ! کس قدر بھے باکی ہے کہ تمام انبیاء کو اپنے جیسا بھولایا ہے۔ اختر اور سنئے مرزا قادیانی اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا مثال بھی قرار دے رہے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے غلام تھے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۴، غرائز ح ۲۱ ص ۲۵۹) پر فرماتے ہیں کہ: "جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوا۔ وہ حقیقت وہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں داخل ہو گیا۔"

حید توبہ توبہ! کیا اس سے بڑھ کر بھی صحابہ کرام اور حضور ﷺ کی کوئی تو ہیں ہو سکتی ہے۔ مجھے:

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تمی کبریائی کی اختر اور سنئے (اشتہار معیار الاخیار ص ۱۱، مجموعہ اشتہارات ح ۲۸ ص ۲۷۸) پر ارشاد فرماتے ہیں: "میں وہی ہوں جس کی نسبت این سیریں سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر تو کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔"

جیل صحیک ہے۔ اپنے منہ میاں مشھوہ کی کہتے ہیں۔

حید مولا نا! میں حیران ہوں کہ مرزا قادیانی اپنے فہائل آپ ہی کیوں گناہتے رہے۔ کیا انہوں نے یہ شعر نہیں سناتا:

شانے خود بخود گفتمن نہ نسید مردوا ناما

چو زن ستان خود مالد حظوظ نفس کے یا بد

اختر اچھا اب دسوں حوال بھی لے لیجئے۔ اپنی کتاب (نزوں الحج ص ۲۲، غرائز ح ۱۸ ص ۱۱، ۳۶۲) پر ارشاد فرماتے ہیں: "کون ایمان دار ہے جو واقعات پر اطلاع پانے کے بعد اس بات کی

کو اسی نہ دے کہ درحقیقت اکفر گز شہنشہبیوں کے مجرمات کی نسبت یہ مجرمات اور پیشگوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت قوی اور بہت زیادہ نہیں اور اگر کوئی انہا انکار کر دے تو ہم موجود ہیں اور ہمارے کو اس موجود ہیں: ”ولیس الخبر کالمعانۃ“ پھر جس حالت میں صدہ بانیوں کی نسبت ہمارے مجرمات اور پیشگوئیاں سبقت لے گئی ہیں۔ تواب خود سوچ لو کہ اس وحی الہی کو اصحاب احلام اور حدیث اپنے کہنا درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کرنا ہے اور اگر ممکن ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ایک جلسہ کرو اور ہمارے مجرمات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے کو اہوں کی شہادت روایت جو حلقوی شہادت ہو گی، قلم بند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثنی ہمارے نبی ﷺ کے ویبا میں کسی نبی یا ولی کے مجرمات کو ان کے مقابل پیش کرو۔ لیکن نقصوں کے رنگ میں بلکہ روایت کے گواہ پیش کرو کیونکہ قصے توہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ نقصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسے ایک گوبر کا ابصار ممکن اور عنبر کے مقابل پر۔“ خالد..... استغفار اللہ! اس قدر شوخ چشمی اور بے باکی ہے۔ بخدا ہم تو ان نیز وں سے بے خبری پڑے تھے۔

منظور..... حق مجھ میں نے بھی آج ہی ان پاتوں پر غور کیا ہے۔ اگر دو چار یا وہ میں عمارتیں بھی اسکی ہوتیں تو ان کی پکھنڈ پکھنڈ تاویل بھی ہو سکتی تھی۔ مگر یہاں تو مولا نا اختر نے پتوں کے پٹتے کا دیئے۔ یہاں کوئی تاویل بھی کرے تو کیا۔ ایک جگہ سے پٹچ گا تو دوسرا جگہ پٹچ جائے گا۔ دوسرا جگہ سے لٹکے گا تو تیسرا جگہ گرے گا۔ بھلا بیسوں اور سینتوں جگہ کیا کیا تاویلیں دے گا۔ جیل..... اور بھائی منظور! اگر غور کیجئے تو یہاں تاویل ہو بھی کیا سکتی ہے۔ مرزا قادریانی نے آنحضرت ﷺ کو سئیخ کر کے باقی تمام انبیاء کو مقابلہ میں لانے کا چیخت دے دیا ہے۔ جن میں جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی شامل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں اور پھر لطف یہ کہ ان کے قصص کو جو قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔ گوبر کے ابصار سے تشبیہ وی ہے۔ کیونکہ ان کے گواہ اس وقت موجود نہیں اور اپنے قصص کو ممکن و ہنر قرار دیا ہے۔ العیاذ بالله!

اختر..... اور اسی عمارت کو ذرا آگے پڑھنے تو صاف لکھا ہے کہ ”کیونکہ نبوت کی عمارت کی لکھت و ریخت جس قدر ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان تمام (یعنی میرے) مجرمات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت.....“

جیل..... اب یہاں کیا تاویل ہو گی۔ کیا صاف لفظوں میں یہ تعمیر نبوت کی توہین نہیں ہے۔

آخر..... اور سنئے۔ آپ (آنینہ کمالات ص ۸۷۹، ۸۷۸، خواجہ ج ۵) پر لکھتے ہیں: یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار و حقیقت بصورت اقوال یا افعال انبیاء سے ظہور میں آتے ہیں جو ندانوں کی نظر میں ختم یہودہ اور شرمناک کام ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصربوں سے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور بھرا پئے صرف میں اتنا اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گمراہیں چلے جانا اور اس کا حظر پیش کردہ جو حلال کی وجہ سے نہیں تھا، استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روکنے دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر ورع گوئی میں داخل تھا۔

جمیل..... گویا اس مقام پر مرتضیٰ قادریانی نے حضرت میلی علیہ السلام کے فاحشہ عورت کے پاس جانے والے واقعہ کو ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام والے قرآنی واقعات کے ساتھ لٹا کر بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس واقعہ کو صرف پانچل ہی سے ماخوذ نہیں سمجھتے۔ بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ واقعہ سچا تھا۔ جس طرح یہ دوسرے انبیاء کے ہیں اور بظاہر یہودہ و شرمناک معلوم ہوتے ہیں۔

منظور..... ہاں بھائی! اب جو کہ تمیک ہے۔ ہم نے تو لکھت سلیم کر لی ہے۔

آخر..... ایک موقع پر مرتضیٰ قادریانی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو (راہیں احمدیہ حصہ بیم ۲۱، خواجہ ج ۹۹) ”پس اس وقت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔“

جمیل..... جناب حضرت یوسف، موسیٰ علیہم السلام ان کے سامنے کیا ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ یہ اخیال ہے کہ اب وقت بہت ہو چکا ہے۔ اس لئے جملں کو ہر خاست کرنا چاہئے اور مولوی منظور احسن صاحب کی وساطت سے کسی اور مرتضیٰ قادری مبلغ کو دعوت دے کر پھر کسی وقت کی اور مسئلہ پر گفتگو کرنی چاہئے۔ کیونکہ ہمیں اب اس سے بہت دفعہ بھی پیدا ہو گئی ہے۔

آخر..... بہت اچھا۔ اب پھر کسی وقت میں آپ کو مرتضیٰ قادریانی کے کذب و افتراء پر کھینچنا کیا گا بشرطیکا آپ چند مرزاں سے لوگوں کو بھی ساتھ لائیں۔

حیدر..... اچھا! امان اللہ!

لَا تَنْسِي لَذْتَ بِعُولَى

اشاریہ جلد نمبر ۱.....تا.....50

احتساب قادیانیت



ترتیب: مولانا اللہ وسیا

احساب قادریانیت، ایک تحریک تعارف و تجزیہ!

مولانا اللہوسایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ!

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

اب پسے استاذ کرم مناظر اسلام حضرت مولانا اللال حسین اختر کے رسائل اذال ۱۹۸۹ء میں احساب قادریانیت کے نام سے شائع کئے تھے۔ اس وقت خیال و تصویر میں بھی یہ بات نہ تھی کہ احساب قادریانیت کے نام پر اکابرین امت کے رشحات قلم کو سلسلہ دار سمجھا کیا جائے گا۔ حضرت مولانا محمد اور لیں کا نڈھلوئیؒ کے رسائل اذال ۱۹۹۸ء میں جمع کئے تو ان کو احساب قادریانیت جلد دوم کا نام دیا۔ پھر سلسلہ جمل نکلا۔ آج ان سطور کی تحریر (۱۲ ابریوری ۲۰۱۳ء) تک پچاس (۵۰) جلدوں پر کام تکمیل ہو گیا۔ گویا ۱۹۹۸ء سے ۲۰۱۳ء تک پندرہ سالیوں میں پچاس جلدیں، لکھنی تیزی سے یہ کام ہوا؟ یہ شخص الشرب العزت کا فضل و احسان ہے اور لیں!

اب جب کہ پچاسویں جلد اشاعت کے لئے پر لیں جانے کے مرافق میں تھی تو خیال ہوا کہ ان تمام جلدوں کی اجمانی فہارس اس جلد کے ساتھ شامل اشاعت ہو جائے تاکہ قارئین کے لئے پچاس جلدوں سے استفادہ آسان ہو جائے۔ اس کے لئے دو قسم کی فہرستیں تیار کی ہیں۔

فہرست نمبر ۱: اس فہرست میں جلد اول سے جلد پچاس تک ان حضرات کے اسمائے گرائی درج کر دیئے ہیں۔ جن کے کتب و رسائل ان پچاس جلدوں میں شائع ہوئے۔ یہ کل حضرات دوسو باسٹھ (۲۶۲) ہیں۔ جن کا سن ولادت و سن وفات معلوم ہو سکے۔ دونوں درج کر دیئے۔ سن ولادت کے لئے (و) اور سن وفات کے لئے (م) کی علامت لکھی ہے۔ جن کا صرف سن وفات معلوم ہوا (م) کے آگے صرف وہی لکھ دیا۔ جن کے دونوں سن معلوم نہ کر پائے انہیں خالی چھوڑ دیا جو ہماری بے نی کی یادو لاتے رہیں گے۔

فہرست نمبر ۲: (۱)..... رسائل و کتب کے اذال نمبرات مسلسل دیئے ہیں۔
 (۲)..... ہر مصنف کے رسائل کی تعداد کے لئے علیحدہ علیحدہ ساتھ ہی نمبر دیئے ہیں۔

(۳)..... ہر مصنف کے رسالہ و کتاب کا مکمل نام دیا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ کون کون سے رسائل و کتب شائع ہو کر ان جلدوں میں محفوظ ہیں۔ (۴)..... ہر رسالہ و کتاب کے نام کے ساتھ مصنف کا نام دیا ہے، تا کہ مزید آسانی ہو۔ (۵)..... جلد کی صراحة کروی ہے کہ کس مصنف کا کون سا رسالہ کون ہی جلد میں مل سکتا ہے۔ (۶)..... اس کے ساتھ ہی اس فہرست میں آگے اس جلد کا صفحہ دے دیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ کس مصنف کا کون سا رسالہ، کون ہی جلد کے کون سے صفحہ پر مل سکتا ہے۔ اس طرح یہ وفہارس تیار کر پائے ہیں۔

میرے خدموم حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید کا فرمانا تھا کہ ان تمام جلدوں کو موضوعاتی تقسیم و ترتیب جدید سے شائع ہونا چاہئے۔ بہت مناسب اور ضروری۔ لیکن اس سے قبل اگر وہ اپنے کسی معاون کو موضوعاتی فہرست کے کام پر لگاتے۔ حق تعالیٰ نے انہیں اپنے حضور بلا لیا۔ فقیر کی کردھتی ہے۔ بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑنے کی بجائے اٹھانے کا نتیجہ ہے۔ موصوف موضوعاتی فہرست تیار کراویتے۔ ایسے ہو جاتا؟ اسی طرح اسی قبیلہ عشق و دفا کے ایک اور مخدوم یعنی مخدوم ہانی حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب ناظم اقراء روضۃ الاطفال پاکستان نے از خود خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں ان تمام جلدوں کے تعارف و تبرہ پر خامہ فرستائی کرنے کا دلی داعیہ رکھتا ہوں۔ موصوف اچھے قلمکار اور دل کی بات سمجھانے کے وہنی ہیں۔ ان کا تعارف و تبرہ پر قلم چل لکھا تو سینکڑوں صفحات تیار ہو جائیں گے۔ ان فہرستوں سمیت موضوعاتی فہرست اور تعارف و تبرہ پر مستقل کتاب شائع ہو جائے تو بہت اچھا ہے گا۔

یہ تو شیخ حلی کے خیالاتی پلاٹ تھے۔ جو کام ان جلدوں پر ہو گیا ہے وہ حاضر خدمت ہے۔ لیکن! اپنے حصے اور دعاویں سے نوازیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کارخیر کو مزید جاری رکھنے کی توفیق مرحت فرمائیں۔ آج تک رسائل و کتب کی ٹکل میں روقا و یانیت پر جو کچھ شائع ہوا وہ سب احتساب قادر یانیت کی آئندہ جلدوں میں جمع ہو جائے۔ و ما ذالک علی اللہ بعزیز!

والسلام!

محاج وعا..... فقیر: اللہ وسا یا

۱۲ فروری ۲۰۱۳ء

فہرست نمبر: ۱ اسماء گرامی مصنفین بمعنی سن ولادت و سن وفات

اس فہرست میں احشاب قادریانیت کی جلد اول (۱) سے جلد پچھاں (۵۰) تک
جن حضرات کے رد قادریانیت کے رسائل شامل کئے گئے۔ ان کے اسماء کی فہرست دے دی گئی
ہے۔ جن حضرات کا سن ولادت و سن وفات میر آگیا وہ بھی شامل کر دیا ہے۔ کل
دو سو باہم (۲۶۲) حضرات اکابر، مرحومین، محسینین کے رشحات قلم، پچھاں جلدیوں میں ہم مسکین
ان کے نام لیواڑیں نے جمع کئے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے شرف قبولیت سے
نوازیں اور آنکدہ کے لئے توفیق پختش کر ہم تمام حضرات کے کتب و رسائل کو مکمل جمع کر
پائیں۔ و ما ذالک علی اللہ یعزیز!

- | | | |
|--|-----------------------|---------------------------------|
| (۱) مولانا لال حسین اختر | م ۱۱ رجب ۱۴۷۳ھ | و..... |
| (۲) مولانا محمد اوریں کاظم حلوی | و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۸ء | م ۲۸ ربیع الاول ۱۴۷۳ھ اور |
| (۳) مولانا حبیب اللہ امر تری | م ۱۸۹۵ء | م ۱۱ ربیع الاول ۱۴۷۸ھ |
| (۴) حضرت مولانا سید محمد اور شاہ کشیری | م ۱۹۳۳ء | و ۷۵ ائمہ |
| (۵) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی | م ۱۹۳۳ء | و ۲۳ ائمہ |
| (۶) حضرت علامہ مولانا شیخ احمد عثمنی | و ۲۸ ربیع الاول ۱۸۸۸ء | م ۱۳ ربیع الاول ۱۴۷۹ھ بہادر پور |
| (۷) حضرت مولانا بدرالعلم میر شعیب مدینی | م ۱۹۰۱ء | و ۱۰ ربیع اول ۱۹۶۵ھ منورہ |
| (۸) حضرت مولانا سید محمد علی موسکیری | م ۱۳ ربیع اول ۱۸۳۶ء | و ۲۸ ربیع اول ۱۴۱۷ھ |
| (۹) علامہ قاضی محمد سلیمان بنصرور پوری | م ۱۳۰۰ء | و ۷۶ ائمہ |
| (۱۰) پروفیسر یوسف سلیم چشتی | م ۱۸۹۶ء | و ۲ ربیع اول ۱۹۸۳ء اور |
| (۱۱) حضرت مولانا شاہ اللہ امر تری | م ۱۵ اسراجم ۱۹۷۸ھ | و جون ۱۸۶۸ء |
| (۱۲) حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاہ پوری | م ۲۱ ربیع اول ۱۹۵۱ء | و ۱۲۸۵ھ |
| (۱۳) حضرت مولانا غلام دیکھیر قصوری | م ۱۸۹۷ء | و..... |
| (۱۴) جاتب بابو یوسف لاهوری | م ۱۹۲۷ء | و..... |
| (۱۵) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع | م ۱۸۹۷ء | و جنوری ۱۸۹۷ء اور دیوبند |
| (۱۶) حضرت مولانا حافظ الرحمن سید حاروی | م ۱۳۸۲ء | م ۲۶ ربیع اول ۱۹۷۶ء کراچی |

- (۱۷) حضرت مولانا طالم شمس الحق اخفانی و ۲۹ ربیعہ ۱۴۰۰ھ م چار سده م ۱۲ اگست ۱۹۸۳ء ترکیزی چار سده
- (۱۸) جناب ابو عبیدہ نظام الدین بی۔ اے و م ۵ رجب ۱۴۸۵ء
- (۱۹) حضرت مولانا حسین احمدی و ۱۲ راکتوبر ۱۸۷۹ء م ۵ ربیعہ ۱۹۵۷ء
- (۲۰) حضرت مولانا احمد علی لاہوری و ۲ مرداد ۱۳۰۲ھ م ۷ امر مطہان ۱۳۸۱ھ لاہور
- (۲۱) حضرت مولانا منظی محمد و ۱۵ ربیوری ۱۹۱۹ء م ۱۳ راکتوبر ۱۹۸۰ء
- (۲۲) حضرت مولانا غلام خوشنوش ہزاروی و جون ۱۸۹۶ء م ۳ ربیوری ۱۹۸۱ء بغیر نامہ
- (۲۳) حضرت مولانا محمد علی جالندھری و فروزی ۱۸۹۵ء مکور م ۲۱ ربیل ۱۷ ام ملٹان
- (۲۴) حضرت مولانا محمد یوسف بوری و ۷ ربیعی ۱۹۰۸ء م پشاور م ۷ اراکتوبر ۱۹۷۷ء کراچی
- (۲۵) حضرت مولانا تاج محمد و ۵ ربیوری ۱۹۱۹ء م ۲۰ ربیوری ۱۹۸۳ء فیصل آباد
- (۲۶) حضرت مولانا محمد شریف جالندھری و م ۱۳ ربیوری ۱۹۸۵ء ام ملٹان
- (۲۷) حضرت مولانا عبد الرحیم اشعر و ۲۵ ربیعی ۱۹۱۳ء م ۲۲ ربیعی ۲۰۰۳ء جلاپور بیدوالہ
- (۲۸) حضرت مولانا عبد الرحمن پیالوی و م م
- (۲۹) حضرت مولانا نور محمد خان سہارنپوری و م م
- (۳۰) حضرت مولانا محمد منکور نعمانی و ۱۹۰۵ء م ۳ ربیعی ۱۹۹۱ء
- (۳۱) حضرت مولانا محمد یعقوب پیالوی و م م
- (۳۲) جناب مسلم نصیر بی۔ اے بھیروی و م م
- (۳۳) حضرت مولانا محمد ابراهیم سہریاں کوئی و اپریل ۱۸۷۲ء م ۱۲ ربیوری ۱۹۵۶ء
- (۳۴) حضرت مولانا عبد اللطیف رحائی و م م
- (۳۵) حضرت مولانا تھور احمد گوئی و ۱۹۰۱ء م ۱۹۳۵ء
- (۳۶) حضرت مولانا محمد سلم دیوبندی و ۱۸۹۳ء م ۱۹۵۰ء
- (۳۷) جناب قاضی فضل احمد گورا پسپوری و م م
- (۳۸) حضرت مولانا اوار اللہ خان حیدر آبادی و ۱۲۲۳ء م ۱۳۳۶ء
- (۳۹) ایم۔ ایس خالد وزیر آبادی و م م
- (۴۰) مولانا عبد اللطیف مسعود و م م
- (۴۱) مولانا محمد عالم امرتیری و ۱۲ امر مطہان ۱۳۹۸ء م ۱۹۳۳ء

- | | |
|---|-----------|
| (۲۶) جناب احمد صدیق سوڈوی | م و |
| (۲۷) ڈاکٹر حسین صابر کرپلائی | م و |
| (۲۸) خان حبیب الرحمن کاملی | م و |
| (۲۹) جناب عبداللطیف سعیدی | م و |
| (۳۰) جناب عبدالقدیر امروہی | م و |
| (۳۱) ابوالمحسن محمد ارشد | م و |
| (۳۲) حافظ محمد امین قرقشی | م و |
| (۳۳) حسین ڈاکٹر محمد علی امرتسری | م و |
| (۳۴) علامہ عبدالرشید طالوت | م و |
| (۳۵) مولانا نور الحق علوی | م و |
| (۳۶) مولانا عبد الجبیر | م و |
| (۳۷) مولانا ابوالحسن عبد المعزیز | م و |
| (۳۸) فتح احمد بھاری | م و |
| (۳۹) سید رضا امین بنیاد الاسلام | م و |
| (۴۰) سید رضا دارالاشاعت رحمانی موسیٰ کاظم | م و |
| (۴۱) مولانا سید محمد اورنسی دہلوی | م و |
| (۴۲) ڈاکٹر غلام جلالی برق | م و |
| (۴۳) ملک محمد عفی خان | م و |
| (۴۴) غلام احمد پروین | م و |
| (۴۵) مولانا سرفراز خان صدر | م و |
| (۴۶) ساجزادہ طارق گھود | م و |
| (۴۷) مولانا احمد عبد الجلیم کانپوری | م و |
| (۴۸) مولانا عبد الرزاق سلم خانی | م و |
| (۴۹) مولانا شیر اللہ مظاہری رکونی | م و |
| (۵۰) جناب ابراہم آزاد | م و |

- (۱۱۶) جناب و احمد علی خان
 (۱۱۷) خواجہ عبد الحمید بٹ
 (۱۱۸) مولانا عبدالحیم الیاسی
 (۱۱۹) اخڑاں
 (۱۲۰) چھپری محمد حسین ایم اے
 (۱۲۱) جناب عبد القیم پوراج
 (۱۲۲) مولانا محمد اعلیٰ امرتسری
 (۱۲۳) ڈاکٹر نذیر احمد
 (۱۲۴) جناب ملک محمد صادق سابق قادیانی و
 (۱۲۵) محمد صادق قرقشی
 (۱۲۶) مولانا نور محمد گرجاکی
 (۱۲۷) مولانا منظہر شید احمد لدھیانوی و ۲۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء خاتمال م ۱۹ فروری ۲۰۰۲ء کراچی
 (۱۲۸) سعید احمد قرقشی
 (۱۲۹) مولانا منظہر احمد چھپخاولی
 (۱۳۰) مولانا عبدالرزاق انقلابی
 (۱۳۱) مولانا عاصی عبد الصدر بیازی
 (۱۳۲) عبد الوہاب جازی
 (۱۳۳) غلام نبی جانباز و ۳ ستمبر ۱۹۱۱ء امرتسر م ۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء لاہور
 (۱۳۴) بشیر احمدی مصری
 (۱۳۵) مولانا عبدالرحمیم اشرف و ۱۹۱۱ء
 (۱۳۶) سید برکت علی شاہ گوششی و کم رخواری ۱۸۸۳ء اور یہ آباد م کم را کوتیر ۱۹۵۶ء اور دیگر آباد
 (۱۳۷) مولانا محمد اسماعیل گوجروی و ۱۹۱۱ء مسلمان پہلے میان کیہ خلد م ۱۳ ارجنون ۱۹۷۶ء فیصل آباد
 (۱۳۸) ڈاکٹر سید فدا حسین شاہ و
 (۱۳۹) سید عبد الجبار قادری و
 (۱۴۰) جناب غلام رسول چوہدہ و

- (۱۵۸) امام الدین گھرائی
 (۱۵۹) مولانا بخش کشتی
 (۱۶۰) سید عبدالرحمن شاہ
 (۱۶۱) عبدالکریم ناقہ
 (۱۶۲) مولانا محمد حضرت قبیلی
 (۱۶۳) مولانا ابوالکلام آزاد
 (۱۶۴) مولانا سید ابوالحسن علی عدوی
 (۱۶۵) مولانا شہاب الدین لاہوری
 (۱۶۶) مولانا عاشق الہی بلندشہری
 (۱۶۷) مولانا عبد الرحیم منہاج
 (۱۶۸) مولانا خاصہ الرحمن فاروقی
 (۱۶۹) ایم غلام محمد شوخ بیالوی
 (۱۷۰) مولانا عبد السلام سلمہ ہزاروی و ...
 (۱۷۱) حضرت مولانا سید محمد اسماعیل سعیی و ...
 (۱۷۲) حضرت مولانا قبیلی ہبھانی پاٹھووی و ...
 (۱۷۳) کرم جناب حکیم محمد التقی صاحب و ...
 (۱۷۴) حضرت مولانا بلال احمد دہلوی و ...
 (۱۷۵) کرم جناب محمد نواز، ایم، اے و ...
 (۱۷۶) حضرت مولانا حسیب اللہ قاضی رشیدی و ۱۹۵۳ء احتلے پور گھریں جاندھر م سے دسمبر ۱۹۸۵ء اسایروں
 (۱۷۷) مولانا اول الدین قادری (سائیف الدین) و ...
 (۱۷۸) حضرت مولانا غلام رسول فیروزی و ...
 (۱۷۹) حضرت مولانا حسین احمد لاہوری و ۱۹۰۱ء نولہ بانس بریلی م ۲ رجب ۱۹۸۹ء اماں لاہور
 (۱۸۰) کرم جناب شرف بریلوی و ...
 (۱۸۱) مولانا طبل برطن پنچ (طبل بیونڈ) و ...
 (۱۸۲) حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب بھٹی و ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء جمل م ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء جمل

- (۱۴۶) حضرت مولانا محمد فیروز خان ڈسکوئی و ۱۹۳۵ء م ۲۰۱۰ء کا سکھ

(۱۴۷) حضرت مولانا محمد مالک کائیڑھوئی و ۱۹۲۵ء م ۱۹۲۱ء کا عاملہ

(۱۴۸) حضرت مولانا سید جوہر کرم شاہ الازیزی و کمیر جوالانی ۱۹۱۸ء کی پیغمبرہ م ۱۹۹۸ء پیغمبرہ

(۱۴۹) جاتب حکیم علمبر حسین ترشیح صدیقی پیر حنفی و م م

(۱۵۰) حضرت مولانا محمد بشیر شہوائی و ۱۹۵۳ء م جادی الآخر ۱۳۲۳ھ

(۱۵۱) حضرت مولانا عبدالجید بلوئی و م م

(۱۵۲) حضرت مولانا محمد عبد اللہ شاہ بھپوری و م م

(۱۵۳) حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپاتی و م م

(۱۵۴) حضرت مولانا ظلیل الرحمن بھوپاتی و م م

(۱۵۵) حضرت مولانا محمد اسما ملی علی گرمی و م م

(۱۵۶) جاتب حشحصین بن محسن انصاری پیری و ۱۹۲۵ء مکن ۱۳۷۲ھ

(۱۵۷) حضرت مولانا محمد سعد الشلدھی لونی و م م

(۱۵۸) حضرت مولانا قلام رسول قلندری امرتسری و م م

(۱۵۹) حضرت مولانا غلام سلطان قاسمی امرتسری و م م

(۱۶۰) حضرت مولانا سید احمد جلا پیری قشید و ۱۹۵۵ء

(۱۶۱) جاتب پور فیض منور احمد حملک صاحب و م م

(۱۶۲) جاتب شیخ راحیل احمد صاحب جنمی و ۱۹۲۷ء اٹلیا

(۱۶۳) جاتب فضل اللہ صاحب گجراتی و م م

(۱۶۴) حضرت مولانا سید محمد ہاشم شیخی و ۱۹۰۸ء بہار م ۱۵ اگست ۱۹۸۸ء حیدر آباد

(۱۶۵) سکریٹریت جاتب لاکر اسرا رحمت و م م

(۱۶۶) جاتب مولانا امام اللہ گجراتی و م م

(۱۶۷) جاتب عبد الرحیم عابد امرتسری و ۱۸۹۲ء امرتسر م ۱۹۵۳ء کی پیغمبری

(۱۶۸) حضرت مولانا عبد الرحیم ڈیروئی و م م

(۱۶۹) حضرت مولانا یاہاں حقی امرتسری و کمیر ۱۹۰۰ء امرتسر م ۱۹۸۲ء فروری ۷۱ء ملاہور

(۱۷۰) جاتب ماسٹر محمد ابراہیم و م م

- م م (۲۱۶) حضرت مولانا ابو مظفر و محمد قلام الدین قادری و م
- م ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء مس آپا داگھ (۲۱۷) جناب قاضی غلام ربانی شمس آبادی و م
- م ۱۹۳۰ء (۲۱۸) حضرت مولانا قاضی غلام گیلانی و م
- م م (۲۱۹) حضرت مولانا عبدالوهاب خان راچوری و م
- م م (۲۲۰) جناب ظاہر مصوراں یہ مرفت مصری و م
- م ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۰ء (۲۲۱) حضرت مولانا غلام ربانی جوہر آبادی و م
- م م (۲۲۲) جناب شیخ حضرت مسیح پور فرشاد ازہر مصر و م
- م م (۲۲۳) حضرت مولانا ابوالفضل عربانی کلوری سریعی و م
- م م (۲۲۴) حضرت مولانا ہیر سید کرم مسیح شاہ قشیدی و م
- م م (۲۲۵) سید رضا احمد بن اشاعت الاسلام بخاری و م
- م م (۲۲۶) حضرت مولانا محمد شریف قادری و م
- م م (۲۲۷) معلوم و م
- م م (۲۲۸) حضرت مولانا عبدالودود قرقشی و م
- م م (۲۲۹) حضرت مولانا عبدالقیوم بیربھی و م
- م م (۲۳۰) جناب تاج الدین احمد تاج و م
- م م (۲۳۱) حضرت مولانا ابو عمر عبد المعزیز و م
- م ۲۰ مئی ۱۹۶۶ء (۲۳۲) حضرت مولانا حکیم عبدالغفاری و م
- م ۲۲ رائست ۱۹۵۲ء مدینہ منورہ (۲۳۳) حضرت مولانا عبد الحليم صدیقی و م
- م م (۲۳۴) حضرت مولانا شفیقی غلام رشیقی بیانی و م
- م م (۲۳۵) حضرت مولانا عبد الجنی امرتسری و م
- م م (۲۳۶) حضرت مولانا حکیم الدین بیان گھستی و م
- م م (۲۳۷) حضرت مولانا محمد الدین کاہن کاہن و م
- م م (۲۳۸) حضرت مولانا محمد یوسوب رحمنی و م
- م م (۲۳۹) حضرت مولانا سید محمد عرب کشی و م
- م م (۲۴۰) حضرت مولانا محمد عبد اللہ جوہنگری و م

- | | |
|-----------|---|
| م م | (۲۳۱) حضرت مولانا خفی قیس اللہ شاہ کشمیری و م |
| م م | (۲۳۲) حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی و م |
| م م | (۲۳۳) حضرت مولانا محمد عبدالقدور پڑھی و م |
| م م | (۲۳۴) حضرت مولانا عبد الرحمن لکھوی و م |
| م م | (۲۳۵) حضرت مولانا حسن رضا خان قادری و م |
| م م | (۲۳۶) حضرت مولانا خفی رفاقت حسین برلنی و م |
| م م | (۲۳۷) حضرت مولانا سید محمود احمد رضوی و م |
| م م | (۲۳۸) جتاب پنج ہدروی رحمت الہی صاحب و م |
| م م | (۲۳۹) حضرت مولانا محمد شریف خالد رضوی و م |
| م م | (۲۴۰) جتاب پروفیسر شاہ فرید بخش صاحب و م |
| م م | (۲۴۱) حضرت مولانا اکبر قلام الدین شاہزادی و م |
| م م | (۲۴۲) حضرت مولانا ابوالعلاء یار اوپنڈی و م |
| م م | (۲۴۳) جتاب نیاز لدھیانوی صاحب و م |
| م م | (۲۴۴) جتاب ماہر القادری و م |
| م م | (۲۴۵) پروفیسر محمد اسماعیل و م |
| م م | (۲۴۶) میاں محمد نوش روی و م |
| م م | (۲۴۷) ڈاکٹر نظر جو فی و م |
| م م | (۲۴۸) ناظم مجلس کنزی و م |
| م م | (۲۴۹) حکومت پاکستان و م |
| م م | (۲۵۰) انجمن رسم اور سیاست و م |
| م م | (۲۵۱) بادشاہ محمد گوری و م |
| م م | (۲۵۲) مولانا عبدالجید سوہنروی و م |

فہرست نمبر ۳: اسماء رسائل، اسمائے مصنفین، جلد اور اس کے صفحات

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اول (۱) (ص ۳۱۰)

۱.....	ترک مرزا نیت	مولانا لال حسین اختر ص ۳۵
۲.....	ثتم نبوت اور بر زگان امت	" " ص ۱۳۵
۳.....	حضرت سعیف الدین مرزا کی نظر میں	" " ص ۱۶۳
۴.....	حضرت خواجہ غلام فرید اور مرزا قادیانی	" " ص ۲۰۹
۵.....	مرکز اسلام کے کردار میں قادیانیوں کی روشن دانیاں	" " ص ۲۲۷
۶.....	سیرت مرزا قادیانی	" " ص ۲۳۵
۷.....	عجائبات مرزا	" " ص ۲۳۹
۸.....	حمل مرزا	" " ص ۲۶۱
۹.....	آخری فیصلہ	" " ص ۲۶۵
۱۰.....	مکروہیب	" " ص ۲۷۳
۱۱.....	وفاقی وزیر قانون کی خدمت میں عرض داشت	" " ص ۲۸۱
۱۲.....	حمدوالرحمٰن کیش میں بیان	" " ص ۲۹۵
۱۳.....	مسلمانوں کی نسبت قادیانی عقیدہ	" " ص ۳۰۱
۱۴.....	انگستان میں مجلس تحفظ ثتم نبوت کی کامیابی	" " ص ۳۰۵
کل رسائل: ۱۳:		

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد دوم (۲) (ص ۵۳۳)

۱.....	مسک الخاتم فی ثتم نبوت سید الالمام (ثتم نبوت)	مولانا محمد ادیش کامر حلوی ص ۹
۲.....	شرک الطنبوت	" " ص ۹۵
۳.....	حرات صوفیے کام اور حضرت ناظری پر مرزا نیشن کا بہتان و اخراج	" " ص ۱۳۷
۴.....	الاعلام بمعنی الکھف والوچی والا الہام	" " ص ۱۳۹

۱۹.....۵.....کلت الشفی حیات زوح اللہ المعرف حیات میں!	ص ۱۶۱	"
۲۰.....۶.....القول الحکم فی نزول ابن مریم!	ص ۲۶۲	"
۲۱.....۷.....لکھن الحکم فی اسرار نزول میں ابن مریم!	ص ۳۱۵	"
۲۲.....۸.....اسلام اور مرزا یت کا اصولی اختلاف	ص ۳۳۵	"
۲۳.....۹.....دعاوی مرزا	ص ۳۵۵	"
۲۴.....۱۰.....اصن المیان فی تحقیق مسلمۃ الکفر والایمان	ص ۳۰۳	"

کل رسائل: ۱۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد تین (۳) (ص ۵۳۹)

۲۵.....۱.....مراق مرزا	مولانا حبیب اللہ امیر ترسی	ص ۱۱
۲۶.....۲.....مرزا یت کی تردید بطریق جدید	"	ص ۳۰
۲۷.....۳.....حضرت سعیؒ کی قبر شہیر میں نہیں	"	ص ۷۳
۲۸.....۴.....عمر مرزا	"	ص ۱۳۷
۲۹.....۵.....بشارت الحکم	"	ص ۱۶۹
۳۰.....۶.....مرزا قادیانی نبی ن (ایک مناظرہ)	"	ص ۲۵۷
۳۱.....۷.....نزول سعیؒ!	"	ص ۲۶۹
۳۲.....۸.....حلیہ سعیؒ مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ	"	ص ۳۱۷
۳۳.....۹.....مجھرہ اور مسیح زم میں فرق	"	ص ۳۲۷
۳۴.....۱۰.....حضرت میں سعیؒ کا جگہ کرنا اور مرزا قادیانی کا الحجع کرنے	"	ص ۳۶۹
۳۵.....۱۱.....مرزا قادیانی مثلی سعیؒ نہیں	"	ص ۳۸۹
۳۶.....۱۲.....سنۃ اللہ کے معنی مع رسالہ واقعات نادرہ	"	ص ۳۰۵
۳۷.....۱۳.....مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزا یت کی زبانی	"	ص ۳۲۹
۳۸.....۱۴.....مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی قرآن دلائی	"	ص ۳۳۳
۳۹.....۱۵.....میں سعیؒ کا رخ نہ رہا میں اپنے تیکدار بھائی مرزا کی کذب بیان	"	ص ۳۶۱
۴۰.....۱۶.....مرزا غلام احمد رئیس قادیانی اور اس کے بارہ نشان	"	ص ۳۸۱

۲۷.....۳۱	اختلافات مرزا	ص ۳۸۹	" " "
۱۸.....۳۲	سلسلہ بھائی و فرقہ مرزا یہی	ص ۵۰۷	" " "
۱۹.....۳۳	انجیل بری باس اور حیات مسیح ﷺ	ص ۵۲۱	" " "
۲۰.....۳۳	مرزا یہت میں یہودیت و صرآنیت	ص ۵۲۹	" " "

کل رسائل: ۲۰

فهرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چار (۲) (ص ۳۷۹)

۱.....۳۵	دعوت حفظ ایمان نبراء	مولانا انور شاہ کشمیری ص ۱۱	" " "
۲.....۳۶	دعوت حفظ ایمان نبراء	" " ص ۱۷	" " "
۳.....۳۷	بیان حقیقت بہاول پور	" " ص ۳۲	" " "
۴.....۳۸	الخطاب الحسنی حقیقت المهدی	مولانا اشرف علی تھاونی ص ۹۵	" " "
۵.....۳۹	تمکن قادیانی	" " ص ۱۳۱	" " "
۶.....۴۰	الہباب لترجمہ ایضاً لطف المرتاب	مولانا شبیر احمد حنفی ص ۱۹۱	" " "
۷.....۴۱	صدائے ایمان	" " ص ۲۳۳	" " "
۸.....۴۲	نزول عیسیٰ ﷺ	مولانا بدر عالم میرٹھی ص ۲۵۳	" " "
۹.....۴۳	حقیقت نبوت	" " ص ۳۶۵	" " "
۱۰.....۴۴	سیدنا مهدی علیہ الرضوان	" " ص ۳۳۵	" " "
۱۱.....۴۵	دجال اکبر	" " ص ۳۹۷	" " "
۱۲.....۴۶	نور ایمان	" " ص ۵۳۱	" " "
۱۳.....۴۷	الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح ﷺ	" " ص ۵۳۳	" " "
۱۴.....۴۸	مصابح العلیہ لمحو الدینۃ الظلیہ!	" " ص ۵۳۸	" " "
۱۵.....۴۹	الجواب الحسنی فی آیت التوفی!	" " ص ۵۷۶	" " "
۱۶.....۵۰	انجاز التوفی فی آیت التوفی!	" " ص ۵۹۲	" " "
۱۷.....۵۱	آواز حق!	" " ص ۶۳۹	" " "

کل رسائل: ۱۷

فهرست رسائل احتمال قادیانیت جلد پانزدهم (۵) (ص ۵۲۸)

۱	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱	۶۲
۲	صحیفہ رحمانیہ نمبر۲	۶۳
۳	صحیفہ رحمانیہ نمبر۳	۶۴
۴	صحیفہ رحمانیہ نمبر۴	۶۵
۵	صحیفہ رحمانیہ نمبر۵	۶۶
۶	صحیفہ رحمانیہ نمبر۶	۶۷
۷	صحیفہ رحمانیہ نمبر۷ مرزا کا دعویٰ نبوت	۶۸
۸	صحیفہ رحمانیہ نمبر۸ مرزا کے دعویٰ نبوت مرزا	۶۹
۹	صحیفہ رحمانیہ نمبر۹ عبرت ختنہ	۷۰
۱۰	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۰	۷۱
۱۱	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۱ المرثویۃ القائیہ قادیانی	۷۲
۱۲	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۲	۷۳
۱۳	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۳	۷۴
۱۴	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۴ اسلامی تحقیق مولانا عبدالقار خان مولانا لکھنؤی	۷۵
۱۵	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۵	۷۶
۱۶	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۶ مرزا کی نبوت کا خاتمه مولانا سید محمد انور حسین	۷۷
۱۷	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۷ مولانا اخلاق مولانا موسیٰ مونیری	۷۸
۱۸	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۸ احتجاج محمدیہ مولات فاروقیہ	۷۹
۱۹	صحیفہ رحمانیہ نمبر۱۹ پیشہ بہات کی مدت تک کی تہذیبی کی بقیہ مان	۸۰
۲۰	صحیفہ رحمانیہ نمبر۲۰	۸۱
۲۱	صحیفہ رحمانیہ نمبر۲۱ رحاظم انعامین	۸۲
۲۲	صحیفہ رحمانیہ نمبر۲۲	۸۳
۲۳	صحیفہ رحمانیہ نمبر۲۳	۸۴

..... ۸۵	میفہ رحمانی نمبر ۲۳
..... ۲۳	کل رسائل

فہرست رسائل اخساب قادیانیت جلد چھ (۶) (ص ۲۹۱)

..... ۸۶	۱..... غایت المرام
..... ۸۷	۲..... تائید الاسلام
..... ۸۸	۳..... مرزا قادیانی اور نبوت
..... ۸۹	۱..... ختم نبوت
..... ۹۰	۲..... شناخت مهدو
کل رسائل: ۵	

فہرست رسائل اخساب قادیانیت جلد سات (۷) (ص ۶۲۰)

..... ۹۱	۱..... فیصلہ آسمانی حصہ اول بعد عترہ
..... ۹۲	۲..... فیصلہ آسمانی حصہ دوم
..... ۹۳	۳..... فیصلہ آسمانی حصہ سوم
..... ۹۴	۴..... دوسری شہادت آسمانی
..... ۹۵	۵..... تجزیہ رہبانی از تزوییث قادیانی
..... ۹۶	۶..... معیار صداقت
..... ۹۷	۷..... حقیقت اسح
..... ۹۸	۸..... معیار اسح
..... ۹۹	۹..... ہدیہ علماء و میفہ نواریہ
..... ۱۰۰	۱۰..... حقیقت رسائل اعجازیہ مرزا

کل رسائل: ۱۰

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد آٹھ (۸) (۵۷۶)

مولانا شاہ اللہ امر تری مولانا شاہ اللہ امر تری ص ۹	۱۔.....الہامات مرزا
" " ص ۱۳۷	۲.....بخوات مرزا
" " ص ۱۵۷	۳.....صحیفہ محبوبیہ
" " ص ۱۹۹	۴.....فاتح قادریان
" " ص ۲۶۷	۵.....آفتہ اللہ
" " ص ۲۷۵	۶.....فتح ربانی در مباحث قادریانی
" " ص ۳۶۳	۷.....عقامد مرزا
" " ص ۳۷۳	۸.....مرقع قادریانی
" " ص ۳۲۹	۹.....چیستان مرزا
" " ص ۳۳۷	۱۰.....زار قادریان
" " ص ۳۳۳	۱۱.....فتح نکاح مرزا یاں
" " ص ۳۶۹	۱۲.....نکاح مرزا
" " ص ۳۹۳	۱۳.....تاریخ مرزا
" " ص ۵۳۳	۱۴.....شاہ انگستان اور مرزا کے قادریان
" " ص ۵۵۵	۱۵.....لکھرام اور مرزا
" " ص ۵۶۷	۱۶.....شانی پاکٹ بک

کل رسائل: ۱۶

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد نو (۹) (ص ۶۱۶)	۱۸
مولانا شاہ العلام امیر ترسی مص ۵	۱۱۰.....۷۔ قادیانی مباحثہ و کن
۲۹ مص ۵۵	۱۱۸.....۱۸۔ شہادت مرزا
۵۵ مص ۸۳	۱۱۹.....۱۹۔ بگات مرزا
۸۳ مص ۱۰۷	۱۲۰.....۲۰۔ ہندوستان کے دو (۲) ریفارمر
۱۰۷ مص ۱۳۷	۱۲۱.....۲۱۔ محمد قادریانی
۱۳۷ مص ۱۵۷	۱۲۲.....۲۲۔ قادیانی حلق کی حقیقت
۱۵۷ مص ۲۲۷	۱۲۳.....۲۳۔ تعلیمات مرزا
۲۲۷ مص ۲۳۷	۱۲۴.....۲۴۔ فیصلہ مرزا
۲۳۷ مص ۲۶۳	۱۲۵.....۲۵۔ تفسیر نویسی کا جتنیش اور فرار
۲۶۳ مص ۳۵۵	۱۲۶.....۲۶۔ علم کلام مرزا
۳۵۵ مص ۳۸۷	۱۲۷.....۲۷۔ عجائب مرزا
۳۸۷ مص ۳۵۳	۱۲۸.....۲۸۔ ناقابل صفت مرزا
۳۵۳ مص ۵۱۳	۱۲۹.....۲۹۔ بہاء اللہ اور مرزا
۵۱۳ مص ۵۲۷	۱۳۰.....۳۰۔ اپا طیل مرزا
۵۲۷ مص ۵۷۵	۱۳۱.....۳۱۔ مکالہ احمدیہ
۵۷۵ مص ۶۰۵	۱۳۲.....۳۲۔ بطش قدیر قادریانی تفسیر
۶۰۵ مص ۶۱۳	۱۳۳.....۳۳۔ محمود مصلح موعود
۶۱۳ مص ۶۱۳	۱۳۴.....۳۴۔ تحقیق احمدیہ
	کل رسائل: ۱۸

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد دس (۱۰) (۵۷۲)

- ۱۳۵ ۱ صحبۃ الحق (الملقب) ببلوغة الحق! مرتضیٰ حسن چاند پوری ص ۵
- ۱۳۶ ۲ تحقیق الکفر والایمان! // ص ۷۷
- ۱۳۷ ۳ فتح قادریان کا مکمل نقشہ جنگ // ص ۱۰۵
- ۱۳۸ ۴ مرزاںیوں کی تمام جماعتیں کو چیخ // ص ۱۱۱
- ۱۳۹ ۵ مرزاںیت کا خاتمه // ص ۱۱۹
- ۱۴۰ ۶ مرزاںیت کا جنازہ بے گور و کفن // ص ۱۲۵
- ۱۴۱ ۷ ہندوستان کے تمام مرزاںیوں کو چیخ // ص ۱۳۱
- ۱۴۲ ۸ مرزا اور مرزاںیوں کو دربار بیوت سے چیخ // ص ۱۳۲
- ۱۴۳ ۹ زلزلہ الساعۃ! قادریان میں قیامت خیز بھونچاں // ص ۱۳۵
- ۱۴۴ ۱۰ اول السبعین علی الواحد من الثلاثین! // ص ۱۵۵
- ۱۴۵ ۱۱ سبعین کا ثانی نمبر // ص ۱۸۱
- ۱۴۶ ۱۲ دفع العجاج عن طریق المراج! // ص ۲۱۳
- ۱۴۷ ۱۳ اشد العذاب علی مسلیمة الفنجبل ایعنی دین مرزا کفر خالص // ص ۲۲۳
- ۱۴۸ ۱۴ حکیۃ اهل النار! // ص ۲۲۳
- ۱۴۹ ۱۵ الابطل الاستیلال البطل تعليم الخیر فی حدیث ابن کثیر // ص ۳۳۵
- ۱۵۰ ۱۶ الابطل الاستدلال الدجال حصول (دفع المکائد عن حدیث اخنو قبر انبلهم) // ص ۳۵۷
- ۱۵۱ ۱۷ البيان الاتقن! // ص ۳۹۷
- ۱۵۲ ۱۸ رجم الشیاطین براغلوطات البرلین! مولا ناغلام دیگر قسوری ص ۳۳۵
- ۱۵۳ ۱۹ فتح رحمانی بدفع کید کاریانی! // ص ۵۳۷

کل رسائل: ۱۹:

فہرست رسائل احساب قادیانیت جلد گیارہ (۱۱) (ص ۵۰۳)

- ۱..... معیار عقائد قادیانی ۱۵۳
 ۲..... بشارت مجھی فی ابطال رسالت غلام احمدی ۱۵۵
 ۳..... کرش قادیانی ۱۵۶
 ۴..... مباحثہ حقائقی فی ابطال رسالت قادیانی ۱۵۷
 ۵..... تفریق در میان اولیاء امت او کاذب مدعاوں نبوت رسالت ۱۵۸
 ۶..... انکھار صداقت (مکمل جھنی ہمام محمد علی دخوبی کمال الدین لاہوری) ۱۵۹
 ۷..... تحقیق صحیح فی تبریغ ۱۶۰
 ۸..... قادیانی کذاب کی آمد پر ایک محققانہ نظر ۱۶۱
 ۹..... مہر و وقت کون ہو سکتا ہے؟ ۱۶۲

کل رسائل: ۹

فہرست رسائل احساب قادیانیت جلد بارہ (۱۲) (ص ۵۲۳)

- ۱۰..... الاستدلال الصحيح فی حیات المسیح! ہابوئیر بخش لاہوری ۳۶۳
 ۱۱..... تردید نبوت قادیانی فی جواب النبوت فی خیر الامات! ۳۶۴
 ۱۲..... تردید معیار نبوت قادیانی ۳۶۵

کل رسائل: ۳

فہرست رسائل احساب قادیانیت جلد تیرہ (۱۳) (ص ۳۳۷)

- ۱..... طریق السداد فی عقوبة الارتداد! مولانا منظی محضی ۱۶۶
 ۲..... دعاوی مرزا ۲۱
 ۳..... سچ مسعودی بیجان ۳۲۸
 ۴..... وصول الافکار الی اصول الکفار! ۶۳
 ۵..... علم الاسلام والقلیلیہ عبارۃ القلبانیۃ للملک الاسلامی (مرتب) ۱۷۰
 مماکیک اسلامیہ سے قادیانیوں کی غداری (اردو) ۱۰۱

- ۱۷۱ ۶۔ ایمان و کفر قرآن کی روشنی میں " ص ۱۲۷
 ۱۷۲ ۷۔ البيان الرفیع (بيان در مقدمہ بہاول پور) " ص ۱۷۳
 ۱۷۳ ۸۔ فتویٰ جات ردقاریانیت (ماخذ از فتویٰ دارالعلوم دیوبندج ۲) " ص ۱۸۹
 ۱۷۴ ۹۔ مولانا حافظ الرحمن سیواہ روئی ص ۲۰۷
 ۱۷۵ ۱۰۔ فلسفہ ختم نبوت " ص ۲۲۷
 ۱۷۶ ۱۱۔ حیات سیدنا عسکرؑ " ص ۳۹۱
 ۱۷۷ ۱۲۔ مسئلہ حیات سیدنا عسکرؑ " ص ۳۱۵
 کل رسائل: ۱۲

- فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد چودہ (۱۴) (ص ۳۸۹)
- ۱۷۸ ۱۔ توضیح الكلام فی حیات عسکرؑ مولانا ابوالعینیہ ص ۵
 ۱۷۹ ۲۔ کذبات مرزا " ص ۲۷۵
 ۱۸۰ ۳۔ برق آسمانی بر فرق قادریانی " ص ۲۹۵
 ۱۸۱ ۴۔ ملکوحة آسمانی " ص ۳۶۳
 کل رسائل: ۴

- فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد پندرہ (۱۵) (ص ۳۹۶)
- ۱۸۲ ۱۔ الخليفة المهدی فی الاحادیث الصحیحة! سید حسین احمدی ص ۷
 ۱۸۳ ۲۔ مسلمانوں کے مرزا یت سے فترت کے اسہاب اور مرزا کے مقابلہ توں! احمدی لاہوری ص ۹۱
 ۱۸۴ ۳۔ ملت اسلامیہ کا موقف! مولانا عفتی محمد ص ۱۰۹
 ۱۸۵ ۴۔ المتنبی القادریانی من هو؟ " ص ۲۸۷
 ۱۸۶ ۵۔ جواب مختصر نامہ مولانا غلام غوث ہزاردی ص ۳۰۹
 ۱۸۷ ۶۔ لاہوری مرزا یحییٰ کے مختصر نامہ کا جواب " ص ۳۷۳
 کل رسائل: ۶

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد سولہ (۱۶) (۵۷۶)

۱۸۸.....	۱...تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء میں تحریری بیان مولانا محمد علی جalandھری ص ۷
۱۸۹.....	۲...برائیوں سے باگھست کے سات سولہ روزائیوں کے مطالعہ بیرونیات
۱۹۰.....	۳...جاذبیت مولانا محمد علی جalandھری کا تاریخی جواب اجواب
۱۹۱.....	۴...تعارف اکفارالمحمدین مولانا محمد یوسف بنوری ص ۱۳۱
۱۹۲.....	۵...نژول کی طیبۃ الاسلام کا عقیدہ اسلامی اصول کی روشنی میں
۱۹۳.....	۶...فقہ قادریانیت اور امت مسلم کی ذمہ داریاں
۱۹۴.....	۷...ضروری تجوییہ
۱۹۵.....	۸...مردانہ انصار کا دورہ بیرون اور سعودی عرب ٹکلی و ہون پر اس کی نمائش
۱۹۶.....	۹...پیر طافوی مجدد حکومت اور مسلمان
۱۹۷.....	۱۰...پاکستان اور مرزاں ایام
۱۹۸.....	۱۱...تعارف مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
۱۹۹.....	۱۲...عقیدہ ختم نبوت
۲۰۰.....	۱۳...کتاب خاتم الشیعین فارسی کا مقدمہ
۲۰۱.....	۱۴...تعارف ہدیۃ المهدیین فی آیۃ خاتم الشیعین
۲۰۲.....	۱۵...فیصلہ تمثیں آباد کا تعارف
۲۰۳.....	۱۶...محل تحفظ ختم نبوت کے تین اصراء کی وفیات پر تحریق شدراست
۲۰۴.....	۱۷...حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی
۲۰۵.....	۱۸...حضرت مولانا محمد علی جalandھری
۲۰۶.....	۱۹...حضرت مولانا لال حسین اختر
۲۰۷.....	۲۰...تحریک ختم نبوت اور اس کے بعد اداویٰ تکمیل صورت حال
۲۰۸.....	۲۱...مسکلہ ختم نبوت اور پاکستان
۲۰۹.....	۲۲...قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ
۲۱۰.....	۲۳...قادیانیت کے خلاف اہل پاکستان کا شدید روعل
۲۱۱.....	۲۴...جادو شریوہ

۳۲۵	ص	۲۲۳ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا طریق کار
۳۳۰	ص	۲۲۴ کامیابی پر پاس و شکر
۳۳۵	ص	۲۲۵ دورہ افغانستان
۳۳۰	ص	۲۲۶ قادیانیوں کا غیر مسلم لکھوانے سے انکار
۳۳۲	ص	۲۲۷ قادیانیوں کی پاکستان کے خلاف سازشیں
۳۳۶	ص	۲۲۸ قادیانیت اور عالم اسلام
۳۵۲	ص	۲۲۹ امدادیوں
۳۶۱	ص	۲۳۰ ملک الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف خوری کا سفر مشرقی افریقی ریاستیاد فائزہ مدار را حق بخدد ص
۳۸۱	ص	۲۳۰ قادیانی نجہب و سیاست مولانا تاج محمود
۳۲۹	ص	۲۳۱ قادیانی امدادیوں کی تحریک اور داد پر زخمیوں کے گمراہ کن ہدایت اکست جماعت
۳۲۳	ص	۲۳۲ مقتن پر لیس بکانفرنس ۱۹۷۳ء
۳۲۹	ص	۲۳۳ قادیانی سازشوں کا نوٹس لیجیئے
۳۵۷	ص	۲۳۴ امر زبانی اسرائیلی فون میں (سلمان پاکستان اور حکومت تجھے کرے) مولانا محمد شریف چالدری
۳۶۲	ص	۲۳۵ جدا گانہ استھانات اور قادیانی
۳۶۵	ص	۲۳۶ تعارف مجلہ تحفظ ختم نبوت پاکستان
۳۸۷	ص	۲۳۷ مرزاںی تعلیمات میں، محمد و احمد علیؑ فلام احمد قادیانی
۵۰۳	ص	۲۳۸ قادیانیوں کے تخلق امت مسلمہ کے قاضیے
۵۰۷	ص	۲۳۹ اکھنڈ بھارت اور مرزاںی
۵۱۱	ص	۲۴۰ عہد اسلامی قائم کی طور پر حکومت پاکستان (صلف ختم نبوت سے خلیلی و مداریوں کیہا کے)
۵۱۵	ص	۲۴۱ قادیانیوں کے اصل مقاصد کی جانب میتھی کے عائد
۵۳۲	ص	۲۴۲ جلسہ سیرت النبی اور قادیانی گروہ مولانا عبدالرحیم اشعر
۵۳۵	ص	۲۴۳ مرزا اعلام احمد قادیانی کی آسان پیچان
۵۳۵	ص	۲۴۳ مرزا اعلام اقبال کی نظر میں
۵۵۵	ص	۲۴۵ بیرونی ممالک میں قادیانی تبلیغ اسلام کی حقیقت
۵۷۳	ص	۲۴۶ مرزاںیوں کا بہت بڑا فریب

فہرست رسائل اختساب قادریانیت جلد سترہ (۱۷) (ص ۶۳۲)

۱.....	هدایۃ المستری عن غواۃ المفتری بحییۃ اسلام و قادریانیت نکاحی مطہرہ عبداللہ پیغمبری ص ۳۷۷	۳۷۷
۲.....	مولانا ابو محمد خان سہار پوری ص ۳۶۷	۳۶۷
۳.....	اخناتون مرزا	۲۲۸
۴.....	کفریات مرزا	۲۲۹
۵.....	کذبۃ مرزا	۲۳۰
۶.....	مخالفات مرزا	۲۳۱
۷.....	کرشن قادریانی آریہ تھے یا عیسائی؟	۲۳۲

کل رسائل : ۷

فہرست رسائل اختساب قادریانیت جلد اٹھارہ (۱۸) (ص ۵۳۲)

۱.....	حضرت مولانا ابو محیو الدین حضرت قادریانیت پیغمبر کرنے کا سیدھا راستہ	۳۳۳
۲.....	قادریانی کیوں مسلمان نہیں؟	۳۳۴
۳.....	مسئلہ نزول کی وجیات کی طیہ السلام	۳۳۵
۴.....	کفر و اسلام کے حدود اور قادریانیت	۳۳۶
۵.....	تحقیق لامانی	۳۳۷
۶.....	عورہ کاملہ	۳۳۸
۷.....	بارہ شخصی	۳۳۹

کل رسائل : ۷

فہرست رسائل اختساب قادریانیت جلد انہیں (۱۹) (ص ۵۹۲)

۱.....	حضرت مولانا حافظ محمد احمد صہرا کلوبی "ص ۱۱"	۲۵۰
۲.....	الخبر الصحيح عن القبر المسيح عليه السلام "	۲۵۱
۳.....	قادریانی نہ ہب بحث خیر چاہت خلاصہ رسائل قادریانی "	۲۵۲
۴.....	صدای حق "ص ۵۵	۲۵۳

۱۷۶	”	”	۵..... فیصلہ ربانی بر مرگ قادریانی	۲۵۳
۷۷	”	”	۶..... قسم نبوت اور مرزا لئے قادریانی	۲۵۵
۸۷	”	”	۷..... فص خاتم النبوة بعلوم وجامعة الشريعة	۲۵۶
۱۰۷	”	”	۸..... کشف الاختراق وردید امنا ظرات قادریانی	۲۵۷
۱۸۷	”	”	۹..... امام زمان، مهدی یختر، محمد در درال	۲۵۸
۲۵۱	”	”	۱۰..... محلی چھپی نمبر ۲	۲۵۹
۲۶۵	”	”	۱۱..... تردید مخالفات مرزا نسیم نمبر ۲	۲۶۰
۲۷۱	”	”	۱۲..... مسئلہ قسم نبوت	۲۶۱
۲۸۳	”	”	۱۳..... اغلاط ماجدیہ	۲۶۲
۳۱۵	”	”	۱۴..... تذکرہ سیدنا یوس طیلہ السلام	۲۶۳
۳۲۷	”	”	۱۵..... پشمہ ہدایت	۲۶۴
۳۹۱	”	”	۱۶..... برق آسمانی بر خرسن قادریانی	۲۶۵
کل رسائل: ۱۶				

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد بیس (۲۰) (ص ۶۳۰)

۹	مولانا محمد مسلم عثمانی دین بندی	۱..... مسلم پاکٹ بک	۲۶۶
۳۵۷	کلام فضل رحمانی بحواب ادیام قادریانی	۱..... کلام فضل رحمانی بحواب ادیام قادریانی	۲۶۷
۵۱۳	”	۲..... جمعیت خاطر	۲۶۸
کل رسائل: ۳			

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد اکیس (۲۱) (ص ۶۰۰)

۷	مولانا انوار اللہ خان حیدر آبادی	۱..... افادۃ الافہام جلد ا	۲۶۹
۱۷۵	”	۲..... افادۃ الافہام جلد ۲	۲۷۰
۵۰۹	”	۳..... انوار الحق	۲۷۱
کل رسائل: ۳			

فہرست رسائل احصاب قادیانیت جلد بائیس (۲۲) (ص ۳۶۸)

ایم۔ ایں خالدوزیر آبادی ص ۵ ۱۔ صحیحہ تقدیر ۲۲

کل رسائل: ۱

فہرست رسائل احصاب قادیانیت جلد تیس (۲۳) (ص ۵۹۲)

ایم۔ ایں خالدوزیر آبادی ص ۵	۱..... نوبت مرزا ۲۲۳
۲۳۵ ص	۲..... تصویر مرزا ۲۲۴
۳۳۱ ص	۳..... نوونہ غیب ۲۲۵

کل رسائل: ۳

فہرست رسائل احصاب قادیانیت جلد چوبیس (۲۴) (ص ۶۷۲)

مولانا عبداللطیف مسعود ص ۷	۱..... حقیقت مرزا ایت ۲۲۶
۳۲ ص	۲..... مرزا قادیانی کی بھی باعث ۲۲۷
۶۵ ص	۳..... بدترین دھن و فرب ۲۲۸
۷۷ ص	۴..... ایک مسجد کی حالت زار ۲۲۹
۸۵ ص	۵..... قادیانی کے الہامی چکر ۲۳۰
۱۲۲ ص	۶..... قادیانیت کی حقیقت ۲۳۱
۱۲۳ ص	۷..... سرکرحت و پاٹل ۲۳۲
۲۲۱ ص	۸..... مرزا قادیانی کی کہانی اس کی اپنی زبانی ۲۳۳
۳۱۹ ص	۹..... پنجابی ثبوت کے کرشے ۲۳۴
۳۳۱ ص	۱۰..... مرزا یون کو احمدی کہنا زبردست کفر ۲۳۵
۳۸۵ ص	۱۱..... عدالتی فیصل ۲۳۶
۳۲۵ ص	۱۲..... وہ عہد کار رسول ۲۳۷
۵۲۲ ص	۱۳..... آئینہ قادیانی ۲۳۸
۶۱۵ ص	۱۴..... مسلم ذرا ہوشیار ہاش ۲۳۹

- | | | |
|---------|---|-------|
| ۱۵..... | مرزا غلام احمد قادریانی کے ساتھ شاہکار جھوٹ | ص ۲۲۹ |
| ۱۶..... | مرزا بیت کا الہامی ہیڈلواڑ | ص ۲۹۱ |
| ۱۷..... | مرزا کے رنگ برلنے شیطانی الہامات | ص ۲۶۵ |
| ۱۸..... | مرزا قادریانی کے ۲۲ جھوٹ | ص ۲۶۹ |

کل رسائل: ۱۸

- | | | |
|--------|--|-------|
| ۱..... | فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد پچیس (۲۵) (ص ۲۲۸) | |
| ۲..... | مولانا محمد عالم امرتسری ص ۵
الکاویۃ علیے الغاویۃ جلد ا | ص ۲۹۳ |

کل رسائل: ۱

- | | | |
|--------|--|-------|
| ۱..... | فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد چھیس (۲۶) (ص ۲۸۸) | |
| ۲..... | مولانا محمد عالم امرتسری ص ۵
الکاویۃ علیے الغاویۃ جلد ۲ | ص ۲۹۵ |

کل رسائل: ۱

- | | | |
|---------|---|-------|
| ۱..... | فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد تائیس (۲۷) (ص ۵۰۳) | |
| ۲..... | آغازورش کاشمیری ص ۱۱ | ص ۲۹۶ |
| ۳..... | مرزا نائل اسلام کے غدار | ص ۲۹۷ |
| ۴..... | عجمی اسرائیل | ص ۲۹۸ |
| ۵..... | قادریانیت (قادیریانی اسلام کے غدار) | ص ۲۹۹ |
| ۶..... | مولانا عبدالکریم مبلہ ص ۱۵۳ | ص ۳۰۰ |
| ۷..... | مبلہ پاکش بک | ص ۳۰۱ |
| ۸..... | خود کاشتہ پودا | ص ۳۰۲ |
| ۹..... | حقیقت مرزا بیت | ص ۳۰۳ |
| ۱۰..... | ماستر غلام حیدر ص ۳۳۱ | ص ۳۰۴ |
| ۱۱..... | عشرہ کاملہ | ص ۳۰۵ |
| ۱۲..... | کشف الاسرار | ص ۳۰۶ |
| ۱۳..... | کشف الحقائق | ص ۳۰۷ |

کل رسائل: ۱۰

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اٹھائیں (۲۸) (ص ۶۸۸)

- ۳۰۶ ۱..... تحقیق غلام گیلانی بر گردن قادیانی مولانا قاضی غلام گیلانی ص ۹
 ۳۰۷ ۲..... جواب حقانی در رد بیکالی قادیانی " " ص ۱۳۱
 ۳۰۸ ۱..... مسلمان قادیانیوں کو کیوں کافر سمجھتے ہیں؟ قاضی زاہد احسانی ص ۲۲۵
 ۳۰۹ ۲..... الٰی وطن کے لئے دعوت غور و فکر " " ص ۲۱۱
 ۳۱۰ ۳..... مرزا غلام احمد کا قرآن عزیز میں روبدل " " ص ۲۸۵
 ۳۱۱ ۴..... برآؤ امام از افتراقے پیغام " " ص ۲۹۱
 ۳۱۲ ۵..... ایک خطرناک انقلاب " " ص ۲۹۷
 ۳۱۳ ۱..... محاسبہ یعنی عدالتی تحقیقات فسادات ۱۹۵۳ء مولانا مرتفعی احمد خان میکش در راتی " " ص ۳۰۹
 ۳۱۴ ۲..... قادیانی سیاست " " ص ۳۲۱
 ۳۱۵ ۳..... پاکستان میں مرزا سیاست " " ص ۳۲۷
 ۳۱۶ ۴..... مرزا ای نامہ " " ص ۳۷۹
 ۳۱۷ ۵..... کیا پاکستان میں مرزا ای حکومت قائم ہو گی؟ " " ص ۵۱۵
 ۳۱۸ ۱..... النظر الرحمنی فی کشف القادیانی مولانا مفتی غلام مرتفعی میانی ص ۵۲۳

کل رسائل: ۱۲:

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اٹھائیں (۲۹) (ص ۵۶۰)

- ۳۱۹ ۱..... مرزا اور یسوع حضرت مولانا محمد صادق بہاولپوری ص ۹
 ۳۲۰ ۲..... تحریف قرآنی بنیان قادیانی " " ص ۳۲۰
 ۳۲۱ ۳..... فرنگی نمی کی ناپاک تھیں " " ص ۳۹
 ۳۲۲ ۱..... قادیانی تصحیح کی نادرانہ اس کے خلیفہ کی زبانی مولانا سید ابوالاحتساب محمد احمد قادری ص ۳۲۲
 ۳۲۳ ۲..... اکرام الحق کی محلی چشمی کا جواب " " ص ۵۹
 ۳۲۴ ۳..... کرشن قادیانی کے بیانات نہیانی " " ص ۹۹
 ۳۲۵ ۱..... تحریک قادیانی سید جبیب لاہوری ص ۱۲۱
 ۳۲۶ ۲..... حضرت مولانا محمد حسین ندوی ص ۲۵۹

۳۲۷ ۱..... قادیانی تبیر، مکف و نبر	جتاب شیخ سلطان احمد خاں ص ۳۷۸
۳۲۸ ۲..... الکتاب والحمد	" " ص ۳۸۵
۳۲۹ ۱..... قادیانی ہم مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟	مولانا گزار احمد مظاہری ص ۳۹۹
۳۳۰ ۲..... قادیانیت عدالت کے کثیرے میں	" " ص ۳۱۳
۳۳۱ ۳..... قادیانیوں کی سیاسی منزل	" " ص ۳۲۱
۳۳۲ ۴..... سراپا غلام احمد قادیانی	" " ص ۳۲۸
۳۳۳ ۵..... قادیانی آزادی شمیر کے دشمن	" " ص ۳۵۱
۳۳۴ ۶..... ربوبہ سے اسرائیل تک	" " ص ۳۵۹
۳۳۵ ۷..... قادیانی اور کلمہ طیبہ	" " ص ۳۷۳
۳۳۶ ۸..... اکاذیب قادیانی	مولانا منشی محمد عبداللہ امر تحریٰ ص ۳۷۹
۳۳۷ ۹..... مقالات مرزا، عرف الہامی بوقل	" " ص ۳۸۹
۳۳۸ ۱۰..... روئیدا و مناظرہ روپڑ	" " ص ۵۱۷

کل رسائل: ۱۰

فہرست رسائل احصا پ قادیانیت جلد تیس (۳۰) (ص ۶۸۰)

۳۳۹ ۱..... روئیدا و مباحثہ رگون	مولانا احمد بزرگ سلکی ص ۱۱
۳۴۰ ۱..... صولت محمد یہ فرقہ غلمدیہ	مولانا حافظ عبد السلام لکھنؤی ص ۱۵۷
۳۴۱ ۱..... تخت محمد یہ رابعہ فرقہ غلمدیہ	مولانا حافظ عبد اللہ کھور ختنی ص ۲۱۱
۳۴۲ ۱..... حقیقت مرزا سیت	
۳۴۳ ۱..... مع ختم نبوت بجواب اجرائے نبوت	مولانا علم الدین ص ۲۹۷
۳۴۴ ۱..... چودھویں صدی کا دجال کون؟	مولانا علم الدین حافظ آپادی ص ۳۰۱
۳۴۵ ۱..... آئینہ قادیانی	حامی سید عبدالرحمن مونگیری ص ۳۱۳
۳۴۶ ۲..... تنبیہ قادیانی	" " ص ۳۲۵
۳۴۷ ۳..... حق طلب کی پنجی فریاد	" " ص ۳۳۵
۳۴۸ ۱..... قادیانی نبوت کا خاتمه	مولانا منشی قیم الدین لدھیانوی ص ۳۷۸
۳۴۹ ۱..... صاعقة آسمانی بر قدر قادیانی	مولانا حکیم محمد یعقوب مونگیری ص ۳۷۵

- ۳۲۹ ۲..... عبدالمالک احمد قادریانی کی کھلی چشمی کا مفصل جواب " " ص ۵۰۹
 ۳۵۰ ۳..... مرزا سعیدت کے تعلق جزیرہ ہرمنی ڈاؤ کے مسلمانوں کے سات سوالات کے جوابات " " ص ۵۱۹
 ۳۵۱ ۱..... اسلامیہ تبلیغی انسٹی ٹیکول پیڈیٹیا فتحی محمد شفیع امیر ترسی ص ۵۷۹
 ۳۵۲ ۱..... قاضی اشرف حسین رحمانی ص ۶۲۵ ۱..... جواب حقانی
 کل رسائل: ۱۲:

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد اکتیس (۳۱) (ص ۵۵۲)

- ۳۵۳ ۱..... اسلامی دوڑہ المعرف کذبات مرزا جناب احمد صدیق سوڈوی ص ۹
 ۳۵۴ ۱..... ڈاکٹر نور حسین صابر کربلائی خاتم الدینۃ ص ۲۹
 ۳۵۵ ۱..... خان حبیب الرحمن خان کاملی ص ۷۷
 ۳۵۶ ۱..... قادیانی دارالالامان میں انقلاب کمپنجوان نبی، بشیر پیر، بحوم مسلم، بخاری و اوثما۔ جناب عبد اللطیف گجراتی ص ۱۳۷
 ۳۵۷ ۱..... مرزا ای احمد یوس کی شرمناک رسوائی جناب عبد القدر یار امرودی ص ۱۵۵
 ۳۵۸ ۱..... رشد و برایت، بجواب کفر و ضلالت جناب ابوالحسان محمد ارشد ص ۱۶۳
 ۳۵۹ ۱..... کشف الہمیس حافظ محمد اسحق قریشی ص ۱۸۳
 ۳۶۰ ۲..... ظہار الحق حکیم ڈاکٹر محمد علی امیر ترسی ص ۲۰۵
 ۳۶۱ ۱..... سودائے مرزا علامہ عبد الرشید طالوت ص ۲۵۵
 ۳۶۲ ۱..... مضمون چور حضرت مولانا نور الحق علوی ص ۲۸۹
 ۳۶۳ ۱..... قادریانیت اور اس کے مقتداء ائمہ رضا علیهم السلام کا تعداد ص ۲۹۹
 ۳۶۴ ۲..... اعراف یہود آسف
 ۳۶۵ ۳..... امداد بیان اکاذب یعنی اسلام پر مرزا سعیدت کا تعداد جلس مستشار العلماء کا قیام ص ۳۶۱
 ۳۶۶ ۲..... تحریر رویائے حقانی، رد ہجوات قادریانی حضرت مولانا عبدالجید ص ۳۰۱
 ۳۶۷ ۱..... اکاذب مرزا مولانا ابوالحریر عبد العزیز ص ۳۶۷
 ۳۶۸ ۱..... اکاذب مرزا فتحی احمد بھاری جناب فتحی احمد بھاری ص ۳۲۷
 ۳۶۹ ۱..... پنجابی سمجھ مسعود پر ایک سرسی نظر سکردوی ابیجن پائیدل الاسلام لاہور ص ۳۸۵
 ۳۷۰ ۱..... خدمات مرزا

سکریپٹ دالاشاعت جعلی ملکگیر ص ۳۹۷	۳۲۱
مولانا سید محمد اوریں دہلوی ص ۵۳۳	۳۲۲
کل رسائل: ۲۰	

فہرست رسائل اخساب قادریانیت جلد تینیں (۳۲) (ص ۵۹۲)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق	۳۲۳
ملک محمد جعفر خان	۳۲۴
غلام احمد پوریز	۳۲۵
ختم نبوت اور تحریک احمدیت	
کل رسائل: ۳	

فہرست رسائل اخساب قادریانیت جلد تینیں (۳۳) (ص ۳۶۳)

مولانا محمد سرفراز خان صدر	۳۲۶
خواص المساج فی تحقیق المعرف (جوانگ کی روشنی)	۳۲۷
توضیح المرام فی نزول ایس علیہ السلام	۳۲۸
ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں	۳۲۹
خانہ ساز نبوت کے پچار یوں اور	۳۸۰
مرزا طاہر کی وعوت مبلد کا کھلا کھلا جواب	۱۹۵
آنکھیں کھولیں	۳۸۱
لوجانان فیصل آباد کے نام کھلا خلط	۳۸۲
ٹوب میں تحریک ختم نبوت ایک نظر میں	۳۸۳
فیصل آپ سمجھئے	۳۸۳
شافعی کارائیں مدرب کاغذ (شروعی و تاریخی حیثیت)	۳۸۵
مولانا احمد عبدالحیم کانپوری	۲۹۳
راہ حق متعلقة رو قادریان	۳۸۶
تجھنہ الایمان لا الہ القادریان	۳۸۷
مولانا عبد الرزاق سلیم خانی	۳۲۵
مولانا محمد بشیر اللہ مظاہری	۳۶۱
دو نبی (نبی صادق اور نبی کاذب)	
کل رسائل: ۱۳	

فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد چوتیس (۳۴) (ص ۵۱۹)

- ۱..... کفریات مرزا ۲۸۹
 جناب اسرار احمد آزاد صے
 مولانا محمد امیر الزمان کشیری ص ۱۱۳
- ۱..... فقہتہ مرزا سعیت ۲۹۰
 ۱..... مرزا غلام احمد قادریانی کے ۳۹۱
 شیطانی الہامات اور شیطانی تحریریں ۲۳۵
 ڈاکٹر محمد عبداللہ خان جتوئی ص ۲۷۶
 ۲..... حیات میسیٰ اور مرزا قادریانی کا اقرار و اکابر ۲۶۷
 ۳..... مرزا قادریانی اور غیر محروم عوامیں ۲۶۳
 ۴..... حیات و نزول سُکھ اور مرزا قادریانی ۲۶۹
 ۵..... مرزا غلام احمد قادریانی کی خطرناک ۲۹۵
 بیماریاں اور عبرتاک موت ۲۸۳
 ۶..... مرزا سعیت سے توبہ ۲۸۹
 ۱..... بنا سکتی نبی اور اس کے صحابہ کا چال جلن جناب فرمذ توجید صاحب ۳۲۱
 ۲..... عبرتاک موت ۳۲۹
 ۳..... روپے کارا پھوٹن یا نہ ہی آمر ۳۲۷
 ۴..... مسخروں کی محفل یا قادریانی انبیاء ۳۲۲
 ۵..... حکومت مغربی پاکستان کے ۳۰۱
 پانچ سوال اور ان کا جواب ۳۶۱
 ۶..... علام اقبال کا پیغام، ملت اسلام یہ کے نام ۳۸۲
 ۷..... مرزا قادریانی زندگی اور حکومت بر طائیہ ۳۰۳
 ۸..... مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں مولانا محمد الحسن صدیقی ۳۱۵
 ۹..... آخری نبی ۳۰۵

کل رسائل: ۷۴

- ## فہرست رسائل احصاب قادریانیت جلد پنیتیس (۳۵) (ص ۶۲۰)
- ۱..... مرزا سعیت غیر مسلم اقلیت ۳۰۶

مولانا عبدالقادر آزاد	ص ۷	اپنی تحریروں کے آئینہ میں
..... ۲ ۳۰۷	اسلام کے بنیادی عقیدہ
شتم نبوت کی اہمیت اور حکمتیں ۳۰۸ ۲
..... ۳ ۳۰۸	یہ ہے قادیانی مذهب
مولانا حافظ محمد الیوب دہلوی	ص ۷۳ ۳۰۹
..... ۱ ۳۰۹	شتم نبوت
مولانا سعید الرحمن النوری	ص ۱۰۱ ۳۱۰
..... ۱ ۳۱۰	انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
حضرت مولانا محمد امتحن	ص ۱۱۱ ۳۱۱
..... ۱ ۳۱۱	مرزا غلام احمد اور ثبوت
مولانا شفیق الرحمن چنیوٹی	ص ۱۲۷ ۳۱۲
..... ۱ ۳۱۲	قادیانی فتنہ
..... ۲ ۳۱۳	قادیانی نبوت
(پیغام محمدیت بحوار پیغام احمدیت)		
..... ۳ ۳۱۳	قادیانی امت کا دل
..... ۱ ۳۱۵	ارشا و فرید الزمان متعلق مرزا قادیان مولانا محمد غلام جہانیان ص ۲۷۷
مولانا علامہ احسان اللہ ظہیر	ص ۳۱۶ ۱
مولانا محمد ابراء ایم کیر پوری	ص ۳۲۵ ۱
..... ۲ ۳۱۸	مرزا قادیان کے دل جھوٹ
مع جواب الجواب		
کل رسائل:	۱۳	

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد چھتیس (۳۶) (ص ۲۱۶)

..... ۱ ۳۱۹	شتم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام
..... ۱ ۳۲۰	حضرت مولانا عبد الرشید ص ۱۳
..... ۱ ۳۲۱ ۱
..... ۱ ۳۲۱	مرزا ایت اور اسلام
..... ۲ ۳۲۲ ۱
..... ۲ ۳۲۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور
..... ۳ ۳۲۳	حضرت مهدی علیہ الرضوان کی چند علامات
..... ۱ ۳۲۳	حضرت مولانا منور احمد احسانی ص ۱۰۳
..... ۱ ۳۲۴ ۲
..... ۱ ۳۲۴	مرزا قادیانی کے وجہ کفر
..... ۱ ۳۲۴ ۳
..... ۱ ۳۲۴	شرمناک فرار
..... ۱ ۳۲۴	جناب محمد اسماعیل سہماں ص ۱۱۹

۳۲۵	۱..... حیات عیسیٰ علیہ السلام
۳۲۶	۱..... کذاب نبی
۳۲۷	۱..... صحیح قادیانی کے حالات کا بیان
۳۲۸	۱..... مرزا نبویوں کے وجہی استدلال کی حقیقت
۳۲۹	۱..... تذکرہ حقوق
۳۳۰	۱..... میں اور قادیانی
۳۳۱	۱..... تحقیقاتی عدالت کی روپورٹ پر تبصرہ
۳۳۲	۱..... فقہہ قادیانی
۳۳۳	۲..... محیل دین اور ثمر رسالت
۳۳۴	۳..... میخی چہری، ہرزائی بدھی اور رحمات کی انتہاء
۳۳۵	۳..... عقیدہ ثمرت نبوت اور مسلمانوں کی ذمہداریاں مولا نما منظور احمد احسین ص ۲۰۹

کل رسائل: ۷۴

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد سینتیس (۳۷) (ص ۶۷۲)

۳۳۶	۱..... فتنہ مرزا نبیت
۳۳۷	۱..... فرقہ احمدیہ کا ماضی و مستقبل
۳۳۸	۲..... قادیانیت ایک دہشت گرد نظم
۳۳۹	۱..... آئینہ قادیانیت
۳۴۰	۱..... حقیقت قادیانیت
۳۴۱	۱..... کاشف مغالم قادیانی فی روشن آستانی
۳۴۲	۱..... قادیانیوں کا اصل حقیقت سے فرار
۳۴۳	۱..... اہلیں مرزا
۳۴۴	۲..... حالات مرزا عین مرزا نہب کی اصلاحیت
۳۴۵	۳..... بطلان مرزا
۳۴۶	۱..... قادیانی نہب اور علماء اقبال کا قول فعل
۳۴۷	۱..... آئینہ مرزا نبیت

۳۷۸ ا..... فتح بیعت خلیفہ قادریانی	محمد صادق قریشی قادریانی	ص ۲۷۳
۳۷۹ ا..... ختم نبوت از روئے آیات قرآنی		
داحادیث رسول حقانی داقوال مرزا قادریانی مولانا نور گھر جاکی		ص ۲۸۳
۳۸۰ ا..... بھیر کی صورت میں بھیر یا یعنی دیدار بمحض مولانا مفتی رشید احمد لودھیانوی	ص ۳۰۹	
۳۸۱ ا..... مسلمانوں کی لکھنور	جتناب سید قریشی	ص ۳۷۹
۳۸۲ ا..... عقائد قادریانی منظوم	مولانا مشائق احمد پر تھادی	ص ۳۷۷
۳۸۳ ا..... قتل و جال	مولانا عبدالرزاق انتقامی	ص ۳۹۵
۳۸۴ ا..... فتح میمن	مولانا قاضی عبدالصمد سربازی	ص ۵۰۵
۳۸۵ ا..... مرتضی ایمان دے طلق داشیش	جتناب عبدالوهاب حجازی	ص ۵۲۲
۳۸۶ ا..... مرتضی اسلام احمد کی تصویر کے دورخ	غلام نبی جانباز مرزا	ص ۵۳۹
۳۸۷ ۲ جانباز پاکٹ بک	" "	ص ۵۶۷
۳۸۸ ۳ سر ظفر الشادور مگر مرتضی ایمانوں کے خلط	" "	ص ۶۲۷
۳۸۹ ۴ وزیر خارجہ	" "	ص ۶۳۳
کل رسائل: ۲۲۳		

فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد اٹمیس (۳۸) (ص ۵۷۶)

۳۹۰ ۱ فریب قادریانیت	جتناب حافظ بشیر احمد مصری	ص ۱۱
۳۹۱ ۲ قولیت فتح مبلہ (قادریانی جماعت		
کے سربراہ مرزا طاہر کے نام مکالخت)		
۳۹۲ ۱ قادریانی غیر مسلم کیوں ؟	مولانا عبدالرحمٰم اشرف	ص ۲۹
۳۹۳ ۲ مرتضی اسلام احمد کے پھلفت		
۳۹۴ ۳ "ایک غلطی کا ازالہ" کی ضبطی		
۳۹۵ ۳ قادریانیوں سے پہلا خطاب		
۳۹۶ ۳ قادریانی اور مسلمان		
۳۹۷ ۱ آئینہ مرزا سیت	سید برکت علی شاہ گوشہ نہشیں	ص ۱۷۳
۳۹۸ ۱ مناظرہ مندر اس والائیں مرزا کی لکھت	مولانا محمد اسماعیل گوجروی	ص ۲۳۹

- ۳۶۸ ۱..... فہر قدمی کے چار سالوں کے جوابات حق وہ مل ڈاکٹر سید فدا حسین شاہ ص ۲۵۲
- ۳۶۹ ۱..... سیف الجبار المعرفہ پر سیف اللہ مولانا سید عبدالجبار قادری ص ۳۰۱
- ۳۷۰ ۲..... حجۃ الجبار بحواب فرقہ محمدیہ قادریانیہ " " ص ۳۱۱
- ۳۷۱ ۱..... خلیفہ قادریان (ربوہ) کے پاک سماں مخصوصے چوبدری غلام رسول حبیب ص ۳۲۷
- ۳۷۲ ۱..... راست پیامی بریگسٹ قادریانی مولانا امام الدین گجرائی ص ۳۲۹
- ۳۷۳ ۱..... حجۃ اسلام، جلسہ اسلامیہ قادریان کی روشنیاد مشی مولا بخش کشتہ ص ۳۳۱
- ۳۷۴ ۱..... حق نما مولانا سید عبدالرحمن ص ۳۷۷
- ۳۷۵ ۱..... حقیقت مرزا نیت اور حقیقت ناقہ عبد الکریم ناقہ ص ۵۰۷

کل رسائل ۱۶:

فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد انتالیس (۳۹) (ص ۵۹۲)

- ۳۷۶ ۱..... تائید آسامی در دروڑشان آسامی مولانا محمد جعفر قہیری ص ۱۵
- ۳۷۷ ۱..... نئے ظہور پر ایمان حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ص ۳۷۷
- ۳۷۸ ۱..... قادریانیت مطالعہ وجائزہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ص ۳۹
- ۳۷۹ ۲..... قادریانیت اسلام اور نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت
- ۳۸۰ ۳..... قادریانیت کا ظہور " " ص ۱۹۱
- ۳۸۱ ۱..... رفع الحجاب عن وجہ الکذاب مولانا شہاب الدین ص ۲۰۷
- ۳۸۲ ۱..... قادریانیت کا چہہ ان کے اصل آئینہ میں مولانا محمد عاشق اللہ بلند شہری ص ۲۸۹
- ۳۸۳ ۲..... مرزا نیتوں کے غور و فکر کے لئے " " ص ۳۱۷
- ۳۸۴ ۱..... نبوت کے ہمراہ قرآن پاک میں شرعاً کسری و تحریف مولانا عبدالرحمٰن منہاج ص ۳۲۷
- ۳۸۵ ۲..... قرآن اور قسم نبوت " " ص ۳۵۹
- ۳۸۶ ۱..... عقیدہ قسم نبوت اور اسلام مولانا ابو ریحان غیاث الرحمن ص ۳۶۷
- ۳۸۷ ۲..... قادریانی غیر مسلم کیوں؟ " " ص ۳۳۱
- ۳۸۸ ۱..... مرزا ناصر احمد خلیفہ مرزا نے قادریانی پر چند سوال (حضر اقبال) جواب غلام محمد شوخ بیالوی ص ۳۷۳

۲ ۳۸۹ مرزا ناصر احمد ظیفہ مرزا نے قادریانی

۳۹۹ ص	"	"	پر چند سوال (چھ سوام) ۳۹۲
۵۲۳ ص	"	"	ختم نبوت ۳۹۰
۵۶۷ ص	"	"	مصنف کلام بجواب احمدیت کا پیغام ۳۹۱
کل رسائل: ۱۲:				

فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد چالیس (۴۰) (ص ۵۷۶)

۱ ۳۹۲ اہل اسلام میسور کے ساتھ ۱/۳ جون ۱۹۳۵ء

مولانا محمد عبدالسلام سعید ہزاروئی ص ۱۱	کوفرقة خالہ و مصلہ قادریانیہ کا مبلہ ۳۹۳	
مولانا سید محمد اسماعیل لکھنی ص ۲۲	۱ ۳۹۳ قادریانی اسلام		
۲۲ ص	۲ ۳۹۴ یادگاریا د گیر		
۱۹۵ ص	۳ ۳۹۵ ذرا غور کریں		
مولانا غلام سجافی مانسہروئی ص ۲۰۱	۱ ۳۹۶ جیس قطعیہ علی در مرزا نے		
مکرم جناب حکیم محمد اخشن ص ۲۹۷	(مرزا کی کہانی، مرزا کی ربانی)		
مولانا ہلال احمد ہلوئی ص ۳۷۱	۱ ۳۹۷ نبی نبوت اپنے لشیخ پیر کے آئینہ میں		
جناب محمد نواز ایم اے ص ۳۰۹	۱ ۳۹۸ تحریک مرزا نیت، ربودہ سے ایک تحریری ملی مناظرہ		
مولانا حسیب اللہ فاضل رشیدی ص ۳۳۳	۱ ۳۹۹ قادریانی عزائم اور پاکستانی مسلمان		
مولانا محمد وحی الدین فاضل ص ۳۵۱	۱ ۴۰۰ مرزا نیت کی حقیقت		
۵۰۵ ص	۱ ۴۰۱ ختم نبوت اور قادریانی وسو سے		
مولانا غلام رسول فیروزی ص ۵۱۱	۲ ۴۰۲ قادریانیوں کا گل اور حکومت پاکستان کا آرڈننس		
مولانا منتظر عزیز احمد لاہوری ص ۵۲۷	۱ ۴۰۳ طبوب لصحیح فی حیث السیع علیہ السلام		
جناب شرف بریلوئی ص ۵۳۹	۱ ۴۰۴ اکرام الہی بجواب انعام الہی		
مولانا غلب الرحمن پانی پٹی ص ۵۵۹	۱ ۴۰۵ خاتم		
۵۶۹ ص	۱ ۴۰۶ مرزا غلام احمد قادریانی اور مسئلہ جہاد		
کل رسائل: ۱۲:			

فهرست رسائل احصاب قادیانیت جلد اکتا لیس (۲۱) (ص ۵۹۲)

- مولانا عبداللطیف جملی ص ۹ ۵۰۸ پاکستان کا غدار
- مولانا محمد فیروز خان ڈسکوئی ص ۱۵ ۵۰۹ آئینہ قادیانیت
- مولانا محمد مالک کاندھلوی ص ۹۹ ۵۱۰ قادریانی غیر مسلم اقلیت بن کر زیں،
یا اسلام قبول کریں
فقہۃ انکار حتم نبوت ۵۱۱
- مولانا سید جوہر کرم شاہ الازہری ص ۱۶۱ ۵۱۲ (حقائق و واقعات کی روشنی میں)
مولانا عبدالجید دہلوی " ۵۱۳ فتنہ مرزا ایت اور پاکستان
- حکیم ظہیر حسین تربیثی صدقی بہرمنی ص ۲۱۵ ۵۱۴ چودھویں صدی کا تائج
کل رسائل ۶:

فهرست رسائل احصاب قادیانیت جلد بیا لیس (۲۲) (ص ۳۷۶)

- مولانا محمد بشیر شہسوائی ص ۱۱ ۵۱۳ الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح
- مولانا عبدالجید دہلوی ص ۱۲۷ ۵۱۵ بیان للناس
- مولانا محمد عبد اللہ شاہ جہانپوری ص ۲۳۹ ۵۱۶ شفاء للناس
- مولانا دادست محمد خان بھوپالی ص ۳۲۷ ۵۱۷ النصر العینی فی رد اقوال الجعلین
- مولانا خلیل الرحمن بھوپالی ص ۳۶۱ ۵۱۸ رقیمة الاخلاص
- مولانا خلیل الرحمن بھوپالی ص ۳۷۷ ۵۱۹ نصرۃ الحق فی رد القول الزائف
- مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی ص ۳۳۱ ۵۲۰ اعلام الحق الصریح بتکذیب المسیح
- شیخ حسین بن محسن النصاری ص ۳۷۲ ۵۲۱ لغت الربانی فی الرد علی القاریانی
- مولانا سعد الدین حیانوی ص ۳۹۷ ۵۲۲ قادریانی درجال کا استیصال
- مولانا سعد الدین حیانوی ص ۵۳۵ ۵۲۳ دوسرا فیال (چودھویں صدی کا جھوناک)
- مولانا سعد الدین حیانوی ص ۵۶۵ ۵۲۴ نکم حقانی مستحی پسر ارقاء قادریانی
- مولانا سعد الدین حیانوی ص ۵۸۷ ۵۲۵ حملہ آسمانی دربارہ لکست قادریانی
- مولانا سعد الدین حیانوی ص ۶۰۵ ۵۲۶ حقوق

- ۵۲۷ ۱..... الاہلم الصحیح فی لتبیت حیلت مسیح مولانا غلام رسول نقشبندی ص ۶۲۷
 ۵۲۸ ۱..... آفتاب صداقت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ص ۶۷۳

کل رسائل: ۱۵

فہرست رسائل احساب قادریانیت جلد تینتالیس (۳۳) (ص ۵۲۸)

- ۵۲۹ ۱..... قادریانی گستاخیاں مولانا سید احمد جلال پوری ص ۷
 ۵۳۰ ۲..... قادریانی فرب " " ص ۶۱
 ۵۳۱ ۳..... قادریانیت کاتھاقب (دورہ سری انگا) " " ص ۷۹
 ۵۳۲ ۴..... قادریانیت کاتھاقب (وقت کی ایک اہم ضرورت) " " ص ۹۱
 ۵۳۳ ۵..... جشن خلافت (قادریانی مکار نظریات کے آئینہ میں) " " ص ۹۷
 ۵۳۴ ۶..... آئین پاکستان اور اعلیٰ عدالتون کے خلاف ایک خطرناک سازش " " ص ۱۰۳
 ۵۳۵ ۱..... مضامین رووفیر منور احمد ملک جناب پروفسر منور احمد ملک ص ۱۱۱
 ۵۳۶ ۱..... مضامین شیخ راحیل احمد جناب شیخ راحیل احمد جوہری ص ۲۵۵
 ۵۳۷ ۲..... شیخ راحیل احمد حال یعنی جوہری کے تین کلخال " " ص ۲۷۷
 ۵۳۸ ۱..... روالد جاجلد (حصہ سوم) جناب فیض اللہ گجراتی ص ۵۰۳

کل رسائل: ۱۰

فہرست رسائل احساب قادریانیت جلد چوالیس (۳۴) (ص ۶۳۰)

- ۵۳۹ ۱..... عالمگیر نبوت مولانا سید محمد ہاشمی ص ۱۲
 ۵۴۰ ۱..... قادریانی مسئلہ اور اس کا اپنا اور جیبیدہ تم طط جناب ڈاکٹر اسرار احمد ص ۸۱
 ۵۴۱ ۱..... مرزا کی کہانی اس کی اپنی زبانی جناب امان اللہ صاحب ص ۹۹
 ۵۴۲ ۱..... قادریانی دجل عبد الرحمن عاجز امرتسری ص ۱۳۱
 ۵۴۳ ۱..... مرزا نجیب کے خطرناک ارادے مولانا عبد الرحمن ذرودی ص ۱۳۵
 ۵۴۴ ۲..... مرزا نجیب کا اصلی چہرہ " " ص ۷۷
 ۵۴۵ ۳..... مرزا نجیب کی خوفناک سیاسی چالیں " " ص ۱۷۱

۱۸۳	مولانا بہاء الحق قاسمی	ص	۵۳۶
۲۰۷	"	ص	۵۳۷
۲۱۵	"	ص	۵۳۸
۲۲۵	"	ص	۵۳۹
۲۳۲	جناب ماسٹر محمد ابراهیم	ص	۵۵۰
	ا بن مریم زندہ ہیں حق کی تم		
	لووہ را شہر میں مرزا نیوں کی پیغامبر اور		۵۵۱
۲۵۱	مولانا محمد مولیٰ صاحب	ص	۵۵۲
۲۵۵	فرقہ غلام احمدی (مرزا نیت) کی حقیقت	ص	۵۵۳
۲۶۳	مقام محمد سی اور جل مرزا نیت	ص	۵۵۴
	خاتم الانبیاء کی عدالت میں		
۲۶۷	مرزا غلام احمد کی سزا اور حقیقت	ص	۵۵۵
۳۱۹	آنجمنی مرزا قادیانی، کرشن یا دجال؟	ص	۵۵۶
۳۲۲	آنجمنی مرزا قادیانی، مرد تھا عورت؟	ص	۵۵۷
	مرزا نیوں کی لکھت فاش کا دلچسپ نظارہ،		
۳۲۷	ربوہ کے نزدیک ایک مناظرہ	ص	۵۵۸
۳۲۵	مولانا قاسم آسی صاحب	ص	۵۵۹
	قادیانی مسئلہ کئی ترمیم کے مطابق		
۳۳۱	قانون سازی کا تقاضہ کرتا ہے	ص	۵۶۰
۳۳۹	حاجی محمد سلم دیوبندی	ص	۵۶۱
۵۸۹	حقیقت مرزا	ص	
	کل رسائل: ۲۳		

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد پنینتالیس (۳۵) (ص ۵۲۸)

۱	وسیلة المبتلاه لدفع البلاء	مولانا سید علی الحائزی لاہوری	ص ۱۳
۲	تبصرۃ العقلاء		ص ۵۲۳
۳	مہدی موعود		ص ۵۲۴

- ۵۶۵ ۳ صحیح مسعود
- ۵۶۶ ۱ رکڑا مست قلندر دوا
- ۵۶۷ ۱ خاتم النبیین
- ۵۶۸ ۲ ششم نبوت
- ۵۶۹ ۱ اہل قبلہ کی حقیقت
- (مرزا کی جماعت کی اسلام سے بغاوت) مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی ص ۱۵۹
- ۵۷۰ ۱ مرزا نبوی کے بیشہ والات کے جوابات جناب بالوچیر بخش لاہوری ص ۱۸۳
- ۵۷۱ ۲ خدمات مرزا
- ۵۷۲ ۱ صحیح کاذب
- ۵۷۳ ۲ تائید ربانی (۱۳۳۴ھ) بحکم ہریت قاریانی " " ص ۲۷۳
- ۵۷۴ ۱ چودھویں صدی کے محدثین جناب عبدالستار انصاری ص ۳۰۵
- ۵۷۵ ۱ موضع پکوئی ان تفاسیر کے کافر کے جلسہ مائنیں
- الل اسلام و مرزا یاں کا لباب لباب حضرت مولانا اللہ ودود ص ۳۳۱
- ۵۷۶ ۱ معیار المسیح علیہ السلام خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی ص ۲۸۵
- ۵۷۷ ۱ اقام البرہان علیٰ مخالفی الحدیث والقرآن شیخ احمد حسین میرٹھی اور سعید ص ۳۳۳
- ۵۷۸ ۱ السقر لمن کفر الملقب به فتوحات محمدیہ بر فرقہ غلمدیہ مولانا محمد بحقی رازی رامپوری ص ۵۳۹

کل رسائل: ۷۱

فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد چھیا لیں (۲۶) (ص ۲۸۸)

- ۵۷۹ ۱ اسلام اور مرزا یاں مولانا محمد عبد اللہ احمد پوری ص ۹
- ۵۸۰ ۲ عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام
- ۵۸۱ ۱ قرآن و مت کی روشنی میں " " ص ۶۱
- ۵۸۲ ۳ لہ دعوة الحق مولانا عبد الحکیم طہ خانی حنفی ص ۱۳۵
- ۵۸۳ ۱ الصیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الفلامیہ مولانا عبد الحکیم طہ خانی حنفی ص ۲۲۷
- ۵۸۴ ۱ اواریانی برائے کشف حقیقت لائے قریانی مولانا ابرار حسین ٹھنی ص ۳۵۱

- ٥٨٣ ۱..... رد الشبهات القاديانيہ،
بالاحادیث والآیات القرآنیہ
- ٥٨٤ ۱..... تحقیق الحدایات فی تردید مرزا، تحریف مرزا
- ٥٨٥ ۲..... اکاذب مرزا
- ٥٨٦ ۳..... نیام ذوالفقار علی (۱۳۲۹ھ)
- ٥٨٧ ۴..... برگردان خاطی، مرزا کی فرزند علی (۱۳۲۹ھ) مولانا شیرلواب خان قصوری ص ۷۵
- ٥٨٨ ۱..... طریقہ مناظرہ مرزا نیت المروف
- ٥٨٩ ۱..... مولانا محمد صادق قادری ص ۲۸۹
- ٥٩٠ ۱..... کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے والد تھے؟
- ٥٩١ ۱..... کیا قادریان میں مناظرہ مقبول کیا جائے گا؟
- ٥٩٢ ۱..... سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی
باطل حکم جیاہنۃ التقریریں
- ٥٩٣ ۱..... قہر زدائی برقلعہ قادریانی
- ٥٩٤ ۲..... مرزا کی غلطیاں

کل رسائل ۱۶:

- ### فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد سینتالیس (۵۳۶) (ص ۲۷) (ص ۵۳۶)
- ٥٩۵ ۱..... بیان مقبول و رو قادریانی مجہول ص ۱۱
- ٥٩۶ ۱..... حالات والہمات مرزا
- ٥٩۷ ۱..... احمدیوں کی ملک و مدھب سے خداری ڈاکٹر منصور ایم رفت مصری ص ۱۰۷
- ٥٩۸ ۲..... اکشاف حقیقت احمدی اسلام ص ۱۲۵
- ٥٩۹ ۱..... مرزا نیوں کے کافرانہ عقائد
- ٦٠٠ ۱..... قادریانی گروہ
- ٦٠١ ۱..... موت قادریانی
- ٦٠٢ ۲..... اکشاف شرحقیقت الوجی

۲۳۹	مولانا حسین سید کرم حسین شاہ	ص	۴۰۳	حقیقت مرزا سیت
۲۵۳	عکس زی اجمان اشاعت الاسلام بارس	ص	۴۰۳	حقیقت مرزا سیت (ٹریکٹ نمبر ۲)
۲۲۷	"	"	۶۰۵	نزوں سے کوئی سلطنت ہو گئی بھت (ٹریکٹ نمبر ۲)
۲۸۷	"	"	۶۰۶	ٹریکٹ نمبر ۳
۳۰۳	"	"	۶۰۷	ٹریکٹ نمبر ۵
۳۲۲	"	"	۶۰۸	جواب دعوت (ٹریکٹ نمبر ۶)
۳۳۹	"	"	۶۰۹	معیار نبوت (ٹریکٹ نمبر ۷)
۳۶۱	"	"	۶۱۰	نور اسلام (ٹریکٹ نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱)
۳۳۹	"	"	۶۱۱	دفع لوہام از ظہور امام (ٹریکٹ نمبر ۱۲)
۳۵۷	مولانا محمد شریف قادری	ص	۶۱۲	سیف ربانی بر گردون قادیانی
۳۶۹	مولانا عبد العزیز	ص	۶۱۳	مرزا قادیانی کی پیشی کو چنان اور ان کے حق تھا ملکی پیشہ نامعلوم
۳۸۱	مولانا خاتم الانبیاء (تیر و دود و رسید مردوو)	ص	۶۱۴	/molana_abdul_razzaq_tier_w_dood_w_resid_mardoo
۵۰۳	مولانا عبد القوم میرٹھی	ص	۶۱۵	قادیانی پیک کادیع الیہ، مرزا ای رجگ میں بھگ
۵۱۱	ناج الدین احمدناج	ص	۶۱۶	ایک جھوٹی پیش کوئی پرسازیوں کا شور و غل
۵۲۱	"	"	۶۱۷	قادیانی میں قبری نشان

کل رسائل: ۲۳

فہرست رسائل احتساب قادیانیت جلد اٹھتا لیس (۳۸) (ص ۵۰۳)

۶۱۸	مولانا ابو عمر عبد العزیز	ص	۷	تبیینی تخفی
۶۱۹	مولانا حکیم عبدالغفاری	ص	۲۱	الحق المبین
۶۲۰	مولانا عبد العلیم صدیقی	ص	۹۹	مرزا ای حقیقت کاظہار
۶۲۱	مولانا منشی غلام مرتضی میلانی	ص	۱۶۵	ثابت نبوت
۶۲۲	مولانا عبد الحمیت امرتسری	ص	۱۷۹	تنکرہ العباد (کیلا یفتروا بالقول اهل الحاد)
۶۲۳	مولانا حکیم ولی الدین بخاری گوری	ص	۳۰۳	محکمات ربانی، لنسخ القافی قادیانی
۶۲۴	مولانا محمد الدین کا ہجہ کا چھد	ص	۳۸۱	فیصلہ قرآنی معروف بخندیب قادیانی

- مولانا محمد یعقوب رحمانی ص ۳۵۱ ۶۲۵ حقیقت مرزا
- الکلام الفصیح فی تحقیق الہیات المسیح ۶۲۶
- (الملقب بہ اسم تاریخی) الہابت دین قلام حمدہ دیالی، مولانا سید محمد عرب کنیٰ ص ۳۶۷ ۶۲۷
- کل رسائل: ۹

فہرست رسائل احتساب قادریانیت جلد انچاہس (۲۹) (ص ۳۸۰)

- ۱..... ۶۲۷ الامر قد استحکم، بجواب الدلیل الحکم مولانا محمد عبد اللہ جوڑا گڑھی ص ۹
- ۲..... ۶۲۸ آزاد گھیر میں مرزا بیوں کے ہجھنڈے مولانا مفتی فیض اللہ شاہ ص ۲۵
- ۳..... ۶۲۹ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ص ۵۵
- ۴..... ۶۳۰ قادریانی مسئلہ غیرت نبوت ص ۷۷
- ۵..... ۶۳۱ فقہۃ عظیم ص ۱۲۱
- ۶..... ۶۳۲ مرزا بیت اور اسلام ص ۱۲۹
- ۷..... ۶۳۳ مرزا قادریانی لور مرزا بیوں کے ہارے میں چھ سالات مولانا عبدالرحمن لکھوی ص ۱۲۷
- ۸..... ۶۳۴ قهر الديان علی مرتد بقادیانی مولانا حسن رضا خاں قادری ص ۷۷
- ۹..... ۶۳۵ قادریانی کذاب مولانا مفتی رفاقت حسین برٹلیوی ص ۱۹۱
- ۱۰..... ۶۳۶ فقہۃ قادریانی مولانا سید محمود احمد رضوی ص ۲۵
- ۱۱..... ۶۳۷ واقعہ بیوہ کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے جماعت اسلامی پاکستان کا بیان مولانا چوہدری رحمت الہی لاہور ص ۲۶۷
- ۱۲..... ۶۳۸ خاتم الشیعین مولانا محمد شریف خالد رضوی ص ۲۷۹
- ۱۳..... ۶۳۹ قادریانیت پر آخری ضرب پروفیسر شاہ فرید الحق ص ۲۹۳
- ۱۴..... ۶۴۰ عقیدہ ظہور مهدی احادیث کی روشنی میں مولانا اکٹھر قلام الدین شاہری ص ۳۰۹
- ۱۵..... ۶۴۱ مرزا کی نسبت کا خاتمه مولانا ابوالبکر یزراولپندھی ص ۳۳۵
- ۱۶..... ۶۴۲ بنا پستی نبوت جناب نیاز لدھیانی ص ۳۶۳

کل رسائل: ۱۶

فہرست رسائل احصاب قادیانیت جلد پچاس (۵۰) (ص ۳۶۲)

- ۶۲۳ ۱..... قادیانیت جناب ماہر القادری ص ۱۱
- ۶۲۴ ۱..... قذف بالحق علی الباطل جناب پروفیسر محمد اسماعیل ص ۳۷۳
- ۶۲۵ ۱..... اخلاق اور مرزا صاحب اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا قادیانی کے ظلاقوال والہمات کی تحریک) ص ۹۹
- ۶۲۶ ۱..... ختم نبوت افراد امپھار الحق جناب ڈاکٹر نظیر صوفی ص ۱۶۱
- ۶۲۷ ۱..... جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں نا علم مجلس تحفظ ختم نبوت کرنی ص ۱۶۷
- ۶۲۸ ۲..... ائمہ الملک جے سنگھ بہادر کرشن گوپال، مرزاقادیانی حجراء کے اونی ترین خلوم نصل الدین مرزائی کے تینوں پیغامتوں کا جواب، بعث حقیق مناظرہ
- ۶۲۹ ۱..... ختم نبوت پر قوی اسلوبی کامتفقہ فیصلہ وفاقی حکومت پاکستان ص ۱۹۳
- ۶۳۰ ۲..... نئے آرڈیننس کا اجراء
- ۶۳۱ ۱..... (قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں) " " " ص ۲۷۷
- ۶۳۲ ۳..... قادیانیت اسلام کیلئے ٹکلیں خطرہ (دو یونیورسٹیوں کے خلاف اسلام برگرمیاں دو کئے یونیورسٹیوں کے قدر میاں) " " " ص ۲۰۳
- ۶۳۳ ۳..... قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توثیق) " " " ص ۲۰۹
- ۶۳۴ ۱..... ابن مریم (الحج رحیم علیہ السلام) " " " ص ۲۳۵
- ۶۳۵ ۱..... مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک بیش گوئی کا تجزیہ (عمر مرزا) جناب باودتاج محمد کودوری ص ۳۳۹
- ۶۳۶ ۱..... داستان مرزا مولانا عبدالجید سوہنروئی ص ۳۸۷
- ۶۳۷ ۱..... کل رسائل: ۱۳ مصنفین = ۲۶۲ کل کتب و رسائل = ۵۵۵ کل صفحات ج ۱ = ۵۰۳۶